آتش پرست

اسلم راہی ۔ ایم اے

کبھی اس نے مجھ کو جلا دیا کبھی اس نے مجھ کو بجھا دیا
میں چراغ تھا تو ہوا نے بھی مجھے اک تماشہ بنا دیا

مری شکل اتری تھی خاک پر مری خاک رکھی تھی چاک پر
میں خیال دست ہنر میں تھا مجھے اس نے خود سے ملا دیا

مری آنکھ میں جو سما گیا سر آب نقش بنا گیا
کہاں چاند باقی بچے گا پھر جو کسی نے پانی ہلا دیا

تری ذات تھی مری بات تھی مرے پاس چاندنی رات تھی
اسی لطف خانہ خراب نے مجھے شام ہی سے سلا دیا

(سعد اللہ شاہ کے شعری مجموعہ ''دھوپ کا چاند'' میں سے

اناطولیہ کے وسیع وعریض میدانوں میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے اور دھول اڑاتے ہوئے کچھ سوار بحیرہ باسفورس کے ساحل پر پہنچے تھے۔ انہوں نے دیکھا ساحل پر تین اشخاص کھڑے تھے جنہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ان سواروں کو رکنے کے لئے کہا۔ ان تینوں نے اپنے گلوں میں سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے اناطولیہ کے میدانوں کی طرف سے آنے والے سوار جو اپنی شکل وشباہت' اپنے لباس سے مسلمان لگتے تھے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ اتنی دیر تک ساحل پر کھڑے تینوں اشخاص ان کی طرف بڑھے۔ جو سوار آئے تھے ان میں سے دو آگے کھڑے ہو گئے باقی سوار بڑی ترتیب کے ساتھ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔

جن تینوں نے اپنے گلوں میں سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں وہ ان کے قریب آئے تھوڑی دیر تک سامنے کھڑے دونوں جوانوں کا جائزہ لیتے رہے۔ وہ دونوں دیو قامت۔ کٹریل جسامت رکھنے والے نوجوان تھے۔ اور ان تینوں کو ایسے لگا جیسے وہ دونوں بگولوں کے ہمزاد اور ہمسفر بن کر ان کے سامنے آن کھڑے ہوئے ہوں اور کسی بھی وقت عذاب بن کر برس جائیں گے۔ دونوں نے کھردرے کپڑوں کی عبائیں پہن رکھی تھیں۔ کچھ دیر ان کا جائزہ لینے کے بعد ان تین میں سے ایک نے دونوں کو مخاطب کیا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں میں سے جو دائیں جانب ہے اس کا نام ایتاخ اور جو بائیں جانب ہے اس کا نام اشناس ہے۔ اور تم دونوں مسلمانوں کے امیر المومنین ابواسحاق معتصم کے سب سے عمدہ اور بہترین سالاروں میں سے ہو۔

کہنے والا جب خاموش ہوا تب وہ نوجوان جس کا نام ایتاخ بتایا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر

مسکراہٹ نمودار ہوئی دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔

ان تینوں نے پہلے ایتاخ کا جائزہ لیا۔ صحرا کی وسعتوں اور سمندر کی گہرائیوں جیسی اس کی آنکھوں میں اس سے الم ناک سناٹوں کی شوریدگی میں لپکتی جھپکتی کوندتی برق اور نیلے سمندر کے چنگھاڑتے پانیوں میں چار سو بل کھاتی آندھیوں جیسی کیفیت تھی۔ ایسا لگتا تھا بہت جلد اس کی آنکھوں سے آتش فشانی دہانے ابل پڑیں گے۔

اس کے چہرے کی کیفیت کچھ ایسی تھی جیسے بگولوں کے ساتھ دھمال کرتے سربستہ راز اپنا رنگ دکھا رہے ہوں یا زمین کی ننگی پیٹھ پر آندھیوں کے خوفناک رتھ کے دوش پر برق کے برستے تازیانے اپنا رقص شروع کرنے لگے ہوں۔ ایتاخ کا جائزہ لینے کے بعد ان تینوں کی نگاہیں اس کے ساتھی اشناس پر جم گئی تھیں۔ وہ بھی اسی جیسا توانا اور کڑیل جوان تھا ان دونوں کا جائزہ لینے کے بعد کچھ دیر انہوں نے ان دونوں کے پیچھے کھڑے ان کے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر تینوں میں سے ایک ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! ہم اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے مقرر کردہ ہیں۔ ہمارے شہنشاہ کو ہمارے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ مسلمانوں کا ایک وفد ہمارے شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آرہا ہے۔ لہٰذا ہم تینوں کو تمہارے استقبال کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ساتھ آؤ۔

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں ایک طرف ہولیے ایتاخ نے اپنے ساتھیوں کی طرف مخصوص اشارہ کیا اور اس کا اشارہ پا کر اس کے سارے ساتھی اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے اس کے پیچھے ہو لیئے تھے۔

وہ تینوں ان سب کو بحیرہ باسفورس کے کنارے ایک عمارت کی طرف لے گئے جو ایک بہت بڑا اصطبل تھا۔ ان تینوں میں سے ایک نے اصطبل کے اندر کام کرنے والے لوگوں کو اشارہ کیا جس پر کچھ لوگ بھاگتے ہوئے نکلے مسلمانوں کے وفد کے گھوڑے پکڑ کر اصطبل میں لے گئے تھے۔ پھر ان تینوں میں سے ایک نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

محترم ایتاخ! آپ ہمارے ساتھ آئیں آپ کے گھوڑے یہیں رہیں گے۔ ہمارے شہنشاہ

سے ملاقات کرنے کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں آئیں گے اور یہیں سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف چلے جائیں گے۔

ایتاخ نے جواب میں کچھ نہ کہا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے ساتھ ہولیا۔

سب بحیرہ باسفورس کے کنارے آئے وہاں پہلے سے ایک خاصی بڑی کشتی کھڑی تھی جس کے اندر کام کرنے والے کچھ ملاح بھی تھے۔ ان تینوں میں سے ایک نے ایتاخ کو اپنے ساتھیوں سمیت اس کشتی میں بیٹھنے کو کہا۔ اس پر ایتاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کشتی میں بیٹھ گیا وہ تینوں بھی کشتی میں ہو بیٹھے۔ ان کے کہنے پر ملاح چپوؤں کو حرکت میں لائے اور کشتی بحیرہ باسفورس کے اندر حرکت میں آ گئی تھی۔

تھوڑا آگے جا کر کشتی بحیرہ باسفورس کے ایک جزیرے کے پاس رک گئی۔ کشتی رکنے کے بعد صلیبیں پہنے ہوئے جو دو اشخاص ان کی راہ نمائی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک مسلمانوں کے امیر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! یہ چھوٹا سا جزیرہ جس کے پاس کشتی آ کے کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا نام پرنکیو ہے۔ یہ بحیرہ باسفورس اور قسطنطنیہ شہر کے سامنے پرانا اور سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ یہاں ہمارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل نے مہمانوں کے لئے ایک انتہائی عمدہ اور پرتکلف مہمان خانہ بنا رکھا ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو اجازت دیں کہ یہ ٹھہر جائیں صرف آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی سالار اشناس کو لے جا سکتے ہیں۔ باقی آپ کے ساتھی یہیں آرام کریں گے۔ واپسی پر آپ انہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔

اس شخص کے ان الفاظ پر ایتاخ اور اشناس دونوں نے ایک دوسرے کی طرف جواب طلب انداز میں دیکھا۔ پھر دونوں کشتی سے نیچے اترے ان کے ساتھی بھی کشتی سے نیچے اتر گئے تھے۔ وہ دونوں راہ نما انہیں جزیرے میں لے گئے ایک بہت بڑی عمارت میں داخل ہوئے۔ جو مہمان خانہ تھا۔ ایتاخ اور اشناس کے ساتھیوں کو وہاں ٹھہرایا گیا پھر وہی دونوں صلیب پہنے راہ نما ایتاخ اور اشناس کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی ایک بار پھر قسطنطنیہ شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کشتی کو قسطنطنیہ شہر کے جنوبی سمت شہر پناہ کے سنہری دروازے کے سامنے روکا گیا۔ چاروں

کشتی سے اترے پھر وہ دونوں راہ نما۔ ایتاخ اور اشناس کو لے کر قسطنطنیہ شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

شہر کے اندر تھوڑا سا آگے جانے کے بعد ان دونوں راہ نماؤں میں سے ایک مڑا اور ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! اس وقت ہمارا شہنشاہ نوفل بن میخائیل' اس کے اہل خانہ' سارے سالار اور عمائدین سلطنت ہپوڈروم نام کے میدان میں جمع ہیں۔ اس وقت وہاں گھوڑوں اور رتھوں کی دوڑیں ہو رہی ہیں اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو وہیں لے کے چلتا ہوں۔ میدان کے ایک کمرے میں آپ کو بٹھا کر میں اپنے شہنشاہ کے داروغہ کو آپ کی آمد سے مطلع کرتا ہوں۔

ایتاخ اور اشناس میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ تاہم ایتاخ نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ وہ چاروں پھر آگے بڑھے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تاریخی میدان ہپوڈروم میں داخل ہوئے۔ جسے بعد میں ترکوں نے ات میدان کا نام دیا تھا۔

میدان کے اندر گھوڑوں اور جنگی رتھوں کی دوڑیں اپنے زوروں پر تھیں ایتاخ اور اشناس دونوں نے دیکھا میدان کافی وسیع اور کھلا تھا اور کھچا کھچ قسطنطنیہ کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میدان کے اندر بائیں جانب جہاں میدان سے ملحقہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ کا قصر تھا۔ قصر اور میدان کے بیچ میں ایک اونچی شہ نشین تھی جس کے اوپر چھت ڈلی ہوئی تھی۔ اور وہیں قسطنطنیہ کا شہنشاہ اور اس کے لواحقین بیٹھے دوڑوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کے دائیں بائیں پیچھے بڑے بڑے اونچے شاندار' مزین اور مدور ستون تھے۔ ان ستونوں کے بیچوں بیچ جگہ جگہ دیوتاؤں' بہادروں' شہنشاؤں اور جنگ جوؤں کے مجسمے نصب تھے۔

میدان میں داخل ہونے کے بعد دونوں راہ نماؤں نے ایتاخ اور اشناس دونوں کو ایک پر تکلف کمرے میں بٹھایا پھر دونوں باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان راہ نماؤں میں سے ایک نے نئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

محترم ایتاخ! یہ ہمارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے چوب دار ہیں میں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کی ساری تفصیل ان سے کہہ دی ہے۔ جونہی ہمارا شہنشاہ......

یہاں تک کہتے کہتے اس راہ نما کو رک جانا پڑا اس لئے کہ چوبدار خود آگے بڑھا پہلے اس نے پر جوش انداز میں ایتاخ اور اشناس سے مصافحہ کیا پھر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! آپ کو تھوڑی دیر کے لئے انتظار کی زحمت برداشت کرنا پڑے گی۔ آپ یہاں بیٹھیں جونہی ہمارا شہنشاہ گھوڑوں اور رتھوں کی دوڑ دیکھنے کے بعد فارغ ہوتا ہے۔ میں تم دونوں کو اس کے پاس لے جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ چوبدار اور دونوں راہ نما باہر نکل گئے تھے۔

جونہی چوبدار اور وہ دونوں راہ نما اس کمرے سے نکلے اچانک اور بڑی تیزی سے ایک شخص اس کمرے میں داخل ہوا۔ ایتاخ اور اشناس نے دیکھا آنے والا ان ملاحوں میں سے ایک تھا جو اس کشتی کو ساحل پر لائے تھے جس میں انہوں نے مشرقی ساحل سے قسطنطنیہ تک کا سفر کیا تھا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا' پریشان اور فکر مند تھا بڑی تیزی سے آگے آیا ایتاخ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا پھر بڑی عاجزی اور انکساری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مسلمانوں کے محترم سالار! اگر آپ میرا ایک کام کر دیں تو میں ساری زندگی آپ کا احسان مند رہوں گا میرے عزیزو! میں قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک یہودی ملاح ہوں تم لوگوں نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ جس کشتی میں تم آئے ہو وہ کشتی میری ہی ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے اس ملاح کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ ہم سے کیا چاہتے ہو۔ اس پر یہودی ملاح پھر بول پڑا۔

میرا نام طورون ہے میں بتا چکا ہوں کہ میں قسطنطنیہ کا ہی رہنے والا ہوں۔ میں آپ کے ذریعے ایک بے بس لڑکی اور اس کی ماں کی جان بچانا چاہتا ہوں۔ پر اس سے زیادہ میں آپ دونوں سے کچھ نہیں کہتا میں آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ جو کام میں کہنے لگا ہوں اس سے انکار نہ کیجئے گا۔

ایتاخ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو کچھ کہنا ہے جلدی کہو ہو سکتا ہے جو چوبدار ابھی گیا ہے' ہمیں لینے آ جائے تا کہ ہمیں اپنے بادشاہ کے پاس لے جائے تم سہمے ہوئے کیوں ہو بیٹھ جاؤ اگر تمہاری موجودگی میں کوئی آ گیا

تو میں کہہ دوں گا میں نے ہی تمہیں یہاں بلایا تھا کہ میں قسطنطنیہ شہر کے متعلق تم سے تفصیل جان سکوں۔ اب بیٹھو اور اطمینان سے بتاؤ کہ کیا بات ہے۔ کیا معاملہ ہے۔ اس پر یہودی ملاح طورون کو کسی قدر تسلی ہوئی ایتاخ اور اشاس کے سامنے وہ بیٹھ گیا پھر دھیمے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

میرے دونوں مسلمان عزیزو! قسطنطنیہ کے موجودہ شہنشاہ نوفل بن میخائیل کو تخت نشین ہوئے ابھی چند ہی ماہ ہوئے ہیں تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے سب سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ وہ قسطنطنیہ کی سب سے حسین خوبصورت اور پرکشش لڑکی سے شادی کرے گا۔

اس مقصد کے لئے اس کے کارندوں نے پہلے سارا شہر چھان مارا لوگوں سے پوچھ گچھ کی۔ جس کے نتیجے میں پتہ چلا کہ دو لڑکیاں، جس میں سے ایک کا نام ایکاسیہ، دوسری کا نام تھیوڈورا ہے۔ قسطنطنیہ میں سب سے زیادہ حسین اور پرجمال ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے حکم پر ان دونوں لڑکیوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ تب نوفل بن میخائیل نے دیکھا کہ تھیوڈورا کی نسبت ایکاسیہ انتہا درجہ کی حسین، پرجمال اور پرکشش ہے لہٰذا اس نے ارادہ کیا کہ تھیوڈورا کی بجائے وہ ایکاسیہ کو اپنی بیوی بنائے گا۔

میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ ایک یہودی لڑکی ہے اور وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے باپ اس کا فوت ہو چکا ہے اپنی بیوہ ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ قسطنطنیہ میں اس جیسی حسین لڑکی نہ کوئی ہے نہ کوئی پیدا ہوگی۔

اب یوں جانو ایکاسیہ کی بدقسمتی یا نوفل بن میخائیل کی بدقسمتی کہ جب ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کیا گیا اور نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ سے گفتگو کی تو دوران گفتگو نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ سے کہہ دیا کہ

"دنیا میں زیادہ تر برائیاں عورت کی وجہ سے ہیں"

ایکاسیہ نے نوفل بن میخائیل کے اس جملے، اس کی اس بات کو انتہا درجے کا ناپسند کیا اور فو اس کے اس جملے کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

اس دنیا میں بہت سی اچھائیاں عورت ہی کی وجہ سے ہیں۔ (قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل اور قسطنطنیہ کی حسین و خوبصورت لڑکی ایکاسیہ کے ان جملوں اور ان کی اس گفتگو کو مورخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ کتابوں میں لکھا ہے)

نوفل بن میخائیل کی اس گفتگو نے ایکاسیہ کو اس سے متنفر کر دیا تھا۔ نوفل بن میخائیل سے ملنے کے بعد ایکاسیہ نے بہانہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں پہلے اپنی ماں سے گفتگو کرے گی۔ اس کے بعد اس کے حرم میں داخل ہونا پسند کرے گی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ کی ماں کا نام قسطونہ ہے۔

نوفل بن میخائیل کے ہاں سے جانے کے بعد ایکاسیہ اپنی ماں قسطونہ کے ساتھ روپوش ہو گئی شہر میں یہودیوں کی خاصی بڑی بستی ہے۔ جس کے اندر ہزاروں یہودی آباد ہیں۔ میرا تعلق بھی ایکاسیہ ہی کے قبیلے سے ہے۔ اب میں آپ سے گذارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کسی طرح ایکاسیہ اور اس کی ماں کو یہاں سے نکال کر ان کی جان بچائی جائے اس لئے کہ نوفل بن میخائیل نے اپنے ہزاروں کارندے ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ کو تلاش کرنے پر مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ ہر صورت میں ایکاسیہ کو تلاش کر کے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ کے روپوش ہونے کے بعد نوفل بن میخائیل دوسری لڑکی تھیوڈورا سے شادی کر چکا ہے۔ اب ان دنوں تھیوڈورا ہی قسطنطنیہ کی ملکہ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے یہودی ملاح طورون رکا عجیب سی بے بسی اور عاجزی میں ایک دفعہ ایتاخ کی طرف دیکھا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

محترم ایتاخ! اگر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قسطونہ اور اس کی بیٹی ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر اپنی سلطنت میں لے جائیں تو یہ ایک بیوہ اور اس کی بے بس بیٹی پر انتہا درجہ کا احسان ہوگا اور وہ دونوں زندگی بھر آپ دونوں کی ممنون رہیں گی۔ یہاں ہمہ وقت ان دونوں کی زندگی کو خطرہ ہے۔

طورون جب خاموش ہوا تو رازداری کے انداز میں ایتاخ نے اس سے پوچھ لیا۔

پہلے یہ تو بتاؤ کہ روپوش ہونے کے بعد وہ حسین لڑکی ایکاسیہ اور اس کی ماں کہاں ہیں؟

طورون اپنا منہ ایتاخ کے قریب لے گیا۔ پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

راستے میں جس جزیرے کے پاس کشتی رکی تھی۔ جہاں مہمان خانے میں آپ کے ساتھیوں کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس جزیرے کے اندر خاصی بڑی بستی ہے اس بستی کے ایک گھر میں ایکاسیہ اور

اس کی ماں قسطونہ نے پناہ لے رکھی ہے- میں چونکہ ان کا قریبی عزیز ہوں لہذا انہیں ضرورت کی ہر شے وہاں مہیا کرتا ہوں- میرے ساتھ جو کشتی میں کام کرنے والے ملاح ہیں وہ بھی اس حادثے کے رازدار ہیں- اب آپ بتائیں- آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں-

جواب میں ایتاخ نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے طورون کی طرف دیکھا- پھر اس کی نگاہیں اپنے ساتھی سالار اشناس پر جم گئی تھیں- اشناس مسکرایا پھر کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بھائی تمہارا فیصلہ میرے لئے آخری ہے- جو فیصلہ تم کرو گے اسی پر عمل کیا جائے گا-

ایتاخ نے پھر طورون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

پہلے یہ بتاؤ اسے کیسے جزیرے سے نکالا جائے گا- اور کیسے اسے ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے- اس پر طورون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

جب آپ لوگ یہاں سے جائیں گے تو میری گذارش ہے آپ رات کے وقت یہاں سے رخصت ہونا پسند کریں- میں آپ کو اپنی کشتی میں لے کے جاؤں گا راستے میں چونکہ اپنے ساتھیوں کو بھی لینا ہے- میں آپ کو جزیرے میں لے جاؤں گا اس لڑکی اور اس کی ماں سے آپ کا تعارف بھی کروا دوں گا- اس طرح آپ پر ان کا اعتماد اور بھروسہ ہو گا- اور آپ کے ساتھ جانے پر وہ رضا مند ہو جائیں گی- آپ کی یہاں سے روانگی سے پہلے میں ایک کشتی کے ذریعے دو گھوڑے پہلے ہی اس اصطبل میں پہنچا دوں گا جو ملاح گھوڑے لے کے جائیں گے وہ ملاح ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ سے بھی ملیں گے ان سے کہیں گے کہ وہ دونوں مسلمانوں جیسا حلیہ بنا کر رکھیں تاکہ انہیں یہاں سے نکالا جائے- واپسی پر آپ کے ساتھیوں کے ساتھ انہیں بھی لے لیا جائے گا- پھر دوسرے کنارے پر اصطبل میں جا کے آپ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں- اب آپ کہیں آپ کیا کہتے ہیں-

ایتاخ نے کچھ دیر سوچا اس کی گردن جھکی رہی پھر شبہات بھرے انداز میں اس نے طورون کی طرف دیکھا اور اس کے بعد کہنے لگا-

سن طورون! اگر کسی بھی موقع پر مجھے یہ شبہہ تک ہو گیا کہ اس یہودی لڑکی اور اس کی ماں کو ہمارے ساتھ قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے لئے جاسوسی کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے تو یاد رکھنا میں ان

دونوں کی گردن تو کاٹوں ہی کاٹوں یہاں پھر لوٹ کے آؤں گا اور تیری بھی گردن کاٹ کے چلا جاؤں گا- لہذا جو کچھ بھی کرنا سوچ سمجھ کے کرنا-

طورون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا- قسم موسیٰ و ہارون کی اگر میں آپ سے دھوکہ دہی سے کام لوں تو مرتے دم ایمان سے خالی ہو جاؤں- اگر میں آپ دونوں کو فریب دوں تو ابراہیم کا خدا مجھے کتے اور سور کی موت مارے- ہاں اگر کسی بھی موقع پر آپ کو شائبہ ہو جائے کہ وہ دونوں ماں بیٹی مسلمانوں کے خلاف جاسوسی میں ملوث ہیں تو آپ کو اجازت ہے ان دونوں کی گردن کاٹ دیں- جب ایسا ہو تو آپ مجھے پیغام بھجوایئے گا میں اپنا سر کٹوانے خود آپ کے مرکزی شہر سامرا پہنچ جاؤں گا- اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں-

ایتاخ مسکرا دیا طورون کی باتوں سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی اور اس کی ماں بے بس ہیں- طورون کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا- جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہو گا- اس پر طورون اٹھ کھڑا ہوا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا-

میں اپنی کشتی میں آپ دونوں کا انتظار کروں گا جونہی آپ شہنشاہ سے گفتگو کر لیتے ہیں- میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ یہاں قیام نہ کریں- شہنشاہ سے کہیں کہ آپ ابھی واپس جانا چاہتے ہیں اس طرح ایکاسیہ اور اس کی ماں کو یہاں سے نکالنے کا کام آسان ہو جائے گا- ایتاخ نے جب اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب مطمئن انداز میں طورون وہاں سے چلا گیا تھا جب کہ ایتاخ اور اشناس پہلے کی طرح قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے چوبدار کا انتظار کرنے لگے تھے-

تھوڑی ہی دیر بعد ہپوڈروم کے میدان میں گھوڑوں، رتھوں کی دوڑیں اور تیغ زنوں کے مقابلے ختم ہوگئے۔ قسطنطنیہ کے لوگ جو یہ تماشے دیکھنے آئے تھے۔ اس وقت میدان سے باہر نکل رہے تھے تب قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کا چوبدار اس چبوترے کی طرف بڑھا جس کے اوپر قسطنطنیہ کا بادشاہ اپنے عزیز واقارب، سالاروں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

مورخین نے قصر شاہی اور ہپوڈروم کے درمیان اس چبوترے کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جس پر قسطنطنیہ کا شہنشاہ اور اس کے لواحقین بیٹھ کر ہپوڈروم میں ہونے والے دوڑوں اور تیغ زنوں کے مقابلے دیکھا کرتے تھے۔

بہر حال چوبدار چبوترے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا۔ اس وقت چبوترے کے اوپر بنی انتہائی قیمتی نشستوں میں سے درمیانی میں خود نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ کا شہنشاہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کی بیوی تھیوڈورا اور بائیں جانب اس کی ماں یوفرسان بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی نشستوں پر اس کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن، دوسرا سالار براوس جو نوفل بن میخائیل کا برادر نسبتی اور اس کی بیوی تھیوڈورا کا بھائی بھی تھا۔ اس کے بعد تیسرا بڑا جرنیل فروزن بیٹھا ہوا تھا۔ اگلی نشستوں پر شہر کے عمائدین اور پادری اپنے اپنے منصب کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ چوبدار نوفل بن میخائیل کے سامنے آیا اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے خوب جھک کر نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی۔ سیدھا کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مالک! مسلمانوں کا ایک وفد کچھ شکایات لے کر آیا ہے۔ ان کے گھوڑوں کو ہم نے باسفورس کے اس پار اصطبل میں باندھ دیا ہے۔ وفد کے باقی ارکان کو باسفورس کے جزیرہ پرنکیو کے مہمان خانے میں ٹھہرادیا گیا ہے۔ صرف دو کو یہاں لایا گیا ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمانوں

کے امیر المومنین ابواسحاق معتصم کی شکایات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

چوبدار رکا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

مالک! آپ نے مسلمانوں کے امیر ابواسحاق معتصم اور اس کی سلطنت کا احوال جاننے کے لئے جاسوس بھیجے تھے وہ بھی اس وفد کے آگے آگے لوٹ کے آئے ہیں۔ ان میں سے دو ہی نے اس وفد کا استقبال کیا ان کے ساتھیوں کو مہمان خانے میں ٹھہرایا ان میں سے دو کو لے کر یہاں آئے ہیں اس وقت میں نے انہیں اس میدان کے ایک کمرے میں بٹھایا ہوا ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

اس انکشاف پر نوفل بن میخائیل نے ایک پیار بھری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیوی تھیوڈورا پر ڈالی اور اپنے چوبدار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

مسلمانوں کے جو دو قاصد مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کی کیا اہمیت ہے کیا وہ عام سے لوگ ہیں یا مسلمانوں کے امیر المومنین معتصم کے لشکر میں یا اس کی سلطنت میں کوئی خاص منصب اور مرتبہ رکھتے ہیں۔

اس پر چوبدار نے پھر جھک کر نوفل کو تعظیم دی۔ سیدھا کھڑا ہوا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

آقا! وہ کوئی عام آدمی نہیں ہیں دونوں ہی معتصم کے بہترین جرنیل ہیں دونوں ترک ہیں۔ ایک کا نام ایتاخ۔ دوسرے کا نام اشناس ہے۔ دونوں مسلمانوں کے بہترین سالار اور تیغ زن ہیں۔ آپ حکم دیں میں پہلے کس کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ پہلے مسلمانوں کے دونوں جرنیلوں کو لاؤں یا وہ جاسوس جو مسلمانوں کا احوال جاننے کے لئے بھیجے تھے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

نوفل بن میخائیل نے کچھ سوچا۔ کچھ دیر اس نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن۔ دوسرے سالاروں برداس اور فروزن سے مشورہ کیا پھر کہنے لگا۔

پہلے مسلمانوں کے دونوں جرنیلوں کو میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں جانوں وہ ہمارے خلاف اپنے امیر المومنین کی کیا شکایت لے کر آئے ہیں۔ اس کے بعد میں ان جاسوسوں سے ملوں

گا جنہیں مسلمانوں کی سلطنت کا احوال جاننے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

اس پر چوبدار مڑا سیڑھیاں اترا اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ایتاخ اور اشناس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم دونوں میرے ساتھ آؤ تمہیں ہمارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل نے طلب کیا ہے۔

اس پر ایتاخ اور اشناس دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ چوب دار کے ساتھ ہو لئے پھر چوب دار نے ان دونوں کو لے جا کر نوفل بن میخائیل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چوبدار نے پھر جھک کر نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی۔ لیکن ایتاخ اور اشناس دونوں اپنی جگہ پر پرسکون کھڑے رہے۔ نہ وہ جھکے نہ ہی نوفل بن میخائیل کو کوئی تعظیم دی۔ چوب دار جب پیچھے ہٹ گیا تب نوفل بن میخائیل نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر معتصم کے بہترین سالاروں میں سے ہو اور ہمارے خلاف اپنے امیر کی شکایات لے کر آئے ہو کہو تم ہمارے لئے اپنے امیر کا کیا پیغام رکھتے ہو۔

اس موقع پر ایتاخ نے چبوترے کا جائزہ لیا جس کے دائیں بائیں پیچھے بڑے بڑے مدور ستون تھے جن کے درمیان اطلسی پردے لہرا رہے تھے۔ دائیں بائیں بڑے بڑے مجسمے کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ دیر ان سب کا جائزہ لینے کے بعد اس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس کی چھاتی تن گئی۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

قسطنطنیہ کے بادشاہ! ہمارے امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کو آپ سے تین شکایات ہیں۔ اول یہ کہ آپ مشہور اور بدنام زمانہ اسلامی سلطنت کے باغی آتش پرست بابک خرمی کی مدد اس کی اعانت اس کی پشت پناہی کرتے ہیں اور وہ اپنی کوہستانی آماجگاؤں سے نکل کر آپ کے شہہ دینے پر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور معصوم لوگوں کا قتل عام کرتا ہے۔

ثانیاً آپ کے مخبر۔ آپ کے کارندے عربوں اور ایرانیوں کے درمیان نفرت پیدا کر کے ان کے درمیان تعصب کو ہوا دے کے انہیں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور آپ سے تیسری شکایت یہ ہے کہ ہمارے ارض شام سے ملحق علاقوں اور اناطولیہ کے میدانوں میں بوزرنام کا آپ کا جو حاکم ہے وہ اکثر و بیشتر ہمارے شامی علاقوں پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ ایسا وہ بلا کسی وجہ اور علت کے کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کا قتل عام کر کے اپنے علاقوں میں گھس

جاتا ہے۔ ہم نے ابھی تک کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ جب ہم ایسا کریں گے تو پھر آپ کو ہمارے خلاف بے شمار شکایات اٹھ کھڑی ہوں گی۔ یہی وہ تین شکایات ہیں جو ہم اپنے امیر ابو اسحاق معتصم کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ خاموش ہو گیا تھا۔ قسطنطنیہ کا بادشاہ نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں تم کوئی عام سفیر نہیں ہو۔ تمہارے اندر ایک سالار بول رہا ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم دونوں معتصم کے عمدہ اور نایاب سالاروں میں سے ہو۔ تم نے جو تین شکایات پیش کی ہیں۔ ان میں سرفہرست بابک خرمی آتا ہے۔ یہ آتش پرست ہے۔ اس نے اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ ہمارے خلاف یہ کوئی کارروائی نہیں کرتا اس لئے ہمارے ساتھ اس کے تعلقات بہتر ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے خلاف ہم اس کی کوئی مدد نہیں کرتے۔ آپ لوگوں کو خود یہ سوچنا چاہئے کہ آخر بابک خرمی نے تم لوگوں کے خلاف ہی کیوں بغاوت کھڑی کر رکھی ہے۔ جہاں تک میں اس کی بغاوت کو سمجھ پایا ہوں تو تم لوگوں نے ایران فتح کر کے مجوسی اور آتش پرست مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس بابک خرمی نے سارے مجوسیوں اور آتش پرستوں کو اپنے ساتھ ملا کر تمہارے خلاف بغاوت کر دی ہے تا کہ وہ ایران میں مجوسیت کو بحال کرے۔ اس میں نہ ہم اس کی اعانت کر رہے ہیں نہ اس کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہے۔

تمہاری دوسری شکایت یہ ہے کہ ہم ایرانیوں اور عربوں کو لڑا رہے ہیں ان کے اندر تعصب پھیلا رہے ہیں۔ یہ بات تمہارے ہاں سے بہت پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ تمہارے خلیفہ دوئم۔ سوئم اور چہارم کو قتل کرنے میں ایرانی ملوث تھے۔ کیا وہ کام بھی ہم نے انجام دیا تھا۔ تمہارے خلیفہ منصور کو ایرانی نژاد ابو مسلم کے خلاف شکایات تھیں اور وہ تمہارے خلیفہ کے خلاف بغاوت کھڑی کرنا چاہتا تھا۔ منصور نے اسے قتل کروا دیا کیا یہ کام بھی ہم نے سرانجام دیا تھا۔ تمہارے امیر المومنین ہارون الرشید کے خلاف ایرانی نژاد برامکہ نے اپنا رنگ دکھانے کی کوشش کی اور ہارون الرشید نے برامکہ کو نیست و نابود کر دیا۔ کیا برامکہ کو بھی ہم ہی نے عربوں کے خلاف اکسایا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل رکا۔ طنزیہ سے انداز میں دوبارہ ایتاخ کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنے لگا۔

تمہارے تیسرے سوال کا جواب میں بعد میں دوں گا پہلے جو باتیں میں نے تمہاری دو شکایات کے سلسلے میں کہی ہیں کیا ان کا تمہارے پاس کوئی جواب ہے۔

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ اس نے نوفل بن میخائیل پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

قسطنطنیہ کے بادشاہ! ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں کہ آپ کی حکومت بابک خرمی کی مدد اور اعانت کرتی ہے۔ اسے سامان حرب وضرب مہیا کرتی ہے۔ اور آذر بائیجان کے اس قلعہ میں جیسے اس نے اپنا مرکز بنا رکھا ہے وہاں آپ کے کچھ مشیر بھی ہیں جو اسے مسلمانوں کے خلاف مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے مستقبل میں ہم اسے ثابت کر کے رہیں گے جب ایسا ثابت ہوا تو اے بادشاہ پھر ہم تمہارے پاس نالش لے کے نہیں آئیں گے ہم ان کارندوں سے ایسا نپٹیں گے کہ ہمارا نپٹنا ان کے لئے ایک عبرت بن جائے گا۔ جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے تو مت خیال کرنا کہ ہم اس سے نپٹ نہیں سکتے۔ عنقریب آپ دیکھیں گے کہ وہ ہمارے آگے آگے پناہ نہ ملنے والے کسی مسافر کی طرح بھاگ رہا ہوگا۔ اب ہم زیادہ دن اسے من مانی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

بادشاہ! جہاں تک تمہارے دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ ہمارے تین خلفائے راشدین کے قتل میں ایرانی ملوث تھے۔ تو وہ ایرانی زیادہ تر غیر مسلم تھے۔ اب بھی آپ کی حکومت جو ایرانی اور عربوں کو آپس میں لڑا رہی ہے تو وہ ان ایرانیوں کو استعمال کر رہے ہیں جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دل میں ابھی تک اسلامی عقائد اچھی طرح جانشین نہیں ہوئے۔

اے بادشاہ! جب ایک شخص اسلام قبول کر جاتا ہے اور اسلام کے ارکان اس کے دل میں رچ بس جاتے ہیں تو خواہ وہ عربی ہو یا عجمی سب ایک دریا کی لہروں ایک تسبیح کے دانوں' ایک تہذیب کی موجوں' ایک ثقافت کی پگڈنڈیوں اور ایک کہکشاں کے ستاروں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ وہ ایرانی جو مسلمان ہیں اور جن کے دلوں میں اسلامی ارکان رچ بس گئے ہیں۔ وہ ہمارے پہلو بہ پہلو دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ اور ہم ایک جان دو قالب ہیں آپ لوگ صرف ان ایرانیوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جو ظاہراً مسلمان اور باطن میں ابھی تک آتش پرست ہیں۔ اگر آپ اس شکایت کا بھی ازالہ نہیں کرتے تو پھر بادشاہ ان لوگوں سے بھی ہم خود نپٹیں گے اب ہماری

تیسری شکایت کا آپ کیا کہتے ہیں۔

نوفل بن میخائیل نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

تمہاری تیسری نالش اور شکایت یہ ہے کہ ہمارا اناطولیہ اور تمہارے ارض شام کے علاقوں سے متصل حاکم بوزر تمہارے علاقوں پر اکثر و بیشتر حملہ آور ہوتا رہتا ہے میں سمجھتا ہوں اسے ایسا کرنا چاہئے اس لئے کہ ارض شام میں وہ علاقے جو اس وقت تمہارے تسلط میں ہیں کبھی وہ ہمارے علاقے ہی تھے اور انہیں حاصل کرنا ہمارا حق ہے اور ہم انہیں حاصل کر کے رہیں گے۔

مسلمانوں کے سالار من! تم لوگ جتنا بھی زور لگا لو' جتنی بھی طاقت استعمال کر لو وہ شامی علاقے جو تم نے رومنوں سے چھینے ہیں انہیں ہم تم سے ہر صورت' ہر حال میں واپس لے کے رہیں گے۔ اور تمہیں وہ علاقے خالی کرنا ہوں گے۔

ایتاخ کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اپنی آنکھیں اس نے نوفل بن میخائیل کی آنکھوں میں ڈالیں اور کسی قدر غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اے بادشاہ! کیسی انہونی باتیں کرتے ہو اس قوم سے اس کے شہر چھیننے کی دھمکی دیتے ہو جو طنجہ سے لے کر چینی ترکستان اور فرانس کے کوہستان البرانی سے لے کر ہمالیہ کی ڈھلانوں تک پھیلی ہوئی ہے یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے ماضی میں بھی بڑے بڑے ارضی دیوتاؤں کے گریبان چاک کر کے انہیں لوہے کی لگام میں ڈالیں۔ اے بادشاہ! یاد رکھنا ہوا بھی ان ایوانوں کو گراتی ہے جن کا کوئی پاسبان' جن کا کوئی نگران' جن کا کوئی نگہبان نہ ہو جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ ہم اپنی نسلوں کی دولت اپنی ملت کی کشتی کے ساحل' اپنی سرزمینوں کی کھیتی کا حاصل' اپنے مجبوروں کی طاقت' اپنے غریبوں کا سرمایہ حیات' اپنی قوم کے علم بردار ہیں۔ ہماری سرزمین ہمارا لہو ہم اس کا لہو ہیں۔ ہم اس کے شجر وہ ہمارا ثمر ہے۔ اپنے دل کے قرطاس پر یہ بھی یاد رکھنا کہ ہم عقاب کے اس بچے کی طرح بے بس نہیں جو اپنے گھونسلے میں پھڑ پھڑا کر رہ جائے۔ ہم قلعوں کو ریت کے گھروندے سمجھ کر ان کو گرانے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ ہم اپنی قوم اپنی ملت کے لئے نئی شمشیر برہنہ' امیدوں کا مظہر' اس کے دل کی دھڑکن ہیں اور تاریخ کا قرض چکانے کی ہمت بھی رکھتے ہیں۔ ہم سب قطار در قطار کھڑے ہو کر قضا پر ہاتھ ڈالنے کی شجاعت بھی رکھتے ہیں۔ وقت کے آئینے کے روبرو کھڑے ہو کر

دشمن کی ذات کی فصیل میں شگاف ڈالنے کے علاوہ وقت کے الاؤ میں اپنے دشمن کی نسلوں تک کو پگھلانے کی صناعی بھی جانتے ہیں۔

اے بادشاہ! یہ بھی یاد رکھنا جب کوئی قوم ہماری مسلم قوم کو جنگ کی بھٹی گرم کرنے کی دعوت دیتی ہے تو ہمارے جوان سفید بادلوں کو نگل جانے والے بھنور کھڑے کرتے۔ کسمساتے سمندر۔ ہماری بہنیں کڑی کمان۔ ہماری مائیں قہر بھری کمند ہمارے بوڑھے جری جوان۔ ہمارے شاعر بے انت میدانوں کے ساحر اور ہمارے ادیب قضا کے قلمکار بن جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ جب ہم اپنے خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اٹھتے ہیں تو خدا کی رضائیں کائنات کی فضائیں تک ہمیں سلام کرتی ہیں ہماری تلواریں برق کے کوندے ہمارے تیر اڑتے شراروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

اے بادشاہ! اگر تم ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالتے ہو تو یاد رکھنا ہمارے مرکزی شہر سامرہ سے اٹھنے والی تکبیر کی صدائیں تمہارے صحراؤں کے ذرے ذرے' تمہارے سمندر کی بوند بوند پر لرزہ طاری کر دیں گی۔ تمہارے کوہستانی سلسلے' تمہارا بحیرہ باسفورس تک ہماری تکبیر کی صداؤں سے کھول اٹھے گا۔ تمہارے شہر آتش گرفتہ' تمہارے سمندر اذیت بھرے سراب' تمہارے صحرا خوف ناک آسیب اور تمہارے میدان اذیت بھرے کشکول کی صورت اختیار کر جائیں گے۔

جب تک ایتاخ بولتا رہا نوفل بن میخائیل اور اس کے سارے درباری چپ چاپ سہمے ہوئے بیٹھے رہے جب وہ خاموش ہوا تب کھولتی ہوئی آواز میں میخائیل بول پڑا۔

اگر تم کوئی عام قاصد ہوتے اور معتصم کے نامور جرنیل نہ ہوتے تو ابھی تک تمہارے ان الفاظ کے جواب میں میں تمہاری گردن کاٹ دینے کا حکم جاری کر چکا ہوتا۔ جو الفاظ تم نے میرے روبرو کہے ہیں۔ آج تک کسی بھی قوم کے فرد کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوئی۔

میخائیل کے ان الفاظ پر' ایتاخ کے چہرے کی حالت خرابوں کے سناٹوں میں خون آلودہ ڈوبتے سورج اور اس کی آنکھوں کی کیفیت اندھی کھائیوں میں کھولتی آتش کے رقص جیسی ہو گئی تھی۔ کڑکتی آواز اور کھولتے لہجے میں وہ میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سن بادشاہ! میری موت سے یہ قضیہ حل تو نہیں ہو جائے گا۔ یاد رکھنا اگر تم میری گردن کاٹنے کا حکم دیتے ہو تو پھر تمہاری سلطنت کے چاروں طرف بادلوں کے گل رنگ آنچل پھیلاتے فنا کے

آتشی لمحے۔ روحوں کی گہرائیوں کو ویران' دل کے ساحلوں کو بے چین کرتے اور جبر مسلسل کی طرح بقا کو فنا میں تبدیل کر دینے والے تباہی اور بربادی کے بپھرے کالے سمندر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جن کی راہ روکنا اے بادشاہ! تمہارے اور تمہارے لشکروں کے بس کی بات نہ رہے گی۔

اے بادشاہ! میں پھر تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ جنگ کی طرح ڈالو گے تو یاد رکھنا تمہارے چاروں طرف بے کراں دکھ کی مسافتیں عمروں کے تسلسل کو فنا کرتی عذاب بھری بے روک آندھیاں اٹھ کھڑی ہوں گی جو راستوں کو بے پڑاؤ کرتے نفرت آلودہ جبر کے آزار تمہیں اپنا ہدف بنائیں گے پھر وقت کی بیاض کے اوراق بے ترتیب ہونے لگیں گے۔ روشنی اور سایوں کے درمیان صبح سے الست سرگرداں بے نام سے اندھے طوفان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر یاد رکھنا اے بادشاہ! تمہاری سرزمینوں کی ہر شے کی زیست کو جبر و جور اور دیمک زدہ شہروں کے دوزخ کا سامنا کرنا ہوگا۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے نوفل بن میخائیل کے سارے درباری اور اس کے سارے سالاروں پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جب وہ خاموش ہوا تو میخائیل نے اسے مخاطب کیا۔

تم اپنے امیر المومنین معتصم کی طرف سے جو تین نالشیں لے کر آئے ہو میں انہیں رد کرتا ہوں جاؤ واپس جا کر اسے بتا دو کہ ہم اس کی کسی بھی شکایت' کسی بھی نالش کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ اب تم جا سکتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناس وہاں سے ہٹ گئے تھے جب وہ چند قدم آگے بڑھے تو میخائیل نے اپنے چوب دار کو رازداری سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے ان جاسوسوں کو میرے سامنے لے کے آؤ جنہیں ہم نے مسلمانوں کی سلطنت کے احوال جاننے کے لئے روانہ کیا تھا۔ میں ان سے کچھ سننے کے لئے بے چین ہوں۔

داروغہ نے سر کو جھکاتے ہوئے تعظیم دی پھر وہ ایتاخ اور اشناس کے پیچھے بھاگا ان کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

میں آپ دونوں کو باعزت رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔ اس پر ایتاخ

نے غور سے اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کشتی ہمیں اناطولیہ کے ساحلوں سے یہاں لائی ہے وہ کشتی اور اس کے ملاح سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ رخصت ہو جائیں گے تم زحمت نہ کرو اب تم جا سکتے ہو۔

ایتاخ اور اشناس دونوں آگے بڑھ گئے تھے جب کہ نوفل بن میخائیل کا چوب دار لوٹ گیا تھا۔

چوب دار جب دوبارہ نوفل کے سامنے آیا تو نوفل نے اسے مخاطب کیا۔

اب اپنے ان جاسوسوں کو میرے سامنے پیش کرو جو مسلمانوں کی سلطنت کے احوال جاننے کے لئے بھیجے گئے تھے ان سے کچھ جاننے کے بعد ہی میں اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا۔

چوب دار پیچھے ہٹا تھوڑی دیر بعد اس نے ان چند جاسوسوں کو لا کر نوفل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جو ایتاخ اور اشناس کے وفد کے آگے آگے قسطنطنیہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔

جب وہ جاسوس نوفل کے سامنے آئے تو نوفل نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

چوب دار نے مجھے بتایا ہے کہ تم لوگ مسلمانوں کی سلطنت سے متعلق اچھی اور خاصی اہم اطلاعات لے کے لوٹے ہو سب سے پہلے مجھے مسلمانوں کے لشکر اور مسلمانوں کے مرکزی شہر اور ان کے امیر المومنین کے متعلق تفصیل بتاؤ۔

اس پر ان جاسوسوں نے لحہ بھر کے لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مالک! جہاں تک مسلمانوں کے امیر ابو اسحاق معتصم کا تعلق ہے تو یہ ہارون الرشید کا بیٹا ہے۔ اپنی اولاد میں ہارون الرشید سب سے زیادہ معتصم ہی کو پسند کرتا تھا۔ اسی سے محبت کرتا تھا۔ اپنی اولاد میں جب کبھی کوئی چیز وہ تقسیم کرتا تو سب سے زیادہ حصہ معتصم کو دیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں اسے پڑھنے لکھنے کا کوئی زیادہ شوق نہ تھا۔ لڑکپن میں ہی اس نے کھیل کود کے اندر اپنا وقت صرف کیا۔ بہر حال وہ لکھ پڑھ سکتا ہے ہاں اس کا زیادہ رجحان کھیل کود اور عسکری تربیت کی طرف تھا لیکن ہارون الرشید کے دور کی صحبتوں میں پرورش پائی تھی لہذا صاحب علم بھی ہے۔ اس بناء پر اس کی

واقفیت اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ ساتھ ہی انتہائی تنومند پہلوان اور انتہا درجہ کا بہادر شخص ہے۔ سپہ سالاری کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت بھی رکھتا ہے۔ تیغ زنی اور دوسرے تجربات محاربت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ اس کے مرکزی شہر میں قیام کے دوران ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ اگر اس کے بازو پر کوئی کاٹے تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہم نے تو یہ بھی سنا ہے کہ اس پر نیزے کی انی کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ اپنی دو انگلیوں میں آدمی کے پہنچے کی ہڈی دبا کر توڑ دیتا ہے۔ بہر حال ہم نے اسے خود بھی دیکھا ہے۔ انتہائی تنومند، بہادر اور زور آور شخص ہے۔

مسلمانوں کا امیر بنتے ہی اس نے لشکر میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ یہ چونکہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے کے علاوہ بہترین تیغ زن اور عمدہ سپہ سالار تھا لہذا اس نے اپنے لشکر کی طرف خاص توجہ کی۔

اس کے بھائی مامون اور باپ ہارون الرشید کے زمانے میں زیادہ تر ایرانیوں کی قدردانی کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ ان دونوں نے عربی عساکر پر بہت کم اعتماد کیا تھا۔ اگرچہ ایرانیوں کی طرف سے بھی ان کو بار بار خطرہ پیش آئے پھر بھی بحیثیت مجموعی اہل عرب کے مقابلے میں انہوں نے خراسانی اور ایرانیوں پر ہی زیادہ اعتماد کیا۔ لہذا لشکر میں عربی عنصر کسی قدر کم ہو گیا تھا۔

معتصم نے ایک نیا قدم اٹھایا اس کا تجربہ تھا کہ اس کے بھائی مامون کے دور میں عربی اور ایرانی ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار رہے تھے لہذا اس نے ترکوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کرنا شروع کیا۔ بے شمار غلام خرید کر اس نے اپنے لشکر کی تعداد کافی حد تک بڑھا لی ہے۔ بغداد میں چونکہ عربی اور ایرانی ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ لہذا اس نے بغداد سے نوے (۹۰) میل کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے کنارے سامرہ نام کا ایک نیا شہر آباد کیا۔ اس شہر میں اس نے اپنے لشکریوں کو متمکن کیا پہلے اس شہر کا نام سر من رائے تھا لیکن بعد میں زیادہ استعمال سے سامرہ ہو گیا یہاں اس نے ایک محل اپنے لئے اور اپنے لشکریوں کے لئے مستقر کے علاوہ اپنے سالاروں کے لئے عمدہ حویلیاں تعمیر کی ہیں۔ گو بغداد میں بھی ان دنوں خاصا بڑا لشکر ہے۔ لیکن سب سے بڑا لشکر آج کل سامرہ ہی میں رہتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ جاسوس رکا اور اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

مالک! اس معتصم نے اپنی ساری عسکری قوت کو تین حصوں میں تقسیم کیا- اس کے لشکر میں جس قدر عرب ہیں علیحدہ کر کے ان پر ان ہی کے سالار مقرر کئے ہیں- اور عربوں کے اس لشکر کا نام اس نے مغاربہ رکھا ہے مغاربہ کے تین بڑے سالار ہیں- سب سے بڑا سالار اسحاق بن یحیٰی ہے- جو مغاربہ کا سپہ سالار اعلیٰ ہے- دوسرے درجے کا عربوں کا سالار عجیف بن عنبسہ اور تیسرا احمد بن یوسف ہے- یہ تینوں بہترین عرب جرنیل ہیں-

ترکوں کے لشکر کا نام معتصم نے فراغنہ رکھا ہے- اس کے بھی تین بڑے سالار ہیں- سب سے بڑا سالار حیدر بن کاؤس ہے- اس کو افشین بھی کہتے ہیں- یوں سمجھئے کہ یہ ترکوں کا سپہ سالار اعلیٰ ہے- دوسرے درجے کا سالار ایتاخ ہے اور تیسرے درجے کا اشناس- یہ دونوں وہی ہیں جو تھوڑی دیر پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے گئے ہیں- میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ترکوں کا سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس افشین ہے لیکن مسلمانوں کا امیر المومنین اپنے جرنیلوں میں سب سے زیادہ ایتاخ پر ہی بھروسہ کرتا ہے اور یہ ایتاخ ایک طرح سے معتصم کا جنگی مشیر بھی ہے- جنگوں میں ہر فیصلہ اس کے صلاح مشورہ سے کیا جاتا ہے- اس لحاظ سے تقریباً سارے ہی سالار اس کے ماتحت آ جاتے ہیں- لیکن ان میں ایک اور بھی اعلیٰ پائے کا سالار ہے اس کا نام بغا کبیر ہے اور اس کو ایتاخ اور اشناس سے انتہا درجہ کی عقیدت ہے-

لشکر کے تیسرے حصے کا نام خراسانی ہے- اور اس میں زیادہ تر ایرانی شامل ہیں- لشکر کے اس حصے کے بھی تین سالار ہیں- ایک جعفر بن دینار دوسرا وصیف اور تیسرا عمر فرغانی- اس لشکر کا سالار اعلیٰ جعفر بن دینار ہے جب کہ عمر فرغانی اور وصیف اس کے نائب اور ماتحت ہیں-

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ جاسوس خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے نوفل بن میخائیل نے اسے مخاطب کیا-

جو اطلاعات تم نے فراہم کی ہیں- یہ ہمارے لئے بڑی سود مند ہیں- اس کے لئے تمہاری کاوش قابل تعریف ہے اور اس کا تمہیں خوب صلہ اور انعام دیا جائے گا- لیکن میں نے کچھ رقم دے کر تمہارے ذمے ایک اور کام لگایا تھا- جیسا کہ اس سے پہلے تم لوگوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ دریائے دجلہ کے کنارے کچھ جاٹ آباد ہیں- جو رقم میں نے تمہیں دی تھی تم نے ان جاٹوں کے سلسلے میں کیا کام سرانجام دیا ہے-

اس پر وہی جاسوس پھر بول پڑا-

مالک! ان جاٹوں کو بنوامیہ کے نامور خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ہندوستان سے لا کر دریائے دجلہ کے کنارے آباد کیا تھا- اور یہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں- یہ اکثر و بیشتر دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں شورش کھڑی کر دیا کرتے ہیں- اس لئے کہ ان کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا- میں ان کے سرداروں سے بھی مل کر آیا ہوں جو رقم آپ نے فراہم کی تھی وہ میں نے انہیں مہیا کر دی ہے- اور ان سے عہد لیا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کے امیر معتصم کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دیں- چاروں طرف لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں- اس طرح مسلمانوں کے خلاف ایک اور محاذ کھل جائے گا-

اس اطلاع پر تھوڑی دیر تک نوفل توصیفی انداز میں اپنے اس جاسوس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو کہنے لگا-

پیٹرک جوہن! یہ جاسوس بہترین کام سرانجام دے کر آئے ہیں- اب ہم مسلمان کے لئے بیک وقت تین محاذ کھولیں گے- ایک محاذ تو خود بخود کھل جائے گا جو ہندوستان کے جاٹوں کا ہے- وہ دریائے دجلہ کے کنارے مسلمانوں کے لئے بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دیں گے-

دوسرا محاذ ہمارا اناطولیہ اور شامی علاقوں کا حکمران لوزر کھولے گا ہمارا حکم ملتے ہی مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے گا-

تیسرا محاذ بابک خرمی کی طرف سے کھولا جائے گا یہ پیغام آج ہی چند تیز رفتار قاصدوں کو ایک بھاری رقم دے کر بابک خرمی کی طرف روانہ کرو- ان ہی قاصدوں کو بھیجنا جو آج سے پہلے بابک خرمی کے پاس جاتے رہے ہیں- اور ہمارے اور اس کے درمیان پیغام رسانی کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں- بابک خرمی کو پیغام بھجواؤ کہ وہ اپنے مسکن سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے دور دور تک بستیوں اور شہروں کو برباد کرتا چلا جائے- اور آس پاس مسلمانوں کے جتنے قلعے ہیں ان کو گراتا چلا جائے- اس طرح جب مسلمانوں کے خلاف تین محاذ کھلیں گے تو از خود وہ بھی اپنی طاقت کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے اس طرح ہم ان کو اپنے ساتھ الجھاتے رہیں گے- جب دیکھیں گے کہ ان کی طاقت کمزور ہو گئی ہے تو آخری ضرب میں خود ان پر لگانے کے لئے

قسطنطنیہ سے ان کے علاقوں کی طرف کوچ کروں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل پھر تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے دوبارہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو مخاطب کیا۔

پیٹرک! ان دو لڑکیوں کو ہمارے سامنے لاؤ جنہیں ہم ایک عرصے سے مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لئے تربیت دے رہے ہیں۔ ان کے کام کی ابتداء ابھی ہونے والی ہے۔

پیٹرک جوہن نے اپنے ایک چھوٹے سالار کو حکم دیا جس کے جواب میں وہ بھاگتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ دو لڑکیاں آئیں جو انتہا درجہ کی خوبصورت' پرکشش اور دراز قد تھیں۔ ان کے ساتھ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص بھی تھا۔ تینوں کو نوفل کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

نوفل تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ان لڑکیوں کی طرف دیکھتا رہا پھر لمحہ بھر کے لئے اس کی نگاہیں اس ڈھلی ہوئی عمر کے شخص پر جم گئی تھیں جو ان لڑکیوں کے ساتھ آیا تھا۔ کچھ دیر سوچا پھر وہ تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جس کام کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا ہونے والی ہے۔ تم تینوں آج ہی ایک محافظ دستے کے ساتھ ہمارے اناطولیہ اور شامی علاقوں کے حاکم لوزر کی طرف روانہ ہو جاؤ گے لوزر کو پہلے سے تمہارے متعلق تفصیل بتائی جا چکی ہے اور جو محافظ تمہارے ساتھ جائیں گے وہ مزید ہماری طرف سے تفصیل انہے بتا دیں گے۔

نوفل تھوڑی دیر رکا پھر ان دونوں لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں کا انتخاب تمہاری خوب صورتی' جسمانی کشش اور تمہارے حسن و جمال کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ تمہارے پاس ایسے ہتھیار ہیں۔ جنہیں استعمال کرتے ہوئے تم مشکل سے مشکل کام بھی سرانجام دے سکتی ہو۔ تمہارے ساتھ سوراب نام کا یہ طبیب اپنے کام میں انتہا درجہ ماہر ہے۔ طب میں یہ اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اور گزشتہ کئی ماہ سے تم دونوں بھی اس کے زیر تربیت رہی ہو لہذا مجھے امید ہے کہ طب کے کام میں تم بھی اب اچھی مہارت حاصل کر چکی ہو گی۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم دونوں میں سے دوما کس کا نام ہے اور رداع کون ہے۔ اس پر ان کے ساتھ جو ڈھلی ہوئی عمر کا شخص کھڑا تھا۔ جسے طبیب بتایا گیا تھا۔ اور جس کا نام نوفل نے سوراب بتایا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

مالک! جو لڑکی میرے ساتھ کھڑی ہے دوما ہے اور اس سے آگے رداع ہے۔

نوفل مسکرایا اور کہنے لگا۔

بات کچھ اس طرح بنے گی کہ تم تینوں آج روانہ ہو جاؤ گے۔ تمہارا قیام ہمارے شامی سرحدوں کے حاکم لوزر کے پاس ہوگا۔ تمہارے وہاں پہنچنے کے بعد جب لوزر کو ہماری طرف سے اشارہ ملے گا تو لوزر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا مسلمانوں کی کچھ بستیوں کو وہ پوری طرح تباہ و برباد کرے گا وہاں کے مکینوں کو پوری طرح قتل کر کے بستی کو جلا کر خاکستر کر دے گا۔ اس طرح کچھ مزید بستیوں میں بھی تباہی پھیلائے گا۔ ان بستیوں کے متاثرہ لوگ ظاہر ہے مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ کا رخ کریں گے تم تینوں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جانا۔ اور جو بستی بالکل نابود کر دی جائے گی تم اپنے آپ کو اس بستی کا ظاہر کرنا۔ ان علاقوں میں داخل ہونے کے بعد دوما اور رداع تم اپنے آپ کو سگی بہنیں ظاہر کرو گی اور سوراب کو اپنا باپ بتاؤ گی۔

مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ میں پناہ حاصل کرنے کے بعد تم تینوں اپنے کام کی ابتدا کرنا۔ مسلمانوں کے کسی سالار سے استدعا کرنا کہ تم تینوں لشکر میں شامل ہو کر زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے اپنا قومی فریضہ ادا کرنا چاہتے ہو تمہاری اس پیش کش کو میرا خیال ہے قبول کر لیا جائے گا۔ ایک بار تم تینوں کسی لشکر میں شامل ہو گئے تو وہاں کام کرنا تمہارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا جب تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر تم تینوں اپنے کام کی ابتدا اس طرح کرو گے کہ لشکر کے اندر مسلمانوں کے جرنیلوں اور سالاروں سے رابطہ رکھنا۔ چھوٹے سالاروں کو بالکل نظر انداز کرنا بڑے سالاروں کو جن کی معتصم کی نگاہوں میں بڑی قدر و قیمت ہو انہیں اپنا نشانہ بنانا اور انہیں معتصم کے خلاف بغاوت پر اکسانا اگر تم معتصم کے خلاف چند جرنیلوں کو بغاوت پر اکسانے میں کامیاب ہو گئیں تو یاد رکھنا تمہارا یہ کام ایک سالار کے بہترین معرکے اور فتح سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی نوفل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ان دونوں لڑکیوں اور سوراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب اس مجلس کو ختم کر رہا ہوں پیٹرک تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا یہ مزید تفصیل سے بھی تمہیں آگاہ کرے گا اور ساتھ ہی تمہاری روانگی کا بھی اہتمام کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی نوفل نے وہ مجلس ختم کرتے ہوئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے قصر کا رخ کر لیا تھا۔

ایتاخ اور اشناس دونوں یہودی ملاح طورون کے ساتھ سمندر کے ساحل پر اس کشتی کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے جس کے ذریعے وہ اناطولیہ کے ساحل سے قسطنطنیہ شہر کی طرف آئے تھے۔ سورج اب اپنی ذات کے خرمن میں خود آگ لگا تا ہوا دور مغرب میں غروب ہو چکا تھا۔ شدت یاس میں کمہلائی، مرجھائی فضاؤں میں شام پر اندھیروں کی تضمین ہونے لگی تھی۔ کوہستان و بیابان، خیابان و گلستان۔ تاکستانوں کی شرمیلی کلیاں۔ آوارہ صبا کی رفتار پریشان بوئے گل سب احساس کے لہو سے تر زیست کے آخری لمحوں کی طرح اداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔

ہپوڈروم کے میدان میں دائیں جانب سرجیوس کے گرجے کی عمارت اس طرح کھڑی تھی جیسے ظلمت خانہ خاک وخس میں چپ کی پتھریلی چاپ کے اندر کوئی شکستہ اہرام کھڑا ہو۔ میدان کے شمال مغرب میں آیا صوفیہ کا گرجا ایسے اداس اور افسردہ لگ رہا تھا جیسے نردبان وقت اور عمر رواں کے آخری زینے پر خود فراموشی کے لمحوں نے اداسی کی ردا اوڑھ لی ہو۔ قسطنطنیہ کی شاہراہیں عہد ماضی سے وابستہ گھمبیر یادوں اور بے ارادہ بھاگتے قلم کی طرح اداس ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ایسے میں چاند بے تیرگی کے خول سے نکلا اور آہستہ آہستہ اس کی چاندنی دلکتی ہوئی ہر شے کے چہرے پر کھیلنے لگی تھی۔

سمندر کے کنارے آ کر ایتاخ تھوڑی دیر تک پیچھے مڑ کر قسطنطنیہ شہر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی نگاہیں سمندر پر جم گئی تھیں۔ ایسے میں طورون نے اسے مخاطب کیا۔

محترم ایتاخ! ہمیں چلنا نہیں چاہیے؟

ایتاخ چونکا پھر کہنے لگا۔

ہاں! ہمیں چلنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناس کشتی میں جا بیٹھے جہاں پہلے

دو ملاح بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد طورون بھی کشتی میں بیٹھ گیا۔ طورون کے اشارے پر ملاح کشتی کو حرکت میں لے آئے تھے۔

بحیرہ باسفورس میں پرفکپو نام کے بڑے جزیرے کے ساحل پر آ کر کشتی رک گئی تھی۔ کشتی رکنے کے بعد طورون نے ایک بار پھر ایتاخ کو مخاطب کیا۔

ایتاخ میرے محترم! میری تجویز یہ ہے کہ آپ اکیلے میرے ساتھ آئیں۔ اپنے ساتھی اشناس کو میرے ملاحوں کے ساتھ بھجوا دیں۔ آپ کے جو ساتھی مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ملاح اشناس کے ساتھ ان کو وہاں سے نکال کر کشتی میں لا کے بٹھاتے ہیں۔ اتنی دیر تک میں اور آپ بھی اپنی مہم سے فارغ ہو جائیں گے۔

ایتاخ نے اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اشناس دوسرے ملاحوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لانے مہمان خانے کی طرف چلا گیا۔ جب کہ ایتاخ چپ چاپ طورون کے ساتھ ہو لیا تھا۔

جزیرے میں تھوڑا سا آگے جا کر طورون نے ایک دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروزہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان تھا۔ طورون کو دیکھتے ہی وہ احتراماً ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ طورون اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھولنے والے نوجوان کا نام تورک بتاتے ہوئے ایتاخ سے اس کا تعارف کرایا۔ تورک نام کے اس نوجوان نے دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا اور دونوں کو لے کر آگے بڑھا۔

اب آگے آگے تورک اس کے پیچھے طورون اور طورون کے پیچھے ایتاخ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ تورک اور طورون اس کمرے میں داخل ہوئے جبکہ ایتاخ باہر ہی کھڑا رہا۔ کمرے کے اندر ڈھلی ہوئی عمر کی دو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

مستطونہ! میری بہن! میں نے تمہارے اور تمہاری بیٹی ایکاسیہ کے یہاں سے بحفاظت نکلنے کا اہتمام کر لیا ہے۔ میں ایک ایسے نوجوان کو اپنے ساتھ لایا ہوں جو تمہیں یہاں سے اسلامی مملکت کے مرکزی شہر سامرا کی طرف لے جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی طورون نے جب مڑ کے دیکھا اور ایتاخ کو کمرے میں نہ پایا تب پریشان

ساہو کے وہ دروازے پر آیا۔ ایتاخ ابھی تک باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسے مخاطب کر کے طورون کہنے لگا۔

ایتاخ میرے عزیز! تم یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہو میں تو سمجھا تھا تم میرے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو چکے ہو۔ اندر آؤ۔

جونہی ایتاخ اس کمرے میں داخل ہوا۔ عین اس کمرے کے اندرونی دروازے سے ایک لڑکی اس طرح داخل ہوئی جیسے دھندلکوں سے اجالوں میں آتی ہوئی اور ساری دوشیزگی کو سمیٹتی ہوئی رنگ ونکہت ونور میں کسی نئی اور انوکھی دنیا کی رہنے والی مخلوق اس کمرے میں داخل ہوئی ہو۔ ایتاخ نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اسے دیکھتے ہوئے وہ دنگ رہ گیا۔ اس کی مسکراتی بلوری آنکھیں جسم کے ریشہ ہائے موتک خوشیاں بکھیر رہی تھیں۔ صبح کے نور کے ہالے جیسا اس کا چہرہ سحر کی عیاں ہوتی سرخی کی مانند تھا۔ اس کے مرمریں بازو میں دھنک رنگ چوڑیوں کی جھنکار میں کرنیں اور اس کے گلاب لبوں کے درمیان دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ خوش نما چنبیلی سے جگمگاتے اس کے رخسار اسے حسن و جمال کی آخری حدود تک پہنچا رہے تھے۔ اس کی چال کہکشاں کی پھوار اس کی رفتار آبشار حیات جیسی تھی۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی تو یوں لگا جیسے چاندنی رات کے محل میں ایک پیکر بے مثال اور پری جمال پیکر شفق کی سرخ رنگت لپیٹے نرم و نازک لطیف کرن کی طرح کمرے میں داخل ہوگئی ہو اندر داخل ہوتے ہی طورون کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑی۔

آپ یوں اجنبی کی طرح کھڑے کیوں ہیں نشست پر بیٹھ جائیں۔

ایتاخ نے محسوس کیا اس کی گفتگو سحر آواز دل نواز تھی۔ ایتاخ نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ مجموعی طور پر وہ لڑکی حصار الفت کی دہلیز پر رقص کرتی صبح ازل کی بہاروں۔ فکر وعمل کے دل پذیر پیغام اور دل ونظر میں نقش بن کر یقین اور ایمان میں ڈھلتی ہوئی بے لباس نور کی پھوار جیسی خوبصورت اور پر جمال تھی۔

طورون ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ ایتاخ کا بازو پکڑ کر اس نے اسے اپنے قریب بٹھا لیا۔ اتنی دیر تک تورک نام کا وہ نوجوان جس نے دروازہ کھولا تھا وہ بھی نشست پر بیٹھ گیا۔ جو لڑکی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ بھی پہلے سے کمرے میں بیٹھی دونوں عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئی تھی پھر گفتگو کا آغاز طورون نے کیا۔

ایتاخ میرے عزیز! یہ جو لڑکی ابھی کمرے میں داخل ہوئی ہے یہی ایکاسیہ ہے۔ اور اسی سے قسطنطنیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل شادی کرنے کا خواہش مند ہے لیکن ایکاسیہ سے ٹھکرا چکی ہے۔ ایکاسیہ کے ساتھ اس کی ماں بیٹھی ہے۔ اس کا نام قسطونہ ہے۔ جس نوجوان نے دروازہ کھولا ہے اس کا نام تورک ہے۔ اور قسطونہ کے ساتھ اس کی ماں جوران بیٹھی ہوئی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طورون لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلۂ کلام پھر جاری رکھے ہوئے تھا۔

محترم ایتاخ! یہ قسطونہ اور تورک کی ماں جوران دونوں قریبی رشتہ دار ہیں۔ نوفل کے خوف سے قسطنطنیہ سے نکل کر قسطونہ اور اس کی بیٹی ایکاسیہ نے انہی کے ہاں پناہ لی ہے۔ نوفل بن میخائیل کے عذاب اور اس کی سزا سے بچنے کے لئے قسطونہ نے اپنی بیٹی ایکاسیہ کا نکاح تورک سے کرا دیا ہوا ہے۔ یہ اس پیش بندی کے تحت کیا گیا ہے کہ اگر کسی موقع پر ایکاسیہ کو گرفتار کر کے نوفل کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اس کے ساتھ شادی کرنے کا خواہش مند ہو تو نوفل کو یہ بتایا جا سکے کہ ایکاسیہ کا پہلے سے تورک کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے۔ اور یہ اس کی بیوی ہے۔

میں تمہیں یہ بھی بتاتا چلوں کہ تورک سے صرف اس کا نکاح ہوا ہے۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی نہ ہی یہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ یہ نکاح صرف نوفل کی اذیت سے بچنے کے لئے احتیاط کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایکاسیہ قسطونہ۔ تورک اور جوران سے طورون نے تفصیل کے ساتھ ایتاخ' اس کے ساتھی اشناس اور وفد کے دیگر اراکین کی قسطنطنیہ آنے کی تفصیل بتا دی تھی۔

طورون جب خاموش ہوا تب بڑی شفقت سے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے قسطونہ کہنے لگی۔

ہمارے اجنبی اور محترم مہمان! تم اس طرح چپ کیوں ہو کچھ بولو اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہیں بیٹا کہہ کر پکاروں اس لئے کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

اگر آپ مجھے بیٹا کہہ کے پکاریں تو یہ میرے لئے سعادت ہوگی۔

قسطونہ بھی مسکرائی پھر کہنے لگی- میں تمہاری شکر گزار ہوں

ایتاخ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا-

میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا- آپ دونوں ماں بیٹی وقت ضائع نہ کریں ہمارے ساتھ چلیں یہاں رک کر ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے- فوراً ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے-

اس پر طورون آگے بڑھا- ایتاخ کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہنے لگا-

قسطونہ میری بہن ایتاخ ٹھیک کہتا ہے- تم دونوں ماں بیٹی تیاری کرو- ہم یہیں انتظار کرتے ہیں لیکن جلدی آ جانا- اس کے ساتھ ہی قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں ماں بیٹی اس کمرے سے نکل گئی تھیں- ان کے پیچھے پیچھے جوران بھی باہر چلی گئی- تاہم اس کا بیٹا تورک ایتاخ اور طورون کے پاس ہی بیٹھا رہا-

قسطونہ اور ایکاسیہ کے جانے کے بعد ایتاخ نے کچھ سوچا پھر طورون کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

بزرگ طورون پہلے آپ یہ بتائیں کہ ان دونوں ماں بیٹی کی سواری کا آپ نے کیا اہتمام کیا ہے-

طورون کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا

میرے عزیز! آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے- اناطولیہ کے ساحل تک کشتی میں میں آپ کے ساتھ ہوں گا- وہ اصطبل جس میں آپ کے گھوڑے باندھے گئے ہیں- اس اصطبل کے نگرانوں میں بھی ہمارے کچھ آدمی ہیں- وہیں سے گھوڑے ملیں گے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے-

طورون کی گفتگو سے ایتاخ مطمئن ہو گیا تھا- کمرے میں خاموشی طاری رہی تھوڑی دیر بعد قسطونہ ایکاسیہ اس کمرے میں نمودار ہوئیں دونوں اپنا کچھ سامان بھی اٹھائے ہوئے تھیں ان کے پیچھے جوران تھی- اس نے بھی ان دونوں کا سامان اٹھایا ہوا تھا طورون فوراً آگے بڑھا- اس نے ان تینوں سے سامان لیا- پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

میرے عزیز! میرے خیال میں اب یہاں سے کوچ کریں-

اس دوران جوران باری باری قسطونہ اور ایکاسیہ سے گلے ملی- تورک اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر قسطونہ اور ایکاسیہ کو لے کر طورون اور ایتاخ باہر آئے گھر کے دروازے تک جوران اور تورک انہیں

چھوڑنے کے لئے آئے- باہر گھپ اندھیرا اور ویرانی تھی- چاروں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ساحل پر آئے- کشتی میں اشناس اپنے وفد کے دیگر ارکان کے ساتھ بیٹھا ان کا انتظار کر رہا تھا- کشتی کے ایک طرف کچھ نشستیں خالی کر دی گئیں- جن پر قسطونہ- ایکاسیہ اور ایتاخ بیٹھ گئے تھے- پھر طورون بھی کشتی میں داخل ہوا اس کے کہنے پر ملاح چپو کو حرکت میں لائے اور کشتی بحیرہ باسفورس کے اناطولوی ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی-

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ساحل پر اترے طورون ان کے ساتھ تھا باقی ملاح کشتی ہی میں بیٹھے رہے- سب شاہی اصطبل کے قریب آئے طورون اصطبل میں داخل ہوا- تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس کے وفد کے سارے گھوڑے باہر نکالے گئے- دو فالتو گھوڑے بھی اصطبل کے منتظمین باہر لے آئے تھے- سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے- ایتاخ کے کہنے پر قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے- ایتاخ کے کہنے پر قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئی تھیں- طورون نے ان کا سارا سامان ان کے گھوڑوں کی خرجینوں میں ڈال دیا تھا- جب ایسا ہو چکا تب ایتاخ نے طورون کو الوداع کہا- اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اسے ہانک دیا تھا- اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو ہانک چکے تھے- یوں ایتاخ اپنے وفد کے اراکین کے علاوہ قسطونہ اور ایکاسیہ کے ساتھ بحیرہ باسفورس کے ساحل سے سامرہ شہر کا رخ کر رہا تھا-

ایک روز آدھی رات کے قریب ایتاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے سامرہ شہر میں داخل ہوا- اشناس کو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مستقر کی طرف بھجوا دیا تھا- قسطونہ اور ایکاسیہ کو لے کر وہ آگے بڑھا- ایک جگہ رکا اپنے گھوڑے سے اترا اور ایک حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی- اس کی طرف دیکھتے ہوئے قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑی ہوئی تھیں-

اس موقع پر قسطونہ نے ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

ایتاخ! میرے بیٹے کیا یہ حویلی تمہاری ہے؟

رات کی چپ، سناٹے اور چاندنی رات میں ایتاخ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی

اوراس نے باری باری ایکاسیہ اور قسطونہ کی طرف دیکھا اور پھر بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

خاتون محترم! ایسی حویلی میرے مقدر میں کہاں میں تو ایک معمولی لشکری ہوں- یہ حویلی ہمارے ایک سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی ہے اور یہ ہماری سلطنت میں عربوں کا جو لشکر ہے اس کے سالار اعلیٰ ہیں-

ایتاخ کو بولتے بولتے خاموش ہو جانا پڑا- اس لئے کہ خدشات بھری آواز میں قسطونہ کہہ رہی تھی-

بیٹے! کیا یہاں تمہاری اپنی کوئی رہائش گاہ نہیں ہے- جو تم ہمیں کسی اور کے ہاں ٹھہرا رہے ہو- نہ جانے یہ ہماری حفاظت کا ذمہ لے بھی یا نہ اور پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں-

ایتاخ نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا-

خاتون محترم! آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں- میں نے آپ کی حفاظت' آپ کی عزت و عصمت کی پاسبانی کی ذمہ داری قبول کی ہے- اس لحاظ سے میں آپ دونوں کا محافظ اور امین ہوں- میں آپ کو ایسی جگہ ٹھہراؤں گا- جہاں رہتے ہوئے آپ اپنائیت محسوس کریں گی-

ایتاخ کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا- اس لئے کہ عین اس لمحہ حویلی کے دروازے کے اندر سے کسی کی آواز سنائی دی تھی-

کون ہے؟

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

محترم اسحاق بن یحییٰ! دروازہ کھولیں- میں ایتاخ ہوں-

دروازہ فوراً کھل گیا- ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص دروازے پر کھڑا تھا- ایتاخ کو دیکھتے ہی اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے- ایتاخ آگے بڑھا اور وہ شخص جس کا نام اسحاق بن یحییٰ لیا گیا تھا- اور جو عربوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ تھا- اس نے ایتاخ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا- علیحدہ ہونے کے بعد ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

محترم ابن یحییٰ! میرے ساتھ کچھ معزز مہمان ہیں- آپ جانتے ہیں ایک موقع پر آپ نے

مجھے اپنی حویلی کے ایک حصے میں رہنے کی ترغیب دی تھی- حویلی کا وہ حصہ تین چار کمروں پر مشتمل ہے- اگر اب وہ حصہ میں آپ سے مانگوں تو آپ کا کیا جواب ہوگا-

اسحاق بن یحییٰ نے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا- پھر کہنے لگا-

کیا اجنبیوں کی طرح دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا شروع کر دی ہیں- بیٹے اندر آؤ آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں- اتنی دیر تک تمہاری بہن اور بھائی بھی جاگ جائیں گے- سب کی موجودگی میں بات ہوتی ہے- ان معزز مہمانوں کو اندر لاؤ-

اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا آتے ہی وہ ایتاخ سے لپٹ گیا تھا- لڑکا بارہ تیرہ سال کا تھا- پھر ایتاخ کے کہنے پر لڑکا قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں کے گھوڑوں کو حویلی کے اندر لے گیا تھا- ایتاخ کا گھوڑا باہر ہی کھڑا رہا پھر سب حویلی کے اندر داخل ہوئے- اسحٰق بن یحییٰ اور ایتاخ ان دونوں کو لے کر جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو وہاں پہلے سے ایک عورت اور ایک نوعمر اور جوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھیں- جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے تب وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں- دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد ایتاخ نے قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں کو ایک نشست پر بٹھایا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا-

آپ دونوں ماں بیٹی کے چہرے بتاتے ہیں کہ آپ پریشان اور فکر مند ہو گئی ہیں- ایسی کوئی بات نہیں- یوں جانیں آپ دونوں اپنے گھر میں داخل ہو چکی ہیں- یہ خاتون جو پہلے دیوان خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کا نام عمران ہے یہ میرے محترم اسحاق بن یحییٰ کی بیوی ہیں- میں انہیں ماں کہہ کر مخاطب کرتا ہوں- ان کے ساتھ جو لڑکی ہے- یہ میری بہن اور اسحاق بن یحییٰ کی بیٹی ہے- نام اس کا عمیمہ ہے- میں یہاں آپ دونوں ماں بیٹی کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اشناس نام کا جو سالار میرے ساتھ قسطنطنیہ گیا ہوا تھا- اس عمیمہ کی منگنی اس سے ہو چکی ہے- دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں-

ایتاخ کی اس گفتگو سے عمیمہ شرمانے لگی تھی- منہ اس نے دوسری طرف کر لیا تھا- اس کے بعد اسحاق بن یحییٰ سے ایتاخ کچھ کہنے لگا تھا کہ عین اس لمحہ اصطبل میں گھوڑوں کو باندھنے کے بعد وہی لڑکا جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو قسطونہ اور ایکاسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی سی

مسکراہٹ میں ایتاخ کہنے لگا۔

یہ جولڑکا آپ دونوں کے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر آیا ہے۔ اس کا نام زبیر ہے۔ بڑا شریر ہے۔ میرا بھائی ہے۔ اسحٰق بن یحییٰ کا بیٹا۔ عمیمہ کا چھوٹا بھائی ہے۔ اس کے بعد ایتاخ نے تفصیل کے ساتھ قسطونہ اور ایکاسیہ کے حالات سب کو سناڈالے تھے۔

جب ایتاخ خاموش ہوا تب اسحٰق بن یحییٰ اپنی جگہ سے اٹھا ان دونوں ماں بیٹی کی طرف گیا پہلے اپنا ہاتھ اس نے قسطونہ کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔

خاتون محترم! یہ گھر آپ کا ہے۔ اس گھر میں رہتے ہوئے آپ کی حیثیت میری بہن کی سی ہوگی۔ اس کے بعد اس نے شفقت بھرا ہاتھ ایکاسیہ کے سر پر رکھا اور کہنے لگا۔

بیٹی کسی قسم کی پریشانی اور فکرمندی میں مبتلا مت ہونا۔ آج سے میری دو بیٹیاں ہیں۔ ایک عمیمہ دوسری ایکاسیہ۔ میں خوش ہوں بلکہ مجھے فخر ہے کہ مجھے ایک پلی پلائی جوان اور انتہا درجہ کی خوبصورت بیٹی مل گئی ہے۔ تمہارے حالات سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا ہے۔ آج رات کا حصہ تم ماں بیٹی ہمارے ساتھ رہوگی۔ کل سے حویلی کا ایک حصہ تمہارے لئے مختص کردیا جائے گا۔ ضرورت کی ہر شے تمہیں وہاں مہیا کی جائے گی۔ یہاں تمہاری بہترین حفاظت اور آسائش کا اہتمام کیا جائے گا۔ تم دونوں ماں بیٹی کو کسی قسم کی فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسحاق بن یحییٰ کے بعد عمران اور عمیمہ بھی اپنی جگہ سے اٹھیں باری باری ایکاسیہ اور قسطونہ سے گلے ملیں انہیں تسلی دی اس موقع پر ایتاخ نے زبیر کو مخاطب کیا۔

زبیر میرے بھائی! آج سے تمہاری بھی دو بہنیں ہیں۔ عمیمہ اور ایکاسیہ۔ اور تمہیں ایک پھوپھی بھی مل گئی ہے۔ یعنی ایکاسیہ کی ماں۔ نام ان کا قسطونہ ہے۔ اب تم ایسا کرو واپس اصطبل میں جاؤ۔ اپنی پھوپھی اور بہن کے گھوڑوں کے ساتھ جو سامان بندھا ہے۔ وہ یہاں دیوان خانے میں لے آؤ۔ گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان کے دانے چارے کا اہتمام کردو۔

زبیر مسکراتا ہوا۔ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد عمران قسطونہ کے پاس اور عمیمہ ایکاسیہ کے پاس ہو بیٹھی تھیں پھر عمیمہ نے ایکاسیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

اس حویلی میں میں اکیلی تھی۔ کوئی میری بہن نہیں تھی۔ جس کے ساتھ میں اٹھتی بیٹھتی جس کے ساتھ میں کھیلتی۔ میری عزیز بہن تمہارے آنے سے میں کس قدر خوش ہوں اس کا نہ تم اندازہ کرسکتی

ہو نہ اپنی اس خوشی کو میں الفاظ میں بیان کرسکتی ہوں۔ میں اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہوں کہ میری بہن مجھ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔ بہت کم لڑکیاں تم جیسی خوب صورت اور پرکشش ہوں گی۔ دیکھو اپنے چہرے پہ تم نے جو پریشانی کی لہریں بچھا رکھی ہیں۔ انہیں دور کردو۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ تمہاری اپنی حویلی ہے۔ اس میں جس طرح میں اپنے ماں باپ کے ساتھ محفوظ ہوں اس طرح آج کے بعد تم بھی یہاں محفوظ اور مامون ہو۔

ایکاسیہ عمیمہ کی اس گفتگو سے بہت خوش ہوئی تھی۔ مسکراتے ہوئے اس نے عمیمہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ان کی اس گفتگو اور حرکات کو دیکھتے ہوئے سارے بے پناہ خوشی کا اظہار کررہے تھے۔

اسی وقت زبیر کمرے میں داخل ہوا۔ سارا سامان اس نے قسطونہ اور ایکاسیہ کے سامنے رکھ دیا پھر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

برادر محترم! میں نے سارا سامان تو کمرے میں رکھ دیا ہے۔ گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان کے دانے چارے کا بندوبست کرآیا ہوں۔ اب بتائیں مجھے اور کیا کرنا ہے۔

جواب میں ایتاخ مسکرادیا اپنی جگہ سے اٹھا زبیر کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

بس میرے بھائی تم نے جو کام کردیا ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے لئے میں تمہارا بھائی تمہارا شکر گذار ہوں۔ پھر ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم ابن اسحاق! اب میں جاتا ہوں۔ رات کا باقی حصہ تو یہ دونوں ماں بیٹی آپ کے حصے میں گزاردیں گی کل سے حویلی کا جو حصہ آپ مجھے دینا چاہتے تھے۔ اس میں ان دونوں کو منتقل کردیا جائے گا تاکہ یہ دونوں ماں بیٹی اپنی مرضی اور آسائش کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ اور زبیر سے مصافحہ کیا عمران۔ عمیمہ۔ قسطونہ اور ایکاسیہ سے اس نے اجازت لی پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

امیر المومنین ابواسحاق معتصم اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا- اس کے دائیں- بائیں قاضی احمد بن داؤد، سلطنت کا کار پرداز محمد بن عبدالمالک، معتصم کا مشیر اسحاق بن ابراہیم بیٹھے ہوئے تھے- سامنے ایک قطار میں عربوں کے لشکر مغاربہ کا سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ اس کے بعد دوسرے درجے کا سالار عجیف بن عنبہ اور تیسرا عرب جرنیل ابوسعید محمد بن یوسف بیٹھے ہوئے تھے- دوسری قطار میں ترکی لشکر فرغانہ کا سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس، اس کے ساتھ ایک نشست خالی پڑی ہوئی تھی- تیسری نشست پر ترک سالار بغا کبیر بیٹھا ہوا تھا-

تیسری قطار میں خراسانی لشکر کا سالار جعفر بن دینار پھر دوسرے درجے کا سالار وصیف اور تیسرا سالار عمر فرغانی بیٹھے ہوئے تھے-

معتصم کے مشیر اسحاق بن ابراہیم کے ساتھ ہی ایک نشست خالی پڑی ہوئی تھی- کمرے میں مکمل خاموشی اور سکوت تھا جیسے سب کو کسی کا انتظار ہو-

ایسے میں قصر کے اس کمرے میں ایتاخ اور اشناس داخل ہوئے- سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا- دونوں نے آگے بڑھ کر پہلے امیر المومنین معتصم، ان کے مشیروں اور پھر دیگر سارے سالاروں سے مصافحہ کیا- پھر ایتاخ معتصم کے پہلو میں اس کے مشیر اسحاق بن ابراہیم کے ساتھ جو خالی نشست پڑی تھی اس پر بیٹھ گیا تھا جب کہ اشناس ترکی لشکر فراغنہ کے سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس کے پہلو میں جو خالی نشست تھی اس پر ہو بیٹھا تھا-

اس کے بعد امیر المومنین ابواسحاق معتصم کے کہنے پر ایتاخ نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل سے ہونے والی گفتگو کو تفصیل سنا ڈالی تھی اور اس تفصیل کے دوران ایتاخ نے قسطونہ اور ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر دونوں ماں بیٹی کو سپہ سالار اسحاق بن یحییٰ کے ہاں ٹھہرانے کی تفصیل بھی

دی تھی-

ایتاخ سے ساری تفصیل سننے کے بعد معتصم تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا- پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا-

لگتا ہے نوفل بن میخائیل اپنے پیش روؤں کی طرح مسلمانوں سے ٹکرا کر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہے- اور نہیں جانتا کہ اس سے پہلے اس کے پیش روؤں کی حالت میرے باپ ہارون الرشید نے کیا کی تھی- ہمیں دونوں قوتوں سے محتاط رہنا ہوگا- یہ بھی ممکن ہے وہ براہ راست ہمارے شامی علاقوں پر حملہ کرائے یا یہ کہ ہمارے باغی بابک خرمی کو مدد دے کر وہ ہمارے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ پہلے کی نسبت اور تیز کردے حالات جو بھی ہوں- ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے- سرکشی اور بغاوت کرنے والوں کو کڑی سزا دینی ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد معتصم رکا پھر عرب سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

ابن یحییٰ! ایتاخ چونکہ اپنی حویلی میں اکیلا رہتا ہے لہذا اس نے ان دونوں ماں بیٹی کو تمہارے ہاں ٹھہرا کر بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا ہے- وہ دونوں ماں بیٹی ہمارے ہاں معزز مہمان ہیں- دیکھو ان کا خاص خیال رکھنا یہاں رہتے ہوئے انہیں نہ اجنبیت محسوس ہو نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف ہو- وہ دونوں چونکہ نوفل بن میخائیل کی ڈسی ہوئی ہیں لہذا یہاں ان کی ہر طرح سے تسلی اور تشفی ہونی چاہیے-

معتصم جب خاموش ہوا تب بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہہ رہا تھا

امیر المومنین! آپ کسی قسم کا کوئی فکر اور اندیشہ نہ کریں- قسطونہ کو میں اپنی بہن اور ایکاسیہ کو میں اپنی بیٹی کہہ چکا ہوں- اور میں ان دونوں کی خدمت انہی رشتوں کے حوالے سے کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ہماری طرف سے انہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی-

اسحاق بن یحییٰ کا جواب سن کر معتصم خوش ہو گیا تھا- تھوڑی دیر تک سارے سالاروں کے ساتھ آنے والے حالات کے متعلق مشورہ ہوتا رہا- پھر کچھ ہدایات معتصم نے جاری کیں- اس کے بعد ایتاخ اور اشناس کی آمد پر بلایا جانے والا وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا-

اپنے سارے سالاروں سے علیحدہ ہونے کے بعد جس وقت ایتاخ اکیلا اپنی حویلی کی طرف جارہا تھا تب عرب سپہ سالار دوئم عجیف بن عنبسہ تیز تیز چلتا ہوا قریب آیا۔ اور اس کا نام لے کر اسے پکارا۔

یوں پکارے جانے پر ایتاخ رک گیا تھا۔ مڑ کر پیچھے دیکھا۔ عجیف بن عنبسہ بڑی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔ اس کو یوں آتے دیکھ کر ایتاخ کے چہرے پر تفکرات کے سائے نمودار ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آیا تو دھیمے سے لہجے میں اس نے پوچھ لیا۔

ابن عنبسہ خیریت تو ہے؟

اس پر عجیف بن عنبسہ مزید قریب ہوا اور بڑی رازداری میں کہنے لگا۔

امیر ایتاخ! میں ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو میں براہ راست امیر المومنین معتصم سے نہیں کرسکتا۔ اگر کروں تو امیر مجھے اس کی کڑی سزا دیں گے۔ جو گفتگو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں وہ حیدر بن کاؤس افشین سے متعلق ہے۔ آپ جانتے ہیں افشین پر ان دنوں امیر معتصم کا اندھا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ وہ جو بھی کام کرتا ہے۔ اسے امیر کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حیدر بن کاؤس افشین میری مخالفت پر بھی کمربستہ ہے۔ کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑتا جہاں میری بے عزتی اور ذلت کا نکتہ نکلتا ہو اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ بہرحال میں جو کچھ کہوں گا اس کے خلاف الزام تراشی نہیں کروں گا۔ حقیقت بیانی سے کام لوں گا۔ اس لئے کہ افشین ہر وقت میری ذات میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اب میں بھی اس کی ذات کو کریدنے کے پیچھے لگ گیا ہوں۔ مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ یہ دل سے مسلمان نہیں ہوا۔ ابھی تک یہ آتش پرست ہے۔

عجیف بن عنبسہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

ابن عنبسہ! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟

عجیف بن عنبسہ مسکرایا کہنے لگا۔

امیر ایتاخ! میں غلط نہیں کہہ رہا مجھے کچھ خاص لوگوں نے خبر دی ہے کہ یہ دل سے مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ فوائد حاصل کرنے کے لئے اس نے مسلمان ہونے کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ جب کہ حقیقۃ

میں یہ آتش پرست ہی ہے۔

ایتاخ نے پھر اس کی بات کاٹی اور کہنے لگا۔

اگر یہ باطنی طور پر آتش پرست ہے تو پھر بابک خرمی کے خلاف کیوں مہموں میں حصہ لیتا ہے اس لئے کہ بغاوت کرنے والے بابک خرمی کا تعلق بھی آتش پرستوں ہی سے ہے۔

عجیف بن عنبسہ نے پھر تیز نگاہوں سے ایتاخ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ دراصل اس حیدر بن کاؤس افشین کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکا۔ آپ جانتے ہیں کہ ماوراالنہر میں حیدر بن کاؤس کے باپ کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ یہ پھر اپنے علاقوں پر حکمرانی حاصل کر کے پرانے آتش پرستی کے مذہب کو وہاں بحال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اسے معلوم ہے کہ جب تک بابک خرمی آتش پرست زندہ ہے اس وقت تک اس کی یہ تمنا پوری نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ مجوسی اور آتش پرست زیادہ تر بابک خرمی کے ساتھ ہیں اور جب تک بابک زندہ ہے ماوراالنہر میں یہ اپنی پرقوت حکومت قائم نہیں کرسکتا۔ اسی بناء پر یہ بابک خرمی کے خلاف زور شور سے مہموں میں حصہ لیتا ہے۔ تاکہ بابک خرمی کو ہلاک کر کے سارے آتش پرستوں کو اپنے حلقے اپنے حصار میں جمع کر لے۔ اور ماوراالنہر میں ایک زبردست اور طاقتور آتش پرستوں کی حکومت قائم کر کے ان کا حکمران بن بیٹھے اور اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کرے۔

ایتاخ نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں سوال ہی سوال تھے۔ دوبارہ اس نے پوچھ لیا۔

ابن عنبسہ جو کچھ تم نے کہا ہے یہ سنی سنائی باتیں ہیں یا تم سے یہ کسی قابل اعتبار شخص نے کہی ہیں۔

یہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں۔ اپنی گفتگو پر ابن عنبسہ نے زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ بلکہ یوں جانیں میں نے کچھ آدمی افشین کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جو مجھے اس کے متعلق خبریں دیتے رہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن مقدس کی تلاوت نہیں کرتا بلکہ اکثر و بیشتر آتش پرستوں کے صحیفے پڑھتا رہتا ہے۔ اس بناء پر میں کہتا ہوں کہ یہ آتش پرست ہی ہے۔ اس سے بچ کے رہیے گا۔ یہ ہم میں سے کسی نہ کسی کو زہریلے سانپ کی طرح ڈس کے رہے گا۔

ایتاخ وہیں کھڑے کھڑے گہری سوچوں میں کھو گیا تھا- کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا-
ابن عنبسہ تو نے مجھے ایک عجیب سے تذبذب میں ڈال دیا ہے- تو جانتا ہے بغیر کسی
کے میں افشین کے خلاف امیر المومنین سے کچھ نہیں کہہ سکتا- بہرحال صبر کرو- اور جو تم نے
آدمی افشین کے احوال جاننے کے لئے مقرر کئے ہیں- ان سے کہو اپنا کام کرتے رہیں اور ا
متعلق مزید تفصیل مجھے فراہم کرتے رہیں- جب میرے پاس افشین سے متعلق مناسب موا
تو یاد رکھنا میں کھل کر اس کے سامنے آتے ہوئے ہچکچاؤں گا نہیں-

ایتاخ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا- آنکھوں میں
برس رہی تھی- وہ بول اٹھا-

عجیف بن عنبسہ! زندگی کی اترتی چڑھتی دکھ کی کتھا کہانیوں میں یہ وطن ہی ہمار
آسودگی اور من کی آزادیوں کا ضامن ہے- صدیوں کی تیرگی کے غبار اور کرن کرن اندھیرا
میں یہ وطن ہی تو ہماری زیست کے لمحوں کا شفاف آئینہ ہے- یہ سرزمین ہمارے لئے سکھ
چشموں کا مسکن ہے- یہ سرزمین ہمارے لئے خدائی احکام سی مقدس روشنی کے گھر سی معت
ہمارے لئے یہ وطن چاہتوں کا گہوارہ' رحمتوں کا مسکن' برکتوں کی بستی' آیتوں کا نکھار' خوشبو
بسے الفاظ روشنی سے مزین مفہوم جیسا دلکش ہے- میری نظر میں اس کے لئے امن وسلامتی
ہیں- میرے دل کے اوراق پر اس کے لئے محبت کے حروف مرقوم ہیں اس کی حفاظت
پاسبانی میں قسم کعبہ کے رب کی میں شعلوں کے زندان اور عذابوں کے حصار میں بھی کھ
تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کو للکار سکتا ہوں-

اے ابن عنبسہ! ہم اپنے وطن کے جواں جذبوں کا خون ہیں اس کی عظمت کی بلندی'
طاقت وقوت' اس کی ریاضت اور استقامت ہیں- اس کی تاریخ کے آسمان' اس کے و
ساحل پر کھڑے ہم موت کے کڑے سایوں سے پاسبان' جابر وقاہر نگہبان اور مضطرب وسر
دینے والے محافظ ہیں- جس کسی نے بھی اس کی آزادی کو چھیڑنے کی کوشش کی' اس کے اجا
اندھیروں کا عمل شروع کرنے کی کوشش کی اس کی پرامن راہوں کا سانپ بننے کی کوشش
بنیادوں میں ریت بھرنے اور دیواروں میں کجی پیدا کرنا چاہی قسم کعبہ کے تقدس کی میں ا
کے لئے سنگ ریزوں کا طوفان' آفتوں کی تاریک آندھی' وقت کا بدترین روز حساب اور قہ

ہر کی صدا بن جاؤں گا- پھر ایسے لوگوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کوئی بند دروازہ مجھے
وک نہ سکے گا- کوئی میری حب الوطنی کی صداؤں اور میرے ایمانی حصار کو توڑ نہ سکے گا- کوئی قوت
رے پاؤں میں تھکن' میرے بازو میں بوجھل پن پیدا نہ کر سکے گی- ہر وہ شخص ہر وہ قوت جس نے
سی وطن کے خلاف کام کرنے کی کوشش کی میں اس کی روح وبدن کا تعلق توڑ دوں گا-

میرے عزیز! یاد رکھنا اس وطن کی حفاظت' اس کی پاسبانی امانت کی طرح میرے دل میں
فون ہے- ہمارا یہ وطن' ہماری یہ سرزمین تو جود ملت کا ایک موتی ہے- جس نے بھی اس کی سلامتی
سے کھیلنے کی کوشش کی قسم خدائے واحد وقہار کی میں اس کے لئے دوزخ کا خرابہ نفس نفس کا عتاب
نافرتی کی ہولناک آگ بن کے اٹھ کھڑا ہوں گا- جس نے بھی یہاں سامرہ شہر میں مسلم قوم کی
ریخ کی جبین کو لہو لہو کرنے کی کوشش کی- جس نے بھی ہماری کتاب تہذیب کے بدن پر جراحتوں
ے حروف رقم کرنے کی کوشش کی' جس نے بھی ہمارے دیس کی بزم کو رکاوٹوں کی رزم گاہ بنانا چاہا وہ
ص کتنا بھی اثر ورسوخ والا کیوں نہ ہو میں بے نیام تلوار سونت کر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں
ا- ابن عنبسہ! اس وطن' اس کی سلامتی' اس کی حفاظت کے لئے میں ایتاخ اپنے خون کے آخری
طرے کا نذرانہ بھی پیش کرنے کی ہمت وجرأت رکھتا ہوں- مطمئن رہو جس دن مجھے یقین ہو گیا
ہ یہ حیدر بن کاؤس افشین اس وطن کی مخالفت پر کمربستہ ہے اس روز میں اگر سانپ بن کر اس
ے راستے میں کھڑا نہ ہو گیا تو میرا نام تبدیل کر دینا-

جب تک ایتاخ بولتا رہا- عجیف بن عنبسہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا- جب وہ
موش ہوا تو کہنے لگا-

قسم خداوند قدوس کی مجھے آپ سے ایسے ہی الفاظ کی توقع تھی- اب میں مطمئن ہوں- جوں
ں مجھے اس حیدر بن کاؤس افشین کے متعلق شواہد ملتے رہیں گے میں انہیں آپ کے پاس جمع
رتا رہوں گا پھر آپ جانیں' آپ کا کام- اس کے ساتھ ہی عجیف بن عنبسہ نے ایتاخ سے
افحہ کیا اور وہاں سے ہٹ گیا تھا- ایتاخ اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا-

ن کافی چڑھ آیا تھا- عمیمہ اس کمرے میں داخل ہوئی- جس میں قسطونہ اور ایکاسیہ کے قیام
اہتمام کیا گیا تھا- دونوں ماں بیٹی ابھی تک گہری نیند سوئی ہوئی تھیں- عمیمہ جب اس کمرے میں

داخل ہوئی تو کھٹکا سن کر قسطونہ جاگ اٹھی مسکراتے ہوئے اس نے عمیمہ کی طرف دیکھا پھر اس نے آواز دے کر ایکاسیہ کو جگانے کی کوشش کی ایکاسیہ انگڑائی لیتی ہوئی اٹھ کے بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے عمیمہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ عمیمہ آگے بڑھ کر اس کی مسہری پر بیٹھ گئی پھر بڑے پیار بھرے انداز میں کہنے لگی۔

دن کافی چڑھ آیا ہے۔ آپ لوگوں کو ہم نے اس لئے نہیں جگایا کہ آپ دونوں ماں بیٹی سفر کے باعث تھکی ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں مجھے اس وقت آپ کے کمرے میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ میرے آنے کی وجہ سے آپ جاگ گئی ہیں۔ آپ دونوں ماں بیٹی کی نیند اچاٹ ہوگئی ہوگی۔

اس پر ایکاسیہ نے مسکراتے ہوئے عمیمہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اسے سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

نہیں عمیمہ میری بہن! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں ماں بیٹی کافی سو چکی ہیں۔ نیند پوری ہو چکی ہے۔

ایکاسیہ کے ان الفاظ سے عمیمہ خوش ہوگئی تھی پھر چہکنے کے انداز میں کہنے لگی۔

اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھیں آپ کے کھانے کا اہتمام میں نے کر دیا ہے۔ ایتاخ بھائی آئے تھے۔ ہماری حویلی کا وہ حصہ جس میں آپ دونوں ماں بیٹی کے قیام کا اہتمام کیا گیا ہے میں انہوں نے صفائی ستھرائی کرا کے اس حصہ میں آپ دونوں ماں بیٹی کی ضرورت کی ہر شے کر دی ہے۔ آپ کا جو سامان تھا وہ بھی ایتاخ بھائی نے اسی حصے میں منتقل کر دیا ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے عمیمہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ایکاسیہ بول پڑی تھی۔

امیر کب یہاں آئے؟

عمیمہ مسکرائی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

وہ تو فجر کی نماز کے بعد سیدھے ہمارے ہاں ہی آئے تھے۔ اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو لے کے آئے تھے۔ پہلے اس حصے کی صفائی ستھرائی کرائی پھر سارے حصے کو دھو کر اس کو خشک کیا پھر کچھ لوگوں کو لے کر وہ بازار گئے۔ آپ کی ضرورت کی ہر شے انہوں نے خریدی اور اس کے منتقل کر دی ہے۔ آپ کا سامان بھی ادھر ہی چلا گیا ہے۔ وہ آپ دونوں ماں بیٹی سے بھی ملے

تھے جب میں نے انہیں بتایا کہ آپ دونوں سوئی ہوئی ہیں تو پھر وہ چلے گئے۔

ایکاسیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ اگر ایسی بات ہے تو چلو وہ حصہ جو ہماری رہائش کے لئے مختص کیا گیا ہے اسے دیکھتے ہیں۔

عمیمہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اٹھی نہیں کہنے لگی۔

نہیں ایکاسیہ میری بہن! ایسے نہیں پہلے آپ دونوں ماں بیٹی نہا دھولیں' کھانا کھائیں۔ اس کے بعد میں آپ کو اس حصے میں لے کر جاتی ہوں۔

قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں ماں بیٹی نے اس سے اتفاق کیا۔ دونوں ماں بیٹی طہارت خانے کی طرف گئیں۔ نہائیں۔ عمیمہ اور اس کی ماں غمران کے ساتھ انہوں نے ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد غمران کو مخاطب کر کے قسطونہ کہنے لگی۔

یہ اسحاق بھائی اور زبیر کہاں چلے گئے۔

اس پر غمران مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

عمیمہ کے باپ تو قصر کی طرف گئے ہیں۔ امیر المومنین نے سارے سالاروں کو طلب کیا تھا۔ میرے خیال میں ایتاخ اور اشناس جو قسطنطنیہ گئے تھے۔ تو اس سلسلے میں سارے سالاروں کو جمع کیا گیا تھا۔ شاید کچھ صلاح مشورہ کیا جانا تھا جہاں تک زبیر کا تعلق ہے تو وہ اس وقت مکتب میں ہوتا ہے۔

قسطونہ شاید مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایکاسیہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور سوالیہ سے انداز میں اس نے عمیمہ کی طرف دیکھا۔ عمیمہ بھی کھڑی ہوگئی۔ اس پر غمران نے پوچھ لیا۔

تم دونوں بہنیں کہاں جا رہی ہو؟

اس پر مسکراتے ہوئے عمیمہ کہنے لگی۔

مادر مہربان! میں ایکاسیہ کو حویلی کا وہ حصہ دکھانے لے جا رہی ہوں جو ان کی رہائش کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ اس پر غمران بھی کھڑی ہوگئی۔ کہنے لگی۔

چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ یوں ایکاسیہ' عمیمہ' قسطونہ اور غمران چاروں وہاں سے اٹھیں۔ حویلی کے دائیں جانب ہولی تھیں۔

جب وہ اس حصے میں داخل ہوئیں جس میں قسطونہ اور ایکاسیہ کی رہائش کا اہتمام کیا گیا تھا تو ان دونوں ماں بیٹی نے دیکھا وہ حصہ بے حد معقول تھا۔ کسی کے لئے دوسری سمت سے آنے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ دو خاصے بڑے کمرے تھے۔ ایک چھوٹا سا مطبخ اور اس کے ساتھ ہی توشک خانہ تھا۔ دونوں ماں بیٹی نے دیکھا اس حصے کی خوب صفائی ستھرائی کر دی گئی تھی۔ مطبخ میں کھانے پینے کی ساری اشیاء بڑے قرینے اور سلیقے سے رکھی گئی تھیں۔ دونوں کمروں میں نئی مسہریوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ان پر جو بستر لگے تھے وہ بھی نئے تھے۔ اس کے علاوہ دونوں کمروں کو ضرورت کی ہر شے سے سجا دیا گیا تھا۔ ایک کمرے میں چمڑے کی خرجینوں میں بند ان دونوں ماں بیٹی کا سامان پڑا ہوا تھا۔

دونوں ماں بیٹی عمران اور عمیمہ کے ساتھ اپنی رہائش گاہ کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر چاروں ایک کمرے میں مسہری پر بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز ایکاسیہ نے کیا وہ کہہ رہی تھی۔

لگتا ہے امیر ایتاخ نے ہماری رہائش کے لئے کافی اہتمام اور محنت کی ہے۔ ان کے لئے میں ان کی شکر گزار ہوں۔ عمیمہ میری بہن جس وقت میں یہاں آئی تھی تب سے میرے ذہن میں ایک خلجان اور ایک پریشانی سی ہے۔ جس وقت امیر نے آپ کی حویلی پر دستک دی تھی تو میری ماں نے سب سے پہلا سوال جو ایتاخ سے کیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ آپ کی حویلی ہے۔

اس پر ایتاخ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا تھا کہ وہ تو ایک معمولی سا لشکری ہے۔ یہ حویلی اس کی نہیں بلکہ آپ کے ابو کی ہے۔ کیا ایتاخ واقعی ایک معمولی لشکری ہے۔ اگر ایسا ہے تو انہیں امیر کہہ کر کیوں مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ انہوں نے ہمیں قسطنطنیہ سے یہاں لانے کے لئے ایک بہت بڑی ذمہ داری کیسے قبول کی جس میں خطرہ بھی تھا۔

ایسا کرنے کے بعد آخر انہوں نے ہمیں اپنی حویلی میں کیوں نہ ٹھہرایا۔ یہاں ہمارے قیام کا کیوں بندوبست کیا۔ اگر ان کی اپنی حویلی نہیں ہے تو پھر وہ کہاں قیام کرتے ہیں میری بہن کیا مجھے ان سوالوں کا جواب دو گی۔ اور یہ کہ ان کے اہل خانہ یا خاندان کے دیگر افراد کہاں رہتے ہیں۔

ایکاسیہ کی اس گفتگو سے عمیمہ ہی نہیں عمران بھی کسی قدر اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ عمیمہ کچھ سوچا، باری باری ایک گہری نگاہ اس نے قسطونہ پھر ایکاسیہ پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

یہ جو باتیں ایتاخ بھائی نے آپ لوگوں سے کہی ہیں یہ دراصل انہوں نے انکساری اور

عاجزی میں کہہ دی ہیں۔ ورنہ اسلامی سلطنت میں امیر المومنین کے بعد ان کی سب سے زیادہ عزت اور وقار ہے۔

ایکاسیہ میری بہن! جہاں تک تمہارا یہ سوال ہے کہ ایتاخ بھائی کے اہل خانہ اور خاندان کے دیگر افراد کہاں رہتے ہیں تو میں بڑے دکھ سے یہ کہوں گی کہ ایتاخ بھائی کے نہ اہل خانہ ہیں نہ خاندان کے افراد۔ یہ شمالی برفستانوں کے رہنے والے ترکی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک قبائلی جنگ میں ان کے سارے اہل خانہ مارے گئے اور انہیں غلام بنا لیا گیا۔ غلامی کی حالت میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتے ہوئے جوان ہو گئے۔ یہاں تک کہ بغداد پہنچے وہاں ایک شخص سلام بن عبرص نے بھائی کو خرید لیا اور بھائی سے باورچی کا کام لینا شروع کیا۔ اسی بناء پر شروع میں ایتاخ بھائی کو طباخ بھی کہتے تھے لیکن امیر المومنین معتصم نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ کوئی بھی اب ایتاخ کو طباخ کا نام نہ دے۔

سلام بن عبرص جس نے ایتاخ بھائی کو خریدا تھا وہ آپ کی دلیری، جرات مندی اور آپ کی شجاعت اور تیغ زنی میں آپ کی مہارت سے واقف نہیں تھا۔ اسے باورچی چاہیے تھا۔ بھائی کو خرید کر اس نے باورچی خانے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ شروع شروع میں بھائی کو باورچی خانے میں کام کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی یہ ساری باتیں ایتاخ بھائی ہمیں خود ہی بتاتے رہے ہیں۔ پھر یہ آہستہ آہستہ اس کام کے عادی ہو گئے۔

لیکن قدرت نے بھائی سے کوئی بہت بڑا کام لینا تھا۔ اس لئے ایک بار کسی رنجش، کسی ذاتی عناد کی بنا پر سلام بن عبرص پر پانچ مجوسیوں نے حملہ کر دیا اور اس کے قتل کے درپے ہوئے اس وقت ایتاخ بھائی بھی مسلح حالت میں سلام بن عبرص یعنی اپنے آقا کے ساتھ تھے جونہی وہ مجوسی سلام بن عبرص پر حملہ آور ہوئے ایتاخ بھائی ان کے سامنے جم گیا اکیلے نے ان پانچوں کا مقابلہ کیا اور پانچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ ایتاخ بھائی کی جرات مندی، اس کی تیغ زنی میں مہارت کی تعریف کرنے لگے جب یہ باتیں خلیفہ معتصم تک پہنچیں تو امیر المومنین نے ایتاخ کو طلب کیا امیر المومنین ایتاخ بھائی کی دانائی اور سلیقہ شعاری، اس کے جسم کی مضبوطی اور خوب صورتی کو دیکھ کر

متاثر ہوا- اور جس رقم کے عوض سلام بن عبرص نے ایتاخ بھائی کو خریدا تھا اس سے کئی گنا زیادہ رقم سلام بن عبرص کو دی اور ایتاخ کو اس سے لے لیا- پہلی ہی ملاقات میں امیر المومنین معتصم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایتاخ بھائی انتہا درجہ کا اداشناس، ہوشیار اور تیغ زنی میں اپنا جواب نہیں رکھتا- اس بناء پر امیر المومنین نے بھائی کو لشکر میں شامل کر لیا- اپنی دلیری اور جرات مندی کی وجہ سے بھائی ترقی کرتا چلا گیا اور موجودہ مرتبے تک آن پہنچا-

جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو گو ایتاخ بھائی نائب سپہ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں لیکن ایسا وہ عاجزی اور انکساری سے کرتے ہیں- ورنہ اگر حقیقت دیکھی جائے تو سارے سالاران کے ماتحت آتے ہیں- اس لئے کہ محکمہ جنگ ان کے سپرد ہے- حجابت اور سفارت کے محکمے کے بھی سربراہ ہیں- کوئی بھی جنگ ایتاخ کے مشورے کے بغیر شروع نہیں کی جاتی- جب امیر المومنین کا دربار لگتا ہے تو ایتاخ بھائی امیر المومنین کے مشیروں کے پاس بیٹھتے ہیں- جبکہ دیگر سارے سالاران کے سامنے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے ہیں-

یہاں تک کہنے کے بعد عمیمہ رکی پھر وہ کہہ رہی تھی-

ایکاسیہ میری بہن امیر المومنین نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے- ایک لشکر عربوں کا ہے- جسے مغاربہ کہتے ہیں- اس حصے کے سالار اعلیٰ میرے باپ اسحٰق بن یحییٰ ہیں- ترکوں کے لشکر کا جو حصہ ہے اس کا نام فرغانہ ہے اور اس حصے کا سالار اعلیٰ ایک شخص حیدر بن کاؤس ہے اسے افشین بھی کہتے ہیں تیسرا حصہ خراسانی لشکر کا ہے- اس کا سربراہ جعفر بن دینار ہے- امیر المومنین نے ایتاخ بھائی کو سارے لشکروں کا سپہ سالار بنانا چاہا لیکن اپنی عاجزی اور انکساری کی بنا پر بھائی نے اس عہدے سے معذرت کر لی اور امیر المومنین سے بڑی عاجزی میں کہا کہ میرے باپ اسحاق بن یحییٰ اور ترکی سردار حیدر بن کاؤس چونکہ ان سے عمر میں کافی بڑے اور ان کے باپ کی جگہ ہیں لہذا ان کے ہوتے ہوئے وہ لشکریوں کے سالار اعلیٰ نہیں بنیں گے- جنگوں میں عموماً نائب سپہ سالار کی حیثیت سے ہی کام کرتے ہیں-

یہ جو بھائی نے تم سے کہا کہ وہ عام سے لشکری ہیں ان کی کوئی حویلی نہیں ہے تو یہ بات بھی انہوں نے انکساری کی بنا پر کہہ دی ہوگی- ورنہ ہمارے ساتھ جو حویلی ہے یہی ایتاخ بھائی کی قیام گاہ ہے- جیسے ہماری حویلی ہے ایسی ہی ان کی بھی ہے- پہلے ان کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے

مستقر سے آدمی آیا کرتے تھے- لیکن میں نے بھائی سے کہہ کر منع کرا دیا ہے اب بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی میں خود کرتی ہوں- تمہارا سوال اب باقی یہ رہ گیا کہ بھائی نے اپنے ہاں آپ لوگوں کو رکھنے کی بجائے ہمارے ہاں کیوں رکھا تو بھائی چونکہ اپنی حویلی میں اکیلے رہتے ہیں تو آپ دونوں ماں بیٹی کی رہائش کا انتظام ہمارے ہاں کیا گیا ہے- میرے خیال میں اب تمہیں اپنے سوالوں کا مکمل جواب مل گیا ہے- اب بھی اگر کوئی تشنگی رہتی ہے تو کہو-

ایکاسیہ مسکرائی پھر کہنے لگی-

نہیں عمیمہ تمہاری باتوں سے اب مجھے مطلق اطمینان ہو گیا ہے- میں سمجھتی ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے- ٹھیک کیا ہے- جو کچھ انہوں نے کہا تھا انکساری کی بنا پر کہا تھا- اس پر عمیمہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی-

اچھا ایسا ہے تو تم اپنا سامان درست کرو میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں اور تمہارے ساتھ بیٹھوں گی-

اس پر ایکاسیہ بھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی-

اور تم کہاں جا رہی ہو-؟

عمیمہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے جاتی ہوں-

ایکاسیہ فوراً بول پڑی-

عمیمہ میری بہن! میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی- آخر وہ ہمارے محسن ہیں- ان کا کام کرتے ہوئے مجھے ایک طرح سے دلی اور ذہنی اطمینان ہوگا-

ایکاسیہ کی اس گفتگو کے جواب میں عمیمہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حویلی کے دوسرے حصے میں کسی کے پکارنے کی آواز سنائی دی- اس پر غمران اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی-

عمیمہ! تمہارے باپ آ گئے ہیں- میرے خیال میں امیر المومنین نے جو مجلس طلب کی تھی وہ ختم ہو گئی ہے- میرے خیال میں زبیر بھی ان کے ساتھ آ گیا ہے- دونوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی ہیں-

عمیمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر بھاگتی ہوئی کہنے لگی-

امی آپ یہیں ٹھہریں میں ابی اور بھائی کو یہاں بلاتی ہوں پھر تھوڑی دیر بعد عمیمہ لوٹی اس کے ساتھ اسحاق بن یحییٰ اور زبیر بھی تھے- اس حصے میں داخل ہوتے ہی عمیمہ نے اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کیا-

ابی یہ دیکھیں- ایتاخ بھائی نے اس حصے کی کیسی اچھی صفائی ستھرائی کا اہتمام کیا ہے اور دیکھیں آپ کی بہن قسطونہ اور میری بہن ایکاسیہ کی رہائش کا کیسا انتظام کیا ہے- ان کے لئے نئے پلنگ اور مسہریاں لے کر آئے ہیں- بستر بھی دیکھیں سب نئے ہیں- باورچی خانے میں ہر چیز انہوں نے سجا کر رکھ دی ہے-

اسحاق بن یحییٰ اور ان کا بیٹا زبیر ساری چیزیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے- اس موقع پر عمیمہ نے اپنے باپ کو مخاطب کیا-

ابی! کیا ایتاخ بھائی اپنی حویلی میں آ گئے ہیں؟

اسحاق بن یحییٰ نے بڑی شفقت اور پیار سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

ہاں بیٹی! اس کے آنے کی وجہ سے ہی امیر المومنین نے یہ مجلس طلب کی تھی- مجلس برخاست ہو چکی ہے اور ایتاخ اپنی حویلی میں آ چکا ہے عمیمہ پھر بول پڑی-

ابی میں بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے جانے لگی ہوں- ایکاسیہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتی ہے- آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں-

اسحاق بن یحییٰ نے گھورنے کے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

عمیمہ میری بیٹی! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو- ایکاسیہ کی حیثیت اب اس حویلی میں ایسی ہی ہے جیسی تمہاری اپنی- پھر یہ تو سوچو ایتاخ ان دونوں ماں بیٹی کا محسن اور مربی ہے- میں اسے اس کے پاس جانے سے کیوں روکوں گا اور منع کروں گا اگر تم دونوں بہنیں جاتی ہو یہ تو میری خوشی کا باعث ہے- اس پر مسکراتے ہوئے عمیمہ نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑا وہ کمرے کے دروازے کی طرف لپکی ابھی وہ دروازے سے باہر نکلی ہی تھی کہ پیچھے سے قسطونہ نے آواز دی-

ایکاسیہ اور عمیمہ میری دونوں بیٹیو رکو! میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں- ہماری قیام گاہ میں ہمارے لئے ہر چیز جو ایتاخ نے میسر کی ہے اس کے لئے میں اس کا شکریہ بھی ادا کر لوں گی اور اس کی حویلی بھی دیکھ لوں گی-

ایکاسیہ اور عمیمہ دونوں رک گئیں- قسطونہ بھی کمرے سے نکلی پھر تینوں حویلی سے باہر آئیں- حویلی کے چھوٹے دروازے سے نکلتے ہی چند قدم کے فاصلے پر جو دروازہ تھا- عمیمہ اس میں داخل ہوئی- قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس حویلی میں داخل ہوئیں- اندر داخل ہوتے ہی ایکاسیہ نے عمیمہ کو مخاطب کیا-

میری بہن! میں تو سمجھتی تھی کہ امیر ایتاخ کی حویلی یہاں سے کافی دور ہوگی- یہ تو بالکل تمہاری حویلی سے متصل ہے بس بیچ میں ایک دیوار ہے-

پھر آگے بڑھتے ہوئے ایکاسیہ نے حویلی کے صحن کا جائزہ لیا- اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی-

عمیمہ میری بہن! تمہاری حویلی کی نسبت اس میں زیادہ ہریالی اور پھل دار پودے ہیں- اس پر چہکنے کے انداز میں عمیمہ بول پڑی-

میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے- یہ جتنے پھل دار پودے ہیں- زیادہ تر میرے اور زبیر ہی کے کام آتے ہیں- ان کے پھل زیادہ میں اور وہ ہی کھاتے ہیں ایتاخ بھائی تو اکثر رات ہی کو آتے ہیں-

اتنی دیر تک تینوں آگے بڑھتی ہوئیں حویلی کے برآمدے کے قریب پہنچ گئی تھیں- عمیمہ کی گفتگو کا جواب ایکاسیہ دینا ہی چاہتی تھی کہ خاموش ہو گئی اس لئے کہ سامنے کی طرف سے ایتاخ نمودار ہوا تھا- ان تینوں کے سامنے آیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا- میں آپ تینوں کو خوش آمدید کہتا ہوں-

پھر ان تینوں کی راہ نمائی کرتے ہوئے ایتاخ انہیں حویلی کے دیوان خانے میں لایا- تینوں بیٹھ گئیں- ایکاسیہ اور قسطونہ اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں- اس موقع پر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایتاخ بول پڑا-

کیا آپ کے کھانے کے لئے کوئی چیز منگواؤں-؟

قسطونہ ایتاخ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایکاسیہ بول پڑی- وہ ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی-

امیر! سفر کی وجہ سے میں اور میری ماں دونوں کافی دیر سے سو کے اٹھے- ادھر آنے سے پہلے ہم کھانا کھا کے آئے ہیں- میں تو تین کاموں کے سلسلے میں آپ کی حویلی کی طرف آئی-

ایتاخ نے غور سے ایکاسیہ کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے لہجے میں بول پڑا-

اے بنت قسطونہ! کون سے تین کام؟

ایکاسیہ مسکرائی پھر کہنے لگی- پہلے تین کام تھے اب آپ کے طرز تخاطب نے تین کو چار کام میں تبدیل کر دیا ہے-

ایتاخ پھر پریشان لہجے میں کہنے لگا-

بنت قسطونہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟

ایکاسیہ نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی-

پہلا کام جو ابھی نکلا ہے وہ یہ کہ آپ مجھے بنت قسطونہ کہہ کر مخاطب نہ کریں اس لئے کہ یہ میرا نام نہیں ہے- میرا نام ایکاسیہ ہے- اور میرے خیال میں لب و لہجے اور تلفظ کے لحاظ سے یہ نام کوئی اتنا مشکل نہیں کہ ادا نہ کیا جا سکے مجھے امید ہے آپ آئندہ مجھے میرے نام ہی سے مخاطب کریں گے-

دوسرا کام یہ کہ میں آپ کی حویلی دیکھنا چاہتی تھی- تیسرا کام یہ کہ آپ نے آج صبح ہی صبح ہماری رہائش کے حصے میں ہمارے لئے جو زندگی کی ضروریات مہیا کی ہیں- اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا- اور چوتھا اور سب سے اہم کام یہ کہ مجھ پر عمیمہ نے انکشاف کیا تھا کہ آپ کی حویلی کی صفائی وہ کرتی ہے لہذا میں نے اس سے کہا کہ آج کے بعد اس کے ساتھ میں بھی آپ کی حویلی کی صفائی کیا کروں گی- میرے خیال میں آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا-

جب تک ایکاسیہ بولتی رہی ایتاخ مسکراتا رہا اس کے خاموش ہونے پر بول اٹھا-

دیکھو ایکاسیہ! اب میں تمہیں تمہارے نام ہی سے مخاطب کر رہا ہوں جو پہلے تین کام تم نے کہے ہیں- وہ تو قابل برداشت ہیں لیکن چوتھا نہیں- تم یہاں ہمارے پاس ایک معزز اور قابل عزت مہمان ہو- تم میری حویلی کی صفائی کرو- کم از کم یہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے- واپس جا کر تم کیا کہو گی کہ ایتاخ جو تمہیں محافظ اور امین بن کے لے کر گیا تھا- وہ تم سے اپنی حویلی کی صفائی کروا رہا ہے- نہیں- ہرگز نہیں- ایسا نہیں ہو سکتا-

ایکاسیہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی-

میرا کون ہے جس کے پاس واپس جا کر میں آپ کی شکایت کروں گی میری زندگی کا سرمایہ میری کائنات کی پونجی میری ماں ہے اور وہ میرے پاس ہے- جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس میں میری ماں کی رضامندی شامل ہے یہ بالکل کوئی اعتراض نہیں کھڑا کریں گی- آئندہ میں اور میری بہن عمیمہ دونوں آپ کی حویلی کی صفائی کیا کریں گی- یقین جانیں ایسا کرنے میں میرا ذہنی سکون اور میرے ضمیر کا اطمینان ہے مجھے امید ہے کہ آپ کوئی اعتراض نہیں کھڑا کیا کریں گے-

ایتاخ نے کچھ سوچا اور پھر اس نے تیز نگاہوں سے عمیمہ کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا-

لگتا ہے یہ ساری شرارت اس عمیمہ کی ہے- اس نے تمہیں اپنے ساتھ آنے کی ترغیب دی ہوگی-

عمیمہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایکاسیہ ایک بار پھر بول پڑی-

نہیں امیر ایسا نہیں ہے- عمیمہ تو اکیلی صفائی کے لئے آنے لگی تھی میں خود ہی اس کے ساتھ اپنی رضامندی اور اپنی خوش نودی سے آئی ہوں- میری ماں بھی ہمارے ساتھ آپ کی حویلی دیکھنے کے لئے آئی ہیں- بہت اچھی حویلی ہے- عمیمہ لوگوں سے بھی بڑی ہے- اس میں سب سے اچھی بات جو ہے اس میں پھلدار درخت بہت زیادہ ہیں-

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

یہ جتنے پھلدار درخت ہیں- ان کے پھل زیادہ تر دو طوطے ہی کھاتے ایک تو عمیمہ کی صورت میں تمہارے پاس ہے اور دوسرا زبیر ہے- عمیمہ مسکرائی اور کہنے لگی-

بھائی آپ فکر نہ کریں- اب اس میں ایک تیسرا طوطا بھی شامل ہو رہا ہے- اور وہ ایکاسیہ ہے- اب ان پھلوں پر ہم تینوں کا حصہ ہوا کرے گا-

پھر ایتاخ ان تینوں کو لے کر حویلی میں داخل ہوا- قسطونہ اور ایکاسیہ نے پہلے عمیمہ کے ساتھ ساری حویلی کا جائزہ لیا اور اس کے کمرے دیکھے سامنے اور پشتی حصے میں جو چھوٹے چھوٹے باغیچے تھے ان کا بھی جائزہ لیا- دوبارہ وہ دیوان خانے میں آئے اور عمیمہ' ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

میری بہن! آؤ دونوں مل کر صفائی کرتی ہیں- اس کے بعد پودوں کو پانی بھی دینا ہے-

ایکاسیہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی- ابھی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عین اسی وقت دروازے پر اشناس نمودار ہوا اور ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

میری بہن! تم کیسی ہو؟

ایکاسیہ مسکرائی اور کہنے لگی-

بھائی ہم دونوں ماں بیٹی تو ٹھیک ہیں- امیر ایتاخ کی حویلی دیکھنے آئے تھے- اب ارادہ کر لیا ہے کہ حویلی کی صفائی بھی کرتے جائیں- اس لئے کہ اس سے پہلے یہ کام اکیلی عمیمہ کیا کرتی تھی- اب میں بھی اس کے ساتھ کیا کروں گی- پھر ایکاسیہ کو کوئی شرارت سوجھی وہ تیز نظروں سے اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

بھائی آپ یقیناً عمیمہ سے ملنے آئے ہوں گے- یا اسے لینے آئے ہوں گے ایکاسیہ کی اس گفتگو سے اشناس کچھ نہ بولا- مسکرا رہا تھا- دوسری جانب عمیمہ اسے تیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی- ایتاخ اور قسطونہ بھی دھیرے دھیرے مسکرا رہے تھے- ایکاسیہ پھر بول پڑی-

اشناس بھائی! آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں تو لے جائیں- اب میں حویلی کی صفائی اکیلے بھی کر سکتی ہوں- یہ حویلی میں نے دیکھ لی ہے- حویلی کے سامنے اور پشتی حصے میں جو پھلدار پودے ہیں ان کا بھی میں جائزہ لے چکی ہوں ان کو میں اکیلی پانی بھی دے سکتی ہوں- پھر ایکاسیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا-

تم یہاں امی کے پاس چھپ کر کیوں بیٹھی ہوئی ہو اٹھو جاؤ اشناس بھائی تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں-

اس موقع پر ایتاخ آگے آیا اور ایکاسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا-

میرے خیال میں عمیمہ کے ساتھ کافی ہو گئی ہے- اشناس نے بھی ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا-

ایکاسیہ! میری بہن! میں عمیمہ کو لینے نہیں آیا- تمہاری گفتگو سے میرے خیال میں وہ کچھ زیادہ ہی شرمندہ ہو رہی ہے- میں امیر ایتاخ کو لینے آیا ہوں- مستقر میں ان کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے- چھوٹے سالاروں کی آپس میں تکرار ہوئی ہے- اور ان کے معاملے کو امیر ایتاخ ہی نمٹائیں گے-

اشناس جب خاموش ہوا تب ایکاسیہ نے پھر اسے مخاطب کیا-

اشناس بھائی! برا نہ مانیے گا- کیا آپ اور عمیمہ دونوں آپس میں بات چیت نہیں کرتے- مجھے یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ آپ دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جا چکا ہے- اور یہ کہ

اشناس نے فوراً ایکاسیہ کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا-

میری بہن ایسی بھی کوئی بات نہیں ہم دونوں واقعی ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں اور اکٹھے بیٹھ کر بات چیت بھی کر سکتے ہیں- ایسی بات نہیں ہے نہ ہم پر پابندی ہے- نہ ہمیں کسی نے منع کر رکھا ہے نہ ہم پر کوئی روک ٹوک ہے-

اس پر ایتاخ نے عمیمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

عمیمہ میری بہن! اب تم تینوں بیٹھو جو کام تم دونوں کرنا چاہتی ہو کرو- نہ تم پر کوئی پابندی ہے نہ میں مداخلت کرتا ہوں- میں ذرا اشناس کے ساتھ مستقر کی طرف جاتا ہوں- اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناس وہاں سے چلے گئے تھے-

تین سوار اپنے گھوڑوں کو ایڑ پر ایڑ لگاتے اس شاہراہ پر دوڑا رہے تھے جو آذر بائیجان کی طرف جاتی تھی- یہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کے نمائندے تھے- آذر بائیجان اور اس کے اطراف میں بابک خرمی کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد ان تینوں نے اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال لی تھیں- بابک خرمی کے تسلط میں جو کوہستانی سلسلہ تھا جب وہ اس میں داخل ہوئے تو کئی جگہ انہیں روکا گیا ہر بار انہوں نے وہ خط دکھایا جو ان کے پاس نوفل بن میخائیل کی طرف سے بابک خرمی کے نام تھا- اس طرح انہیں آگے بڑھنے کی اجازت ملتی رہی یہاں تک کہ وہ آذر بائیجان کوہستانی سلسلے کے بیچ میں برزند نام کے قلعے کے قریب پہنچ گئے- یہی قلعہ بابک خرمی کا مرکز تھا اور یہیں سے نکل کر وہ مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوا کرتا تھا-

نوفل بن میخائیل کے وہ تینوں قاصد جب برزند شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ بابک خرمی اس وقت قلعے اور شہر میں موجود نہیں ہے بلکہ قلعے کے نواح میں وہ ایک آتش کدہ کی بنیاد رکھ رہا ہے قاصدوں کو بتایا گیا کہ وہ یہیں رکیں- آتش کدے کی بنیاد رکھ کر جب بابک خرمی لوٹے اس سے مل لیں-

اس پر تینوں قاصد مان گئے- وہیں رک کر انتظار کرنے لگے- تھوڑی دیر بعد انہیں بتایا گیا بابک خرمی آ رہا ہے- وہ اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے- آتش کدے کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد بابک خرمی لوٹا- اس کے ساتھ اس کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے علاوہ اس کے تین سپہ سالار عصمت، اذین اور طرہ خان کے علاوہ کچھ محافظ دستے اور چھوٹے سالار بھی تھے-

جب وہ اس جگہ آیا جہاں نوفل بن میخائیل کے تینوں قاصد کھڑے تھے تو قاصدوں نے بڑے عمدہ انداز میں اسے تعظیم دی- انہیں دیکھ کر بابک خرمی اور اس کے ساتھی رک گئے- نوفل

میخائیل کے قاصدوں نے جو ان کے پاس نوفل بن میخائیل کا خط تھا بابک خرمی کو پیش کیا- بابک نے وہ خط پڑھا، مسکرایا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نوفل بن میخائیل کے قاصد حرکت میں آئے اور انہوں نے سونے کے سکوں سے بھری کئی تھیلیاں اپنے گھوڑوں کے زینوں سے کھولیں اور بابک خرمی کو پیش کیں- یہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے بابک خرمی کی مدد کے لئے بھیجی گئی تھیں-

نوفل بن میخائیل کا خط پا کر بابک خرمی خوش تو ہوا ہی تھا لیکن جب اسے سونے کے سکوں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں پیش کی گئیں تو پھر اس کی خوشی اس کے اطمینان کی کوئی حد نہ تھی- کچھ دیر تک وہ سونے کے ان سکوں کا جائزہ لیتا رہا پھر نوفل بن میخائیل کے ساتھیوں کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

نوفل نے مسلمانوں کے خلاف جس سہ طرفہ حملے کی ترتیب بنائی ہے- یہ میرے دل کو لگی ہے- ایک طرف سے ہم، دوسری طرف سے نوفل کا شامی علاقوں کا حکمران لوزر اور تیسری طرف سے مسلمانوں کے اندر آباد دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے جاٹ جب بغاوت کھڑی کریں گے تو مسلمانوں کو بیک وقت اپنے لشکروں کو تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا- اس طرح ان کی طاقت کمزور ہوگی اور ان کی کمزوری سے ہم فائدہ اٹھائیں گے-

تم تینوں کچھ دنوں تک ہمارے قلعے برزند میں قیام کرنا اور پھر اپنے شہنشاہ کی طرف لوٹ کر اسے میرا پیغام دینا اسے کہنا مسلمانوں کے امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کی میرے ہاں کوئی وقعت اور کوئی حیثیت نہیں ہے- اس سے پہلے میں اس کے بڑے بھائی مامون الرشید کے لئے لگاتار کئی برسوں تک ایک عذاب اور قہر بنا رہا ہوں- میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے لشکریوں پر شمالی بیابانوں کے وحشی بھولے بسرے انسانوں، تاریک فضاؤں کے مسافروں اور زہریلے جنگجوؤں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اس پر ظلمتوں کا نزول کرتا رہا ہوں اس کی قسمت کے افق کے دریچے لال گوں بنا کے رکھے ہیں- مامون کے مقابلے میں اس معتصم کی میرے ہاں کیا حیثیت ہے- مامون کے مقابلے میں تو میں اکیلا تھا- اب تین قوتیں بیک وقت جب مسلمانوں کے امیر المومنین معتصم کے خلاف حرکت میں آئیں گی تو ایک نیا ہی انقلاب اٹھے گا ایک طرف سے جب نوفل کے

سالار ڈستے زہریلے حروف' نفرت کی کڑی دھوپ اور قہر کے بکھرے پالوں کی طرح سے حملہ آور ہوں گے- دوسری طرف سے دریائے دجلہ کے جاٹ گھور اماوس بادلوں' موت کا لاوا پھیلاتے آگ کے دامن اور کرب وفنا کے رنگوں کی بارش کی طرح یورش کریں گے اور تیسری طرف سے جب میں آذر بائی جان کے اپنے قلعے برزند سے نکل کر شیطنت کے رنگ بکھیرتی طوفانی یورش' وقت کے اندھیروں کے غبار اور ذوق خود آرائی کی طرح حملہ آور ہوں گا تو ہم تینوں قوتوں کے سامنے مسلمانوں کی حالت زندگی کے لٹے کاروانوں' نفس نفس کے بیابانوں میں تن بدن کی ہوس او اجالوں کے مندروں میں روتی تہذیب سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی-

میں سمجھتا ہوں مسلمانوں کے لئے اب بہت بڑا اور کڑا وقت شروع ہونے والا ہے- میر طرف سے جا کے نوفل بن میخائیل کو یقین دلانا کہ جو تجویز اس نے پیش کی ہے- اس کے استعما کے بعد یقیناً مسلمان میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے- جب ہم تینوں قوتیں ا اجداد کے ناکردہ گناہوں کی عقوبت- ناوک کی طرح جسم میں پیوست ہو جانے والے لمحوں ا گناہوں کی زمین میں جیون کے عذابوں کو جگاتے بپھر جانے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گے تو مسلمانوں کے ہر لشکر کی حالت ہمارے سامنے سربرہنہ عصمت- گم گشتہ خوشیوں اور آندھیو میں بجتے دروازوں سے بھی بدترین ہو کے رہ جائے گی- تمہارے شہنشاہ میخائیل کا خط بھی مجھے مل ہے- جو اس نے سونے کے سکے میری طرف بھجوائے ہیں اس کے لئے میں اس کا شکر گزار ہوں ا تم ہمارے ساتھ قلعہ میں چلو- کچھ دیر آرام کر کے اس کے بعد قسطنطنیہ روانہ ہو جانا- اس کے ساتھ بابک خرمی اپنے بھائیوں' سالاروں اور نوفل بن میخائیل کے قاصدوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے مرکزی شہر اور قلعے برزند کا رخ کر رہا تھا-

☆

مورخین کہتے ہیں کہ آتش پرست بابک کرائے کے ایک سپاہی مطر نامی کی ناجائز اولا آذر بائیجان میں پیدا ہوا دس سال تک اپنی ماں کے ساتھ رہا اس کے بعد اٹھارہ سال تک م وغیرہ چراتا رہا اس کے بعد دوبارہ اپنی ماں کے پاس آ گیا-

آتش پرستوں اور مجوسیوں کا خرمیہ نام کا ایک فرقہ تھا- اس فرقے کا سردار ایک جاویدان سحرک تھا- اس کی ملاقات بابک سے ہوئی اور وہ اس کی صلاحیتوں کو بھانپ گیا اور

اپنے ساتھ لے گیا بدقسمتی سے جاویدان کی بیوی کو بابک سے عشق ہو گیا- جب جاویدان ایک جنگ کے دوران تیر لگنے سے وفات پا گیا تو جاویدان کی بیوی نے فوراً ایک افسانہ گھڑا کہ اس کے خاوند نے مرتے وقت اس سے یہ کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میری روح بابک کے جسم میں داخل ہو جائے گی لہذا تم پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہو جائے گا-

چونکہ آتش پرستوں کے فرقے خرمیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خداوند کی روح مختلف نیک لوگوں سے ہوتی ہوئی جاویدان بن سحرک میں حلول کر گئی ہے لہذا جب انہیں اس بات کا علم ہوا تھا کہ اب جاویدان کی روح بابک میں حلول کر گئی ہے تو وہ بابک کی عزت کرنے لگے اور وہ بابک خرمی کے نام سے مشہور ہوا اور ان کا قائد بن گیا اور اس نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی- آذر بائیجان کی مسلم آبادی پر حملہ کر دیا اور ان کی املاک کو خوب لوٹا- مسلمانوں کی کثیر تعداد حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں کو تہہ تیغ کیا- اس واقع کے بعد آتش پرستوں کے قبیلے خرمیہ کے جتنے افراد تھے وہ بابک خرمی کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے- اور اس کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا-

بابک یہودیت' عیسائیت اور اسلام کے کسی اصول کو قابل عمل نہیں سمجھتا تھا- اس نے آذر بائیجان کے برزند نام کے قلعہ کو اپنا مرکز بنا لیا تھا- اور وہیں سے نکل کر مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کے ساتھ ساتھ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا- مامون نے اس کی سرکوبی کرنا چاہی لیکن موت نے اس کو اس کی فرصت نہ دی- اب بابک خرمی قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگوں کی طرح ڈالنے پر تل گیا تھا- اور اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے جاٹوں کو جو آباد کیا تھا- انہیں بھی مال و دولت سے نوازتے ہوئے اپنے ساتھ ملا لیا تھا- اس طرح بیک قوت تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے والی تھیں- قسطنطنیہ کے شہنشاہ میخائیل نے جو لائحہ عمل طے کیا تھا اور جو وقت مقرر کیا تھا اس کے مطابق سب سے پہلے شامی علاقوں کے اس کے حاکم لوزر نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے تباہی پھیلانی شروع کر دی- چند ہی دن بعد دریائے دجلہ کے کنارے آباد ہندوستان کے جاٹوں نے بھی بغاوت کھڑی کر دی اور آس پاس کے مسلمان علاقوں میں انہوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے تباہی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا- اسی وقت بابک خرمی بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کے اپنے قلعے برزند سے نکلا مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا- کئی بستیوں اور علاقوں کو لوٹ کر تباہ و برباد کیا- قلعوں کو ویران کر دیا- بستیوں کو آگ لگاتا چلا گیا تھا-

اسلامی سلطنت کے لئے یہ بڑا تکلیف دہ اور عجیب سا وقت تھا۔ نوفل بن میخائیل کا شا
حاکم لوز مسلمانوں کی شامی سرحد پر حیات کو مرتعش کرنے والے اور ہر شئے کو شکست ذات کا شکار کر
دینے والی بارش کی طرح برستے عذابوں کی طرح سرحدی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور کئی بستیو
کے خدوخال اس نے بگاڑ کر رکھ دیئے تھے۔ جس کے نتیجے میں بے بس لٹے پٹے مسلمان پانی ک
متلاشی آوارہ بدلیوں اور پیاس کے مارے اندھے طیور کی طرح اندرون ملک کی طرف ہجر
کرنے لگے تھے۔

دوسری جانب دریائے دجلہ کے کنارے آباد غیر ذمہ دار ہندوستانی جاٹ دریائے دجلہ ک
کنارے قریبی بستیوں کے خلاف اجل کی طغیانی' خونی انقلاب کی یلغار اور بے حقیقت و بے دس
و پا کر دینے والے عناصر کی طغیانی کی طرح حملہ آور ہوئے اور مسلمان بستیوں میں ہواؤں
خلاؤں تک الم ناک سزاؤں کی طرح پھیلتے چلے گئے تھے۔

تیسری جانب بابک خرمی آگ و خون کا پیغام اور بربادی کا اندھیرا بن کے اٹھا تباہی کی آ
چاروں طرف اس نے پھیلائی۔ حوصلہ شکن امیدوں کی گھٹاؤں' پر اضطراب تصورات اور نسلی و
روایات کی طرح اس نے مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی کے کھیل کی ابتدا کر دی تھی۔ یہ
بڑے محاذ تھے جو بیک وقت مسلمانوں کے لئے کھلے تھے۔

سب سے پہلے امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کو دریائے دجلہ کے کنارے آباد جاٹو
بغاوت اور سرکشی کی اطلاع ملی اسے معتصم نے ایک چھوٹا سا حادثہ جانا اور جاٹوں کی سرکوبی کے
اس نے عرب جرنیل عجیف بن عنبسہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔

دوسرے روز جس وقت معتصم اپنے سارے سالاروں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنار

کے وسیع میدانوں میں' گھڑ دوڑ کے بعد لوٹ رہا تھا تب کچھ مخبروں نے اسے نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوز اور بابک خرمی کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے اور دور تک تباہی پھیلانے کی خبریں دیں۔

جب یہ خبر معتصم کو دی گئی اس وقت وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ خبر سن کر اس کی آنکھوں میں لپکتے شعلوں میں ہولناک تباہی کی کیفیت اور اس کے چہرے پر سلگتی دوپہر اور الم گزیدہ مرگ جیسی کیفیت چھا گئی تھی۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر باری باری اس نے اپنے قریب اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ایتاخ' ابن کاؤس' اسحاق بن یحییٰ' اشناس' جعفر بن دینار' بغا کبیر' ابو سعید محمد بن یوسف کی طرف دیکھا لئے۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایتاخ! میرے بیٹے اب بتا تو کیا کہتا ہے۔ دشمن ایک سوچی سمجھی تدبیر کے تحت حرکت میں آ چکا ہے میرے خیال میں یہ جو دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستانی جاٹوں نے بغاوت کی ہے یہ بھی دوسرے دو حادثوں کا ہی ایک حصہ ہے۔ یقیناً ایسا انہوں نے بابک خرمی یا نوفل بن میخائیل کے کہنے پر کیا ہے۔ بہر حال جاٹوں کی سرکوبی کے لئے عجیف بن عنبسہ کل کا جا چکا ہے اور مجھے امید ہے کہ عجیف بن عنبسہ جلد ان جاٹوں پر قابو پا لے گا۔

اب بیٹے ہمارے سامنے دو بڑے طوفان ہیں۔ ایک میخائیل کا سرحدی والی لوز دوسرا آتش پرست بابک خرمی ہے۔ ان دونوں قوتوں کے خلاف ہمیں فی الفور بغیر وقت ضائع کئے حرکت میں آنا چاہئے اور ان دونوں قوتوں کو عبرتناک سزا دینی چاہئے۔ پھر سوالیہ انداز میں تھوڑی دیر کے لئے معتصم نے اپنے بزرگ جرنیل اسحاق بن یحییٰ اور حیدر بن کاؤس کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ اس پر اسحاق بن یحییٰ بول پڑا۔

امیر المومنین! آپ کا اندازہ درست ہے دونوں قوتوں کی سرکوبی کے لئے ہمیں فی الفور حرکت میں آنا چاہئے۔ جہاں تک دجلہ کے جاٹوں کا تعلق ہے تو میرے خیال میں عجیف بن عنبسہ ان سے خوب نپٹے گا۔ وہ ایک ایسا جرنیل ہے جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ باغیوں اور سرکشوں سے نپٹنے کا ہنر اور صناعی بھی جانتا ہے۔ جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے تو اس نے ایک عرصہ سے

اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کر رکھی ہے- اس سے ہمیں کسی طریقے سے نپٹنا ہوگا- فی الحال اسے اس کے علاقوں میں محصور کرنا چاہیے اور شامی سرحد پر جو نوفل بن میخائیل کے جرنیل اور حکمران لوزر نے حملہ کیا ہے- اس کی بھی سرکوبی کرنا چاہیے- اس کے بعد بابک خرمی کے خلاف ہمیں جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرنا پڑے گا-

سوالیہ سے انداز میں جب معتصم نے حیدر بن کاؤس افشین کی طرف دیکھا تب اس نے دھیمے سے لہجے میں اسحاق بن یحییٰ کے خیالات کی تائید کر دی تھی اس پر معتصم نے کچھ سوچا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

ابن یحییٰ! ابھی اسی وقت بغا کبیر اور ابوسعید محمد بن یوسف کو لشکر دے کر بابک خرمی کی طرف روانہ کرو- یہ دونوں مل کے اس کی راہ روکیں اور اسے آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر دھکیل دیں- اس کے بعد ہم اس کے خلاف بڑی کارروائی کریں گے-

پھر معتصم نے ایتاخ کی طرف دیکھا- کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بیٹے! نوفل بن میخائیل کے لشکر کی سرکوئی کے لئے میری نگاہیں صرف تم پر جمتی ہیں- تم اشناس کو اپنے ساتھ لو- جو لشکر عموماً تمہارے اور اشناس کے تحت کام کرتا ہے- اس کے ساتھ کوچ کرو- اور لوزر کو ایسا سبق دو کہ آئندہ وہ ہماری سرحدی بستیوں پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت نہ کرے-

یہ احکامات جاری کرنے کے بعد ابواسحاق معتصم نے اپنے گھوڑے کو ہانک دیا تھا- سام شہر میں داخل ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایتاخ اور اشناس اپنے لشکر کے ساتھ شامی سرحدوں کی طرف کوچ کر گئے تھے- جب کہ عرب جرنیل ابوسعید محمد یوسف اور بغا کبیر بڑی برق رفتاری - بابک خرمی کا رخ کر رہے تھے-

اپنے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور اشناس ابھی سرحدی علاقوں سے دور ہی تھے کہ سامنے کی طر سے ایک بہت بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا- یہ وہ لٹے پٹے مسلمان تھے جو نوفل بن میخائیل کے شا علاقوں کے حکمران لوزر کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے بے گھر ہو کر سامرہ کا رخ کر رہے تھے-

اپنے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور اشناس جب ان کے قریب پہنچے تو لوگ جو انتہائی بدحال حالت میں تھے- جن میں مرد عورتیں- بوڑھے بچے بے بس عورتیں سبھی شامل تھے- ایتاخ

ناس کو دیکھتے ہی واویلا کرنے لگے تھے- لٹے پٹے ان مسلمانوں میں نوفل بن میخائیل کا یہودی سوس سوراب اور اس کے ساتھ کام کرنے والی دونوں خوبصورت یہودی لڑکیاں رداع اور دوما ی شامل تھیں اور وہ ان قافلے والوں میں سب سے آگے آگے تھے-

قافلے کے لوگ جب ایتاخ اور اشناس کو قسطنطنیہ کے جرنیل کی زیادتی اور تباہی و بربادی کی ستان سنا رہے تھے تو اس وقت وہ یہودی جاسوس سوراب، رداع اور دوما کی بھی تعریف کر رہے ے کہ ان تینوں نے مسلمانوں کے قافلے کے اندر جو زخمی مرد اور عورتیں تھیں ان کی بہترین دیکھ ال- کی ایسا لگتا تھا اپنے روپے سے سوراب، رداع اور دوما نے ان قافلے والوں کے اندر جگہ بنالی اور زخمیوں کا علاج کر کے قافلے والوں کے دل انہوں نے جیت لئے ہوں-

جس وقت ایتاخ اور اشناس اپنے گھوڑوں سے اتر کر لوگوں کی شکایات سن رہے تھے- ان ے پیچھے ان کے لشکری بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے- ایسے میں ایک بوڑھا ہجوم کو چیرتا ہوا تاخ کے سامنے آن کھڑا ہوا- کچھ دیر وہ بے وفا لمحوں کے تابوت اور موت و زیست کے دھندلکوں، راب بھری نگاہوں اور عذاب بھرے جیون کی طرح چپ رہ کر ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا پھر پانک وہ گویا سوختہ جان، کہنہ لمحوں اور چپ کی اداس رات کے پنجے سے سرطان زدہ آتشی بگولے ر رگ رگ میں سنسناہٹ پیدا کر دینے والے جلتے لمحوں کے الاؤ بھڑک اٹھے ہوں- اس لئے کہ بوڑھا اچانک آگ کی طرح بھڑک اٹھا تھا- آگے بڑھ کر اس نے ایتاخ کا گریبان پکڑ لیا تھا اور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہنے لگا-

اگر تم مسلمانوں کے نامور جرنیل ایتاخ ہو تو تمہاری تعریف ہم نے بڑی سنی ہے- تم اس ت کہاں تھے جب ہماری سرزمینوں میں حملہ آور معروف کو مجہول کرتے ہوئے مسلمانوں کو خشک وں کے قافلوں کی طرح ہانک رہے تھے- تم اس وقت کہاں تھے- جب دشمن معلوم کو نامعلوم کر رہا ا- جب وہ میٹھی تڑپ کو کرب ناک درد میں تبدیل کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تباہی و بادی کا کھیل کھیل رہا تھا- آہ! آن کی آن، ساعت کی ساعت میں ہم پر آسمان سے آگ برس ئی- بے چین شراروں کی طرح فنا کی تحریریں، قضا کا سیلابی ریلا ہمیں اپنا ہدف بنا گیا-

اگر تم ایتاخ ہو تو تمہارے متعلق میں نے سن رکھا ہے کہ تم ستاروں کی گردش میں کہکشاں کے

طلسم، نزغۂ باطل میں سفیرِ حق کو اور بھوکی ننگی تہذیب میں ڈس لینے والے زہریلے حروف کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آ جاتے ہو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں جب دشمن بپھرے تند دھاروں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے وطن کی ہتھیلی کو خون آلود کر رہا تھا۔ ہماری دھرتی کی اوک میں اندھیرے بھر رہا تھا۔ رشتوں کے اتہاس، روحوں کی پاکیزگی کو داستانوں کے اوراق کی طرح بکھیر رہا تھا، ہمارے دامن تار تار کر رہا تھا۔ اس وقت تم کہاں تھے۔

وہ بوڑھا تھوڑی دیر کے لئے رکا اب اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب زیادہ تھا۔ ایتاخ کا گریبان اس نے چھوڑ دیا اس کی گردن جھک گئی پھر وہ بڑی ناامیدی اور روتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

اس وقت تم کہاں تھے جب دشت امید میں ہماری بیٹیاں سر برہنہ عصمتیں لئے آنسو کی پونجی لٹاتی رہیں اور مدد کے انتظار میں پہروں آسمان کی طرف دیکھتی رہیں۔ تم کشتی کے کیسے ناخدا ہو۔ کہ تم رات کی آنکھوں کے تارے اپنے بوڑھوں، نور کا روشن دھارا اپنی ماؤں، امید کی نئی روشنی جیسے اپنے جوانوں انگبیں اور لعل و بدخشاں جیسی اپنی بیٹیوں، فروزاں اور درخشاں صداقتوں جیسی اپنی بہنوں کی حفاظت نہ کر سکے۔ ظالم! قیامت کے روز خداوند کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

اس بوڑھے کی گردن جھکی رہی تھوڑی دیر لمبے لمبے سانس لیتا رہا پھر پہلے سے بھی زیادہ درد بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

ہائے حیف! وہ ستارے جنہوں نے ہمارے آباء کی جراتمندی دیکھی وہ ہمارے بے بسی مسکرا رہے تھے۔ وہ آسمان جس نے ہمارے آبا کے نکتہ عروج کو دیکھا وہ اداس لمحوں جیسی ہمار کہانیوں کی حالت پر قہقہے لگا رہا تھا۔ تم کیسے سالار ہو سب کی تقدیریں بناتے ہو اپنی منزل کی نہیں۔ تم کیسے سالار ہو اوروں کے لئے خضر راہ بن کر بھولوں کو راستوں کی سمت بتاتے ہو پر کہ راتوں میں اپنے راستوں کی نشاندہی نہیں کرتے۔ کیا تم اپنے آبا کی عظمت کو فراموش کر چکے ہو۔ تم اپنی ملت کے نفس نفس میں رواں دواں خود اعتمادی کی دھوپ چھاؤں کو پس پشت ڈال چکے۔ جس وقت سرحدی مسلمانوں کی حالت پیڑوں کی سہمی شاخوں پر سمٹے سہمے پنکھ پکھیروں جیسی تھی کا اس وقت کوئی تازہ خیالوں کا نمائندہ بن کر ان کی مدد کو آتا۔ کاش ہمارا کوئی سالار اس وقت و ہوتا۔ اور وقت کی دیواروں پر دشمن کے لئے خاک و خون بھری کہانیاں لکھتا۔ کاش نئی رتوں کا

پیغامبر ہماری مدد کو پہنچتا اور ہمارے لئے اداس کی دھند، اونگھتی فضاؤں میں طوفانوں کا ہیجان اور آتشی لمحوں میں پلتا طوفان بن کر دشمن کی قوت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا خاموش ہو گیا۔ اس کی گردن جھکی رہی پھر جب اس نے گردن جھکائے ہی جھکائے۔ الٹے پاؤں پیچھے ہٹنا چاہا تو بے اختیار ایتاخ آگے بڑھا اس بوڑھے کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ایتاخ کی اس حرکت پر بوڑھا بے چارہ موم کی طرح پگھل گیا تھا۔ اور اس کی چھاتی پر سر رکھ کر بچوں کی طرح سسک سسک کر رو پڑا تھا۔

ایتاخ اور اشناس دونوں کی آنکھیں نم ناک ہو چکی تھیں بڑے پیارے انداز میں ایتاخ نے اس بوڑھے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا،

میرے محترم! ہماری سرزمینوں میں ہمارے علاقہ کی نوحہ کرتی مسجدیں، روتی درس گاہیں، ابد کے دریچوں اور ارتقاء کے دائروں سے خون سے لکھی جانے والی داستانیں کھڑی کر دیں گی۔ دشمن عنقریب دیکھے گا کہ وقت کو ساکت کر دینے والی جاگتی بپھرتی موجوں اور آتشی لمحوں میں ڈھلتی وقت کی بے انت راتوں کی طرح ہم ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اور انہیں موت کی ان وادیوں کی طرف دھکیلیں گے جہاں طوفان پلتے ہیں اور سائے بے خواب ہو جاتے ہیں۔ جہاں لاوے ابلتے ہیں اور موسموں کی بے رحمی کا ماتم کرتے ہیں اور جہاں گم شدہ آئینے جاگتی آنکھوں میں صدیوں کی کہانیاں اور انوکھے خونی عکس دکھاتے ہیں۔

میرے محترم! مطمئن رہو۔ جب ہم برق زا اندھے طوفان اور قیامت آشنا عذابوں کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو میرے خداوند نے چاہا تو اس کی حالت ہم پر ی اوڑھے جوان چہروں۔ آندھیوں میں جھلملاتے چراغ، زلزلوں سے شکستہ در و بام اور گرد آلود غموں کی بستی کے میلے دل کے لوگوں سے بھی بدتر کرتے چلے جائیں گے۔

بوڑھا مطمئن ہو کر ایتاخ سے جدا ہوا ہی تھا کہ ایتاخ کے سامنے ایک بچہ آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ پکڑ رکھا تھا۔ جس کی انی پر خون جما ہوا تھا۔ اس بچے کے پیچھے چند عورتیں اور کچھ جوان تھے۔ اس بچے کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ اور اشناس دونوں دنگ رہ گئے تھے۔ اس موقع پر اس بوڑھے نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

امیر ایتاخ! یہ بچہ جو ہاتھ میں نیزہ تھامے آپ کے سامنے آیا ہے اس کے ساتھ ظلم کی انتہا ہوئی ہے- اس کے ہاتھ میں جو نیزہ ہے- جس کی انی پر خون جما ہوا ہے- دشمن کے لشکریوں نے اسی نیزے سے اس کے باپ کا سینہ چھید کر اسے ختم کیا تھا- اس کے پیچھے اس کی ماں اس کے بھائی اور بہنیں کھڑی ہیں-

اس کی حالت دیکھتے ہوئے ایتاخ کی آنکھیں پرنم ہو گئی تھیں- زمین پر وہ بیٹھ گیا تھا- اشناس بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گیا- پھر اس بچے سے ایتاخ نے نیزہ لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

بیٹے! تیرا تعلق اس قوم سے ہے کو کروٹیں لیتے طوفان کی طرح سینے میں تیر کھا کر مسکرانے کی جرات اور ہمت رکھتی ہے-

ایتاخ نے ایک بار پھر بڑے غور سے اس بچے کی طرف دیکھا- اس بے چارے کا سراپا التجا چہرہ ماضی کے کھنڈر جیسا' اس کی دبی دبی زبان خاموش حلقہ شام سی اور زندگی کے لئے کاروانوں کی نشاندہی کرتی بلبلے جیسے آنسو سے بھری اس کی آنکھوں میں دود تک نمی ہی نمی تھی- ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

میرے بیٹے! مطمئن رہ' عنقریب دشمن دیکھے گا کہ ہمارے اعمال جامد نہیں وہ یہ بھی دیکھے گا کہ ان کا طرز زندگی ہمارے ایمان کی ضد ہے- وہ یہ بھی دیکھے گا کہ ہمارا ذوق خود آرائی' شوق سرفروشی احساس کو لفظوں میں سمونے اور سمندر کو قطرے میں ڈبونے کی جسارت اور جرات رکھتا ہے

نیزہ ایتاخ نے ایک طرف رکھ دیا- بچے کو لپٹا کر اس کی پیشانی چومی- ایتاخ کی اس حرکت پر اس بچے کی دلفریب پرنم آنکھیں اندھیری رات کے ستاروں سے زیادہ روشن اور تلخ حقائق کے نگر جیسا اس کا چہرہ نغموں کے برستے ساون جیسا آسودہ سا ہو گیا تھا-

اس بچے کی اس حرکت سے ایتاخ ایک طرح کا تیخ پا ہو گیا تھا- اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے اپنی جگہ پر وہ بھڑک اٹھنے والے لاوے کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اپنے سر کو جھٹکا آنسو کے کئی قطرے اس کی آنکھوں سے زمین پر گر گئے تھے- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اشناس ہی نہیں اس کے پیچھے کھڑے دوسرے سوار بھی پگھل کر رہ گئے تھے- اپنے عمامے کے پلو سے ایتاخ نے اپنی آنکھیں خشک کیں- پھر اپنے سامنے کھڑے ان بے بس مرد اور عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا-

"کعبہ کے رب کی قسم دشمن نے صرف ہماری صدائے پر جمال جیسی نرمی' نرم دست مہربان جیسا ہمارا عمدہ سلوک اور آس و امید کی فصل جیسا ہمارا نایاب اخلاق دیکھا ہے- کاش وہ جانتا کہ ہم اس قوم کے فرزند ہیں جو جنگلوں کی ظلمتوں سے لے کر محلوں کے ضیا خانوں تک پھیلے تمدن کا مزاج بدلنے کا سلیقہ رکھتے ہیں- کاش وہ جانتے کہ سحر کے قحط جنوں اور شر کی ریت رواجوں میں ہم چتاؤں کا نگر اور خون کی برسات بن کر داخل ہونے کا ہنر بھی جانتے ہیں- کاش وہ جانتے کہ ستم کی اندھی کھائیوں اور ظلم کے تاریک اندھے کنوؤں میں ہم خونخوار وحشی سایوں اور دھول اڑاتی آتش گرفتی کی طرح داخل ہونے کی جرات اور ہمت بھی رکھتے ہیں- کاش وہ یہ بھی جانتے کہ جب ہم اپنی تلواریں بے نیام کرتے ہوئے تکبیریں بلند کر کے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو سمندر ہمارے سامنے سمٹ کر دریا' لفظ سمٹ کر حرف' صحرا سمٹ کر ریتلے راستوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں- ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہو کر دشمن نے جگنو اور چمک و چنگاری سے عاری زرد پتیوں کی کہانیوں اور اپنے لئے مقدور کی تشنہ لبی اور سرابوں کی اذیت کو آواز دی ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے ایتاخ رکا پھر اس نے اپنی نگاہ اپنے سامنے کھڑے یہودی طبیب سوراب اور اس کے ساتھ کھڑی لڑکیوں روداغ اور ددمایر ڈالی تھی- پھر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

میں آپ تینوں کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ تینوں نے اس قافلے کے زخمیوں کی دیکھ بھال اور ان کی نگرانی کی اس کے لئے جس قدر بھی آپ تینوں کا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے-

ایتاخ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا- اس لئے کہ سوراب آگے بڑھا اور کہنے لگا-

امیر! ہم نے اپنی قوم' اپنی ملت کے افراد کی خدمت کی ہے اس کے لئے آپ کو ہمارا شکر گزار اور ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے- جس بستی کے ہم رہنے والے ہیں- اس بستی کو دشمن نے جلا کر خاکستر کر دیا ہے- اور اس کے سارے افراد کو تہہ تیغ کر دیا ہے- ہماری خوش قسمتی کہ اس وقت ہم تینوں بستی میں موجود نہیں تھے- لہٰذا بچ گئے- میں اور میری دونوں بیٹیاں بہترین طبیب ہیں اب جب کہ ہم بے گھر ہو چکے ہیں- تو میری آپ سے ایک ہی التماس ہے کہ مجھے اور میری بیٹیوں کو لشکر میں شامل کیا جائے تا کہ ہم جنگ کے دوران زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال

اور نگرانی کر سکیں- اور اس سے بڑھ کر میرے خیال میں قوم و ملت کی خدمت کا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا-

جب تک سوراب بولتا رہا ایتاخ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا- اشناس کی بھی آنکھوں میں اس کے لئے بڑی ممنونیت تھی- جب سوراب خاموش ہوا تو ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

محترم سوراب آپ ان لٹے پٹے لوگوں کے ساتھ سامرہ کی طرف کوچ کر جائیں- میں آپ کے جذبے آپ کے ارادوں کی قدر کرتا ہوں- ہمارا ایک عرب جرنیل جس کا نام عجیف بن عنبسہ ہے ان دنوں دریائے دجلہ کے کنارے ایک مہم میں مصروف ہے- میرے خیال میں وہ بہت جلد اس مہم سے نپٹ کر سامرہ پہنچ جائے گا میرا بھی حوالہ دینا اس لئے کہ جو لشکر اس کے تحت جنگوں میں حصہ لیتا ہے اس میں طبیبوں کی ضرورت ہے- اگر آپ اس کے لشکر میں کام کریں تو یہ میری خوشی' میری خوش نودی کی وجہ ہوگی-

سوراب' رداع اور دوما' تینوں یہی چاہتے تھے سوراب نے ایتاخ کا شکریہ ادا کیا- پھر ایتاخ کے کہنے پر قافلے والے آگے بڑھ گئے تھے ان کے جانے کے بعد اپنے پہلو میں کھڑے اشناس کو ایتاخ نے مخاطب کیا تھا-

اشناس میرے بھائی! ان لٹے پٹے لوگوں کی حالت تم نے دیکھی یہ نا قابل برداشت تھی- لشکر کو حرکت میں لانے سے پہلے میں تمہارے ساتھ ایک معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں فی الفور لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دو ایک حصہ میرے پاس رہے گا- دوسرا تمہارے پاس- دشمن کا لشکر جس کی کمانداری رومنوں کا شامی حاکم لوزر کر رہا ہے وہ ابھی تک سرحدوں پر ہماری بستیوں کی لوٹ مار کر رہا ہو گا یا لوٹ مار میں جو سامان اس کے ہاتھ لگا ہے اس کا جائزہ لے رہا ہو گا- تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سیدھا دشمن کی طرف بڑھو- اس سے ٹکرانے کی کوشش کرو- میں بائیں جانب لمبا کاوا کاٹتا ہوا اناطولیہ کے میدانوں میں سے دشمن کی پشت پر نمودار ہوں گا- ہمارے ساتھ جو ہمارے طلایہ گرد اور نقیب ہیں وہ ہم دونوں کے درمیان پیغام رسانی سے رابطہ رکھیں گے- تم چونکہ مختصر راستے سے سفر کرو گے لہذا تم دشمن کے سامنے جلد پہنچ جاؤ گے لیکن برق رفتاری سے بائیں طرف سے ہوتا ہوا میں اناطولیہ کے میدانوں میں نمودار ہوں گا- مجھے امید ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہی ساتھ دشمن

پشت پر نمودار ہونے کی کوشش کروں گا- اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر دشمن کے ی فرد کو بچ کر بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا-

اشناس میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ دشمن کا جس قدر لشکر اس وقت ہمارے سرحدوں پر ی کھیل کھیل رہا ہے- ان میں سے کوئی بھی فرد جان بچا کر بھاگنے نہ پائے- میں بھی اپنے لشکر کو لید کردوں گا تم بھی اپنے لشکریوں کو سمجھا دینا کہ دشمن کے لشکر کا سردار جو اپنے شامی علاقوں کا حاکم ا ہے اور نام جس کا لوزر ہے کوشش کی جائے کہ اسے زندہ گرفتار کیا جائے- میں اسے گرفتار ر کے اپنے ساتھ سامرہ لے جانا چاہتا ہوں- اس کے ساتھ وہیں جا کے حساب بے باق ہوگا اب ت ضائع نہ کرو- تم فوراً لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ-

اس کے بعد دونوں بڑی تیزی سے حرکت میں آئے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا- وٹے سالاروں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا پھر اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اشناس آگے ھ گیا تھا- جب کہ ایتاخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں طرف سے ہوتا ہوا بڑی برق رفتاری ے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کر رہا تھا-

اشناس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومن جرنیل لوزر کے لشکر کے سامنے جا پہنچا تھا- لوزر نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اس لئے کہ اس کے مقابلے میں اشناس کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی- ہم اشناس نے وہاں خیمے نہیں نصب کئے اپنے لشکر کو ان کے سامنے اس نے پڑاؤ کرنے کا حکم ے دیا تھا-

دن کا باقی حصہ اور پوری رات یونہی گزر گئی- اشناس نے احتیاط کے تحت لشکر کا ایک حصہ فاظت کے طور پر مستعد کر رکھا تھا- اگلے روز فجر کی نماز کے بعد جب طلایہ گردوں نے اشناس کو طلاع دی کہ اناطولیہ کے میدانوں میں ایتاخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کی پشت پر پہنچ چکا ہے- تب فجر کی نماز کے بعد اشناس نے اپنے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا- اس کے بعد وہ صفیں رست کرنے لگا تھا-

لوزر کے لشکری اشناس کا تمسخر ٹھٹھہ اور مذاق اڑا رہے تھے- تاہم اشناس اپنی جگہ مطمئن تھا- زر نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر لی تھیں- پھر دیکھتے ہی دیکھتے اشناس لوزر کے لشکر پر تند

جھونکوں کی یلغار' بادلوں میں گرجتے' تجلیوں میں چمکتے' لشکریوں پر غضب بن کر گرتے موت کے غضب ناک سناٹوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جواب میں لوزر بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ تھمی تھمی رکی رکی فضاؤں میں زمستانی ہواؤں کے جھکڑوں' مہیب سناٹے اور لامحدود خاموشی میں انسانیت کش نظام جیسے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑ تھا۔ دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے تھوڑی دیر بعد اناطولیہ کے میدانوں میں لوزر کی پشت کی طرف سے زہریلی آندھیوں اور عذابوں کی نفی کر دینے والی صداؤں کی طرح پر زور تکبیریں بلند ہوئیں او دیکھتے ہی دیکھتے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ کائنات کی سانسوں کو بوجھل' زندگی کی آنکھوں کو بے بر دل کو لہولہو کر دینے والی خزاں کی پیاس اور شاہراہ حیات کو چوراہوں پر خونی آنسوؤں کی دنیا آباد کر دینے والی آسمان سے برستی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پشت کی جانب سے ایتاخ کے اس زوردار انداز میں حملہ آور ہونے سے لوزر اور اس کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کے رہ گئی تھی۔ وہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک لشکر ا کی پشت پر بھی گھات لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ جنگ کی بھٹی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ لاشوں سے گھاٹیاں بھرنے لگی تھیں۔ آکاش کا دامن لہولہو ہونے لگا تھا۔ بے چین ہواؤں کی سلگتی سانس بوجھل ہونے لگی تھی۔ دل کے رباب چپ' الفاظ کے تار خاموش اور دھرتی کا سینہ خون سے رنگین ہو شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں لوزر اور اس کے لشکری اشناس اور اس کے چھوٹے لشکر کا تمسخر' ٹھٹھہ ا مذاق اڑا رہے تھے وہاں اب ان کی حالت مختلف تھی۔ اشناس تو پہلے ہی زوردار انداز میں سامنے طرف سے حملہ آور ہو رہا تھا۔ اب جو پشت کی طرف سے ایتاخ نے موت کے تحفوں سے نواز آندھیوں' طوفانوں اور مرگ کی ژالہ باری کی طرح حملہ آور ہونا شروع کیا لوزر اور اس کے لشکر موت کو عیاں طور پر اپنے سامنے رقص کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی اس لئے کہ پشت کی جانب سے ایتاخ نے لمحوں کے ان لوزر کی کئی صفوں کو ادھیڑتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ لو کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کی پشت زخمی اور ننگی ہوتی جا رہی ہے اور یہ کہ پشت کی جانب سے حم آور ہونے والا ایتاخ بڑی تیزی سے ان کے لشکر کا قتل عام کئے ہوئے ہے تب ان کے حوصـ

ولولے ماند پڑنے لگے۔ سامنے کی طرف سے اشناس نے بھی اپنے حملوں میں حدت اور زور پیدا کر دیا تھا۔ اس طرح دشمن چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگا تھا۔ لوزر کے لئے یہ صورتحال ناقابل برداشت تھی وہ تو تھوڑی دیر پہلے یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ اشناس کے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر بھگا دے گا اور مسلمانوں کی سرحدوں کے اندر داخل ہو کر مزید بربادی اور تباہی کا کھیل کھیلے گا۔ لیکن یہاں معاملہ الٹ تھا۔ تباہی اور بربادی کے بگولے خود اس کے اپنے سامنے ان کی حیات کا خاتمہ کرنے کے لئے رقص کرنے لگے تھے۔

لوزر نے جب دیکھا اس کا لشکر آدھے سے زیادہ کٹ چکا ہے اور باقی لشکر کی تعداد بھی حملہ آور بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے ہیں تب اس نے دشمن کے دوطرفہ حملوں سے جان چھڑانے کی خاطر بھاگنا چاہا۔

اس کی بدقسمتی کہ سامنے اور پشت کی طرف سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔ سامنے کی طرف سے اشناس نے اور پشت کی جانب سے ایتاخ نے اس کی راہیں مکمل طور پر مسدود کر دی تھیں۔ لہٰذا اس نے دائیں طرف سے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن لوزر کی بدقسمتی کہ ایتاخ نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا اپنے لشکر کے ایک حصے سے دائیں جانب سے حملہ کیا۔ اور جو لوزر کے لشکری بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار کے رکھ دیا تھا اس طرح لوزر کے لشکر کا مزید نقصان ہوا۔

اب لوزر کے لئے صورتحال مزید چونکا دینے والی ہو رہی تھی۔ دائیں جانب کو اپنے لئے مسدود پا کر اس نے بائیں جانب سے بھاگنا چاہا لیکن بائیں جانب اشناس اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ لگتا تھا۔ ایتاخ اور اشناس دونوں نے دشمن کو نہ بھاگنے کا لائحہ عمل پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ جس وقت اشناس نے لوزر کی راہ روکی تھی۔ پشت کی جانب سے ایتاخ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس زور کا حملہ کیا کہ لوزر کے بچے کھچے لشکر کو تہہ تیغ کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لوزر اور اس کے چند سالار زندہ گرفتار کر لئے گئے تھے اور اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جب ایسا ہو چکا تب سب سے پہلے اشناس کے ساتھ مل کر ایتاخ نے اپنے زخمی لشکریوں کی

دیکھ بھال کی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے چھوٹے سالار کو رومن جرنیل لوزر اور اس کے ساتھیوں کو لانے کا حکم دیا۔

ایتاخ کے کہنے پر تھوڑی ہی دیر بعد لوزر اور اس کے ساتھیوں کو ایتاخ اور اشناس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایتاخ تھوڑی دیر تک بڑی قہرمانی، بڑے غصے اور غضبناکی میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔ ایسے ہی جذبات، ایسے ہی احساسات اشناس کے بھی تھے۔ پھر قہر بھرے انداز میں ایتاخ نے انہیں مخاطب کیا۔

تم میں سے جو لوزر ہے وہ چند قدم آگے آ کر کھڑا ہو جائے اس پر ان میں حرکت ہوئی۔ سب کی نگاہیں ایک شخص پر جم گئیں وہی لوزر تھا۔ لوگوں کی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے چند قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایتاخ اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو تم نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوزر ہو؟

لوزر نے منہ سے بولتے ہوئے کوئی جواب نہ دیا۔ اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی ایتاخ عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ لوزر اس کے سامنے سرد رتوں کی پ دھوپ، ویرانیوں سے باتیں کرتے ٹوٹتے پتے، زندگی کی تپتی تہوں اور فنا کی موجوں کے درمیا معلق کسی سراب کی طرح خاموش اور فکرمند کھڑا تھا۔

کچھ دیر تک مکمل خاموشی رہی لوزر کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے کھڑے اس سالار بھی اپنی گردنیں جھکائے کھڑے ہوئے تھے۔ ایتاخ خاموشی سے لوزر کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ اشناس کی نگاہیں لوزر کے پیچھے اس کے سالاروں پر جمی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ وقت کا سکت اور لمبی کالی راتوں میں طوفان کی ہولناک دستک، سمندر کی وحشی آواز اور موت کی بھٹی میں گندھ اور کوئلے کے دھماکے کی طرح ایتاخ پھٹ پڑا تھا۔ اس نے لوزر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا

ہمارے علاقوں میں بے حیائی کی چادر تلے قضا کے اندھیرے، پھانسی کے پھندے محرومی، خوف، بے بسی پھیلاتے ہوئے تم نے یہ نہ سوچا کہ کوئی انتقام پر بھی اترے گا۔ اپنے پا تلے پھولوں کو مسلتے ہوئے۔ فصلوں کو کچلتے، مایوسی کی کہر پھیلاتے ہوئے اور چاروں طرف جیون کی آگ بکھیرتے ہوئے تم نے کبھی یہ نہ سوچا کہ مسلمانوں کے پاسبان کوچہ کوچہ بستی بستی شعلے آتش فشانوں اور ہر کجی درست کر دینے والے طوفانوں کے سایوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوں

تم سے انتقام لیں گے۔

لوزر یاد رکھنا عقابوں کے نشیمن میں گدھ، بھیڑیوں کے بھٹ میں لومڑیاں زیادہ عرصہ قیام ہیں کر سکتے۔ اور یہ کہ باولے کتے زیادہ دیر تک اپنی من مانی بھی نہیں کر سکتے۔ ہم لوگ زندگی ت کے کھیل سے آشنا ہیں تم اور تمہارا شہنشاہ ہمارے ارادوں کو، ہماری آرزوؤں کو مضمحل کرنا ہتے ہو پر اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھنا مجبور آہیں، مجبور آنسو ہوتے ہیں۔ ہم قتل گاہوں کی ریکیوں میں جرات مندوں کے چمکتے اجالوں، دکھ کے کہساروں میں سکھ کے بہتے چشموں کی داؤں، ظلم کے کالے پانیوں، دکھ کی پیلی رتوں اور مایوسی کے بے انت صحراؤں کے اندر بھی ضا میں موت کی طرح اٹھ کھڑے ہونے والے لوگ ہیں۔ تم نے کیا سوچ کر ہمارے علاقوں میں گزیدگی کا زہر اور منافرت کی ہولناک آگ پھیلائی۔ کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ تمہارا پالا ن مسلمانوں سے پڑے گا جو موت سے پیار اور زندگی سے بےزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ جو شورو غا کی گردش میں کھولتی آتش کا رقص بن کر نمودار ہونے کا ہنر جانتے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہ سوچا تھا ہ غاروں کی محبوس تیرگی اور تمہارے گناہوں کے اندھیروں میں مسلمان وقت کی بدترین ندھیوں کا غبار اور بے روک آندھی اور بے تحاشہ قوت بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ہم فولاد کا دل رکھنے والے لوگ اپنی قوم کی داستانوں کے بکھرے اوراق جمع کرنے کی ہمت ر جرات بھی رکھتے ہیں۔ تمہاری طرف آتے ہوئے میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر تو زمین کی تہوں ں بھی چلا گیا تو میں تجھے ڈھونڈ نکال کر تیرا سر ضرور قلم کروں گا۔ اب دیکھ تو میرے سامنے اس رح کھڑا ہے جیسے شاہراہ حیات کے چوراہے پر ٹوٹی پھوٹی حسرتیں اپنی پوری بے بسی کا لبادہ اوڑھ ر کھڑی ہوتی ہیں۔ پر تیری اس حالت پر میں رحم تو نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ تیرے اعمال کو دیکھتے وئے تیرا روز حساب تیرے سر پر منڈلا رہا ہے۔ ایتاخ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

تو نے ابھی تک میری گفتگو، میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ بول مسلمانوں پر تو نے یہ جبر ور ظلم کیوں کیا۔

لوزر جب منہ سے کچھ نہ بولا تب ایتاخ کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ آگے بڑھا، اس کا تھ اٹھا پھر ایسا زوردار طمانچہ اس نے لوزر کے منہ پر مارا کہ لوزر پلٹیاں کھاتا ہوا دور گرا تھا۔

دھاڑتی آواز میں ایتاخ پھر بول پڑا تھا-

اب تو میرے سامنے سردیوں کی دھندلی صبح اور عمر رفتہ کے کہنہ طاق میں گردش ایام کی بو تحریروں کی طرح چپ اور خاموش کیوں ہے-- جس وقت تو ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا وقت تو تو ظلم و ستم کو کوہ گراں بن کر مسلمانوں کا قتل عام کرتا رہا ہوگا- اب تو کہر کی گمبھیر تہوں کی ط چپ کیوں ہے- یاد رکھنا جو لوگ تیرے ظلم' تیری نفرت کا شکار ہوئے راستے میں ان سے' ملاقات ہو چکی ہے- وہ اپنی جھولی میں تیری طرف سے دی گئی نفرت بھری تحریریں' بے تعبیر اند خواب اور اپنے دامن میں کھلی بے آبرو لاشوں کی داستانیں' خود غرضی اور سفا کی بھری روداد یر ہوئے تھے اور میں نے ان سب کا یہاں تم سے انتقام لینا ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری ہوئے کہہ رہا تھا-

لوزور! تمہاری طرف آتے ہوئے- اپنی بھیگی پلکوں کے ساتھ دل ہی دل میں میں نے خداوند قدوس سے دعا مانگی تھی کہ اگر میرے اللہ نے مجھے توفیق دی میری حمایت و میری نصرت میں تجھے زندہ گرفتار کر کے اپنے ہاتھوں سے تیرا سر قلم کروں گا تو دیکھ میرے خداوند نے آ میں ڈوبی ہوئی میری دعاؤں کو قبولیت بخشی اور اب تو اور تیرے سارے چھوٹے سالار بے حالت میں میرے سامنے کھڑے ہوئے ہو- تو چونکہ چپ ہے- میری کسی بات کا جواب نہیں لہذا تیری چپ ہی تیرا سب سے بڑا مجرم ہونے کا ثبوت ہے- اس کے ساتھ ہی ایک جھ ساتھ ایتاخ نے اپنی تلوار بے نیام کی اسے بلند کر کے گرایا اور ایک ہی جھٹکے میں اس نے گردن کاٹ کے رکھ دی تھی- لوزر کا خاتمہ کرنے کے بعد ایتاخ کے کہنے پر چھوٹے سالا میں آئے اور لوزر کے جو ساتھی سردار گرفتار کئے گئے تھے ان کا بھی خاتمہ کر دیا گیا تھا- ا نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوزر کے تحت جو لشکر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا- کے سارے افراد کا خاتمہ کر دیا گیا تھا- احتیاط کے طور پر ایتاخ نے اپنے لشکر کے ساتھ سر پڑاؤ کر لیا تھا تا کہ لوزر اور اس کے لشکریوں کے قتل کے باعث قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن کی طرف سے کسی ردعمل کا اظہار کیا جائے تو اس کی بیخ کنی کی جا سکے-

دوسرے پہلو میں عرب جرنیل عجیف بن عنبسہ دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے ان ٹوں کی طرف بڑھا جنہیں کبھی اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے وہاں آباد کیا تھا اور ہندوستان ے ان جاٹوں کو وہاں کے مقامی عرب زط کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے-

قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے مالی امداد اور شہہ ملنے پر دریائے دجلہ ے کنارے آباد یہ ہندوستانی جاٹ اپنی کمین گاہوں سے نکلے چاروں طرف ٹڈی دل کے لشکر کی رح پھیل گئے- بغاوت اور سرکشی کا بازار انہوں نے گرم کر دیا تھا- سنسان ویرانوں میں وہ رسوائی ر مجبوری کی دلدل' شدید ہوس اور وحشت میں سرپھری آوارہ خواہش کے کھنڈروں اور بل کھاتے ھیروں کے جبر میں خونی طوفانوں اور زہریلے لمحوں کی طرح آس پاس اور دور و نزدیک کی تیوں میں پھیل گئے تھے- ڈاکہ زنی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا ایک کھیل انہوں نے شروع کر یا تھا- جس طرف بھی وہ رخ کرتے اذیت خانوں کی مکروہ چیخیں اپنے پیچھے چھوڑتے چلے جاتے ے- جس بستی جس قصبے کا بھی وہ رخ کرتے وہاں کے مکینوں کی ایسی حالت کرتے جیسے خوابوں سا ڈوبے گہری نیند کے اندر ایک ابدی للکار اٹھ کھڑی ہوئی ہو-

ان جاٹوں کو جو دور دور تک چاروں طرف پھیل گئے تھے ایک جگہ جمع کر کے ان کی سرکوبی کرنا وئی آسان کام نہ تھا- عرب جرنیل عجیف بن عنبسہ اذیت کی بھٹیوں سے سرخ تمتماتی لہروں اور ئے دور کے آدرش سجاتے ان گنت بگولوں کی یلغار کی طرح ان جاٹوں کے خلاف حرکت میں آیا ا- چاروں طرف بڑی تیزی اور برق رفتاری سے حرکت کرتے ہوئے اس نے بکھرے پھیلے ٹوں کو دریائے دجلہ کے کنارے جمع ہو کر مقابلہ کرنے پر مجبور کرنا شروع کر دیا تھا- کبھی مشرق'

کبھی مغرب کبھی شمال اور کبھی جنوب میں عجیف بن عنبسہ آنکھوں میں ان گنت کرب اور ع بھرے عذابوں کی بارش کی طرح ان جاٹوں کو اپنے آگے ہنکاتا رہتا- کبھی کبھی اکٹھے اور مسلح ہو جاٹ موسموں کے پیکر چاک کر دینے والے طوفان' یادوں کے سڑے سوکھے لمحوں کی طرح ا حملہ آور بھی ہوتے لیکن ہر بار جوابی کارروائی کرتے ہوئے جب عجیف بن عنبسہ نے ان کی ح ریت پر لکھے بے معنی حروف' اندھوں کی بستی میں پھرتے سایوں آنکھوں میں لاوارثی کے درد ا کے معبد میں درد کی بے صدا گونجوں جیسی کرنا شروع کر دی- تب وہ جاٹ عجیف بن عنبسہ کے آگے اس طرح بھاگنے لگے جیسے کسی بے رحم اور ترس نہ کھانے والے گڈریے کے سامنے ا ریوڑ کے جانور بھاگتے ہیں- جاٹ سمجھ گئے تھے کہ اگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے گروہ صورت میں عجیف بن عنبسہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو عجیف بن عنبسہ لمحوں کے اندر حالت صحرا کے اندر بلبلاتے آوارہ جھونکوں' اور ان کی تجسیم کے ریشے ریشے میں گوندھا ہوا کر کے رکھ دے گا- لہذا وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے ٹھکانوں میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے-

جب سارے جاٹ اکٹھے ہو گئے تب انہوں نے عجیف بن عنبسہ پر حملہ آور ہونے کی ک کی- لیکن ان کی یلغار سے پہلے ہی عجیف بن عنبسہ نے حملہ آور ہوتے ہوئے ان پر ایسی ضر کہ جاٹوں کو اپنے سامنے بے بس اور مجبور کر کے رکھ دیا-

جاٹوں نے عجیف بن عنبسہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ان سب کو گرفتار کر بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے عجیف بن عنبسہ دریائے دجلہ کے کنارے کنارے جنوب بڑھنے لگا تھا- مورخین کہتے ہیں کہ ان جاٹوں کی تعداد جن میں مرد' عورتیں اور بچے بھی شا سترہ ہزار کے قریب تھی اور ان میں سے بارہ ہزار بہترین جنگجو جوان تھے-

شماسہ کے مقام پر ہندوستان کے ان سارے جاٹوں کو امیر المومنین ابو اسحاق مع سامنے پیش کیا گیا- جاٹوں کے سرکردہ لوگوں نے معتصم سے اپنے رویے کی معافی مانگی کے لئے وفادار رہنے کا عہد کیا- ساتھ ہی انہوں نے امیر المومنین معتصم سے یہ بھی گذا انہیں رومنوں کی سرحد پر آباد کر دیا جائے تاکہ آئے دن رومن جو مسلمان کے علاقوں ہوتے ہیں ہم ان کی روک تھام کریں گے-

معتصم کو ان جاٹوں کی یہ تجویز پسند آئی لہذا اس نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں شا

پر آباد کرنے کا حکم دے دیا گیا- اس طرح ان جاٹوں کو معاف کرنے کے بعد ارض شام کی سرحدوں پر آباد کر دیا گیا تھا-

ابو اسحاق معتصم نے اپنے تیسرے جرنیل ابو سعید محمد بن یوسف کو بابک خرمی کی طرف روانہ کیا تھا- بابک خرمی خود مقابلہ پر نہ آیا اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ عصمت کو ابو سعید محمد یوسف کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا- اس سے پہلے بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت' اور اس کے دو بڑے سالار اذین اور طرہ خان مسلمانوں کے کئی دیہاتوں' قصبوں اور قلعوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کر چکے تھے-

عرب جرنیل ابن یوسف جب اردبیل سے کچھ آگے گیا تب بابک خرمی کے تینوں جرنیل عصمت' اذین اور طرہ خان اس کی راہ روک کھڑے ہوئے- ان کے اس فعل' اس عمل نے ابن یوسف کو پریشان نہیں کیا- اس لئے کہ ابن یوسف کے طلایہ گرد اور اس کے مخبر عصمت' اذین اور طرہ خان کی نقل و حرکت کے متعلق اسے آگاہ کرتے رہے تھے- راہ روکنے کے ساتھ ہی عصمت' اذین اور طرہ خان خوف سے جالے بنتی' پانی میں چھپی برق تپاں' شام کی پرچھائیوں میں چہروں کا رنگ خاک کرتی کذب و کرب کے خونی زیر و بم کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

ابن یوسف نے پہلے مرحلے میں بابک خرمی کے ان تینوں سالاروں کے خوفناک حملے کو روکا- اس کے ساتھ وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ نگاہوں میں سراب کھڑے کرتے موت و زیست کے دھندلکوں کی طرح حرکت میں آیا- جلتے بجھتے لمحوں کے الاؤ میں سانسوں میں سسکتی خلش اور ذہن میں موت کے لمس کا آزار بھر دینے والے چھلکتے سورج کی تپش کی طرح وہ بھی دشمن پر حملہ آور ہو گیا تھا- ابن سعید کے لشکری جنگجو رعد و برق کی طوفانی ہوس اور سر پر موت بن کر کھیل جانے والی برق کی طرح بابک خرمی کے سالاروں اور ان کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گئے تھے- اردبیل کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں ہولناک رن پڑ گیا تھا-

بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور اس کے دونوں سالاروں اذین اور طرہ خان کا خیال تھا کہ ان کے مقابلہ میں اکیلا عرب جرنیل محمد بن یوسف ہے اور وہ اسے آسانی سے شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیں گے- لیکن محمد بن سعید ان تینوں سالاروں پر بھاری ہوا- تھوڑی دیر کی مزید

جنگ کے بعد بابک خرمی کے سالاروں اور ان کے لشکریوں کی حالت بھیگی پلکوں کی تحریروں، دشت کے خارزاروں اور محرومیوں کی دلدلوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ محمد بن سعید کے ہاتھوں بدترین شکست کھا کر آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر بابک خرمی کا مسکن تھا جہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتا تھا۔

ان کوہستانی سلسل کے اندر محمد بن سعید نے عصمت، اذین اور طرہ خان کا تعاقب نہیں کیا اس لئے کہ وہ کوہستانی سلسلہ بابک خرمی کے قلعے کا کام دیتا تھا۔ جگہ جگہ اس کے لشکر متعین تھے لہٰذا محمد بن سعید نے انہیں شکست دینے پر ہی اکتفا کیا اور اردبیل کے اطراف میں بابک خرمی کے لشکریوں نے حملہ آور ہو کر جو قلعے اور بستیاں تباہ و برباد کر دی تھیں امیر المومنین معتصم کے حکم پر محمد بن سعید نے ان بستیوں کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ قلعوں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا تھا۔

نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ میں اپنے قصر میں اپنے عمائدین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے حاجب نے اس کے سامنے کچھ مخبروں کو پیش کیا جو ارض شام کی طرف سے آئے تھے۔ نوفل کچھ دیر بڑے غور سے انہیں دیکھتا رہا اس لئے کہ ان کے چہروں پر پریشانیاں اور آنکھوں کے اندر اداسیاں رقص کر رہی تھیں۔ پھر نوفل بن میخائیل نے ان سب کو مخاطب کیا۔

تم چپ کیوں ہو؟ تمہاری حالت بتاتی ہے کہ تم میرے لئے کچھ اچھی خبر لے کے نہیں آئے۔ تفصیل سے بتاؤ کہ ہمارے شامی حاکم لوزر نے جو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کیا تھا۔ اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے اس استفسار پر قصر میں آنے والے ان مخبروں میں سے ایک بول پڑا۔

مالک! ہم چند انتہائی بری خبریں لے کے آئے ہیں۔ ہمارے شامی حاکم لوزر نے مسلمانوں کے علاقوں میں خوب یلغار کی تھی اور ان کا خوب نقصان کیا تھا۔ لیکن جلد ہی مسلمانوں نے اپنے جرنیل ایتاخ کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اس نے ایتاخ کے ہاتھوں شامی لشکر کی تباہی و بربادی، سارے لشکر کے قتل ہونے اور لوزر کے ایتاخ کے ہاتھوں مارے جانے کے علاوہ ہندوستان کے جاٹوں کو شامی سرحد پر بسانے کی ساری تفصیل سنا ڈالی تھی۔

مخبر جب خاموش ہو گیا تو تھوڑی دیر نوفل بن میخائیل سر جھکائے گہری سوچوں میں غرق رہا۔ اس کے چہرے پر غصے، آنکھوں میں دور دور تک ناپسندیدگی کی لہریں موجزن تھیں۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم جاؤ اور پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ جاؤ۔

وہ مخبر جب نکل گئے۔ تو نوفل بن میخائیل نے اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹر جوہن کی طرف دیکھا۔ اور کسی قدر دکھ بھرے دلی جذبات میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

پیٹر جو خبریں یہ قاصد لے کر آئے ہیں یہ یقیناً ہمارے لئے انتہا درجہ کی حوصلہ شکن ہیں؟ سارا شامی لشکر بھی کام آ چکا ہے اور مسلمانوں کے جرنیل ایتاخ نے ہمارے شامی حاکم لوزر کو بھی کر دیا ہے۔

ہمیں سب سے پہلے جو کام کرنا ہے وہ یہ کہ شامی علاقوں کا ایک نیا حاکم مقرر کیا جائے یہ سے تربیت یافتہ لشکر بھیجا جائے جو شامی سرحدوں کی حفاظت کر سکے اور ارض شام میں پہنچنے کے وہاں مزید رضا کار بھرتی کرے ان کو بہترین جنگی تربیت دے اور انہیں خاصا معاوضہ بھی دے طرح پہلے کی نسبت دوگنا لشکر تیار کیا جائے اس کے بعد جو شام میں ہمارے لشکر کی تباہی ہوئی اس کا انتقام لیا جا سکے۔

نوفل بن میخائیل رکا کچھ سوچا اور پھر دوبارہ وہ پیٹرک جوہن کو مخاطب کرتے ہوئے تھا۔

پیٹرک دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ مسلمانوں کے جرنیل نے چونکہ ہمارے شامی حاکم لوزر کو کیا ہے لہذا ایتاخ کا قتل ہم پر واجب ہو چکا ہے۔ ایتاخ کے سر کی قیمت سو سنہری اونٹ لگا دو۔ اسے قتل کرے گا۔ سو سنہری اونٹوں کا مالک ہو گا۔

اس موقعہ پر پیٹرک جوہن نے نوفل بن میخائیل کی بات کاٹی اور کہنے لگا۔

آپ نے جو پہلا حکم صادر کیا ہے۔ وہ بڑا مناسب ہے شام کا نیا حاکم مقرر کیا جانا ایک لشکر یہاں سے بھیجا جانا چاہیے یہ حاکم ارض شام پہنچ کر نئے لشکری بھرتی کرے ان کی تربیت کا کام سرانجام دے۔

لیکن جس طرح آپ مسلمانوں کے سالار ایتاخ کے سر کی قیمت سو سنہری اونٹ ہیں۔ اس طرح ہمارا کام نہیں بنے گا۔ کوئی بھی مسلمانوں کی سلطنت میں داخل ہو کر ایتاخ ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا اس لئے کہ میں نے سن رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کا بڑا نایاب اور مسلمانوں کا امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کوئی بھی کام اس کے مشورے کے بغیر نہیں

اس کی حفاظت کا بھی خوب اہتمام ہو گا۔

پیٹرک رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

مالک! جو بات میرے ذہن میں آتی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ارض شام کا نیا حاکم مقرر کیا جائے۔ وہاں وہ نئے لشکری بھی بھرتی کرے جب ہم یہ دیکھیں کہ ارض شام کی حفاظت کے لئے ایک مناسب اور خاصا لشکر تیار ہو گیا ہے تب سب سے پہلے مسلمانوں نے ہندوستان کے جو جاٹ ہماری سرحدوں پر آباد کئے ہیں اچانک ان پر حملہ کر کے ان سب کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں دور دور تک تباہی بربادی کا کھیل کھیلا جائے۔

اس تباہی اور بربادی کے جواب میں یقیناً مسلمانوں کا امیر المومنین ایک لشکر ہماری سرکوبی کے لئے بھجوائے گا اور مجھے امید ہے کہ اس لشکر کا سالار ایتاخ ہی ہو گا۔

جب ایسا ہوتا ہے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ٹکرانے کے لئے صف آراء ہوتے ہیں تو ہمارا کوئی سورما' کوئی نایاب تیغ زن میدان میں نکل کر ایتاخ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے اور اس مقابلے کے دوران ایتاخ کا سر قلم کر دے۔ ایتاخ کا خاتمہ اس طرح کرنا ہمارے لئے آسان اور سہل ہے۔

پیٹرک کی یہ تجویز سن کر نوفل بن میخائیل خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر مسکراتا رہا سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ پیٹرک کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

پیٹرک میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہ ایک بہترین تجویز ہے اور اس طرح مسلمانوں کے سالار ایتاخ کا آسانی سے خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ ہر اس سلسلے میں دو معاملے اور اٹھتے ہیں۔

پہلا یہ کہ ارض شام کا حاکم کس کو مقرر کیا جائے اور یہ کہ وہ کون سا تیغ زن اور سورما ہو گا جو مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا کیا تمہارے ذہن میں کسی کا نام آتا ہے۔

پیٹرک جوہن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرا خیال ہے کہ ارض شام کا حاکم اپنے جرنیل طوالک کو مقرر کر دیا جائے۔ ان دنوں وہ

فرزون کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ بڑا دلیر، جوانمرد، تیغ زن اور تیغ کا دھنی ہے۔

جہاں تک ایتاخ سے انفرادی مقابلے کا تعلق ہے تو میرے ذہن میں ایک ایسا نایاب تیغ زن ہے جس کا مقابلہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان دنوں وہ ہمارے لشکریوں کی تربیت کا کام سرانجام دیتا ہے۔ نام اس کا زرمان ہے۔ میرے خیال میں آپ بھی اسے جانتے ہیں۔

نوفل بن میخائیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ جہاں شام کے حاکم کی حیثیت سے طولک مناسب ہے وہاں صرف زرمان ہی تیغ زنی میں مسلمانوں کے سالار ایتاخ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ آخری فیصلہ ہے۔

نوفل رکا دم لیا پھر وہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

پیٹرک! اب یہ دونوں کام تم نے ہی سرانجام دینے ہیں۔ شام کے نئے حاکم طولک کو ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ کر دو۔ تربیت گاہ میں کام کرنے والے تیغ زن زرمان کو بتا دو کہ اس نے ایتاخ سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور اس کے لئے ابھی سے اپنی تیاری شروع کر دے۔ اگر ہم یہ دونوں کام یعنی سرحدوں پر مسلمانوں نے جو ہندوستان کے جاٹ آباد کئے ہیں ان کا خاتمہ کرنے، زرمان کے ہاتھوں ایتاخ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو یہ مسلمانوں کے خلاف ہماری بہترین کامیابی ہوگی اس سے پہلے جو ہمیں ان کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ ایک طرح سے اس شکست کا انتقام بھی ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی نوفل اٹھ کھڑا ہوا اور وہ مجلس اس نے برخواست کر دی تھی۔

ایتاخ کے ہاتھوں قتل ہونے والے رومنوں کے اس شامی حاکم لوزر کے حملوں کے باعث جو مسلمان بے گھر ہوئے تھے انہیں سامرہ شہر میں آباد کر دیا گیا تھا۔ ان میں قسطنطنیہ کا یہودی جو بہترین طبیب تھا اور نام جس کا سوراب تھا وہ بھی شامل تھا۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کے لئے آنے والی دونوں خوب صورت یہودی لڑکیاں دوما، رداع بھی شامل تھیں۔ سوراب نے ان دونوں کو چونکہ اپنی بیٹیاں ظاہر کیا تھا۔ لہٰذا ان دونوں کو بھی سامرہ شہر میں ایک رہائش مل گئی تھی۔ اور سامرہ میں رہائش کرنے کے بعد ان تینوں نے اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی۔

ایک روز سوراب مسکراتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا اس کی حالت دیکھتے ہوئے دوما اور رداع تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ ان دونوں کو وہ دیوان خانے میں لے گیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب دوما نے اسے مخاطب کیا۔

سوراب! میرے محترم آج آپ خلاف معمول گھر میں زیادہ مطمئن اور خوش کن حالت میں داخل ہوئے ہیں کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔

سوراب کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری۔ دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

دوما اور رُداع! گو تم دونوں کا میرے ساتھ کوئی رشتہ نہیں لیکن چونکہ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں اس کام میں تم دونوں کو میری بیٹیاں ظاہر کیا گیا ہے اور اب میں واقعی تم دونوں کو اپنی حقیقی بیٹیاں ہی تصور کرنے لگا ہوں تو میری بچیو! بات کچھ یوں ہے۔ ہم اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ جو بات میری خوشی کا باعث ہے وہ کچھ یوں ہے کہ

میں آج عرب سالار عجیف بن عنبسہ سے ملا اس وقت کچھ اور بھی سالار وہاں بیٹھے تھے۔ عجیف نے مجھے اور تم دونوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے یہ ہمارے لئے پہلی خوشی ہے۔

اس کے علاوہ عجیف بن عنبسہ اور اس کے جو قریبی ساتھی ہیں ان کی گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہ بڑے سالار حیدر بن کاؤس یعنی افشین کے سخت خلاف ہیں۔ مسلمانوں کا امیر المومنین معتصم چونکہ آنکھیں بند کر کے افشین کی ہر بات مانتا ہے۔ لہٰذا عجیف بن عنبسہ معتصم کو بھی ناپسند کرتا ہے۔ عجیف بن عنبسہ، حیدر بن کاؤس کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ انتہا درجہ کی نفرت بھی کرتا ہے۔ عجیف بن عنبسہ کی باتوں سے میں نے یہ اندازہ بھی لگایا ہے کہ معتصم کی بجائے وہ معتصم کے بھتیجے عباس بن مامون کو پسند کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ معتصم کی جگہ عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا امیر المومنین بنایا جائے۔ یہ انکشاف میری خوشی کا دوسرا باعث ہے۔

میری دونوں بیٹیو! اب ہم نے جس منزل کے لئے کام کرنا ہے وہ یہ کہ عجیف بن عنبسہ اور عباس بن مامون دونوں کے تعلقات مزید بہتر بنائے جائیں دونوں کو معتصم اور حیدر بن کاؤس کے،

خلاف بھڑکا یا جائے اس طرح دو نتائج ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ عجیف بن عنبسہ اور عباس بن مامون الرشید کامیاب ہوسکتے ہیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں معتصم اور حیدر بن کاؤس دونوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور عباس بن مامون الرشید مسلمانوں کا امیر المومنین ہو جائے گا۔ اور وہ افشین کی جگہ عجیف بن عنبسہ کو اپنے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کردے گا۔ جب ایسا ہو جائے گا۔ عجیف بن عنبسہ سے ہم بہت سے کام نکلوا سکیں گے۔

دوسرا نتیجہ یہ بھی سامنے آسکتا ہے کہ معتصم اور افشین دونوں مل کر عجیف بن عنبسہ اور عباس بن مامون الرشید کا خاتمہ کردیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے۔ تب بھی مسلمانوں کی حکومت اور ان کے لشکر میں ایک طرح سے افراتفری پھیلے گی۔ بہت سے سالار اور لشکری معتصم اور افشین سے بدظن ہوں گے۔ اور ان سرزمینوں میں ہمارے آنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

اب ہم تینوں عجیف بن عنبسہ کے لشکر میں کام کریں گے ساتھ ہی ساتھ اپنی سازشوں کا جال بھی پھیلاتے چلے جائیں گے۔ ہم نے اب یہ کوشش کرنی ہے کہ عجیف بن عنبسہ کے ذہن میں یہ بات ڈالیں کہ وہ عباس بن مامون الرشید سے کہے کہ وہ معتصم کے خلاف بغاوت کردے اور خود امیر المومنین بننے کی کوشش کرے۔

ان دو وجوہات کے علاوہ میری خوشی کی ایک تیسری وجہ بھی ہے۔ اور وہ وجہ جو ہے اس سے ہم مالی فوائد بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

میری دونوں بیٹیو! نوفل بن میخائیل نے جب شادی کرنا چاہی تو اس نے اپنی سلطنت میں سے دو انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا ایک ایکاسیہ دوسری تھیوڈورا تھی۔ ایکاسیہ تھیوڈورا سے بھی زیادہ حسین تھی۔ نوفل بن میخائیل اسی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن دوران گفتگو ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل کی چند باتیں ناپسند ہوئیں لہٰذا اس نے اس سے شادی سے انکار کردیا۔ روپوش ہوگئی مجبوراً نوفل نے تھیوڈورا سے شادی کرلی لیکن نوفل بن میخائیل ایکاسیہ کو پسند کرنے لگا تھا اور ہر صورت میں اسے بھی اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ ایکاسیہ اپنی ماں قسطونہ کے ساتھ بھاگ گئی۔

آج ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ کو سامرہ شہر میں دیکھتے ہوئے میری حیرت اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

یہاں تک کہتے کہتے یہودی طبیب سوراب کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ رداع عجیب سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑی۔

محترم سوراب! ایکاسیہ کو ہم دونوں نے دیکھا تو نہیں ہوا۔ لیکن اس کی خوبصورتی اس کے حسن اس کی جوانی اور اس کے پرکشش شباب کے چرچے ضرور قسطنطنیہ میں ہم نے سن رکھے ہیں۔ جو بات پریشان کن ہے وہ یہ کہ ایکاسیہ اور قسطونہ دونوں ماں بیٹی یہاں کیسے پہنچ گئیں۔

سوراب نے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہ کیسے یہاں پہنچیں ہمیں اس سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ بس ہمارے لئے یہی انکشاف کافی ہے کہ ایکاسیہ اور قسطونہ دونوں یہاں پہنچ چکی ہیں میں دونوں سے مل چکا ہوں۔ وہ دونوں ماں بیٹی پہلے سے میری جاننے والی ہیں۔ مجھے یہاں دیکھ کر خوش ہوئیں۔ انہیں میرے اہل خانہ کا تو علم نہیں ہے۔ میں نے انہیں بتایا ہے کہ میرے نوفل بن میخائیل سے کچھ اختلافات ہوگئے تھے اور یہ اختلافات اس بناء پر ہوئے کہ میخائیل زبردستی مجھے طبیب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ نوفل بن میخائیل نے میرے ساتھ زبردستی کرنا چاہی جس پر میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ بھاگ کر سرحدی قصبے میں جو مسلمانوں کے علاقے میں تھا آباد ہوگیا۔ اور یہاں میں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان دونوں نے میری ان باتوں کو سچ جانا ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگی ہیں کہ میں واقعی ایک صاف ستھرا مسلمان ہوں۔ ان دونوں ماں بیٹی نے تم سے بھی ملنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے تم دونوں تیار ہو جاؤ میں ابھی تم دونوں کو لے کر ان دونوں ماں بیٹی کی طرف جاؤں گا۔ ان سے ہم بہت فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

سوراب کے خاموش ہونے پر دوما بول پڑی۔

محترم! ہم ان سے کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

سوراب مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

دیکھو! جو لائحہ عمل ہم نے تیار کرنا ہے وہ میں پہلے تمہیں بتا دیتا ہوں تم دونوں گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی ہو۔ تم دونوں ایکاسیہ کو اپنے ساتھ مانوس کرلینا۔ اور اسے ترغیب دینا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ گھڑ سواری کیا کرے۔ جب اس کا ہم پر اعتماد اور بھروسہ ہو جائے گا تو

پھر ہم اس کے خلاف حرکت میں آئیں گے یہ کہ اس کی یہاں موجودگی کی اطلاع نوفل بن میخائیل کو دیں گے اس کو کہیں گے کہ اپنے کچھ مسلح جوان خفیہ طریقہ سے سامرہ کی طرف بھجوائے۔شام کے وقت گھڑ دوڑ کے لئے ہم ایکاسیہ کو دریائے دجلہ کے کنارے لے جائیں گے اور نوفل بن میخائیل کے بھیجے ہوئے آدمی دریائے دجلہ کے کنارے سے ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو یاد رکھنا نوفل بن میخائیل ہم تینوں کو مالا مال کر کے رکھ دے گا۔بولو! کیسی تجویز ہے۔

دوما اور رداع دونوں نے سوراب کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر سوراب نے دوبارہ انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

عزیز بیٹیو! تمہاری اطلاع کے لئے اور خبر بھی ہے۔اور وہ یہ کہ مسلمان کے سالار ایتاخ نے حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ہمارے شامی حاکم لوزر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا بلکہ ارض شام میں ہمارے لشکر کا بھی مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تھا۔کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ لوٹ آیا ہے۔نوفل بن میخائیل نے ارض شام میں ایک شخص طولک کو نیا شامی حا مقرر کیا ہے۔ساتھ ہی اسے یہ بھی اطلاع مل چکی ہے کہ لوزر کو ایتاخ نے اپنے ہاتھوں سے قتل تھا۔لہذا ایتاخ کا سر کاٹنے کے لئے اس نے سو اونٹوں کا انعام رکھا ہے۔اور سپہ سالار اعلیٰ پیٹر ک جوہن کے کہنے پر ایک بہترین تیغ زن زرمان کو منتخب کیا ہے جو آنے والے دنوں میں ایتاخ انفرادی مقابلے کی دعوت دے کر اس کا سر کاٹنے کی کوشش کرے گا۔میری بیٹیو! یہ ساری اطلاعا مجھے ان طلایہ گردوں، ان نقیبوں نے بتائی ہیں جن کے ذریعے ہمارا نوفل بن میخائیل سے رابطہ ر ہے۔اب تم دونوں بہنیں تیار ہو جاؤ تا کہ میں تم دونوں کو ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ کے پاس لے چلوں۔

رداع اور دوما دونوں تیار ہو گئیں پھر سوراب انہیں لے کر نکلا۔سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن کی حویلی کے اس حصے پر دستک دی جس حصے میں قسطونہ اور ایکاسیہ کی رہائش تھی۔دروازہ ایکاسیہ نے کھولا تھا اور اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر سوراب کو دیکھتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے کہنے میں آپ کو آپ کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ خوش آمدید کہتی ہوں۔اتنی دیر تک ایکاسیہ کی ماں قسط بھی وہاں آن کھڑی ہوئی تھی۔وہاں کھڑے ہی کھڑے سوراب نے ان سب کا آپس میں تعار

کرایا پھر قسطونہ اور ایکاسیہ انہیں لے کر اپنی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف ہو لی تھیں۔

جب پانچوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز ایکاسیہ کی ماں قسطونہ نے کیا کہنے لگی۔

مجھے آپ تینوں کو دیکھ کر بے حد خوشی اور اطمینان ہوا ہے کہ آپ تینوں باپ بیٹی بخیریت یہاں پہنچ گئے ہیں۔اب نوفل بن میخائیل کے ظالم ہاتھ تم تینوں کی گرفت کے لئے نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تم تینوں محفوظ ہو۔ہم سب کی زندگی ایک ہی جیسی ہے۔ہم پانچوں ہی مظلوم ہو کر نوفل بن میخائیل کے ظلم سے بھاگے ہوئے ہیں۔یہاں قیام کے دوران تم تینوں کو کسی قسم کی تکلیف کا احساس ہو تو مجھے بتاتے ہوئے ہچکچانا نہیں۔یہ مسلمان بہت اچھے لوگ ہیں۔رحمدل ہیں۔اور ضرورت مند کی مدد کرنا اپنا فرض عین خیال کرتے ہیں۔میں ان کی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔قسطونہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے رداع بول پڑی۔

ایکاسیہ میری بہن تم دن بھر حویلی میں بند رہ کر کیا کرتی ہو۔

ایکاسیہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

عم سوراب نے مجھے بتایا تھا کہ تم دونوں بہنیں ان کی طرح بہترین طبیب ہو۔تم تو لشکر میں رہ کر طب کا پیشہ کر سکتی ہو۔لوگوں کی دیکھ بھال مریضوں کی نگرانی کر سکتی ہو۔میرے پاس تو ایسا کوئی ہنر نہیں۔لہذا میں گھر پر پڑی رہنے کو مجبور ہوں۔اس پر رداع نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی۔

ایسی کوئی بات نہیں دن بھر کی مصروفیت کے بعد ہم شام کے وقت گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کناروں کی طرف جاتی ہیں تم بھی ہمارا ساتھ دیا کرو۔اس طرح وقت اچھی طرح کٹ جائے گا۔

رداع کی اس گفتگو سے ایکاسیہ چونکی کہنے لگی۔

مجھے تو کسی ایسے ساتھی کا انتظار تھا جو مجھے یہ پیشکش کرے۔میں خود گھڑ دوڑ کے لئے نکلنا چاہتی ہوں۔اب جبکہ تم دونوں بہنوں نے مجھے پیشکش کر دی ہے تو میں آج ہی گھڑ دوڑ کے لئے

تمہارے ساتھ جانے کے لئے ابتدا کردوں گی- ایکاسیہ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ قسطونہ بول پڑی-

بیٹی! باتیں بعد میں بھی ہو جائیں گی- پہلے اٹھو اپنے ان معزز اور عزیز ترین مہمانوں کے لئے کھانا تیار کریں- ایکاسیہ اٹھ کھڑی ہوئی- اس کے ساتھ ہی دوما اور روداع بھی کھڑی ہو گئیں- روداع نے قسطونہ کا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگی-

خالہ آپ بیٹھیں ہم تینوں کھانا تیار کرتی ہیں- اس کے ساتھ ہی روداع اور دوما ایکاسیہ ساتھ ہی مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں- دیوان خانے میں سوراب اور قسطونہ بیٹھ کر گذرے ہو وقت کی باتیں کرنے لگے تھے-

ایتاخ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی حویلی میں جو معتصم کی طرف سے محافظ مقرر تھے ان میں سے ایک دیوان خانے کے دروازے پر آیا- دروازے پر دستک دی اور کہنے لگا- امیر! عجیف بن عنبسہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں-

اپنی نشست پر بیٹھے ہی ایتاخ نے کہہ دیا-

اگر عجیف بن عنبسہ آیا ہے تو اسے روکا کیوں گیا ہے- اسے جلد میرے پاس بھیجو- تھوڑی دیر بعد عجیف بن عنبسہ دیوان خانے میں داخل ہوا- اپنی جگہ سے اٹھ کر ایتاخ نے اس کا استقبال کیا- اسے گلے ملا- اسے اپنے قریب ہی بٹھایا- تھوڑی دیر تک ایتاخ نے اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

ابن عنبسہ! خدا جھوٹ نہ بلوائے تم مجھ سے کوئی بہت بڑی بات کہنے کے لئے آئے ہو- یہ اندازہ میں نے تمہاری آنکھوں اور تمہارے چہرے کے تاثرات سے لگایا ہے-

عجیف بن عنبسہ مسکرایا اور کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بھائی تمہارا اندازہ درست ہے- میں واقعی ہی ایک بہت بڑی بات کہنے کے لئے آیا ہوں- اور یہ بات حیدر بن کاؤس یعنی افشین سے متعلق ہے- آپ جانتے ہیں میں نے افشین کے پیچھے اپنے کچھ آدمی لگا رکھے ہیں- جو اس کی زندگی اور اس کے ذاتی حالات کا پتہ لگاتے رہتے ہیں اور مجھے اس سے آگاہ کرتے ہیں- جو خبر میں آج آپ کے پاس لے کے آیا ہوں- یہ انتہائی اہم ہے-

ایتاخ سنجیدہ ہو گیا- کہنے لگا-

اگر یہ خبر انتہائی اہم ہے تو پھر دیر کیوں کرتے ہو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

عجیف بن عنبسہ نے اپنا گلا صاف کیا پھر رازداری کے انداز میں ایتاخ کو مخاطب کر ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایتاخ! میرے بھائی یہ افشین ایک انتہا درجہ کا خطرناک اور مسلم قوم اور ملت کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ میں چند خبریں آپ کو پہلے بھی دے چکا ہوں۔ مزید خبر یہ ہے کہ میر ساتھی جو افشین کی ذات سے متعلق کھوج لگانے پر مقرر کئے گئے تھے انہوں نے مجھے یہ اطلا ہے کہ اردبیل شہر میں ایک آتش پرست ہے۔ نام اس کا موبذ ہے وہ افشین سے متعلق بہت کچھ ہے میرے آدمیوں کا کہنا ہے کہ موبذ نام کے اس آتش پرست کا کہنا ہے کہ افشین دل سے م نہیں آتش پرست ہے۔ مرے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ت دیتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ ذبیحہ سے زیادہ لذیذ ہے۔ ہر چہار شنبہ کے دن ایک سیاہ بکری مارتا ہے کی کمر پر تلوار مار کر اس کے دو حصے کر دیتا ہے۔ اور پھر اسے بھون کر اس کا گوشت کھاتا ہے موبذ نے میرے آدمیوں کو یہ بھی بتایا ہے کہ ایک دن افشین نے اس سے کہا تھا کہ ان مسلما وجہ سے مجھے یہ تمام کام کرنا پڑ رہے ہیں جو مجھے ناپسند ہیں۔ اس موبذ نے یہ بھی بتایا کہ افشین کہا کرتا ہے کہ مسلمانوں کی وجہ سے اس نے زیتون کھایا اونٹ پر بیٹھا۔ جھوتا پہنا۔ میرے آ بھی کہنا ہے کہ اس کا دعویٰ ہے کہ افشین ابھی تک آتش پرست ہے اور اس نے ابھی تک خ کرایا۔

جب تک عجیف بن عنبسہ بولتا رہا۔ بڑا سنجیدہ رہ کر ایتاخ سنتا رہا۔ جب خاموش ہو ایتاخ نے کہنا شروع کیا۔

ابن عنبسہ! تم جانتے ہو امیر المومنین کی نگاہوں میں افشین کا بڑا مقام اس کی عزت ہے۔ اور چند معمولی ثبوت سامنے رکھ کر اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ اس کے متعلق ثبوت کرتے جاؤ جب میں دیکھوں گا کہ اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کافی ثبوت ہو تو یاد رکھنا میں عیاں ہو کر اس کے سامنے آ جاؤں گا۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تو عجیف بن عنبسہ نے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بھائی یہ ہماری کیسی قد قسمتی ہے کہ افشین جیسا بدبخت اور ناقابل بھرو

ری طرح امیر المومنین معتصم پر چھایا ہوا ہے آخر یہ شخص کب تک ملت کی آنکھوں کو اشک آلود وح کے خلیوں کو درد کی سوغات سے نوازتا رہے گا کب تک یہ ہماری سانسوں کو سلگاہٹ اور دل کو ھ کی مسافتوں سے ہم کنار کرتا رہے گا۔ کب تک اس جابر اور قاہر شخص کے سامنے ہم اطاعت و رمانبرداری کا اظہار کرتے رہیں گے۔ کیا ہم اس کے سامنے ایسے ہی قاصر اور مجبور ہیں کہ اس کے امنے اپنی زبان نہ کھولیں؟ اپنی قوت پر قدغن لگا دیں؟ کیا اس بے راہ رو انسان کو کوئی لوہے کی لگام النے والا نہیں؟ ایتاخ! میرے بھائی یہ شخص کب تک ہمارے دل و جان کی راحت کو دل کے بوجھ ر ذہن کی بے زاری میں تبدیل کرتا رہے گا۔

ایتاخ نے کچھ سوچا۔ چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر کہنے لگا۔

عجیف بن عنبسہ! میرے بھائی! زندگی دھوپ چھاؤں کا ایک کھیل ہے۔ اس کھیل میں قدم رم پر موت و مرگ کے سناٹوں اور سازشوں کے کالے بادلوں سے پالا پڑتا ہے۔ اگر کسی دن مجھ پر ہ ثابت ہو گیا کہ افشین عالم اسلام کے لئے مضطرب و سرگرداں ہے، دھواں دھواں حسرتوں کی شام کا تہیہ کئے ہوئے ہے تو پھر یاد رکھنا میں ایتاخ۔ مشیت کے قانون کی خاموشی، جیون کے جنگل میں ہیلی چپ کے غبار سے نکل کر ہواؤں کا نوحہ اور نفرت کا سلگتا سپنا بن کر اس افشین کے سامنے آن کھڑا ہوں گا اگر یہ امیر المومنین کی نگاہوں اور اس کے ہاں اعتماد و بھروسے کا دیوزاد ہے تب بھی ں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ ہر صورت میں اس کے لئے میں فضاؤں کا ماتم بن کر رہوں گا۔

عجیف بن عنبسہ قوموں کی سرنوشت میں جب اجتماعی طور پر کوئی قوم ضمیر کی پستی کا شکار ہو باتی ہے تو یاد رکھنا۔ قدرت کے قہر عذاب بن کر اس پر نازل ہو جاتے ہیں۔ اگر اس افشین نے مارے قلوب کا تو اہم، ہمارے لہو کا تلاطم بن کر رقص کو ہمارے لئے خون آب منظر میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ شخص ملت مسلمہ کے لئے سسکتی کانپتی ویرانوں کی ساعتیں کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ افق پر صدیوں کے دکھ کی لالی بکھیرنا چاہتا ہے۔ برسوں کے صحیفوں کی نیرازہ بندی منتشر کرنا چاہتا ہے تو پھر آج لکھ رکھنا میں ایتاخ اس افشین کے لئے نئی رتوں کا ایسا مذاب اور جبر کے موسموں کا ایسا گرداب بنوں گا کہ اس کی زندگی کو دیمک کا تحفہ اور اس کی روح کو ندھا کر دینے والی راکھ کی سوغات دیتا چلا جاؤں گا۔

عجیف بن عنبسہ مطمئن رہو- میں اس افشین کو مسلم قوم اور ملت اسلامیہ کے لئے خطرات
جھکڑ نہیں بننے دوں گا- اس کے خلاف تم ثبوت جمع کرتے جاؤ جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ جو ثبوت
کئے گئے ہیں ان کا وزن افشین سے زیادہ ہو گیا ہے- تو یاد رکھنا میں ان ثبوتوں اور افشین دونوں
میزان میں کھڑا کر کے رکھ دوں گا- اور اس دن ایسا انصاف ہو گا کہ کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو گا
انصاف بھی امیر المومنین معتصم ہی کرے گا-

ایتاخ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کہنے لگا-

عجیف بن عنبسہ اٹھو- تربیت کے میدان کی طرف جانے کا وقت ہو گیا ہے- تھوڑی دیر
امیر المومنین معتصم بھی وہاں پہنچ جائیں گے اس لئے کہ آج مجھ سے انہوں نے وعدہ کیا تھا
تربیت گاہ کی طرف آئیں گے-

عجیف بن عنبسہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا- پھر ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

میرے بھائی! جو مسئلہ میں نے اٹھایا ہے اس کا نہ کوئی حل بتایا ہے نہ اس کا کوئی مجھے من
جواب دیا ہے- ایتاخ آگے بڑھ کر عجیف بن عنبسہ کے قریب آیا- اس کا شانہ تھپتھپا کر کہنے لگا

میرے بھائی! فکر مندمت ہو- محمد بن یوسف ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ اردبیل
نواح میں ہی ہے- میں تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤں گا- اور اسے کہوں گا کہ اردبیل
موبذ نام کے آتش پرست کو مسلح جوانوں کے ساتھ میری طرف روانہ کرو- اس کے بعد میں ا
تحقیق کراؤں گا- عجیف بن عنبسہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا افشین پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ
کیونکہ ان دنوں وہ پوری طرح امیر المومنین کے ذہن پر سوار ہے- عجیف بن عنبسہ تم یہ بھی جا
گے کہ یہ افشین مامون الرشید کے دور سے معتصم کے ساتھ ہے- پھر یہ کہ ماوراءالنہر کو فتح کیا
دنوں افشین ہاتھ لگا- یہ پارسی تھا اور جس خاندان سے اس کا تعلق تھا- اس کا لقب افشین تھا
بھی افشین ہی مشہور ہوا- یہ مسلمان ہو گیا- معتصم کے پاس اس کا نام حیدر رکھا گیا- مامو
کے عہد خلافت میں جب اس نے معتصم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو معتصم نے ان دنوں
ارض شام و مصر کا والی تھا- افشین پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے لشکر کی کچھ خدمات لی تھیں
اندازوں کے مطابق معتصم نے اسے جوہر قابل بنایا لہذا اس نے امیر المومنین بنتے
لشکریوں کا سالار مقرر کر دیا- اب جبکہ یہ ایک عرصہ سے امیر المومنین معتصم کے ذہن پر

نے اس کے ذہن سے نکالنا آسان نہیں کہ ہم ایک دو ثبوت معتصم کے سامنے پیش کر کے افشین کو
س کی نگاہوں سے گراتے ہوئے اسے سزا کا حق دار بنائیں- دیکھو! میں اس معاملے میں آہستہ
آہستہ آگے بڑھنا چاہتا ہوں- تم نے ایک طرح سے مجھے افشین کے متعلق مشکوک تو کر ہی دیا ہے-
کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے- میرا اپنا دل اور ضمیر بھی اس معاملے میں یہی بولتا ہے کہ افشین
میری مسلم قوم کے لئے مخلص نہیں ہے- منافقت سے کام لے رہا ہے لیکن کسی طریقے کسی ڈھنگ
سے ہمیں اس کی منافقت کو عیاں کرتے ہوئے اسے اس کے سارے جرائم کی فہرست اور اس کے
خلاف پورے ثبوت کے ساتھ معتصم کے سامنے پیش کرنا ہو گا اور اسے ایسا جکڑ کر پیش کرنا ہو گا کہ
معتصم کی نگاہوں میں اس کے لئے رہائی اور چھٹکارے کی کوئی امید تک نہ رہے- میں اپنے طور پر
بھی اس کے خلاف ثبوت جمع کرتا رہوں گا تم بھی اپنی کوشش میں لگے رہو اس کے خلاف جو ثبوت تم
اکٹھے کرو میرے پاس جمع کراتے رہو- پھر دیکھنا جب میں نے اندازہ لگایا کہ ثبوت اس قدر واضح
اور ٹھوس ہو گئے ہیں کہ میں افشین کے سامنے کھل کر آ سکتا ہوں تو یاد رکھنا میں اس کے منصب اس
کے مرتبے کی پرواہ نہیں کروں گا اسے پکڑ کر اسے گرفتار کر کے اس کے جرائم اور گواہوں کے ساتھ
اسے معتصم کے سامنے پیش کر دوں گا اگر سارے جرائم ثابت ہونے کے باوجود بھی امیر المومنین
معتصم نے افشین کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو پھر میں اپنے منصب سے دستبردار ہو جاؤں گا-

ایتاخ کے اس جواب سے عجیف بن عنبسہ مطمئن ہو گیا تھا- مسکرایا آگے بڑھ کر اس نے
ایتاخ کو گلے لگایا- کہنے لگا- میرے عزیز بھائی بس میں تمہاری زبان سے یہی کچھ سننا چاہتا تھا جو تم
نے کہہ دیا اب آؤ تربیت کے میدان کی طرف چلیں- اس کے ساتھ ہی دونوں اس کمرے سے
نکلے حویلی کے صحن میں آئے تو رک گئے اس لئے کہ صدر دروازے سے اسی لمحہ ایکاسیہ، عمیمہ حویلی
میں داخل ہوئی تھیں- دونوں قریب آئیں- پھر ایتاخ کے سامنے آ کر ایکاسیہ رک گئی اور شہد بھری
آواز میں اس نے مخاطب کیا-

امیر! آپ کہیں جا رہے ہیں-

اک اچٹتی ہوئی نگاہ ایتاخ نے ایکاسیہ پر ڈالی پھر کہنے لگا-

تمہارا اندازہ درست ہے- ہم دونوں تربیت کے میدان کی طرف جا رہے ہیں- آج امیر

المومنین بھی وہاں پہنچنے والا ہے۔ اس لئے ہمارا وہاں جانا ضروری ہے تم دونوں یقیناً حسب معمول حویلی کی صفائی کے لئے آئی ہوگی۔ اس پر جب مسکراتے ہوئے ایکاسیہ نے گردن ہلا دی تو ایتاخ کہنے لگا۔

تم دونوں اپنا کام کرو ہمیں جانے دو اس کے ساتھ ہی ایکاسیہ اور عمیمہ حویلی کے اندر داخل ہوگئی تھیں۔ کیونکہ ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ وہاں سے نکل گئے تھے۔

☆

افشین اپنی حویلی کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا جواں سال بیٹا حسن اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ افشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے باپ! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

افشین کو کہتے کہتے رک جانا پڑا کیونکہ عین اسی لمحہ کمرے میں افشین کا غلام داجس داخل ہوا تھا۔ داجس کی طرف دیکھتے ہوئے حسن فوراً چونکتے ہوئے بول پڑا۔

داجس اس وقت جاؤ۔ میں اپنے باپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

حسن کے اس جملے کو داجس نے ناپسند کیا تھا۔ اور یہ ناپسندیدگی اس کے چہرے سے عیاں ہوئی تھی۔ اس صورت حال پر افشین مسکرایا پھر اپنے بیٹے حسن کو دیکھتے ہوئے بولا۔

نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ میری زندگی کا کوئی بھی راز داجس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ تم جس موضوع پر بھی بات کرنا چاہو وہ کیسا ہی خطرناک کیوں نہ ہو داجس سے کوئی پردہ نہیں۔ آؤ داجس یہاں بیٹھو۔

داجس مسکرایا آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔ پھر افشین نے اپنے بیٹے حسن کو مخاطب کیا۔

اب بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر حسن پھر افشین کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میں آپ سے ایسے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس میں آتش پرستوں کی بہتری ا بھلائی پنہاں ہے۔

افشین مسکرایا کہنے لگا۔

رکو نہیں میں سن رہا ہوں۔ بلکہ غور سے سن رہا ہوں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ حسن نے پھر شروع کیا۔

یہ جو عرب جرنیل محمد بن یوسف نے اردبیل کے گرد و نواح میں آتش پرستوں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے۔ بابک خرمی نے مسلمانوں کے جو چھوٹے بڑے قلعے تباہ کئے تھے۔ ان کی اس نے مرمت کرنا شروع کر دی ہے اور وہاں قوت جمع ہونا بھی شروع ہوگئی ہے تو کیا اس کے ایسا کرنے سے آتش پرستوں کو ایک دھچکا نہیں لگے گا بابک خرمی کی طاقت کمزور نہیں پڑ جائے گی۔ میرے باپ بابک خرمی کو اگر کچھ ہو جاتا ہے یا وہ گرفتار ہو جاتا ہے یا وہ مارا جاتا ہے تو پھر یہ یاد رکھنا آتش پرست ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

حسن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے افشین بول پڑا۔

حسن! میں تمہارے خیالات سے اتفاق نہیں کرتا۔ عرب جرنیل محمد بن یوسف جو کچھ کر رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ جب تک بابک خرمی زندہ ہے۔ اس وقت تک نہ مجھے نہ تمہیں آتش پرستوں کی سرداری اور حکمرانی میسر آ سکتی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح بابک خرمی کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے بعد جس قدر لشکر اس کے ساتھ ہیں جس قدر آتش پرستوں کی قوت اس کے پشت پناہ ہے۔ ان سب کو میں اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ اور پھر مسلمانوں کے خلاف ایسی بغاوت کروں گا جسے وہ فرو نہیں کر سکیں گے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ماوراء النہر میں اپنی یعنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کر لوں گا۔

میں ان دنوں تمہارے اور اپنے بھتیجے منکجور کے لئے شب و روز کام کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ماوراء النہر کا اور منکجور کو کسی نہ کسی طرح آذر بائیجان کا حاکم مقرر کروا دوں اس سلسلے میں مناسب موقع دیکھ کر میں امیر المومنین سے بات کروں گا۔ جب منکجور آذر بائیجان کا اور تم ماوراء النہر کے حاکم مقرر ہو جاؤ گے تو یہاں سے بے شمار دولت میں تم دونوں کی طرف بھجواؤں گا وہ دولت تم دونوں جمع کرتے رہنا۔ اور اس سے کام لیتے ہوئے میں مسلمانوں کے خلاف اپنی بغاوت کو کامیاب کروں گا اور اپنی حکومت قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو جاؤں گا۔ افشین تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے خیال میں میری بات سے تمہیں اطمینان ہو گیا ہوگا اس وقت میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے تربیت گاہ کی طرف جانا ہے آج سب سالار وہاں جمع ہوں گے اس لئے کہ امیر المومنین خود تربیت گاہ کی طرف آئیں گے۔ اس کے ساتھ ہی افشین اٹھ کھڑا ہوا۔ داجس کو اس نے اپنے ساتھ لیا۔ اور اپنی حویلی سے نکل گیا تھا۔

امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کافی دیر تک تربیت کے میدان میں اپنے سالاروں کے سا
زیر تربیت لشکریوں کا جائزہ لیتا رہا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ واپس جانے لگا-ا
بھی وہ تربیت کے میدان کے آدھے حصے میں ہی گیا تھا کہ ایک بوڑھی خاتون اس کے سامنے آ
اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک جھنڈا تھا جو اس نے فضا میں بلند کرتے ہوئے معتصم کو ر
جانے کا اشارہ دیا تھا-

اس بوڑھی خاتون کو اپنے راستے میں دیکھتے ہوئے معتصم نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ
اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے- ایتاخ اشناس' افشین' ابن یحییٰ' عجیف بن عنبسہ اور دوسرے سا
سالاروں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے انہیں روک لیا تھا-

بڑھیا اور آگے بڑھی- ہاتھ میں پکڑے ہوئے سرخ جھنڈے کو لہراتے ہوئے ایک طرف
پھر بلند آواز میں اس نے معتصم کو مخاطب کیا-

ابو اسحاق! میں تم سے انصاف مانگنے آئی ہوں- میں ایک بے بس مظلوم عورت ہوں- یہ
جو ظلم میرے ساتھ ہوا ہے اس کا انصاف اس میدان میں تم کرو گے یا میں حشر کے دن تمہارا د
پکڑوں اور اپنے خداوند قدوس سے قیامت کے میدان میں انصاف طلب کروں-

بڑھیا کے ان الفاظ سے معتصم ہی نہیں وہاں کھڑے سب سالار بھی لرز کانپ گئے-
کپکپائی ہوئی آواز میں معتصم بول پڑا-

خاتون محترم! مجھ میں اتنی جسارت و جرات کہاں کہ میں اس میدان میں جواب طلبی کا
کر سکوں- اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے تو میں معتصم اسی میدان میں کھڑا ہو کر تمہا
ساتھ انصاف کروں گا- کہو کیا معاملہ ہے-

بوڑھی خاتون تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد ایک گہری نگاہ اس نے معتصم پر ڈالی
پھر وہ کہہ رہی تھی-

ابو اسحاق! میرا خداوند قدوس جو ساون کی پہلی پھوار جیسا مہربان اور رحمان ہے- وہ ہر پکھیرو کی بولی' ہر سینہ آب سے ابھرتی ہر لحظہ دائرے بنتی لہروں کی صداؤں' سنگریزوں کی آوازوں' یکسانیت کے پوکھر کے سکوت اور صدیوں کے خلاء میں ہست و نیست کے کھلیانوں کا راز دان ہے- وہ بوڑھے چاند کی چاندنی' کہکشاؤں کے ہر راز کا واقف اور آگاہی رکھنے والا ہے- وہی ہے جو اونچے پربتوں پر' گہرے بحر کی تہوں میں اور بے حس خلاؤں تک میں اپنی ہر تخلیق کو رزق بہم پہنچاتا ہے-

خداوند قدوس کے بعد زمین کی چوکھٹ پر ایک منصف اور انصاف پسند سلطان ہی خدا کی مشیت کا دست راست ہوتا ہے- تنگنائے زندگی کی محرومیوں اور تیرہ و تارہ ماحول کے اندر وہی خاک آدم کے لئے اکسیر ثابت ہوتا ہے اپنی رعایا کے عذاب جاں اور سوز نہاں کے کھیل میں وہی جان کی ملاحت اور روح کی حلاوت ثابت ہوتا ہے- معتصم ایک انصاف پسند حاکم قوم کی ماؤں بہنوں' ملت کی بیٹیوں کا پاسبان ہوتا ہے- جہاں وہ لشکروں کو راہ دکھانے والا ہوتا ہے- وہاں اپنی ملت' اپنی قوم کے خوابوں کی تعبیر اور کھیت کھلیانوں کا محافظ بھی ہوتا ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد بڑھیا رکی اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا-

معتصم! وہ حاکم جو بے گناہوں پر ہونے والے ظلم کی دادرسی نہ کر سکے- جو مسکینوں کو بھوک سے نجات نہ دے سکے اسے لوگوں پر حکمرانی کرنے کا کوئی حق نہیں-

بڑھیا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ لرزتی کانپتی آواز میں معتصم بول پڑا-

خاتون محترم! اس سرزمین کا حاکم اعلیٰ اور وارث تو میرا اللہ ہے- جس کی ہیبت سے لشکر لرزتے ہیں- جس کے سامنے موت دست بستہ کھڑی ہوتی ہے- میں تو اس کا ایک ادنیٰ نمائندہ بلکہ بدترین غلام ہوں-

معتصم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑھیا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا-

اس زمین پر خدا کے نمائندے کی حیثیت سے ایک انصاف پسند حکمران یقیناً ہر فصل کے لئے

ابر، ہر کھیت کے لئے دعا، تاریک زیست کے لئے روشنی ہر راہ کے لئے روشن چراغ، ثابت ہوتا ہے۔
معتصم اگر تم نے میری دادرسی نہ کی، میرا انصاف نہ کیا تو میں جس طرح مایوسی میں لپٹی آئی ہوں۔ اسی طرح سرد آہوں میں اپنے آپ کو لپیٹ کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔ اور قیامت کے روز تمہارے خلاف اپنے خداوند قدوس سے انصاف طلب کروں گی۔

ایک بار پھر بڑھیا کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

معزز خاتون! جن لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے انہوں نے اپنی زندگی میں سوکھے پتوں کی آوازیں نہ سنی ہوں گی۔ ویرانوں میں چرواہوں کے گیت سنے ہوں گے۔ آندھیوں میں بجتے دروں کی آواز اور تند یلغار کی ہولناکیاں نہ دیکھی ہوں گی۔ کہو تمہارے ساتھ کس نے جبر کیا ہے۔ کس نے تمہارے ساتھ ناانصافی کی ہے۔ میں جبر کی تاویل میں انہیں عدم کے راستوں پر لاکھڑا کروں گا۔ انہیں اپنی قوم کے لئے بے یقینی کا فشار، سانسوں کی پھنکار نہ بننے دوں گا۔ انہیں اپنی ملت کی بیٹیوں کے لئے ویران شب کے دوزخی لمحے، اپنی قوم کے لئے پیاس کا دریا، بہتے اشک نہ ثابت ہونے دوں گا۔ اگر وہ دراز دست ہیں تو میں ان کی اڑانوں کے افق پر لمحوں کی حدت کا تپ کھولتی آتش کا رقص اور صعوبتوں کی دھوپ بن کر نمودار ہوں گا۔ اور انہیں اپنے سامنے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکتا چلا جاؤں گا۔ کہو وہ کون لوگ ہیں جن سے تمہیں شکوہ جن سے تمہیں نالش اور شکایت ہے۔ اور انہوں نے تمہارے ساتھ کیا جبر اور کیا زیادتی کیا ناانصافی کی ہے۔

بڑھیا رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر سوچتی رہی اس کے بعد اس نے ڈبڈباتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

ابو اسحاق! میں اردبیل کے ایک نواحی قصبے کی رہنے والی ہوں۔ ہم گھر کے چار افراد تھے ایک میں، میرا شوہر، میرا بیٹا اور میری بیٹی۔ میری بیٹی ہم تینوں کو ایسی عزیز اور پیاری تھی جیسے شاعر اپنے الفاظ سے ادیب اپنے جملوں سے، شکاری اپنے تیروں سے، پیاسا پانی سے، تھکا ماندہ بستر۔ معتکف اپنے عمل سے پیار اور محبت کرتا ہے۔ وہ ہمیں ایسے ہی عزیز تھی جیسے تھکا ماندہ بستر کو، عا بلیدان کو، ڈرا ہوا پناہ گاہ کو، بھوکا کھانے کو اور تنہائی کا مارا کسی بزم کو پسند کرتا ہے۔ یہاں تک کہنے۔ بعد بڑھیا خاموش ہو گئی۔ اس کی گردن جھک گئی۔ اس کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ نکلے پھر پھ کر رو پڑی اور ہچکیاں لیتی ہوئی آواز میں وہ پھر کہہ رہی تھی۔

ان ظالموں نے میری اس اکلوتی بیٹی کو بے آبرو، بے عصمت کر دیا ہوگا۔ ہائے! ہائے! دودھ، دل، موتی اور عصمت ایک بار پھٹ کر کہاں جڑتے ہیں۔

معتصم اور اردگرد کھڑے سارے سالاروں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔ معتصم کی داڑھی بھی اس کے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔ اپنی آواز کو درست کرتے ہوئے معتصم پھر بول پڑا۔

خاتون! وہ لوگ کون ہیں! وہ اپنے فن کا کتنا بڑا شیطان کیوں نہ ہوا۔ دست ہوس کا کیسا ہی مالک کیوں نہ ہوا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں معتصم اس کے لئے قتل گاہ بن جاؤں گا۔

وہ بوڑھی خاتون تھوڑی دیر کے لئے رکی اپنی ہچکیوں سسکیوں پر اس نے قابو پایا ایک ترچھی نگاہ اس نے اپنے سامنے معتصم پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

امیر المومنین! اردبیل کی طرف سے آذر بائیجان کی طرف جائیں تو کوہستانی سلسلے کے اندر جس قدر قلعے ہیں وہ سب بابک خرمی کے تصرف میں ہیں۔ ان میں سے ہر قلعے کے اندر اس کے لشکر رہتے ہیں جو کسی کو آذر بائیجان کے اس کوہستانی سلسلے میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اس کا سب سے بڑا قلعہ برزند ہے جہاں وہ خود قیام کرتا ہے۔ اردبیل سے برزند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے کوہستانی سلسلے میں جو پہلا قلعہ آتا ہے وہاں تورک نام کا ایک قصبہ ہے اور اس قصبے کے سامنے اسی نام کا قلعہ بھی ہے یہ قلعہ بھی بابک خرمی کے تصرف میں ہے۔ اس قلعے کے اندر بابک خرمی کا ایک خاصا بڑا لشکر ہے اور قلعے کا حاکم بابک خرمی کا ایک عزیز ریام ہے۔ وہ انتہا درجہ کا وحشی جابر اور ظالم ہے۔

جب بھی اس کو موقع ملتا ہے۔ آس پاس کی مسلمان بستیوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور ان قصبوں سے جس قدر خوب صورت لڑکیاں ہوتی ہیں انہیں اپنے ساتھ تورک نام کے اس قلعے میں لے جاتا ہے۔ جو لڑکیاں انتہا درجہ کی خوب صورت ہوتی ہیں انہیں وہ اپنے مرکزی قلعے برزند کی طرف روانہ کر دیتا ہے تاکہ وہ لڑکیاں بابک خرمی اور اس کے جرنیلوں کے تصرف میں لائی جائیں۔ جو ان سے خوب صورتی میں کم درجہ ہوتی ہیں وہ بدبخت ریام اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہیں اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ جب ان سے جی بھر جاتا ہے تو ان لڑکیوں کو ان کے گھروں

کی طرف نکال دیا جاتا ہے اور ان کی جگہ نئی لڑکیاں اغواء کر لی جاتی ہیں-

میں وہ بدبخت خاتون ہوں کہ جس کی بیٹی کو اغواء کیا گیا ہے اور ابھی تک وہ لوٹ کے نہیں آئی لگتا ہے اسے بابک خرمی کے پاس برزند کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے- اس لئے کہ وہ انتہا درجہ کی خوب صورت تھی ہائے میری بدقسمتی اب تک وہ بے آبرو ہو چکی ہوگی-- جس وقت اسے اغواء کیا گیا اس وقت میرے شوہر' میرے بیٹے نے اس کا دفاع کرنا چاہا لیکن ان بدبختوں نے میرے شوہر اور میرے بیٹے دونوں کو قتل کر دیا اور میری بیٹی کو اٹھا کے لے گئے- امیر المومنین یہی میری نالش' یہی میری شکایت ہے-

خاتون کے اس انکشاف پر معتصم کی آنکھوں میں تنکوں کو اڑا لے جانے والے عناصر کے طوفان امڈ آئے تھے- اس کے چہرے پر پتوں کے ملبوس پر تند یلغار کرتی افق سے اٹھتی آندھیوں کی کیفیت چھا گئی تھیں- وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا- اس کے ارد گرد کھڑے اس کے سارے سالا پتھر کی طرح چپ' روزن زنداں کی طرح خاموش' تھکی تھکی چاندنی اور بجھے ہوئے چراغ کی طر بے حس و حرکت کھڑے تھے-

کتنی ہی دیر تک خاموشی رہی پھر معذرت طلب انداز میں اس بوڑھی خاتون کو مخاطب کر- ہوئے معتصم کہہ رہا تھا-

خاتون محترم! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بابک خرمی ایک عرصہ سے ملت اسلامیہ- لئے غلاظت بھرا البغض' آنچلوں کا بدبودار دھبہ بن چکا ہے- میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میرے بھائی مامون الرشید کے زمانے سے ہی بنتی بگڑتی اس کائنات میں بے بس مسلمانوں- لئے جان و روح کا مہلک زہر بنا ہوا ہے- اب میں مزید اسے صبح شام کھولتے بے قراری لمحے طوفانی یورش کی صورت اختیار نہیں کرنے دوں گا- ملت کے افق کے دریچوں میں جو اس شیطانیت کے رنگ بھر رکھے ہیں ان رنگوں کے دھونے کا وقت اب آ گیا ہے- میں معتصم تمہار ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ بابک خرمی کی تزئین در و بام' اس کے روشن رخ ریام کو زرد صحراؤں ہجرتوں کے دل شکن موسم میں تبدیل کر کے دم لوں گا-

یہاں تک کہنے کے بعد معتصم تھوڑی دیر کے لئے رکا- باری باری اس نے اپنے ار کھڑے اپنے سالاروں افشین' اسحاق بن یحیٰی' ایتاخ' اشناس' بغا کبیر' جعفر بن دینار' عجیف

عنبسہ اور دوسرے سالاروں کا جائزہ لیا- آخر میں اس کی نگاہیں اپنے مشیر جنگ اور بہترین جرنیل ایتاخ پر جم گئی تھیں- پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

ایتاخ! میرے بیٹے جو کچھ اس بڑھیا نے کہا ہے میں نے سنا تم سب لوگوں نے بھی سن لیا ہے- اب بولو تم کیا کہتے ہو-

اس موقع پر ایتاخ نے جب عجیف بن عنبسہ کی طرف دیکھا تو عجیب بن عنبسہ عجیب سے چبھتے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا- ایتاخ شاید اس کا مطلب سمجھ گیا تھا- اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر امیر المومنین ابو اسحاق معتصم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

امیر المومنین! اس سلسلے میں میں نے کیا کہنا ہے- اس عورت کے ساتھ سخت زیادتی ہوئی ہے- بابک خرمی ایک عرصے سے مسلمانوں کے خلاف تباہی و بربادی کا کھیل کھیل رہا ہے اور اب س کھیل کے خاتمے کا وقت آ جانا چاہئے- میں خود ایک لشکر لے کر اردبیل کی طرف جاؤں گا- تورک نام کے قلعے کا محاصرہ کر کے وہاں جو بابک خرمی کا ریام نام کا سالار ہے اسے اور اس کے تحت کام کرنے والے بابک خرمی کے لشکریوں کا خاتمہ کرنے کی کوشش کروں گا-

ایتاخ کے اس جواب سے عجیف بن عنبسہ خوش ہو گیا تھا- شاید ایتاخ نے اس کی خواہش کے مطابق جواب دیا تھا- اس دوران معتصم پھر بول پڑا-

ایتاخ میرے بیٹے میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں- تم آج ہی ایک لشکر لے کر اردبیل کی طرف روانہ ہو جاؤ- میں جانتا ہوں آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر جگہ جگہ پہاڑی سلسلوں میں بابک خرمی نے بڑے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے ہیں اور اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر بابک خرمی پر قابو پانا اگر ناممکن نہیں تو انتہا درجہ کا مشکل ضرور ہے لیکن اس مشکل کام کو ہر صورت ہم نے سر کرنا ہے- فی الحال تم اپنے حصے کا لشکر لے کر اردبیل کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جس قلعے میں وہ شیطانی کھیل کھیلا جاتا ہے- اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرو- اس کے بعد میں تمہیں کمک بھیجوں گا- اس کمک میں تمہارے تحت کام کرنے والے کئی دیگر سالار بھی ہوں گے- ان کے ساتھ تم آہستہ آہستہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں داخل ہونا- ایک قلعے کے بعد دوسرے

قلعہ پر قبضہ کرتے ہوئے اور اس کا محاصرہ کرتے ہوئے بابک خرمی کے مرکزی قلعہ برزند تک پہنچ کی کوشش کرنا۔ یاد رکھنا یہ بابک خرمی اب عالم اسلام کے لئے ایک ناسور بن گیا ہے اور اس ناسو علاج کرنا ہمارے لئے فرض اولین بن چکا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد معتصم رکا پھر عجیف بن عنبسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عنبسہ! تم اس بوڑھی خاتون کی رہائش، طعام اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرو۔ اس ساتھ ہی معتصم اور اس کے سالار تربیت کے اس میدان سے نکل کر سامرہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

☆

اپنی حویلی میں آتے ہی ایتاخ نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے کی تیاریاں شروع کر تھیں۔ اشناس کو بھی اس نے اطلاع کر دی تھی کہ وہ میرے ساتھ جائے گا۔ اور اشناس کو اس مستقر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ تاکہ جن لشکریوں کو ان دونوں کے ساتھ روانہ ہونا تھا انہیں کوچ اطلاع کرے۔ جس وقت اپنی ضروریات کا سامان ایتاخ چمڑے کی خرجینوں میں ڈال رہا تھا۔ لحہ حویلی میں ایکاسیہ اور عمیمہ دونوں داخل ہوئیں۔ ایکاسیہ معمول کے خلاف پریشان پریشان سی تھ بے چاری بند بازاروں کی شام اجڑے ویران کلیسا کے بجتے گھنٹے کی طرح اداس تھی۔ عمیمہ خا سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ مگر گاہے گاہے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی حالت کا جائز لے رہی تھی۔ حویلی میں جب وہ داخل ہوئیں اور اس کمرے میں گئیں جہاں ایتاخ اپنا سا درست کر رہا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایکاسیہ ٹھٹک سی گئی تھی۔ ایتاخ نے دیکھا اس کی کی آنکھوں میں درد کے صحرا میں گرد کے نزول کوئے نگاراں کوچہ جاناں کے اجڑے ویران آنگ کی سی کیفیت تھی۔ اس کے چہرے سے حدیث غم کے ان گنت افسانے اور نفس نفس کے روزن جھانکتا ذہنی فشار اور بے کل باطن کی کیفیت دیکھی اور پڑھی جا سکتی تھی۔

اچانک ایکاسیہ کو نہ جانے کیا ہوا ایک دم وہ آگے بڑھی چھیننے کے انداز میں اس نے کے ہاتھ سے چرمی خرجین لے لی ایک گہری نگاہ اس نے ایتاخ پر ڈالی پھر نگاہیں جھکاتے کہنے لگی۔

امیر! یہ آپ کا کام نہیں۔ آپ میرے محسن۔ میرے مربی ہیں میری موجودگی میں ہوتے ہوئے اگر آپ یہ کام کریں تو یہ میری دل شکنی، میری توہین کا باعث ہے۔ میں خود آ

تیاری کراتی ہوں۔ آپ مجھے بتائیں آپ کیا کیا ساتھ لے کے جانا چاہتے ہیں۔ عمیمہ کے ابی گھر لوٹ آئے ہیں اور انہوں نے ہم پر انکشاف کیا ہے کہ آپ بابک خرمی کے ایک ساتھی کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اردبیل کا رخ کرنے والے ہیں اور یہ کہ اشناس بھی آپ کے ساتھ جائے گا۔

ایتاخ جو ابھی تک بڑے غور سے ایکاسیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مسکرایا اور کہنے لگا۔

تم نے درست سنا ہے۔ میں اور اشناس تھوڑی دیر تک اردبیل کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جائیں گے۔ تم میرے سامان کی تیاری کی زحمت کیوں کرتی ہو۔ آج تک مجھے یہ کام کسی نے کر کے دیا ہی نہیں۔ لہذا میں اپنے سارے کام کرنے کا ایک طرح کا عادی ہو چکا ہوں۔ کسی پر بھروسہ کرنے کی مجھے عادت ہی نہیں ہے۔ اور یہ جو تم نے مجھ سے خرجین لے لی ہے۔ میرا سامان خود تیار کرنے کے لئے کہا ہے تو تمہاری یہ ادا تمہاری یہ بات تمہاری یہ پیشکش مجھے نئی، عجیب اور انوکھی انوکھی سی لگی ہے۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تو ایک بار پھر بڑے غور سے ایکاسیہ نے اس کی طرف دیکھا اس بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے ایکاسیہ بول پڑی۔

امیر جو لشکر آپ کے ساتھ جا رہا ہے کیا اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

ایتاخ مسکرایا نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں اس لشکر میں کوئی عورت شامل نہیں ہوگی۔ پر تم ایسا کیوں پوچھ رہی ہو۔

ایکاسیہ بے چاری پہلے سے بھی زیادہ اداس اور پریشان ہو گئی تھی۔ ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

میں نے سوچا اگر آپ کے لشکر میں عورتیں بھی شامل ہیں تو میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گی۔ آپ کے ساتھ جاؤں گی اور آپ کے لشکر میں رہتے ہوئے اور کچھ نہ کر پاؤں گی تو کم از کم زخمیوں کو پانی مری پلا سکوں گی۔ ان کے زخموں کی دیکھ بھال کر سکوں گی۔ اور ایسے کام کرنے کی میں خاصی ماہر اور مہارت بھی رکھتی ہوں۔

ایتاخ نے بڑے غور سے اور سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

تمہیں لشکر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہیں رہو' آرام کرو' اگر تم ایسا کام کرنے کا ارادہ کر بھی لو اور لشکر میں عورتیں شامل ہوں تو کیا تمہاری ماں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دے گی۔

ایکاسیہ نے تڑپ کر ایتاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

بالکل میری ماں نے مجھے پہلے سے اجازت دے رکھی ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں آپ سے مل سکتی ہوں۔ آپ کے ساتھ جا سکتی ہوں آپ کے لشکر میں شامل ہو سکتی ہوں۔ اگر آپ کو میری باتوں پر اعتبار نہ ہو تو اس سلسلے میں آپ میری ماں سے استفسار کر سکتے ہیں۔

ایتاخ نے قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

نہیں مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری باتوں پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ دیکھو دیر ہو رہی ہے۔ اگر تم واقعی میرا سامان تیار کرنا چاہتی ہو تو پھر جلدی کرو مجھے فوراً ہی یہاں سے مستقر کی طرف جانا ہے۔ اشناس اپنی تیاری مکمل کر کے مستقر کی طرف جا چکا ہے۔ لشکر بھی تیار ہو چکا ہوگا اور وہ سب میرے منتظر ہوں گے۔ مجھے لشکر کو لے کر تھوڑی دیر تک اردبیل کی طرف کوچ کر ہے۔

ایکاسیہ بدلی سے حرکت میں آئی جو جو سامان ایتاخ اسے بتا رہا تھا۔ وہ اس نے اس ک چمڑے کی خرجینوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ایتاخ پہلے ہی اپنا جنگی لباس پہن چکا تھا۔ جب اس سامان تیار ہو چکا تب دونوں خرجینیں ایکاسیہ سے اس نے لے لیں۔ پھر دونوں کو مخاطب کر ہوئے کہنے لگا۔

اب تم دونوں یہاں بیٹھ کے باتیں کرو۔ میں تم دونوں کو اللہ حافظ کہتے ہوئے رخصت ہو ہوں۔ اصطبل میں میرا گھوڑا تیار کھڑا ہے۔ مجھے وقت ضائع کیے بغیر مستقر کی طرف جانا ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اس کمرے سے نکلا۔ ایکاسیہ اداس افسردہ بکھری بکھری اس کے پیچ پیچھے تھی اور اس کے پیچھے عمیمہ اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے چل رہی تھی۔

ایتاخ سیدھا اصطبل کی طرف گیا۔ دونوں خرجینوں کو گھوڑے کی زین سے باندھا۔ گھوڑ کی لگام پکڑی اور اسے صدر دروازے کی طرف لایا۔ اتنی دیر تک ایکاسیہ اور عمیمہ بھی صدر درواز تک پہنچ چکی تھیں۔ دروازے سے باہر نکل کر ایتاخ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھ ہلاتے ہو

ئے ایکاسیہ اور عمیمہ کو الوداع کہا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑاتے ئے وہاں سے چلا گیا تھا۔ جب تک وہ دکھائی دیتا رہا ایکاسیہ بے چاری صدر دروازے سے باہر نکال کر اسے دیکھتی رہی۔ جب ایک موڑ مڑتے ہوئے وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوا تب ی گردن جھک گئی تھی۔ ایسے جیسے اس کی روح کو اس کے تن سے جدا کر دیا گیا ہو۔ یا اسے اس سارے اثاث البیت اور زندگی کی عزیز ترین پونجی سے محروم کر دیا گیا ہو۔

عمیمہ ابھی تک بڑے غور سے اس کی اس ساری کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ چپ تھی منہ کچھ نہ بولی تھی۔ کچھ دیر اداس اور افسردہ بکھری بکھری سی ایکاسیہ دروازے پر کھڑی رہی بڑے پیار سے اسے پکڑ کر عمیمہ نے پیچھے ہٹایا صدر دروازہ اس نے بند کیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر یلی کے اندرونی حصے کی طرف گئی اسے اپنے ساتھ اس نے دیوان خانے میں لا کر بٹھایا۔ تھوڑی تک کاٹ کھانے والی خاموشی رہی۔ اس کے بعد چند لمحوں تک عمیمہ بڑے غور سے ایکاسیہ کی ف دیکھتی رہی پھر دھیمے سے لہجے میں اس نے ایکاسیہ کو مخاطب کیا۔

ایکاسیہ! میری بہن اگر تم برا نہ مانو اور میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میرے سوالوں کا جواب سچ سچ گی تو میں تم سے کچھ پوچھنا پسند کروں گی۔

عمیمہ کی طرف دیکھے بغیر ایکاسیہ بے چاری کمرے کے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بہ پوچھو! تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تم جو کچھ پوچھو گی میں سچ سچ اس کا اب دوں گی کوئی بات تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کروں گی۔

عمیمہ مسکرائی بڑے پیار سے اپنا ہاتھ اس نے ایکاسیہ کے شانے پر رکھا پھر اسے ہلاتے ئے کہنے لگی۔

نہیں یوں نہیں۔ فرش کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے گفتگو نہ کرو پہلے میری آنکھوں میں نکھیں ڈال کر دیکھو اس کے بعد جو کچھ میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں پوچھوں گی۔

ایکاسیہ بے چاری نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی۔ اس نے جب عمیمہ کی طرف دیکھا عمیمہ دنگ رہ گئی۔ ایکاسیہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں میں ر رہے تھے۔ جس وقت اس نے عمیمہ کی طرف دیکھا تو شاید اس کا جی بھر آیا۔ آنکھوں میں تیرتے

ہوئے وہ قطرے اس کے دامن پر گر گئے تھے۔ اپنی اس کیفیت کو چھپانے کے لئے جلدی پر بندھے ہوئے رومال سے ایکاسیہ نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں پھر کہنے لگی۔

اب جبکہ میں تمہاری طرف دیکھ رہی ہوں تو پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔

عمیمہ نے شکووں بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

خاک پوچھوں تم رو رہی ہو اپنی حالت سنبھالو تو اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھو حالت میں تم میرے سوالوں کا کیا جواب دو گی۔

ایکاسیہ بول پڑی۔

کس نے تمہیں کہا کہ میں رو رہی ہوں۔ میں ٹھیک ہوں۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔

اور یہ آنسو جو تمہاری آنکھوں سے گرے ہیں۔ یہ کیا تھے۔

ایکاسیہ بے چاری ہونٹ کاٹتے ہوئے پھر کہنے لگی۔

دیکھو عمیمہ! میری بہن مجھے تنگ نہ کرو میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں ا بوجھل بوجھل' اپنی طبیعت کو بے زار بے زار محسوس کر رہی ہوں۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ پھر لوٹ کر گھر چلو۔

ایکاسیہ کے ان الفاظ پر عمیمہ بے چاری بھی افسردہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

میں جانتی ہوں۔ جب سے تم نے سنا ہے کہ ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے والا ہے۔ تمہاری طبیعت بوجھل بوجھل' تمہارا مزاج برہم برہم ہو چکا ہے پر جو سوال میں پ ہوں وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میری بہن مجھے یہ بتاؤ کیا تم ایتاخ بھائی کو پسند کرنے سے محبت کرتی ہو انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہو۔ دیکھو جھوٹ مت جذبوں کو اپنے احساسات کو مجھ سے چھپانے کی کوشش مت کرنا۔ میں تمہاری بہن ہو میں اگر اپنے دل کی بات تم مجھ سے کہہ دو گی تو میں تمہارے کام بھی آسکتی ہوں تمہار تمہاری راہنمائی بھی کر سکتی ہوں۔ اب بولو۔ میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنے احسا جذبات کی صحیح عکاسی کرنا۔

ایکاسیہ بے چاری نے روتے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا۔ منہ سے کچھ نہ چاری نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

اس کے یوں گردن ہلانے پر عمیمہ تھوڑی دیر مسکراتی رہی پھر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی' اس کے گال چومے پھر کہنے لگی۔

نہیں ایکاسیہ میری بہن! یوں نہیں۔ میں اپنے بھائی ایتاخ کے متعلق تمہاری زبان سے کچھ سننا پسند کروں گی اس کے بعد میں جو کہنا چاہوں گی وہ کہوں گی۔ کھل کر میری بات کا جواب دو۔ کیا تم ایتاخ بھائی کو پسند کرتی ہو۔ ان سے محبت کرنے لگی ہو۔

ایکاسیہ تھوڑی دیر گردن جھکائے سوچتی رہی چپ رہی عمیمہ نے پھر گفتگو کا آغاز کیا۔

چپ رہ کر اپنا دل مت جلاؤ تمہارے اندر اس وقت جو احساسات وجذبات کا طوفان اٹھ رہا ہے اس پر قابو پانے کے لئے حقیقت حال سے مجھے آگاہ کر دو اس طرح میں سمجھتی ہوں تمہیں دلی اور ذہنی سکون مل جائے گا کہو جو کچھ میں نے پوچھا ہے تفصیل سے اس کا جواب دو میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتی ہوں تمہارا ہاں میں اشارہ کرنا میرے سوال کا کافی جواب نہیں ہے۔

چند لمحے رکنے کے بعد عمیمہ پھر بول پڑی۔

میری بہن مجھ سے کوئی چیز مت چھپانا۔ اگر تم میرے بھائی ایتاخ کو نہیں کسی اور کو پسند کرتی ہو اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہو تب بھی مجھے بتا دو۔

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پھر احتجاجی انداز میں ایکاسیہ نے اس کی طرف دیکھا اس کی نگاہوں کی تاب عمیمہ نہ لا سکی خاموش ہو گئی پھر ایکاسیہ نے مسکراتے ہوئے دھیمے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا تھا۔

............☆............

عمیمہ میری بہن! یاد رکھنا! محبت یادوں کے سمندر میں دلکش و اسرار خیز اور انوکھی منزل ہے۔ یہ شام کے اولیں اندھیروں میں روشنی کا گیت' ویران وسنسان صحرا کی گرم چلچلاتی دھوپ میں سرگرداں شاداب مقدس خوشبو کی مانند ہے محبت زندگی کی کانٹوں بھری ٹہنی کو سماوی خوشبو رکھنے والے پھولوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

میری بہن! جس ہستی سے میں نے محبت شروع کی ہے۔ اس پر اپنی چاہت نچھاور کرنے سے پہلے میں نے آج تک کسی بھی مرد کو نظر بھر کے نہیں دیکھا نہ ہی کسی سے محبت کی ہے۔ جس وقت

میں قسطنطنیہ میں تھی اور قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی طرف سے مجھے شادی کا پیغام بھی ابھی نہیں ملا تھا۔ بھی میں یہ خواہش کرتی تھی کہ کسی ایسے جوان کو اپنی زندگی کا ساتھی اپنا شوہر بناؤں گی جو آند طوفان سے لڑ کر جو تیروں کی سنسناہٹ اور خون آشام تلواروں کے بیچ میں کھڑا ہو کر بھی میرے ناقابل تسخیر دفاعی حصار ثابت ہو۔ جو میرے آنسوؤں کو نغموں اور قہقہوں کے سیلاب میں کر دے جو میرے لئے بدترین حالات میں بھی تاریک افق پر امید کی چمک اور کڑوے کسیلے موسموں میں امن کا میگھ' خوشی کا مینہ ثابت ہو میری خوش قسمتی کہ میں نے اپنے دل میں اپنے کے ساتھی کا جو معیار قائم کر رکھا تھا۔ ایسا ایک جوان مجھے مل گیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ سے محبت کرتی ہوں اور وہ مجھے چاہتا ہے یا نہیں۔ اس کا مجھے علم نہیں پر میں اسے چاہتی رہو میں عقابی نگاہ رکھنے والے اس درویش صفت اور دلیر سورما کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک کرتی رہوں گی۔ جس نے میرے ماضی کے خوابوں و خیال تک کو منور کر کے رکھ دیا ہے۔

عمیمہ یوں جانو جس روشنی کی مجھے تلاش تھی وہ روشنی مجھے مل چکی ہے۔ جس طرح اسے چاہا ہے۔ اسی طرح اگر اس نے بھی مجھ سے محبت کی تو پھر ہم دونوں کی یہ محبت رنگوں کی پھولوں کی جوانیوں' معانی کا فن پارہ اور اوراق مصور کے جمال تک کو فطرت کے مرقع تبدیل کر کے رکھ دے گی۔ جسے میں نے چاہنا شروع کیا ہے۔ برسوں سے میری بھی خوا میں ایسے جوان کو چاہوں' ایسے جوان پر اپنی محبت کو نچھاور کروں جو میرے لئے بے قرار لمح دام میں دفن کرنے کی جرات اور ہمت رکھتا ہو۔

ایکاسیہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بیچ میں بولتے ہوئے عمیمہ نے اسے رک جا۔ کر دیا۔

ایکاسیہ! محبت کی یہ گردان اتنی لمبی نہ کرتی چلی جاؤ مجھے بھی کچھ بولنے کی مہلت دو دبے دبے الفاظ میں گول مول ہیر پھیر جملوں میں کہہ دیا ہے اس کے بعد یہ بھی کہو کہ جس تمہیں تلاش تھی۔ وہ روشنی کس حویلی میں ہے۔ جس جوان کی تمہیں تلاش تھی جسے تم ا ساتھی بنانا چاہتی ہو وہ کون ہے؟

گھورنے کے انداز میں ایکاسیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

مجھے زیادہ تنگ نہ کرو۔ سب کچھ تم جانتی ہو۔ علم رکھتی ہو یاد رکھنا میری زندگی میر

میری الفت کا محور امیر ایتاخ ہیں۔ ایکاسیہ یہاں تک کہنے کے بعد رکی پھر وہ کہتی چلی گئی تھی۔

عمیمہ مری بہن میں اب اپنی محبت کے کسی بھی لمحے کو راز میں نہیں رکھنا چاہتی۔ میں ان کے ساتھ اپنی محبت کو آخری حدود تک لے جا چکی ہوں جب وہ کبھی سامرہ شہر میں نہیں ہوتے تو میرا بے کل باطن' میرا بے قرار دل بار بار مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ وہ کب آئیں گے۔ رات کو سوتے وقت جب میں آسمان کی طرف دیکھتی ہوں تو ستاروں کی روشنی' ہواؤں کے ترنم اور فضاؤں کی مہک میں بھی مجھے صرف ان ہی کے نام کی گونج سنائی دیتی ہے۔

عمیمہ نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پہلے ایکاسیہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا چہرہ' اس کی پیشانی چومی پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

ایکاسیہ میری بہن! تمہاری ماں نے تو ایک بار مجھ سے ذکر کیا تھا بلکہ اس موقع پر میری ماں بھی وہیں تھی کہ قسطنطنیہ شہر کے ایک نواحی جزیرے میں تورک نام کے نوجوان سے تمہارا نکاح بھی ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے تم تورک کی بیوی ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بیوی کی حیثیت سے تم اس کے ساتھ نہیں رہی لیکن آخر تم دونوں کا نکاح تو ہوا ہے اور وہ تمہیں اپنی بیوی کہہ سکتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ ایسا کرنے کا قانونی حق رکھتا ہے۔ اور اسے اس ناطے سے یہ جواز بھی ملتا ہے کہ وہ یہاں آئے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے۔

ایکاسیہ نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شوہر کی حیثیت سے میں کسی تورک وورک کو نہیں جانتی وہ سارا ایک دفاعی معاملہ تھا۔ ایسا میری ماں نے اس بناء پر کیا تھا کہ اگر اس جزیرے سے کہیں قسطنطنیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے یہ کہہ لیا جائے کہ میں اب کنواری نہیں کسی کی بیوی ہوں اس بناء پر تورک کے ساتھ میرا نکاح کر دیا گیا تھا۔ تاکہ تورک بھی اس کے سامنے پیش ہو کر کہہ سکے کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ اس طرح میں نوفل بن میخائیل کے حرم میں داخل ہونے سے بچ سکتی تھی۔

جہاں تک تورک کے ساتھ میرے نکاح کا تعلق ہے تو عمیمہ میری بہن یوں جانو یہ نکاح تو ریت کا ایک گھروندا ہے کاغذی محل اور کچے دھاگوں کی ایک غیر اساسی امید تھی اسے کسی بھی وقت

ختم کیا جاسکتا ہے میں نے کبھی بھی کسی بھی موقع پر اسے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا- میری ماں نے اس کے ساتھ نکاح کے وقت بتایا تھا کہ یہ صرف احتیاطی تدبیر کے تحت کیا جارہا ہے تاکہ مجھ پر نوفل بن میخائیل ہاتھ نہ ڈال سکے- میری ماں نے مجھے یہ بھی تسلی دی تھی کہ جس وقت اور جب میں چاہوں گی اس نکاح کو فسخ کر کے تورک کے ساتھ اپنے تعلق کو ہمیشہ کے لئے منقطع کردوں گی- ایک ا بات بھی یاد رکھنا اگر حالات مجھے تورک کے ساتھ رہنے پر مجبور کردیتے تو وہ میرے لئے خاوند نہیں گورکن ثابت ہوتا- اور میں اس کے لئے بیوی نہیں ایک خالی سیپ ثابت ہوتی- وہ ایسا نوجوا ہے جو نہ میرے گوہر عصمت کی حفاظت کرسکتا ہے نہ ہی وہ لطیف محبت کے مفاہیم و مطالب واقفیت رکھتا ہے وہ ایک کھردرا' جاہل اور اجڈ قسم کا نوجوان ہے- جس کے ساتھ بیوی کی حیثیت میں ایک لمحہ بھی بسر نہیں کرسکتی اور اب تو حالات ہی پلٹا کھا گئے ہیں-

عمیمہ فوراً اس کی بات کاٹ گئی-

لیکن اس کے ساتھ تمہارا نکاح یہودی روایات کے مطابق ہو چکا ہے- اور ابھی تک تم قا اس کی بیوی ہو-

ایکا سیہ نے اس بار خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

میں اس کی کوئی بیوی ویوی نہیں ہوں- آج میں اگر اسلام قبول کرلوں تو میرا نکاح اس ساتھ فسخ ہو جائے گا- اس کے بعد میں اپنی مرضی کی مالک ہوں گی- اب بولو تم کیا کہنا چاہتی ہو- ایکا سیہ کی اس گفتگو سے عمیمہ دنگ رہ گئی تھی- خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی- ایکا نے پھر کہنا شروع کیا-

عمیمہ! ایک اور بات یاد رکھنا میں نے امیر ایتاخ سے کچھ سطحی محبت نہیں کی- میں ان کی میں اس قدر دور جاچکی ہوں کہ اگر وہ مجھے نہ ملے تو وقت کے محور اور ان اجنبی سرزمینوں میں حالت ہوا کے سمندر میں برسوں کی تشنگی' قرنوں کے غبار میں زرد تعبیروں اور اڑتی کالی راک سوگ کے شمشانوں سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی- امیر ایتاخ اب میرے قلب کے آنگن شبنم کی خنک پھوار' میرے زلف و رخ کی تازگی' میرے ہونٹوں کی حلاوت و تمازت' میری تنہائیوں میں لطف کی نازک قبا اور میرے بے تاب موسموں کی داستانوں اور میری مشعل چشم اب نئے دور کا آدرش' مہکتی کلیوں کی مسکراہٹ اور تازگی کے موسموں کی شگفتگی سے بھی زیادہ

رکھتے ہیں-

ایکا سیہ جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے عمیمہ بول پڑی-

لگتا ہے میرے بھائی ایتاخ سے محبت کرنے کے بعد تم اپنی گفتگو میں اچھے اچھے اور پیارے الفاظ استعمال کرنے کا فن بھی سیکھ گئی ہو- بہرحال اب یہ بتاؤ کہ اپنی اس محبت کا اظہار امیر ایتاخ سے کب اور کس وقت کرو گی-

ایکا سیہ مسکرائی' کچھ سوچا پھر کہنے لگی-

عمیمہ میری بہن! ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ میں کھل کر امیر سے اپنی محبت کا اظہار کرسکوں- ابھی مجھے یہ تک یقین نہیں کہ وہ مجھے پسند بھی کرتے ہیں یا میری محبت سے بے گانہ ہیں- میری ذات میں وہ کوئی دلچسپی بھی رکھتے ہیں یا نہیں- تاہم میں انہیں کھونا نہیں چاہتی- ہرصورت میں انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں اور اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ میں انہیں اپنی طرف مائل کرسکوں- اور ان کے دل ان کے ذہن میں یہ بات ڈال سکوں کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں اور میں ایکا سیہ صرف ان ہی کے لئے پیدا ہوئی ہوں- مجھے امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گی-

اس کے ساتھ ہی ایکا سیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور عمیمہ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

اب میری محبت بھری ان باتوں میں زیادہ دلچسپی کا اظہار نہ کرو نہ ہی مجھ سے میرے سارے راز اگلوانے کی کوشش کرو- اٹھو پہلے حویلی کی صفائی کریں اس کے بعد اور کام بھی ہیں جو ہم دونوں نے کرنے ہیں- عمیمہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی- پھر اس نے اپنا بازو ایکا سیہ کے شانے پر رکھا اور کہنے لگی-

اچھا! صفائی شروع کرنے سے پہلے صرف ایک بات بتا دو اور وہ یہ کہ تمہیں امیر کے اردبیل کی طرف جانے کا دکھ اور افسوس ہوا ہے-

ایکا سیہ مسکرائی ہلکی سی ایک چپت اس نے عمیمہ کے چہرے پر لگائی کہنے لگی-

تم میری محبت میں کچھ ضرورت سے زیادہ دلچسپی نہیں لینے لگ گئی ہو- امیر جب گھر سے باہر نکلتے ہیں تب بھی میری پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں- اور اب تو وہ اردبیل کی طرف گئے ہیں دن رات بڑی بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کروں گی- بس یہی سننا چاہتی تھی نا- چلو اٹھو اب صفائی شروع کریں- عمیمہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دیوان خانے سے نکلیں اور بڑی جان فشانی سے حویلی کی صفائی میں لگ گئی تھیں-

اردبیل شہر کی طرف کوچ کرتے ہوئے ایتاخ اور اشناس دونوں نے اپنے آگے تیز رفتار قاصد روانہ کر دیئے تھے تاکہ وہ ان کی آمد کی اطلاع پہلے سے وہاں موجود عرب جرنیل ابو سعید یوسف کو کریں- جو ان قلعوں کی مرمت میں مصروف تھا- جن پر حملہ آور ہو کر بابک اور اس سالاروں نے تباہ و برباد کر دیا تھا-

ایتاخ اور اشناس کے آنے کی اطلاع پا کر عرب جرنیل محمد سعید نے قلعوں کی مرمت کا ترک کر دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے اردبیل شہر کے نواح میں ایتاخ' اشناس اور اس لشکریوں کا بہترین استقبال کیا جس وقت دونوں لشکر آپس میں ملے اس وقت سورج غروب ہو کے قریب پہنچ چکا تھا لہذا جس جگہ محمد بن سعید نے پہلے سے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تھا- وہاں ایتاخ بھی اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا- آن کی آن میں محمد بن سعید کے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور اشناس کے لشکری بھی بڑی تیزی سے خیمے نصب کرنے لگے تھے- اتنی دیر تک محمد بن ایتاخ اور اشناس دونوں کو اپنے خیمے میں لے گیا- جب وہ تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایتاخ محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

ابن یوسف! میرے بھائی میں چاہتا ہوں کہ آج لشکری پوری طرح آرام کریں- کل دن بھی آرام کیا جائے گا- سورج غروب ہونے اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں سے کیا جائے گا- اور سمدان نام کے قلعے کا محاصرہ کر لیا جائے گا- میرے خیال میں جو قاصد میں اپنے آگے آگے بھجوائے تھے انہوں نے اس قلعے کا محاصرہ کرنے اور وہاں بابک کے ساتھی خاتمہ کرنے کی وجوہات بتا دی ہوں گی-

محمد بن یوسف مسکرایا اور کہنے لگا-

ایتاخ میرے بھائی! ان قاصدوں نے تفصیل کے ساتھ مجھے بتا دیا ہے کہ یہ ساری کارروائی ایک بوڑھی خاتون کی نالش پر کی جا رہی ہے- بہر حال مجھے امید ہے کہ جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس کے مطابق ہم اس قلعے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے-

محمد یوسف جب خاموش ہوا تب ایتاخ نے پھر کہنا شروع کیا-

ابن یوسف! میں یہ بھی پسند کروں گا کہ جب ہم اس قلعے کو فتح کر لیں تو وہاں تم اپنے لشکر کے ساتھ مستقل قیام کرنا اور وہیں سے نکل کر ان قلعوں کی مرمت کا کام سرانجام دیتے رہنا- جو بابک خرمی نے تباہ و برباد کر رکھے ہیں- ایک طرح سے سمدان نام کے اس قلعے کو تم اپنا مرکز بنا لینا میں نے وہ قلعہ دیکھا تو نہیں ہوا لیکن سنا ہے بڑا مضبوط ہے- اور چھوٹا موٹا لشکر اسے تسخیر بھی نہیں کر سکتا- بہر حال ہر صورت میں ہم نے اس قلعے کو اپنی گرفت میں لینا ہے لیکن میرے بھائی کل اس قلعے کی طرف کوچ کرنے سے قبل میں ایک اور کام کرنا چاہتا ہوں- اگر وہ کام آج رات ہی ہو جائے تو یوں جانو میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی-

محمد بن یوسف نے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

میرے عزیز! وہ کون سا کام ہے جو اگر آج رات ہو جائے تو تمہاری خوشی کا باعث بن سکتا ہے-

ایتاخ مسکرایا پھر دھیمے لہجے میں وہ محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا-

ابن یوسف! میرے عزیز بھائی اردبیل شہر میں ایک پارسیوں کا سب سے بڑا عالم دین ہے- یوں سمجھو پارسی اسے اپنا سب سے بڑا مغ خیال کرتے ہیں- اس کا نام موبذ ہے- میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے کچھ آدمی بھجواؤ جو اردبیل شہر کے محل وقوع سے واقف ہوں وہ اس موبذ کو میرے پاس لے آئیں- مجھے اس سے ایک انتہا درجہ کا ضروری کام ہے-

ایتاخ جب خاموش ہوا تب سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابن یوسف نے پوچھ لیا-

کیا اس کام کی نوعیت میں جان سکتا ہوں؟

ایتاخ تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا اور باری باری اشناس اور محمد یوسف کی

طرف دیکھتا رہا پھر رازدارانہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

ابھی میں کام کی نوعیت کسی پر ظاہر نہیں کرسکتا۔ وہ انتہائی اہم کام ہے اور اس میں کچھ لوگوں کی زندگی موت کا بھی سوال ہے۔ بس آج رات اس موبذ نام کے پارسی عالم دین کو میرے پاس لاؤ۔ میں ہر صورت میں اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لینا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس کے پاس بہت سے راز ہیں۔ دوسرے کچھ لوگوں کی طرف سے اس کو جان کا خطرہ بھی ہے۔ لہٰذا اگر تم اپنے آدمی بھیج کر آج شب اسے میرے پاس پہنچاؤ تو میں نہ صرف یہ کہ تمہارا شکر گزار رہوں گا بلکہ تمہاری طرف سے ایک بہت بڑا معرکہ ہوگا۔ جہاں تک کام کی نوعیت کا تعلق ہے تو میں تم پر ہی اس کا اظہار نہیں کر رہا جس مقصد جس کام کے تحت میں موبذ نام اسی پارسی عالم کو بلا رہا ہوں اس کام کی نوعیت سے اشناس بھی بے خبر ہے یوں جانو یہ ایسا راز بھرا کام ہے جو میرے علاوہ فی الحال کوئی نہیں جانتا۔ بہرحال وقت آنے پر سب کو پتہ چل جائے گا کہ اس پارسی موبذ سے کیا کام لینا ہے۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے محمد بن یوسف مطمئن ہو گیا تھا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی! فکر نہ کرو میں ابھی تھوڑی دیر تک اپنے کچھ آدمیوں کو اردبیل شہر کی طرف بھجواتا ہوں خصوصیت کے ساتھ میں ان لوگوں کو بھیجوں گا جو اردبیل شہر کے گلی کوچوں تک سے واقف ہیں اور مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر تک موبذ نام کے اس مغ کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

جواب میں ایتاخ نے مسکراتے ہوئے محمد بن یوسف کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

ایک کام تو طے ہوا اب دوسرا کام یہ کہ تمہارے پاس یقیناً کچھ طلایہ گرد نقیب اور مخبر ہوں گے جو ان سارے علاقوں سے واقف ہوں گے۔ ابھی تھوڑی دیر تک ایسے مخبروں کو اپنے لشکر کے اطراف میں پھیلا دو تا کہ وہ بابک خرمی کے لشکروں پر نگاہ رکھیں اور ان کی نقل و حرکت سے ہمیں آگاہ کریں۔ یاد رکھنا بابک خرمی اور اس کے سالاروں کو میری اور اشناس کے اردبیل شہر کی طرف آنے کی اطلاع ہو چکی ہوگی اور وہ ضرور ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔ وہ کسی بھی صورت پسند نہیں کریں گے کہ ہم اردبیل شہر سے نکل کر آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں۔ جن کوہستانی سلسلوں کے اندر ان کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ اس لئے یہ کام بڑی تدبیر اور بڑی احتیاط سے کیا جانا ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں روانگی سے پہلے امیر المومنین معتصم

سے میری بات ہو چکی ہے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو اس بابک خرمی کے خلاف عنقریب حرکت میں آیا جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے معتصم کے بھائی مامون الرشید کے دور سے بغاوت اور خون خرابے کی ابتداء کر رکھی ہے۔ ہزاروں مسلمان اس کے ہاتھوں کام آ چکے ہیں۔ اب اس کا خاتمہ ہر مسلمان پر فرض عین بن چکا ہے۔ گو بابک خرمی کو قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے بھی مدد مل رہی ہے۔ اس کے باوجود بابک خرمی کو ہمیں ہر صورت میں اپنے سامنے زیر کرنا ہے۔

محمد بن یوسف ایتاخ کے خاموش ہونے پر پھر بول پڑا۔

ایتاخ! میرے بھائی فکر نہ کرو۔ جہاں میں کچھ آدمی اردبیل کی طرف بھجواؤں گا وہاں اپنے انتہائی معتبر اور منتخب مخبروں، طلایہ گردوں اور نقیبوں کو اپنی اس موجودہ لشکر گاہ کے اطراف میں پھیلاؤں گا جو ہمیں اگر اس علاقے میں بابک خرمی کی نقل و حرکت ہے تو بروقت ہمیں اس کی اطلاع دیں گے۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔

محمد بن یوسف! جن امور پر میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا وہ مکمل ہوئی۔ میرا خیال ہے اب اٹھو ایک تو میں اپنے لشکر کے پڑاؤ کا جائزہ لوں دوسرے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کریں۔ ایتاخ کے کھڑے ہونے پر اشناس اور محمد بن یوسف بھی کھڑے ہو گئے پھر وہ اس خیمے سے نکل گئے تھے۔

..........☆..........

رات شبنمی کرنوں کے پیراہن اور کہر کے بادلوں کی ردا اوڑھے بڑی تیزی سے صبح کے نرم گیلے جھونکوں اور در سحر کو چھونے کی خواہش میں بے ہنگم زہریلی ہواؤں اور آندھل چھپٹ کرتی ایذاؤں کی طرح بھاگتی جا رہی تھی۔ فضاؤں کے اندر نہ کوئی جگنو تھا نہ چمک نہ چنگاری لگتا تھا جیسے روشنیوں کے بدن تھک کر چور ہو گئے ہوں ہر طرف سنگسار دامنوں میں بکھری طلسمی فضاؤں جیسی خاموشی اور خود سے کوسوں دور سوچوں کی دہلیز پر اسیر حرف و آواز جیسی چپ تھی۔ ایسے میں ایتاخ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا گہری سوچوں میں غرق تھا کہ خیمے کے دروازے سے کسی کی آواز سنائی دی۔

ایتاخ! میرے بھائی کیا میں محمد بن یوسف اور اشناس اندر آسکتے ہیں- ہمارے ساتھ آتش پرستوں کا وہ مغ ہے جس کا نام موبذ ہے-

ان الفاظ پر ایتاخ تڑپ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا- لپک کر دروازے پر آیا- دروازے پر اشناس اور محمد بن یوسف کے علاوہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص کھڑا تھا- وہی آتش پرست موبذ تھا- تینوں کو ایتاخ نے اندر آنے کے لئے کہا- اور نشستوں پر بیٹھنے کا اشارہ دیا- جب وہ بیٹھ گئے تب محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

ابن یوسف! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم آج ہی رات موبذ کو میرے پاس لے آئے ہو- جس موضوع پر میں موبذ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ انتہائی نازک اور خطرناک ہے- اگر تم دونوں محسوس نہ کرو تو میں تھوڑی دیر کے لئے تنہائی میں آتش پرستوں کے اس معزز مغ سے بات کرنا چاہتا ہوں-

ایتاخ کی اس گفتگو سے اشناس اور محمد بن یوسف دونوں مسکرائے پھر ایک دوسرے کو اشارہ کیا اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمے سے نکل گئے تھے ہاتھ کے اشارے سے ایتاخ نے موبذ کو قریب آنے کے لئے کہا اور اس کے پہلو میں جو نشست تھی اس پر ہاتھ مارا اور بیٹھنے کے لئے کہا- موبذ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایتاخ کے قریب ہو بیٹھا- ایتاخ کچھ دیر اس کا جائزہ لیتا رہا پھر اچانک اس نے سوال داغ دیا-

کیا تمہارا نام موبذ ہے؟

اس کی گردن جھک گئی اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا- ہاں میرا ہی نام موبذ ہے-

کیا تم حیدر بن کاؤس کو جانتے ہو-؟ جس کو افشین کہہ کر پکارا جاتا ہے- ایتاخ کے اس سوال پر اچانک اس موبذ کی حالت طویل سرد رات میں ٹوٹتے لرزاں خیالات اور پیاس کی ریت پر چلتے چلتے تھک جانے والے انجانی مسافتوں کے بے بس مسافر جیسی ہو کر رہ گئی تھی- اس کی آنکھوں میں رحم کی طلب اور اس کے چہرے پر خوفناک سسکتے جذبے ابھر آئے تھے- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

میں دیکھتا ہوں- افشین کا نام سن کر تم کسی قدر خوفزدہ ہو گئے ہو- تمہارا چہرہ بھی بدل گیا ہے- آنکھوں میں ہراساں لہریں رقص کرنے لگی ہیں- تمہیں فکر مند' پریشان ہونے' ڈرنے یا خوف ز

ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا نام ایتاخ ہے میں نہ کہ صرف یہ امیر المومنین معتصم کے لشکر میں سالار ہوں بلکہ اس کی سلطنت کا مشیر جنگ بھی ہوں اور اس عہدے کے لحاظ سے افشین میرے ماتحت بھی آتا ہے- اگر تم اس کا نام سن کر کسی خوف اور خدشے کا شکار ہو گئے ہو تو اس خوف کو اتار پھینکو- اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں تم سے پوچھنے لگا ہوں- اس کی خبر افشین کو ہو جائے گی یا وہ تمہارے خلاف کارروائی کرے گا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ایسا ہرگز نہیں ہوگا- یہ بات طے ہے کہ میں تم سے افشین ہی کے متعلق پوچھوں گا- لیکن ساتھ ہی تمہیں یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ افشین سے تمہاری حفاظت کا بھی بہترین اہتمام کروں گا- یہ بات بھی اپنے دل میں بٹھا کر رکھنا کہ میرے سامنے جھوٹ سے کام نہ لینا- اس لئے کہ جو کچھ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ ایک طرح کی توثیق ہے ورنہ میرے سوالوں کا جواب پہلے ہی کوئی مجھے دے چکا ہے بس تمہاری جانب سے میں اس کی تصدیق اور توثیق چاہتا ہوں- جھوٹ بولو گے تو میں تمہارے لئے افشین سے بھی زیادہ خوفناک اور زہریلا ثابت ہوں گا- اس کے بعد ایتاخ نے عجیف بن عنبسہ کے وہ الفاظ موبذ کے سامنے دہرائے جو اس نے افشین سے متعلق کہے تھے- ایسا کرنے کے بعد اس نے پھر اسے مخاطب کیا-

اب بتاؤ افشین کیسا انسان ہے اور جو الفاظ میں نے تمہارے سامنے دہرائے ہیں- کیا یہ درست اور ٹھیک ہیں-

ایتاخ کے ان الفاظ پر موبذ کو کچھ حوصلہ ہوا- اپنے آپ کو اس نے سنبھالا پھر کسی قدر جرات مندی سے کام لیتے ہوئے وہ بول پڑا-

امیر ایتاخ! یہ افشین پل پل سوروپ بدلنے والا وہ زہریلا ناگ ہے جو فی الفور بغاوت کا کینچل اتار کر نظر کی طراوت سا پرامن ہو جاتا ہے- میں جانتا ہوں آپ افشین سے متعلق جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں- یہ ایک ہولناک معاملہ ہے- میں آپ کے سامنے جھوٹ بھی نہیں بولوں گا سچ کہوں گا- اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ سچ اگلنے کے بعد مجھے افشین زندہ نہیں چھوڑے گا-

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا-

شاید تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہوا- سن! جس طرح صحرا کی طرح خالی رات کو خداوند

قدوس کے سوا کوئی تبدیل نہیں کرسکتا- نہ کوئی اس کا رخ بدل سکتا ہے-- جس طرح شیشے پر برتی بارش شیشے کا رنگ تبدیل نہیں کرسکتی- جس طرح راستوں پر دھول اڑاتی آندھیاں منزلوں کو بے نشان نہیں کرسکتیں اس طرح میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ افشین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں اس سے اس کے لواحقین' اس کے ساتھیوں سے تمہاری خوب حفاظت کروں گا- تمہیں یہاں چھوڑ کے نہیں جاؤں گا تمہیں اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا اب بولو جو کچھ میں نے کہا ہے یہ درست ہے-

موبذ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا- ہاتھ کے اشارے سے ایتاخ نے اسے بولنے کے لئے کہا- ساتھ ہی دوسرے ہاتھ کو لہراتے ہوئے اس نے تسلی بھی دی جس پر موبذ بول اٹھا-

مسلمانوں کے امیر! جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ یقیناً درست ہے- افشین بظاہر مسلمان ہے باطن میں وہ کٹر قسم کا آتش پرست ہے- یہ بھی درست ہے کہ گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے- بلکہ مجھے بھی وہ گوشت کھانے کی ترغیب دیتا ہے- اور یہ بھی کہتا رہا ہے کہ ذبیحہ پر گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے- اکثر وہ ہر چہار شنبہ کے دن ایک سیاہ بکری کو سے مارتا تھا- اور اس کے دو حصے کرنے کے بعد اس کو پاؤں تلے روندتا تھا پھر خود بھی کھاتا تھا دوسروں کو بھی کھلاتا تھا- یہ بھی درست ہے کہ اس نے ابھی تک مسلمانوں کی طرح ختنہ نہیں کرایا-

موبذ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے ایتاخ مزید اس کے قریب ہوا' اس کی تھپتھپائی پھر کہنے لگا-

یہ خیال مت اپنے ذہن میں لانا کہ افشین تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچا سکے گا- اگر اس اس کے کسی بھی آدمی نے تمہیں ذرا برابر بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں ایتاخ ضمانت ہوں کہ میں ان کی گردنیں کاٹ کے رکھ دوں گا-

اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے کسی کو آواز دی- اس آواز کے جواب میں ایک مسلح جوان ہوا خیمے میں داخل ہوا- اس کی طرف دیکھتے ہی ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

بھاگ کے جاؤ- اشناس کو بلا کر میرے پاس لاؤ- وہ مسلح جوان مڑا اور جس تیزی تھا- اسی تیزی کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا-

تھوڑی دیر بعد اشناس خیمے میں داخل ہوا- ہاتھ کے اشارے سے ایتاخ نے اسے

قریب بیٹھنے کو کہا- جب وہ بیٹھ گیا تب ایتاخ بول پڑا-

اشناس میرے بھائی! یہ جو شخص میرے پاس بیٹھا ہے' آتش پرست ہے- نام اس کا موبذ ہے- میں اسے تمہارے حوالے کرتا ہوں- جب تک اس مہم میں ہم مصروف ہیں- تم اس کی حفاظت کا خوب اہتمام کروگے- کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوکر اسے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں- اس کی زندگی کے درپے ہوسکتے ہیں- آنے والے دور میں یہ شخص ہمارے لئے انتہا درجہ کا سودمند ثابت ہوسکتا ہے- میں اسے صحیح سلامت سامرہ پہنچتے دیکھنا چاہتا ہوں- پھر اپنا منہ ایتاخ' اشناس کے کان کے قریب لے گیا اور اسے کہنے لگا-

یہ انتہائی اہم شخص ہے- اس کی حفاظت کسی قیمتی اثاثے کی طرح کرنا اور اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم سامرہ پہنچیں گے تو اسے زندان میں رکھنا- زندان میں بھی اس کی حفاظت کا خوب اہتمام کیا جائے گا- زندان میں اس کی حیثیت ایک اچھے اور قابل عزت مہمان کی سی ہوگی- اب تم اٹھو اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤ-

پھر موبذ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ بول پڑا-

میرے عزیز! تو میرے اس سالار ساتھی کے ساتھ جا- جہاں یہ تیری ضروریات کا خیال رکھے گا وہاں تیری حفاظت کا بھی خوب اہتمام کرے گا- اس کے ساتھ ہی موبذ اٹھ کھڑا ہوا- اشناس اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا-

اگلے روز فجر کی نماز ادا کرنے اور صبح کا کھانا کھانے کے بعد جس وقت ایتاخ اپنی لشکر گاہ میں گھوم پھر کر لشکریوں کی ضروریات اور ان کی آسائشوں کا جائزہ لے رہا تھا- محمد بن یوسف اور اشناس دونوں سالار اس کے قریب آئے- ان دونوں کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے- ان کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ رک گیا- قریب آکر محمد بن یوسف نے ایتاخ کو مخاطب کیا-

میرے بھائی! آپ کے کہنے کے مطابق میں نے کل شام کے وقت ہی اپنے طلایہ گرد اور اپنے ناظر لشکر کے اطراف میں پھیلا دیئے تھے- رات کے پچھلے حصے میں کچھ ناظر لوٹ کے میرے پاس آئے اس وقت میں نے آپ کو جگانے کی زحمت نہیں دی- یہ جو ناظر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بابک خرمی کا ایک لشکر یہاں سے صرف ایک فرسنگ شمال مغرب میں موجود ہے- شاید بابک

خرمی کو آپ اور اشناس اور آپ کے لشکریوں کی آمد کی اطلاع ہو چکی ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ شاید آپ اور اشناس دونوں اس کے خلاف مہم جوئی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں- اسی بناء پر اس نے ایک لشکر آپ دونوں سے نپٹنے کے لئے بھیجا ہے- جو ناظر میرے پاس آئے ہیں جنہیں میں نے دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجا تھا ان کا کہنا ہے کہ بابک خرمی کا جو لشکر ہم سے نپٹنے کے لئے آیا ہے- اس کی کمانداری بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور اس کا ایک جرنیل طرہ خان کر رہے ہیں-

محمد بن یوسف کے اس انکشاف پر ایتاخ مسکرا اٹھا شاید اس خبر نے اس خوش کر دیا تھا- محمد بن یوسف کی بجائے اس نے آنے والے ناظروں کو مخاطب کیا-

میرے عزیزو! جو کام تم لوگوں نے انجام دیا ہے وہ قابل تعریف ہے- تم فی الحال یہیں اپنے خیمہ گاہ میں قیام کرو- میں محمد بن یوسف اور اشناس دونوں کو اپنے خیمے میں لے جا رہا ہوں- تھوڑی دیر بعد میں تم لوگوں کی ضرورت محسوس کروں گا-

اس کے ساتھ ہی وہ طلایہ گر وہاں سے ہٹ گئے تھے- جب کہ ایتاخ' محمد بن یوسف ا اشناس کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا- تینوں خیمہ میں داخل ہوئے' نشستوں پر بیٹھ گئے- پھر ان دونو کو مخاطب کرتے ہوئے ایتاخ نے کہنا شروع کیا تھا-

میرے عزیز بھائیو! جو خبریں ہمارے طلایہ گر اور ناظر لے کر آئے ہیں- وہ ہماری لئے بڑ اہمیت کی حامل ہیں- اب ہمارے سامنے دو محاذ ہیں- ایک بابک خرمی کے سپہ سالار اعلیٰ عصمت دوسرے درجے کے سالار طرہ خان کا اور دوسرا سمدان نام کے قلعے کا- جس کے اندر بابک خرمی ریام نام کا سالار ایک بہت بڑا لشکر لئے محصور ہے اور وہ اکثر و بیشتر مسلمان علاقوں پر حملہ آور جوان لڑکیوں کو پکڑ کر لے جاتا ہے اور انہیں لونڈیاں بننے پر مجبور کرتا ہے- میں ان دونوں مہموں بیک وقت نپٹ لینا چاہتا ہوں- میں ایسا اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ نہ ہی بابک خرمی کے سالار عصمت اور اس کے سالار طرہ خان کو سنبھلنے کا موقع ملے اور نہ ہی دوسری جانب سمدان نام کے کے سالار ریام اور اس کے لشکریوں کو محتاط ہو جانے کا موقع ملے- اب جو لائحہ عمل دشمن سے نپٹنے لئے میں نے تیار کیا ہے وہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں- اس میں اگر تم کسی قسم کی کمی بیشی چاہو تو تم دونوں کو اس کی اجازت ہوگی- سنو! میں کیا چاہتا ہوں-

محمد بن یوسف! جو لشکر میں لے کے آیا ہوں- اس کے تین حصے ہو جائیں گے- دو حصے ے پاس رہیں گے- ایک اشناس کی سرکردگی میں کام کرے گا- اس طرح یہاں جو ہمارا پورا خیمہ زن ہے وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گا- ایک میرے پاس ایک اشناس کے پاس اور محمد بن یوسف تمہارے پاس- اب ہم ابتدا کچھ اس طرح کریں گے کہ لشکر کے تینوں حصے وقت یہاں پڑاؤ ختم کر کے کوچ کریں گے- جو ناظر تھوڑی دیر پہلے یہاں آئے ہیں اور ں نے بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت کے لشکر کی اطلاع دی ہے وہ ہماری راہ نمائی کریں - کچھ دور تک ہم اس سمت جائیں گے جہاں بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت نے اپنے لشکر ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے- ان کے نزدیک جا کر تم دونوں بیک وقت تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنا بدلتے ہوئے میرے ساتھ آگے بڑھنے کی بجائے سمدان نام کے قلعے کی طرف بڑی تیزی کے جاؤ گے جب کہ میں آگے اس سمت بڑھوں گا جہاں عصمت نے پڑاؤ کر رکھا ہے-

اب تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ سمدان نام کے اس قلعے میں پہنچتے ہی تم دونوں قلعے کے ب اور مشرقی حصے سے بیک وقت حملہ آور ہونا- قلعے کے جنوبی حصے محمد بن سعید تم رہنا اور قلعے مشرقی حصے میں اشناس رہے گا- تم قلعے پر حملہ آور ہوتے ہوئے قلعے میں موجود حفاظتی لشکر کو ے ساتھ مصروف رکھو گے- نہ قلعے کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرو گے نہ ہی شہر پناہ کا دروازہ توڑ اندر داخل ہونے کی کوشش کرو گے اگر دشمن شہر سے باہر نکل کر تم دونوں سے مقابلہ کرنا چاہے اور وہ ایسا کر گذرے تو پھر حملہ آور ہو کر اسے کچل کے رکھ دینا- میرے خیال میں وہ ایسا کرنے کی ت و جسارت بھی نہیں کرے گا- بہر حال تم دونوں سمدان میں جو بابک خرمی کا لشکر ہے اسے ے اپنے ساتھ مصروف رکھو گے- اب میرا لائحہ عمل یہ ہوگا کہ میں سیدھا عصمت اور طرہ خان کا کروں گا ان سے ٹکراؤں گا مجھے امید ہے میں بہت جلد انہیں شکست دے کر پسپا ہونے اور ے جانے پر مجبور کر دوں گا- میں دور تک ان کا تعاقب نہیں کروں گا- ان پر حملہ آور ہوتے ئے ان کے لشکر کی تعداد کم کروں گا- ان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا میں قلعے کی طرف آؤں

ظاہر ہے میری آمد تک تم لوگ مشرق اور جنوب سے قلعے پر حملہ آور ہو چکے ہوگے- جس کی پر دشمن اپنی ساری لشکری قوت اور اپنی ساری توجہ کو قلعے کے جنوبی اور مشرقی حصے کی طرف ہی روف رکھے گا- میں اچانک شمالی حصے کی طرف سے آؤں گا- میں وقت ضائع نہیں کروں گا-

اپنے لشکر کے ساتھ رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر میں فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا جب کرگذروں گا تو ظاہر ہے دشمن کی ساری توجہ میری طرف مبذول ہو جائے گی اور وہ کوشش کر کہ ہر صورت میں مجھے فصیل سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیں۔ اتنی دیر تک تم دونوں کو بھی جائے گا۔ تم دونوں بھی رسوں کی سیڑھیوں سے شہر پناہ پر چڑھنے کی کوشش کرنا۔ اگر تم دونوا پناہ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر یاد رکھنا قلعہ بہت جلد ہمارے سامنے سرنگوں ہو کر گا۔ دشمن کے جو لشکری فصیل پر ہوں گے ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا پھر ہم تینوں شہر میں اتر ی سمدان نام کے قلعے میں موت اور زندگی کا وہ کھیل کھیلیں گے جو اس سے پہلے قلعے کے ان نے دیکھا تک نہ ہو گا۔ اپنے لشکریوں کو ایک اور بات بھی بتا دینا۔ یہ بات میں اپنے لشکر سمجھا دوں گا۔ کہ جو قلعے کا حاکم ہے نام جس کا ریام ہے اس نے ان گنت مسلمان خواتین زیادتی کی ہے۔ کچھ کو لونڈیاں بنا کر بیچا ہے جو زیادہ حسین ہیں انہیں بابک خرمی کی طرف ر ہے۔ اسے میں زندہ گرفتار کر کے سامرہ لے جانا چاہتا ہوں۔ وہاں ایک خاتون ہے وہ ہی کی سزا تجویز کرے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ رکا کچھ سوچا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہ میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا اب تم دونوں کو میرے اس لائحہ عمل کے خلاف کوئی اعتر دونوں اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو بولو۔

اشناس اور محمد بن یوسف تھوڑی دیر تک مشورہ کرتے رہے ساتھ ہی ساتھ مسکرا۔ پھر محمد بن یوسف بول پڑا۔

ایتاخ میرے بھائی! دشمن پر حملہ آور ہونے کا جو منصوبہ آپ نے بنایا ہے وہ ہم لئے آخری ہے نہ ہم دونوں اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں نہ اس سلسلے میں کوئی چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں اب ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کی ابتدا کر دینی چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ ا انہیں مخاطب کیا۔

اگر ایسا ہے تو پھر جاؤ۔ لشکریوں کو کوچ کا حکم دو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہ میرے اور اشناس کے ساتھ آیا ہے اس کی تقسیم کو عملی شکل دے دی جائے۔ اس کے خیمے سے نکل گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سارا لشکر اردبیل کے نواح سے شمال مغرب کے رہا تھا۔

جس جگہ بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور دوسرے سالار طرہ خان نے اپنے لشکر کے اتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اس سے ذرا دور ایتاخ نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے لیے پر اشناس اور محمد بن یوسف اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو لے کر دونوں سمدان نام کے قلعے کی رف چلے گئے تھے جب کہ بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور طرہ خان سے نپٹنے کے لئے اخ آگے بڑھا تھا۔

عصمت اور طرہ خان کے سامنے جاتے ہی ایتاخ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع ردی تھیں۔ شاید وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور فی الفور عصمت اور طرہ خان سے نپٹنے کے د وہ سمدان نام کے قلعے کو فتح کرنے کے لئے اشناس اور محمد بن یوسف سے جا ملنا چاہتا تھا۔ سری جانب بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور دوسرا سالار طرہ خان بھی ایتاخ کی طرف یکھتے ہوئے اپنے لشکریوں کی صفیں درست کر رہے تھے۔

دونوں لشکریوں کی صفیں جب درست ہو گئیں تب عصمت اور طرہ خان نے حملے کی ابتدا کی۔ س لئے کہ ان کا لشکر تعداد میں ایتاخ کے لشکر سے زیادہ تھا۔ اپنی عددی برتری کے بل بوتے پر صمت اور طرہ خان فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے لہذا اپنے لشکر کو لے کر وہ آگے بڑھے اور ایتاخ ے لشکر پر وہ گردش کرتی آتش کے شور و غوغا' اپنے خول سے نکل کر بشریت کو حادثوں سے دوچار رتی مہیب معصیت اور ڈوبتی شام کے دامن میں تڑپ کی آہیں بھرتی ہوس کی بارش کے گرم ینٹوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ایتاخ جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ حملہ آوروں سے نپٹنے کا ہنر بھی جانتا تھا۔ شجاع تھا۔

دلیر تھا اس نے عصمت اور طرہ خان کے حملوں کو خوب روکا- اپنے لشکر کی حالت مستحکم کرنے کے اس نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی- پھر وہ رگ و پے کے ہر احساس' جسم کے ہر ریشہ مو کی ک چھانٹ کی ابتداء کر دینے والے موسموں کے شدائد' ننگے رقص میں مصروف رات کے حواس جانے والی برفیلی چھبتی ہواؤں اور سوچوں اور گمان میں ہر شئے کو بے خواب کر دینے والے سے دوچار کرتی اولوں کی طرح برستی نفرتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا-

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے آذربائیجان کے ان علاقوں میں تھکے تھ رکے لمحوں' سہمے سہمے راستوں' دھند بھری یادوں کے دامنوں میں منظروں کی نشاندہی کر دروں' لحد کے پھولوں کی طرح خاموش کہساروں کے اندر سلگتی بربادیوں اور ویران وسنسا رتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا رقص شروع ہو گیا تھا-

عصمت اور طرہ خان کو امید تھی کہ وہ امیر المومنین معتصم کے لشکر کو تھوڑی دیر میں مجبور کر دیں گے- لیکن ایتاخ ان کے سامنے پتھر اور لوہے کی دیواروں کی طرح جم گیا تھا اور جنگ نے طول پکڑنا چاہا تو خود عصمت اور طرہ خان نے دیکھا کہ ان لشکریوں کی حالت سے رات کے بجھتے الاؤ' محرومیوں کی دلدلوں اور لہو بھری کروٹوں سے بھی بدتر ہونا شرو جب کہ دوسری جانب ایتاخ اور اس کے لشکری کچھ اس طرح نئے ولولوں اور جوش کے سا ہو رہے تھے جس طرح امنگوں کی لپٹی خواہشوں کے اوپر درد کے طوفان اٹھتے ہیں- ج مرگ کے بادلوں کے اندر سے شوریدگی کے المناک عذاب اپنا نزول شروع کرتے ہیں-

عصمت اور طرہ خان نے جب دیکھا کہ ان کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی جا رہی ہے تب انہوں نے اپنا آپ بچانے کے لئے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا- شکست بھاگ کھڑے ہوئے-

ایتاخ نے زیادہ دور تک ان کا تعاقب نہیں کیا- سامنے والے کوہستانی سلسلے تک کی خوب مار پیٹ کی مزید ان کے لشکر کی تعداد کم کی جب اس نے دیکھا کہ عصمت اور ط نکل گئے ہیں اور اب پلٹنے والے نہیں تب وہ پلٹا ان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر ا کر لیا- سورج غروب ہونے تک اس نے اسی جگہ قیام کئے رکھا جہاں جنگ ہوئی تھی ا اشناس اور محمد بن یوسف کی مدد کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ سمدان نام کے اس

رہا تھا-

جس وقت ایتاخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس قلعے کے قریب پہنچا اس وقت تک سورج غروب ہو چکا تھا- فضاؤں کے اندر تاریکیاں چاروں طرف رقص کرنے لگی تھیں- سمدان قلعے کے اندر بابک خرمی کے سالار ریام کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر تھا جسے محمد بن یوسف اور اشناس نے جنوب اور مشرق کی طرف سے اپنے ساتھ بری طرح مصروف کر رکھا تھا- جنوب کی طرف سے محمد بن یوسف اور مشرق کی طرف سے اشناس' بار بار شہر کی فصیل پر حملہ آور ہوتے اور شہر کے محافظ لشکر پر یہی ظاہر کرتے کہ وہ شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں جس وقت لشکری آگے بڑھتے ان کے پیچھے دوسرے لشکری شہر کی فصیل پر تیر اندازی کرتے تاکہ اوپر سے تیر برسا کر ان کے آگے بڑھنے والے ساتھیوں کو دشمن نقصان نہ پہنچا سکے-

ریام کے ساتھ اشناس اور محمد بن یوسف نے سورج غروب ہونے کے بعد تک یہ کھیل جاری رکھا اس لئے کہ انہیں عصمت اور طرہ خان سے نمٹ کر ایتاخ کے اس قلعے کی طرف آنے کا انتظار تھا-

پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایتاخ قلعے کے شمالی حصے کے قریب آیا لشکر کے ایک حصے کی نگرانی میں پڑاؤ کی ساری اشیاء اور گھوڑے رکھے گئے- جب کہ لشکر کا بڑا حصہ ایتاخ کی سرکردگی میں آن کی آن میں شمالی حصے پر رسوں کی سیڑھیاں ڈال کر فصیل پر چڑھنا شروع ہو گیا تھا-

اس سمت جو اکا دکا محافظ تھے انہوں نے جب دیکھا کہ رات کی تاریکی میں ایک اور لشکر نمودار ہوا ہے اور انہوں نے رسوں کی سیڑھیاں ڈال کر بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا ہے تب وہ پریشان ہوئے اور دشمن کی شمال کی طرف آمد کا شور کرنے لگے تھے-

جتنی دیر تک قلعے کے اندر سے یا جنوب اور مشرق کی سمت سے لشکر ان کی مدد کے لئے آتے اس وقت تک ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھ چکا تھا- فصیل کے اوپر شمال کی جانب جو چند محافظ تھے ان کا اس نے خاتمہ کر دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اتر گیا تھا-

چند دستوں نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی لیکن لمحوں کے اندر ایتاخ نے ان کا خاتمہ کر دیا- اس لئے کہ سمدان کے قلعے میں ریام کے پاس جو محافظ لشکر تھا اس کا بڑا حصہ جنوب اور

مشرق کی سمت مصروف کار تھا جتنی دیر تک شہر کے دوسرے حصوں سے کوئی ایتاخ اور اس ک لشکریوں کی راہ روکتا اس وقت تک ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی سمت پہنچ چکا تھا۔ اور قلعے مشرقی دروازہ اس نے کھول دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اشناس بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخ ہوگیا اور ساتھ ہی تیز رفتار قاصد محمد بن یوسف کی طرف بھجوائے اور اسے یہ حکم دے دیا گیا کہ جنوب کی طرف سے ہٹ جائے مشرق کی طرف آئے۔ اور مشرقی دروازے سے شہر میں داخل جائے۔

یہ صورتحال بابک خرمی کے سالار ریام کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور خطرناک تھی۔ اس شمال اور مشرق کی طرف فصیل کے اوپر جس قدر اس کے لشکری تھے انہیں نیچے اترنے کا حکم د تھا۔ جب تک وہ نیچے اتر کر شہر کے اندر موجود لشکر کے اندر آکر شامل ہوتے اس وقت تک محم یوسف بھی اپنے لشکر کے ساتھ مشرقی دروازے کے ذریعے ایتاخ اور اشناس سے آن ملا تھا۔ قلعے کے اندر ہولناک جنگ کی ابتدا ہوگئی تھی۔ ریام نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ک آوروں کو مشرقی دروازے سے نکال باہر کرے لیکن ایتاخ، محمد بن یوسف اور اشناس اد لشکریوں پر بلند و بالا حیات کی شکنوں کی گہرائیوں اور اعماق تک میں ایذا شکنی کر دینے والی ط کروٹوں اور زیست کو گھٹن، زندگی کو جور و جبر اور درد و محن سے ہم کنار کر دینے والے کھولتے فشانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہوں نے اپنے تیز حملوں کے سامنے کے پاؤں، تاریکیوں کو ریزہ ریزہ کرنے اور اجالوں کی دہکتی سانسوں کو چاروں طرف پھیلانے کر لیا ہو۔ بڑی تیزی کے ساتھ ریام اور اس کے ساتھیوں کے خواب عذاب بننے لگے تھے۔ باقی کو برباد ہونے سے وہ بچانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہو ایتاخ، محمد بن یوسف اور اشناس نئے دور کے آدرش میں اجالوں کے سمندر سیرابی لہروں اور انگاروں کی طرح بڑی تیزی سے ان پر چھانے لگے تھے۔ یہاں تک کہ شہر کے اندر بھی ریام کے ساتھیوں کو بدترین شکست ہوئی۔ ریام کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ رات کی گہری تاریکی میں تک ریام کے بھاگنے والے ساتھی شہر کی گلیوں میں ایتاخ کے لشکریوں کے آگے اس طرح رہے جیسے صحرائے قرطاس میں سطروں کی دھول کے اندر وحشت بھری تنہائیاں بکھرتی شمشانوں کی سوگ بھری ویرانیوں میں قرنوں کا غبار اوڑھے زرد تعبیریں چھپتی پھرتی

آنکھوں کے نہاں خانوں اور دھڑکتی نبضوں کی تپش اضطراب اور خلفشار میں اپنا اثر اپنا توازن کھو بیٹھتی ہے۔ بس ایسے ہی ریام کے بھاگنے والے لشکری گلی کوچوں کے اندر بھاگتے رہے۔ ایتاخ، محمد بن یوسف اور اشناس کے لشکری ان کا تعاقب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قلعے کے اندر بابک خرمی کا جس قدر لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ریام کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

قلعے پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد ایتاخ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ کہ شہر کو لاشوں سے پاک کیا گیا اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کے مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد اس نے اشناس سے کہا کہ وہ بابک خرمی کے سالار ریام کو اس کے سامنے لائے۔

اس وقت تک رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا تھا جہاں ایتاخ بیٹھا تھا اس کے ارد گرد چاروں طرف اس کے لشکریوں نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ اشناس کے حکم پر چند مسلح جوان ریام کو پکڑ کر لائے اور اسے ایتاخ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

جلتی شعلوں کی تیز روشنی میں چند لمحوں تک کھا جانے والے انداز میں ایتاخ، ریام کو دیکھتا رہا پھر کھولتے لہجے اور غراتے ہوئے انداز میں وہ ریام کو مخاطب کر رہا تھا۔

ریام! ہم مسلمان نیزے کی چمکیلی انی سے آزادی کی فصل بونے والے لوگ ہیں۔ دنیا کو مفتوح کرتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ کوئی وفاداری اور ایفائے عہد کرتا ہے تو ہم اس کے لئے خلوت گاہوں کی موسیقیت اور غنائیت سے بھی زیادہ دلکش، رحمت بھرے ابر کے ٹکڑوں سے زیادہ مہربان اور شفاف روئی کے گالوں سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں لیکن جو تمہارے بابک خرمی کی طرح شام و سحر کی ڈستی تنہائیوں میں ان دیکھے اندیشے بنتے ہیں۔ ان کے لئے ہم فنا کی تحریریں رقم کرتی فضا، موت بن کر کھیل جانے والا برق کا شرارہ بننے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔

ایتاخ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بابک خرمی کا سالار ریام بول پڑا تھا۔

بابک خرمی کوئی عام آدمی نہیں جسے موم کی طرح جس طرف چاہے موڑ دیا جائے وہ اپنے عہد کا بے غبار موسم ہے خود اپنی ذات کا زاد سفر اور خود اپنی عکس جان سے اپنے راستوں کو چمکانے کا ہنر جانتا ہے۔ وہ آندھیوں میں جلتا ایک چراغ ہے۔ جسے تم اپنے اندھیروں میں اسیر نہ کر سکو گے۔

اپنے لمحوں میں قید تک نہ کرسکو گے- وہ تم لوگوں کی ہر دسترس سے باہر تمہارے ہر دست ہوس سے خارج ہے-

ریام کی اس گفتگو کو ایتاخ نے خاصا ناپسند کیا تھا- تاہم وہ ضبط کر گیا تھا- اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

بے بصیرت مورکھ! بابک خرمی کی کیا حیثیت ہے- تو دیکھے گا عنقریب وہ وقت آنے والا ہے- کہ جس طرح بادلوں کی حرارت ہواؤں کی ان گنت پرتوں میں گھس جاتی ہے- اس طرح ہم ایک لاعلاج زہر بن کر بابک خرمی اور اس کے ساتھیوں کی جسم و جان کی نیلی رگوں میں اتر جائیں گے-

تو اس وقت بابک خرمی پر لعنت بھیج اسے فراموش کر پہلے تو یہ بتا کہ تو کیوں اردگرد کے علاقوں میں مسلمانوں کی حسین لڑکیوں کو اغوا کرتا رہا اور ان میں سے جو زیادہ حسین ہوتی تھیں بابک خرمی کی طرف روانہ کرتا رہا تھا! تو کیوں عمر بھر کی اسیری کو ان بے بس لڑکیوں کا مقدر بناتا رہا- کیوں تو بے غیرت بابک خرمی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقت کے کالے دروازے پر دستک دیتا رہا-

ریام نے جب دیکھا کہ ایتاخ غصے اور غضبناکی پر اتر آیا ہے- تب اس نے ایتاخ کی کسی گفتگو کا جواب نہ دیا- چپ رہا اس کی گردن جھک گئی تھی- اسے خاموش دیکھ کر ایتاخ کی آنکھوں میں شعلوں کی رنگ لرزاں ہو گئے تھے- چہرے پر وحشتوں کے اندیشے' سندیسے رقص کر گئے تھے- کچھ دیر وہ بڑے غور سے ریام کو دیکھتا رہا جب وہ گردن جھکائے کھڑا رہا کچھ نہ بولا تب ایتاخ آگے بڑھا پھر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایسا زوردار گھونسا اس نے ریام کے منہ پر مارا کہ رات کے وقت جلتی مشعلوں کی روشنی میں سب نے دیکھا ریام بل کھاتا ہوا فضاء میں اچھلتا ہوا بڑی بے بسی سے دور گرا تھا-

ایتاخ بری طرح دھاڑا- تمہاری خاموشی میرے سوال کا جواب نہیں پھر انتظار کئے بغیر طوفانی انداز میں ایتاخ آگے بڑھا زمین پر اوندھے منہ پڑے ریام کی گردن پر اپنا دایاں پاؤں رکھا- بایاں پاؤں اس کی دائیں ٹانگ کے گھٹنے کے جوڑ پر جمایا اس کی بائیں ٹانگ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اوپر اٹھا کر اس زور سے کھینچا کہ ریام بلبلا اٹھا تھا-

درد کی شدت کے باعث ریام جب چیخ و پکار کرنے لگا تب ایتاخ نے ایک قہقہہ لگایا اور

لگا-

میں نے تمہیں پہلے نہ کہا تھا کہ جو لوگ ہم سے وفاداری اور ایفائے عہد کرتے ہیں- ان کے لئے تو ہماری زبان گلاب' ہماری گفتگو شبنم بن جاتی ہے- اور وہ لوگ جو تم لوگوں کی طرح چراغوں کا شرارہ بننے کی کوشش کرتے ہیں- ان کے لئے تو ہم عذابوں کا بسیرا اور تباہی کی آگ ثابت ہوتے ہیں-

ایتاخ نے جب اور زور سے اس کی ٹانگ کو کھینچنا شروع کیا تب وہ مزید بلبلا اٹھا- منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا- میں یہ کام از خود نہیں کرتا رہا بلکہ یہ کام مجھ سے بابک خرمی کرواتا رہا اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ یقیناً میری گردن کاٹ کے رکھ دیتا-

ایتاخ نے پھر قہقہہ لگایا اور کہنے لگا- یہ برے کام تم سے بے غیرت بابک خرمی کرواتا رہا- جسے تم تھوڑی دیر پہلے اپنے عہد کا بے غبار موسم اور خود اپنی ذات کا زادِ سفر کہہ چکے ہو- ایسے خونی اور حیوانیت کی طلب رکھنے والے انسان کو تو زمین پر چلنے کا حق نہیں- عنقریب تو دیکھے گا کہ بابک خرمی ہماری گرفت میں ہوگا- اس کی گردن ہوگی- اور ہماری بلند ہوتی ہوئی تلوار-

پھر ایتاخ پیچھے ہٹ گیا- اشناس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا اشناس اسے بھی گرفت میں لے لو اسے حفاظت میں رکھو یہ ہمارے ساتھ سامرہ جائے گا-

اشناس نے کچھ مسلح جوانوں کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے ریام کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا- پھر ایتاخ نے محمد بن یوسف کو مخاطب کیا-

محمد بن یوسف! تین روز تک میں اور اشناس اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے ساتھ قیام کریں گے- اس دوران تم اس قلعے کو مزید مستحکم کر لو یہیں اپنے لشکر کو رکھو اور یہیں سے بابک خرمی نے جو بستیاں اور قلعے برباد کئے ہیں ان کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام شروع کر دینا-

محمد بن یوسف نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سمدان نام کے اس قلعے کی تسخیر کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں نے دو روز تک وہاں قیام کیا پھر وہاں سے نکلے اور سامرہ شہر کا رخ کر رہے تھے-

امیر المومنین معتصم، سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس- دوسرا سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ، عجیف بن عنبسہ، بغا کبیر، جعفر بن دینار اور وصیف جیسے سالاروں کے علاوہ کئی دیگر سالار بھی سامرہ کی نو تربیت گاہ میں موجود تھے- تربیت حاصل کرنے والے مجاہدوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ چند قا تربیت گاہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے معتصم کو یہ اطلاع دی کہ وہ جاٹ جو ہندوستان سے آ تھے اور کبھی دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھے اور جنہیں معتصم کے حکم پر رومنوں کی سرحدوں پر کیا گیا تھا- آنے والے قاصدوں نے معتصم کو بتایا کہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے پر اس کے ارض شام کے والی طولک نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان جاٹوں پر حملہ کیا ان کا کر کے رکھ دیا- (مورخین یہ تک لکھتے ہیں کہ رومن ان جاٹوں پر حملہ آور ہوئے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور ان سب کو تہہ تیغ کر دیا-)

قاصدوں کے اس انکشاف پر امیر المومنین معتصم جو تھوڑی دیر پہلے مسکراتے ہوئے تر حاصل کرنے والے مجاہدوں کا جائزہ لے رہا تھا لگتا تھا اب اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی- ا کھولتی سانسوں میں آندھیوں کی سلوٹیں تک نکال دینے والے لمحوں کے غضبناک اور بدترین جوش مارنے لگے تھے- اس کی نظر کی بستی میں اشک ندامت اور اس کی ذات کے عرفان کی د شب گزیدہ شوریدہ بگولوں کا رقص شروع ہو گیا تھا- اس کے چہرے پر کالے حروف کی چادر میں و تاریک وحشتوں اور بے اعتنائی کی رتوں میں بے خاماں نگہتوں نے اپنا رنگ جمانا شروع تھا- کچھ دیر تک وہ چپ رہا خاموش رہ کر سوچتا رہا- پھر ارد گرد کھڑے اپنے سالاروں کو وہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

اگر قسطنطنیہ کا حکمران نوفل بن میخائیل یہ سمجھتا ہے کہ چاندنی کی نرم چھاؤں تلے الجھ

نوکیلے سوالات میں وہ ہمیں پھنسا دے گا تو یہ اس کی بھول ہے- اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ رزم گاہ کی راہوں کی دھند میں وہ ہمارے رشتوں کی ڈوری منقطع کر دے گا تب بھی وہ انتہا درجہ کا احمق ہے- ہم تو وہ لوگ ہیں جو اس کی سوچوں کے سورج کو خوف کی بازگشت، اس کی ہوس کی مضراب کو روح کے گرداب سے متعارف کرا دیں گے- وہ کسی بھی صورت امن کے سوداگروں کے بھیس میں ہمارے لیے بغض کا پتھر نہ بننے پائے گا-

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر تک معتصم خاموش رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے سامنے اپنے سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ پر جم گئی تھیں- اس کے بعد معتصم نے اسے مخاطب کیا-

تم فوراً ارض شام کی سرحدوں کی طرف روانہ ہو جاؤ- یہ جنگ طول بھی پکڑ سکتی ہے- لہٰذا تم اور تمہارے تحت کام کرنے والے سالار اور لشکری اپنی بیویوں اور اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں- ساتھ ہی تیز رفتار قاصد ایتاخ اور اشناس کی طرف روانہ کرو- ایتاخ کو میرا یہ پیغام بھجواؤ کہ فوراً ارض شام کا رخ کرے- ارض شام میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں قاصدوں کے ذریعے ایتاخ کو ان سے بھی مطلع کر دو- مجھے امید ہے کہ ایتاخ جس مہم پر گیا ہوا ہے- ابھی تک وہ اس مہم کو سر کر چکا ہو گا- یا تو واپسی کے راستے پر ہو گا یا اس مہم کو سر کرنے کے بعد اس نے ابو سعید محمد بن یوسف کے پاس پڑاؤ کر رکھا ہو گا-

یہاں تک کہنے کے بعد معتصم رکا اس کے بعد ویسے ہی غضب ناک لہجے میں اپنے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

ہم نے ہندوستان سے آئے ان جاٹوں کو دریائے دجلہ سے شامی سرحدوں پر اس لئے تو آباد نہیں کیا تھا کہ رومن ان پر حملہ آور ہو کر ان کا مکمل خاتمہ کر دیں- ہم نے تو ایسا اس لیے کیا تھا کہ جاٹ اپنے آپ کو بڑے جنگجو خیال کرتے تھے- ہمارا اندازہ تھا کہ وہ وہاں آباد ہو کر اسلامی سرحدوں کی حفاظت کریں گے- قطع نظر اس کے کہ انہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے بغاوت کھڑی کی سرکشی کا اظہار کیا- اس کے باوجود وہ ہماری رعایا تھے- رومنوں نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کر کے قبیح جرم کیا ہے- ان کے جرم کی سزا انہیں ہر صورت ملنی چاہئے-

معتصم رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا-

اسحاق بن یحییٰ میں چاہوں گا کہ تم فی الفور یہاں سے سرحدوں کی طرف کوچ کرو۔ ایسا نہ ہو ان جاٹوں کا خاتمہ کرنے کے بعد نوفل بن میخائیل کا نیا شامی والی طولک حالات سے فائدہ اٹھا کر ہماری مزید بستیوں کو اجاڑنے اور تباہ برباد کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے ساتھ ہی معتصم غصے کے عالم میں وہاں سے ہٹا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور شہر کی طرف جا رہا تھا۔ باقی سالار بھی اس کے پیچھے پیچھے شہر کا رخ کر رہے تھے۔

عمیمہ اپنی حویلی کے اس حصے میں داخل ہوئی جس میں ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ کی رہائش تھی۔ ایک کمرے میں قسطونہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے جا کر عمیمہ نے پوچھ لیا۔

خالہ! ایکاسیہ کہاں ہے؟

اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے قسطونہ کہنے لگی۔

میری بیٹی! وہ تو دوما اور ردواع کے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے گئی ہوئی ہے ابھی تک لوٹی نہیں۔

عمیمہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

یہ ایکاسیہ دوما اور ردواع کو کچھ زیادہ وقت نہیں دینے لگی۔ آندھی ہو طوفان ہو دریا کے کنار ان کے ساتھ گھڑ دوڑ کرنے شام سے پہلے ضرور جاتی ہے پھر قسطونہ کے کہنے پر عمیمہ اس کے قر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے عمیمہ بول پڑی۔

میں کئی دن سے کوشش کر رہی تھی کہ ایک موضوع پر آپ سے بات کروں پر ہمت نہیں ہو تھی۔ آج جبکہ ایکاسیہ یہاں نہیں ہے تو میرا دل کہتا ہے کہ اس موضوع پر میں آپ سے کروں۔ اس لئے کہ ایکاسیہ نے بھی مجھے آپ سے اس موضوع پر بات کرنے سے منع کر د پہلے آپ وعدہ کریں کہ جو کچھ میں کہنے لگی ہوں اس کا آپ برا نہیں مانیں گی۔

قسطونہ عمیمہ کے قریب ہوئی اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی چومی کہنے لگی۔

عمیمہ تو میری بیٹی ہے۔ میں تیری باتوں کا کیوں برا مانوں گی۔ کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔

عمیمہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔ ایک گہری نگاہ اس نے پہلے قسطونہ پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

خالہ! چند دن پہلے ایکاسیہ سے میری بات ہوئی تھی۔ دوران گفتگو اس نے میرے سا بات کا اقرار کیا تھا کہ وہ امیر ایتاخ کو پسند کرتی ہے ان سے محبت کرتی ہے۔

عمیمہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسکراتے ہوئے قسطونہ بول پڑی۔

بس یہی وہ موضوع تھا جس پر تم بات کرنا چاہتی تھی اور خوف اور خدشے کا اظہار کر رہی تھی کہ میں ناراض ہوں گی۔ بیٹی تم فکر مند مت ہو اگر ایکاسیہ امیر ایتاخ کو پسند کرتی ہے۔ اور اس سے محبت کرتی ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ بہت اچھی بات ہے۔ مجھے اس نے اس لئے منع کر دیا ہوگا کہ کہیں یہ بات زیادہ نہ پھیلے۔ میری بیٹی میں تم سے التماس کروں گی کہ ابھی یہ معاملہ اپنے تک محدود رکھنا حتیٰ کہ اپنے ماں باپ سے بھی اس کا ذکر نہ کرنا۔ یہ بات درست ہے کہ ایکاسیہ ایتاخ سے محبت کرتی ہے بلکہ اندھی محبت کرتی ہے۔ ٹوٹ کر اسے چاہتی ہے لیکن ابھی ایتاخ کی طرف سے اس محبت کا کوئی ردعمل نہیں ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ ایتاخ ایکاسیہ میں دل چسپی لیتا بھی ہے یا نہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے لئے کسی اور لڑکی کا انتخاب کر چکا ہو۔ اسے چاہتا ہو۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہو لہٰذا جب تک ایتاخ کے خیالات کھل کر ہمارے سامنے نہیں آتے۔ اس وقت تک میری بیٹی اس محبت اور ایکاسیہ کی اس چاہت کو ایک راز اور بھید ہی رکھا جانا چاہئے۔

قسطونہ کی ان باتوں سے عمیمہ خوش ہو گئی تھی پھر کہنے لگی۔

خالہ! میں آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ بھائی عجیف بن عنبسہ کی سرکردگی میں دریائے دجلہ سے اٹھا کر جن جاٹوں کو شامی سرحدوں پر آباد کیا گیا تھا ان پر نوفل بن میخائیل کا ایک جرنیل طولک حملہ آور ہوا۔ اس نے سارے جاٹوں کا قلع قمع کر دیا ہے۔ اب طولک کو اس کے اس جرم کی سزا دینے کے لئے ایک لشکر شامی سرحد کی طرف روانہ ہو رہا ہے اور یہ لشکر میرے باپ کی کمانداری میں جائے گا میں اور امی بھی اس لشکر میں شامل ہوں گی۔ امیر المومنین نے اس لشکر کے سالاروں اور لشکریوں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں میں آپ سے یہ کہنے آئی تھی کہ ایسا ممکن نہیں کہ آپ دونوں ماں بیٹی بھی ہمارے ساتھ جائیں؟ اس لئے کہ ------

یہاں تک کہتے کہتے عمیمہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسی لمحہ کمرے میں ایکاسیہ داخل ہوئی تھی۔

عمیمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گلے ملی ہاتھ پکڑ کر اس نے ایکاسیہ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر شامی سرحدوں کی طرف جانے سے متعلق جو گفتگو بھی اس کی قسطونہ کے ساتھ ہوئی تھی اس سے اس نے ایکاسیہ کو بھی آگاہ کیا۔

جب وہ خاموش ہوئی تب قسطونہ نے اسے مخاطب کیا-
عمیمہ میری بیٹی! ایکاسیہ کے آنے پر تم نے اپنی گفتگو ادھوری چھوڑ دی تھی- اسے مکمل کرو-
خالہ! میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ جاٹوں کے قتل عام کا طولک سے انتقال لینے کے لئے جو لشکر جا رہا ہے اس کے سپہ سالار میرے باپ اسحاق بن یحیٰ ہوں گے- سارے سالار اور لشکری اپنے اہل خانہ اور اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے کے جائیں گے- اس لئے میں آپ دونوں ماں بیٹی سے یہ کہنے آئی تھی کہ آپ دونوں بھی ہمارے ساتھ چلیں اور سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ امیر المومنین نے تیز رفتار قاصد امیر ایتاخ اور اشناس کی طرف روانہ کر دیئے ہیں اور انہیں بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارض شام کا رخ کریں اور طولک کو سزا دینے کے لئے میرے باپ کے لشکر میں آ شامل ہوں- اب آپ بتائیں اس سلسلے میں آپ دونوں ماں بیٹی کیا فیصلہ دیتی ہیں-
ایکاسیہ نے ایک التجا بھری نگاہ اپنی ماں پر ڈالی شاید وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں اپنی ماں سے کہہ رہی تھی کہ ماں! لشکر میں شامل ہونا ہم دونوں ماں بیٹی کی ضرورت ہے-
قسطونہ نے بھی ایکاسیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ دیکھا شاید وہ اس کے سوالات پڑھ چکی تھی- مسکرائی پھر عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-
عمیمہ میری بیٹی! اگر تم لوگ لشکر میں شامل ہو رہے ہو تو لشکر میں شامل ہونا ہم دونوں ماں بیٹی کی اہم ضرورت ہے- اس لئے کہ اگر یہ حویلی خالی ہو جاتی ہے- تم لوگ چلے جاتے ہو اور حویلی میں صرف میں اور میری بیٹی رہ جاتے ہیں تو ہماری حفاظت ایک مسئلہ بن جائے گا- امیر ایتاخ اور اشناس بھی یہاں نہیں ہیں- اگر وہ یہاں ہوتے تو ہم یہاں اکیلی رہ سکتی تھیں وہ ہماری حفاظت سامان کر سکتے تھے- اب جبکہ وہ بھی اردبیل کے نواح سے ارض شام کا رخ کریں گے تو میں سمجھتی ہوں میں اور ایکاسیہ ضرور تم لوگوں کے ساتھ لشکر میں شامل ہوں گی-
قسطونہ کا یہ جواب سن کر عمیمہ تو خوش ہوئی ہی تھی لیکن ایکاسیہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا اور مسرتوں کی کوئی حد نہ تھی- اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا- اس موقع پر ایکاسیہ اور عمیمہ دونوں تیز نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اٹھیں خوشی میں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں
عمیمہ ایکاسیہ سے کہنے لگی-

آؤ دونوں مل کر امیر ایتاخ کی حویلی کا رخ کریں- آج رات لشکر یہاں سے کوچ کرے گا میں چاہتی ہوں کہ ان کی حویلی کی خوب صفائی کر دیں کیونکہ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد جب تک ہم لوٹیں گے نہیں کوئی حویلی کی صفائی نہیں کرے گا- ایکاسیہ نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے حویلی سے باہر نکل گئی تھیں- اسی روز رات کے وقت ایک لشکر سامرہ سے اسحاق بن یحیٰ کی سرکردگی میں ارض شام کا رخ کر رہا تھا-

☆

ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اپنی مہم کی تکمیل کے بعد بڑی تیزی سے سامرہ کا رخ کر رہے تھے کہ ایک جگہ اچانک ایتاخ نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا- یہ حکم ملتے ہی اس کے اور اشناس کے پیچھے اس کے سارے لشکری رک گئے تھے- اس لئے کہ سامنے کی طرف سے کچھ گھڑ سوار آتے دکھائی دیئے تھے- ایتاخ اور اشناس دونوں انہیں پہچان چکے تھے اس لئے کہ وہ قاصد تھے- جنہیں وہ اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے جب وہ نزدیک آئے تب ان کے بولنے سے پہلے ایتاخ نے بڑے فکر مند لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا-
میرے عزیزو! تم خیریت سے تو اس طرف آئے اور تمہارا اس طرح اس جانب آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے-
ان قاصدوں میں سے ایک نے ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-
امیر! آپ کا کہنا درست ہے- امیر المومنین نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے اس لئے کہ دریائے دجلہ سے اٹھا کر جن جاٹوں کو شام کی سرحد پر آباد کیا گیا تھا رومنوں کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے کہنے پر اس کا شامی حاکم طولک اپنے لشکر کے ساتھ ان جاٹوں پر حملہ آور ہوا اور ان سب کا بیوی بچوں بوڑھوں سمیت خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے- ان ہندوستان کے جاٹوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا- گو وہ جاٹ جنگ جو بڑے بہادر تھے- لیکن طولک اتنا بڑا لشکر لے کے آیا کہ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا اور قتل عام کرتے ہوئے ان کے ہر فرد کو تہہ تیغ کر دیا-
یہ خبر امیر المومنین تک پہنچ گئی انہوں نے امیر اسحاق بن یحیٰ کی سرکردگی میں ایک لشکر ارض شام کی طرف روانہ کیا ہے اور ہمیں آپ کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ بھی اپنا رخ تبدیل

کریں اور ارض شام میں امیر اسحاق بن یحییٰ سے جاملیں- اس لئے کہ امیر المومنین نے رومنو سے ان جاتوں کے قتل عام کا انتقام لینے کا حکم دے دیا ہے-

قاصد جب خاموش ہوا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

اسحاق بن یحییٰ کب اپنے لشکر کے ساتھ سرحدوں کی طرف روانہ ہوئے-

قاصد نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

ہمارے ادھر آنے کے بعد انہوں نے اپنی مہم کی طرف کوچ کیا میرا اندازہ ہے کہ اگر آ اچھی رفتار سے اپنے لشکر کے ساتھ سفر کریں تو انہیں راستے ہی میں جاملیں گے-

ایتاخ نے پھر خاموش رہتے ہوئے کچھ سوچا اور اس بار اس نے اشناس کو مخاطب کر ہوئے کہنا شروع کیا-

میرے بھائی! رومنوں نے اس سلگتی زمین پر اپنے جرائم کی فہرست کو طویل کر دیا ہے سزا اور سزا کے دائروں کو انہوں نے بڑھا دیا ہے- اپنے طور پر انہوں نے گلابوں کے دامن کی جھولی میں سمیٹا ہے اب قدرت کی راہ نمائی میں ہم نے اپنے کام کی ابتدا کرنی ہے- اور قدوس نے چاہا تو موسموں کی شدت بن کر ہم ان کے گھمنڈ کی ردا' ان کی بے نیازی کی ادا' خواب' پھوٹے نصیب میں تبدیل کر کے رہیں گے- میرے بھائی! سامرہ کی بجائے شامی س کا رخ کریں- اور دشمن سے جاتوں کے قتل عام کا انتقام لیں-

اشناس نے مسکراتے ہوئے ایتاخ کی گفتگو سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں اپنے آ قاصدوں کی راہ نمائی میں اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ کی بجائے شامی سرحدوں کا رخ کر ر

سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے عرب سپہ سالار اسحاق بن یحییٰ نے اپنے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں سے کافی دور ایک جگہ پڑاؤ کرنے کا حکم دیا ابھی اس کے لشکری فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہی قاصد پڑاؤ میں داخل ہوئے جو ایتاخ کی طرف گئے تھے- ا اسحاق بن یحییٰ کو ایتاخ اور اشناس کے ان کی طرف آنے کی اطلاع دی تھی-

آن کی آن میں سارے لشکر میں ایتاخ اور اشناس کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی لشک عجیب سا جوش و جذبہ سا پھیل گیا تھا- تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر وہاں نمودار ہوئے اور ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے ساتھ ہی اپنے لشکر کو پڑاؤ

دے دیا- اسحاق بن یحییٰ نے بہترین انداز میں اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ ایتاخ اور اشناس کا استقبال کیا- دونوں سے گلے ملا پھر ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بیٹے! میرے خیال میں تمہیں کوئی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں- اس لئے کہ جو قاصد تمہاری طرف گئے تھے وہ تمہیں سب کچھ بتا چکے ہوں گے- میرا لشکر خیمہ زن ہو چکا ہے- جب تک تمہارے خیمے نصب نہیں ہوتے آؤ میرے خیمے میں چلو میرے اہل خانہ بھی میرے ساتھ ہیں-

ایتاخ اور اشناس چپ چاپ اسحاق بن یحییٰ کے ساتھ ہو لئے تھے- تھوڑی دیر بعد وہ جب خیموں میں داخل ہوئے تو ایتاخ اور اشناس دونوں دنگ رہ گئے- اس لئے کہ خیمے میں اس وقت اسحاق بن یحییٰ کی بیوی عمران' بیٹے زبیر اور بیٹی عمیمہ کے علاوہ قسطونہ اور ایکاسیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے- ایتاخ اور اشناس جب خیمے میں داخل ہوئے تو سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں کا استقبال کیا- اسحاق بن یحییٰ کے کہنے پر دونوں نشستوں پر بیٹھ گئے- پھر اسحاق بن یحییٰ نے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

ایتاخ! میرے بیٹے! میں نے کچھ سست رفتاری سے سفر کیا دراصل میں تمہیں اپنے ساتھ ملا کر سرحدوں پر پہنچنا چاہتا تھا- اس بنا پر میں نے یہاں پڑاؤ کر لیا تھا میرا ارادہ تھا کہ جب تک تم مجھ سے آن نہیں ملو گے میں یہاں سے پڑاؤ نہیں اٹھاؤں گا- اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے-

ایتاخ نے کچھ سوچا' ایک جواب طلب سی نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے اشناس پر ڈالی دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ فیصلہ کیا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہہ رہا تھا-

میرے محترم! میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا- دونوں لشکریوں نے پڑاؤ کر لیا ہے- لشکریوں کو کھانا کھانے سستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا رات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کیا جائے گا- میں فجر کی نماز اناطولیہ کے میدانوں میں پڑھنا چاہتا ہوں- اور وہیں دشمن کے ساتھ ہمارا آمنا سامنا بھی ہوگا-

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اٹھ کھڑا ہوا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

میں آپ کے کہنے پر آپ کے ساتھ آ گیا ہوں- اب میں اور اشناس دونوں جاتے ہیں-

ہمارا لشکر خیمہ زن ہو رہا ہے اور اس موقع پر ہم دونوں کو اپنے لشکر کے اندر رہنا چاہئے۔ اسحاق ب
یحییٰ بھی کھڑا ہو گیا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے میں تمہارے ان خیالات سے اتفاق کرتا ہوں۔ پر ایک بات کہوں جب تمہارا لشکر پڑا
کر لے تب مغرب کی نماز اکٹھے ادا کریں گے اور آج شام کا کھانا بھی یہیں میرے خیمے میں س
کے ساتھ ہو گا۔

ایتاخ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی پھر وہ مڑا قسطونہ کے قریب آیا ا
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون محترم! آپ کیسی ہیں۔ آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت ت
نہیں۔

قسطونہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

ایتاخ میرے بیٹے مجھے کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔ جس قدر سکھ اور چین مجھے یہاں ملا ہے۔
سکون تو مجھے قسطنطنیہ میں بھی نہ ملا تھا۔

قسطونہ کی اس گفتگو کا جواب ایتاخ دینا ہی چاہتا تھا کہ آہستہ آہستہ ایکاسیہ نزدیک آئی ا
پیار بھرے انداز میں اس نے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر اپنے لہجے کی پوری مٹھاس میں اسے مخا
کر کے کہنے لگی۔

آپ کیسے ہیں؟

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔ جب آپ دونوں ماں بیٹی ٹھیک ہیں تو میں ایتاخ بھی خوش او
ہوں۔

اس پر قسطونہ اور ایکاسیہ ہی نہیں عمران اور عمیمہ نے بھی ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا تھا۔ پھر ق
طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

آپ لوگ بیٹھ کر آرام کریں میں اور اشناس جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس موقع پر ہم د
اپنے لشکر کے اندر رہنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناس وہاں سے نکل گئے تھے۔

مغرب کی نماز سب نے اکٹھے ادا کی۔ اسحاق بن یحییٰ کے خیمے ہی میں سب نے کھانا
لشکر رات کے پچھلے حصے میں وہاں سے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کر رہا تھا۔

وقت کے قافلے میں سورج ضوفشاں سجے حروف سی قندیلیں روشن کرتا طلوع ہوا تھا۔ صبح کی گود میں پھیلے کوہسار اور پیڑوں کے کنج میں تنہائی کا بین کرتی فاختائیں جاگ اٹھی تھیں۔ اسحاق بن یحییٰ اور ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ راستے میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اناطولیہ کے میدانوں میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اس جگہ پڑاؤ کیا جہاں اناطولیہ کے میدانوں میں پہلے سے رومنوں کے شامی علاقوں کا حاکم طولک ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ جونہی مسلمان لشکر وہاں پہنچا طولک نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ شاید وہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا تھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ اور اشناس بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

ایتاخ کے کہنے پر اسحاق بن یحییٰ نے پورے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ درمیان میں خود ابن یحییٰ، دائیں جانب ایتاخ، بائیں جانب اشناس کو رکھا گیا تھا۔ رومن جب اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکے تب وہی زرمان جس نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایتاخ کے ساتھ انفرادی مقابلہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کرے گا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان کے وسطی حصے میں آیا تھا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے اپنی تلوار بلند کی اور ایتاخ کا نام لے کر اسے مقابلے کے لئے للکارا

اس کی اس حرکت پر جہاں ایتاخ مسکرا رہا تھا وہاں اسحاق بن یحییٰ تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے قریب کھڑے ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے خیال میں یہ وہی زرمان ہے جسے نوفل بن میخائیل نے تمہارے ساتھ مقابلے کے

لئے چنا اور اس کی خبریں پہلے ہی ہم تک پہنچ چکی ہیں اور تمہارا خاتمہ کرنے کے لئے اس نے سونے اونٹوں کا جو انعام رکھا تھا میرے خیال میں یہ زرمان اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس موقع پر ایک گہری نگاہ میدان کے وسطی حصے میں زرمان پر ڈالی پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے محترم! اس زرمان کے مقابلے پر جانا میرے فرائض میں سب سے اولین صور اختیار کر چکا ہے۔ میں اس کے مقابلے پر جاتا ہوں۔ مجھے امید ہے میرے خداوند نے چاہا تو اسے زیر کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنی پیٹھ پر بندھی ہوئی ڈھال ا نے اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت میں لی تلوار بھی اس نے بے نیام کر لی۔ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہو اس نے اسے آگے بڑھایا تھا۔

میدان کے وسطی حصے کی طرف جاتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے ایتاخ نے اپنی گردن کو زیر ملنے کی طرف جھکایا تھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اس کے بعد وہ انتہائی عاجزی اور انکساری م رہا تھا۔

''میرے اللہ تو ہی ابتدا سے انتہا کی کہانیوں کے کرداروں اور سمندر کی طرف دریاؤں کا مالک ہے۔ تو ہی آواز و انداز سے ماورا سورج کی سنگین کرنوں کو ان کی قوت ہے۔ تیرے ہی حکم پر آسمان پر بادلوں کی کشتیاں اور زمین پر جھینگروں کی شور کرتی بستیاں آ ہیں۔ میرے اللہ دشمن کے مقابلے پر میری مدد فرمانا۔ کہ میں ان کے یادوں کے صحرا پر چھائیاں اور ان کے گہرے اندھیروں کی بکھری تنہائیوں میں روشنی کا ایک تیر بن کر چلتا جا

میرے اللہ! میں نے ہمیشہ اپنا کشکول دعا تیرے ہی سامنے دراز کیا ہے تیرے ہی میں نے ہمیشہ اپنے دست طلب بلند کئے ہیں۔ میری مدد فرما کہ میں دشمن کی روح فرسا الجھ اہل ضرر کی تکلیف دہ پستیوں کے اندر عسرت سے عبارت سرابی لہروں اور عذاب بھرے کے تذکروں کی طرح ابھر کر سامنے آؤں۔

میرے اللہ! میری مدد فرما کہ میں دشمن کے لئے جامد خطوں میں حرکت کرتی برق او کے فاصلوں کو لمحوں میں تبدیل کرنے والا رعد ثابت ہوں مجھے توفیق دے کہ میں دشمن کے کالے بادلوں میں موت و مرگ کا سناٹا بن کر چھا جاؤں۔

میرے اللہ! تو ہی شوق کے پردوں میں دل کی دھڑکنوں کو تیز کرتا ہے تو ہی ازل سے ابد تک سارے لمحوں کا مالک اور خالق ہے تو ہی ماہتاب و مہر کا مالک تو ہی تقدیر کے ستاروں کا خالق ہے۔

میرے اللہ! میری نصرت فرما کہ میں دشمن کی زیست کے جبر و جتن اور ان کی جہل کی للکار اور آتشیں احساس کے اندر راستوں پر جہنم کا سا جلتا دھوپ کا الاؤ ثابت ہوں۔ میرے اللہ میری مدد فرما کہ میں دشمن کے تشدد کے فروغ کو بے حقیقت اور بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

میرے اللہ! میں تیری ہی نصرت کے سہارے میدان میں اتر رہا ہوں مجھے توفیق عطا فرما کہ میں دشمن کے رقابتوں کے اندھیروں کو احساس کی تشنگی اور ان کی بے رونقی کی تاریکیوں کو اپنے لیے ابریشمی ملائم جیسا لمس بناتا چلا جاؤں''

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ خاموش ہو گیا تھا۔ بالکل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی چھاتی تن گئی تھی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں آگ برسا رہی تھیں۔ پھر اس نے گھوڑے کو انگیخت کرنے کے لئے ایڑ لگائی جس پر گھوڑے نے اپنی رفتار بڑھاتے ہوئے نتھنے پھیلاتے ہنہناتے ہوئے سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایتاخ نے زرمان کے سامنے آ کر اپنے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے اسے روکا۔ اس کے قریب آتے ہی زرمان نے اسے مخاطب کیا۔

کیا تم ہی مسلمانوں کے حاکم معتصم کے سالار ایتاخ ہو؟ کیا تم ہی ہو جس نے ایک گذشتہ جنگ میں ہمارے سالار لوزر کو شکست دی تھی اور اس کی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹی تھی۔

ایتاخ نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو کچھ تم نے سنا ہے ٹھیک ہے۔ لوزر کو شکست بھی میں نے ہی دی تھی۔ لوزر کی گردن بھی میں نے ہی کاٹی تھی۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام زرمان ہے۔ اور میرا دل کہتا ہے کہ جو سلوک میں نے لوزر سے کیا تھا۔ ویسا ہی سلوک اب اس میدان میں تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔

زرمان کا چہرہ غصے میں لا انتہا قسم کی وحشتناکی جیسا ہو گیا تھا۔ بڑی قہرمانی میں اس نے لمحہ بھر کے لئے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر گونجتی اور انتہائی غصیلی آواز میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کن مسلمانوں کے سالار! میں زرمان کرب کا وہ منظر مرگ کا وہ لمحہ ہوں کہ تیرے ضبط کے

شکستہ بندھن توڑ کر تیرے جسم و روح کی رفاقت کو منقطع کرتے ہوئے میں تیری حالت بے وضع موسموں، خزاں آتا لمحوں، نوحہ گر کے آخری کہرام اور دہکتی شام میں پرجوش پر آشوب انداز میں چیخ زخمی کہانیوں سے بھی بدتر بنا کے رکھ دوں گا۔

مسلمانوں کے سالار! میں زرمان وقت کے قافلے میں پتھروں کو موم اور آنسو کو درد کی آگ میں تبدیل کرنے کا ہنر بھی جانتا ہوں تیرا سر کاٹنا اور تیرے سر کے بدلے قسطنطنیہ کے شہنشاہ سرخ سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنا اب میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن چکا ہے۔

زرمان کے الفاظ سے ایتاخ کا چہرہ آتشی رنگ میں گم ہوتے افق اور اس کی آنکھیں شام کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ پھر احساس کے آتش میں بھڑک اٹھنے والے آتش فشاں کی طرح انتہائی غضبناکی میں اس نے زرمان کو مخاطب کیا۔

مورکھ انسان! میں نے اپنی زندگی میں وقت کے بیابانوں میں ریاکاری کی بستیاں بسانے والے۔ خاک ذروں میں اڑتی تقدیر سے بے فائدہ الجھنے والے دوسروں کے اجلے حافظوں پر گنت وسوسوں کی گرد اڑانے والے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ تو جب مجھ سے ٹکرائے گا تو یاد رکھنا تیری جھولی تیرے دامن میں بے یقینی کے لمحوں میں پھیلتی ٹوٹتی اور سونی آرزوؤں اور سانسوں کی چاٹتی تعزیہ بردار سانسوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

سن! ہم ترکوں اور عربوں کو ورثے میں صرف دو ہی چیزیں ملتی ہیں۔ تلوار اور گھوڑا تیسری جو ہمیں ملتی ہے۔ وہ حرف موت ہے۔ اور اس سے ہم نہ خوفزدہ ہوتے ہیں نہ ڈرتے ہیں۔ زرمان تیرے جیسے طبقہ داری کی نفرت پھیلانے والے۔ لفظوں میں بدی کی حدت بستیوں میں قضا کا گھولنے والے میں نے ان گنت آوارہ کتے دیکھ رکھے ہیں یاد رکھنا مجھ سے ٹکرا کر دیکھ تجھے خود چل جائے گا کہ کیسے میں تیری حالت کسی جلے ہوئے کاغذ کے حروف، یادوں کے سنگم پر اکلاپے دکھ میں جیون ہارتی اماوس کی پر آشوب شب جیسی کرتا ہوں۔

تو نے قسطنطنیہ کی فطرت کے خواب نگر جیسی فضاؤں، گنگناتی شہنائیوں جیسی ہواؤں کھلے عام کروٹیں لیتے شباب اور مہکتے پھولوں سے ہونٹوں کی سیرابی میں زندگی بسر کی ہے۔ ظالم موت کا میدان ہے جہاں تم کھڑے ہو یہاں کڑواہٹوں کے موسم میں بجھتی راکھ بھی چنگاریاں ہے یہاں کرب کی ویرانیوں میں بڑے بڑے سورماؤں کے وجود راکھ ہو جاتے ہیں۔ یہاں

کھٹ پرتن کے سیم و تھور ان جانا اور ان دیکھا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔

زرمان نے فوراً ایتاخ کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر! جب تیرا میرا مقابلہ ہوگا تو پھر اپنے دل پر لکھ کر میرے سامنے تیری حالت خود اپنی صلیب اٹھائے تلخی بھری تعبیروں، آدرش کے کنگروں میں اندھیرا ابھرے سپنوں اور بدی اندھی کالی حالتوں سے بری ہو کے رہے گی۔ آج اس مقابلے کے دوران تجھے میرے جبر کے سامنے سر جھکانا ہوگا۔ اور میں تجھے ہر صورت میں اسیری کی نفرت کا شکار کر کے رہوں گا۔

جواب میں ایتاخ نے پہلے سے بھی کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

زرمان! تو نے اپنی زندگی میں ماہتاب کی نرم خیزیاں، جھوٹ نگر کی رنگ آمیزیاں دیکھی ہیں۔ کڑوی دھوپ کا کرب، سچائیوں کی گرم مزاجی نہیں دیکھی۔ وقت ضائع نہ کر مجھ پر حملہ آور ہو۔ تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں۔ مقابلے کی ابتدا کر پھر دیکھ میں کیسے تجھے سوچوں کے زہریلے دھوئیں کی طرح درد کی گھاٹیوں اور دکھ کی چھلنیوں سے نکالتے ہوئے تیرے باطن کی ...یوں کو بدترین انداز میں کھنگالتا ہوں۔

ایتاخ رکا پھر اس نے دوبارہ زرمان کو مخاطب کیا۔

وقت ضائع نہ کر میں تجھے پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دے رہا ہوں اس پیشکش سے فائدہ اٹھا میرے خلاف اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر دیکھ موت اور قضا کس سمت، کس جہت کا رخ کرتی ہے۔ ایک اور بات اپنے ذہن میں رکھنا تمہارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل نے جو میرے سر کی قیمت سو اونٹ لگائی ہے تو ان سو اونٹوں کے لالچ میں مجھ سے انفرادی مقابلہ کر رہا ہے۔ یاد رکھنا میرے خداوند قدوس کی حمایت اور نصرت میرے ساتھ ہوئی اور میں اپنے اس مالک اور خالق کی رضا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو میں تیرے مقدر میں کسی منحوس کالے اندھے اونٹ کی دم تک نہ رہنے دوں گا۔ مجھ پر حملہ آور ہو کہ دونوں طرف کے لشکری بڑی بے چینی سے ہمارے مقابلے کی ابتداء ہونے کے منتظر ہیں۔ ہم دونوں کو چاہئے کہ انہیں زیادہ انتظار میں نہ ڈالیں۔

زرمان نے جواب میں ایک ہولناک قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا۔

تو کیسا نادان‘ احمق‘ بے وقوف اور دوراز دانش انسان ہے میں تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں تیرا سر کاٹنا چاہتا ہوں اور تو مجھے ہی پہلے حملہ آور ہونے کی پیش کش کر رہا ہے۔ ظالم انسان اگر میں تجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر گیا تو یاد رکھنا تیرے شہر جان کی گلیوں میں جلتی راہوں کا عذاب اٹھ کھڑا ہوگا۔ تیری حالت یادوں کی روانی میں بہتے بھولے چہروں کے عکس‘ دھوپ کا جنگل کاٹتے سفر کے ہولناک سنگ میل جیسی ہو جائے گی تو اپنی پہچان کا حوالہ بھول جائے گا۔ اس لئے کہ تیری آنکھوں میں صحرا کی وحشتیں اور تیرے ذہن میں اداسیوں کے مہیب جنگل کی تیرگی اٹھ کھڑی ہوگی۔ تیرے دل کی دھڑکن کے تسلسل میں روح کو کھولاتی حدت بن جائے گی پھر تو میرے خلاف جوابی کارروائی کیسے کر سکے گا۔ میرے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور اور بے بس ہو جائے گا اور یوں دونوں طرف کے لشکریوں کو تیرا اور میرا مقابلہ دیکھنے کا لطف نہیں آئے گا۔ بہتر یہی ہے کہ مجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر میں تیرے ذہن میں یہ بھی بات ڈال دیتا ہوں میں تھوڑی دیر تک تجھے بچوں کی طرح کھلاتا رہوں گا مقابلے کو طول دینے کی کوشش کروں گا تا کہ کم از کم تیرے لشکریوں کو یہ تو احساس ہو جائے کہ تو نے کم از کم تھوڑی دیر کے لئے میرا مقابلہ کیا۔ اگر میں فی الفور وقت ضائع کئے بغیر تیری گردن کاٹ دوں تو میرے لشکر کو اس مقابلے کا لطف نہیں آئے گا اور تیرے لشکریوں کو مایوسی ہوگی لہٰذا حملہ آور ہونے کی پہل تو ہی کر اسی میں تیری بہتری تیری بھلائی ہے۔

زرمان کی اس گفتگو سے گو ایتاخ غصہ میں آگ بگولا ہو گیا تھا لیکن اس نے اپنے ضبط کے بندھن نہیں ٹوٹنے دیئے۔ چہرے پر اس نے مسکراہٹ بکھیری پھر کہنے لگا۔

دیکھ کم ظرف انسان! اگر تو خود اپنی مرضی‘ اپنی رضا سے ہی اپنے لئے شب کی برستی ظلمتوں میں نفرت گزیدہ سوچوں اور اپنی بھٹکتی روح کے لئے بے ثمر زاروں کے در کھولنا چاہتا ہے میرے لئے چاند سی اجلی سوچوں‘ شبنم سی کومل تازگی کے باب وا کرنا چاہتا ہے تو یونہی سہی سنبھل! یہ وقت میری تیغ کا ہنر بتائے گا کہ تو مجھے بچوں کی طرح کھلاتا ہے یا میں تجھے موت کے اس میدان بھاگنے پر مجبور کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ زرمان پر حملہ آور ہوا۔ بالکل ایسے انداز میں جیسے ذہنوں میں ا بدی کے سرابوں پر حقیقت کے گرم ساحلوں کی ہوائیں اٹھتی ہیں۔ جیسے بے کراں شام کے اط میں سمندر کا سا فسوں کھڑی کرتی چیختی جھاگ اگلتی موت کی طرح اپنا منہ کھولتی ہر چیز کو نگلتی چلی

ہے۔ جواب میں زرمان بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایتاخ پر تلخ مزاج کی تعبیر کرتی مسلسل جلتی غصیلی آگ‘ جرائم کے تمغے سجاتی تخریب کے سائبانوں کی چھاؤں اور موسموں کی شدت میں فضا کا زہر گھولتی جھلستی لو کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ زرمان امید لگائے ہوا تھا کہ وہ قسطنطنیہ کی سلطنت کا سب سے بڑا اور مانا ہوا تیغ زن ہے اور یہ کہ وہ ایتاخ کو لمحوں کے اندر اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کچھ الجھنے لگا تھا۔ اس لئے کہ ایتاخ کی طرف سے جس ردعمل کی امید اس نے رکھی تھی ایتاخ اس سے کہیں زیادہ اس کے لئے ہولناک اور خوفزدہ کرنے والا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی تلوار کوندتی برق کی طرح ابھرتی اور گر رہی تھی۔ اس کی ڈھال بڑے منجھے ہوئے اور ہنرمند انداز میں اپنے دفاع کی تکمیل کرتی جا رہی تھی۔ زرمان حیران اور پریشان تھا کہ جس شخص کو اس نے اپنے سامنے بچوں کی طرح کھلانے کی دھمکی دی تھی وہ تو خود اسے بچوں کی طرح کھلانے پر تل گیا تھا۔

مقابلہ طول پکڑنے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ زرمان کے حملہ آور ہونے کی تازگی سوکھے ہونٹوں کی سلگتی پیاس‘ ہر نوا کو بے امنگ ہر دامن کو تنگ کرتی بے سروپا تھکے تھکے خیالات کی لہروں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جب کہ دوسری جانب ایتاخ کے حملہ آور ہونے کا جنون بستیوں میں بارود‘ ذہنوں میں آگ‘ لفظوں میں حدت‘ تن من میں زہر اور دل کی بے کراں گلیوں میں قہر بھر دینے والی بے انت کڑوی داستانوں کی طرح بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک جب مقابلہ اور جاری رہا تب ہر آنکھ دیکھ سکتی تھی کہ زرمان میں تھکاوٹ کے آثار بری طرح نمایاں ہونے لگے تھے۔ ایتاخ کے حملوں کے سامنے اب اس کی حالت جڑوں سے اکھڑے پودے‘ کسی خشک اداس چشمے‘ سوکھے پیڑ کی برہنہ شاخوں اور بے نور بستیوں کی بدترین مسافتوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ بری طرح تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے وہ گاہے گاہے اپنا توازن بھی کھونے لگا تھا۔

ایتاخ‘ زرمان کی اس کیفیت اور حالت کو بھانپ چکا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی اور سختی پیدا کر لی تھی۔ یہاں تک کہ زرمان الٹے پاؤں اپنا دفاع کرنے کی خاطر اس کے

آگے آگے بھاگنے لگا تھا- ایتاخ نے اپنے حملوں میں کمی نہیں کی اس کی تھکاوٹ اور الٹے پاؤں بھاگنے سے وہ پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر چکا تھا- جوں جوں وہ حملے تیز کرتا جا رہا تھا- زرمان پر بدحواسی طاری ہوتی جا رہی تھی- یہاں تک کہ اپنی تلوار اور ڈھال سے ایتاخ کے سامنے اپنا دفاع کرتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگتے ہوئے اس نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا-

سنبھلنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ایتاخ نے اس کے دائیں ہاتھ پر اس طاقت سے پاؤں کی ٹھوکر ماری کہ زرمان کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی-

اب ایتاخ نے دوسرا قدم اٹھایا اپنی تلوار بلند کی- زرمان یہی سمجھا کہ وہ اپنی تلوار بلند کر کے اس کو کاٹ کے رکھ دے گا لہذا اپنا دفاع کرنے کے لئے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ڈھال بلند کر لی تھی- ایتاخ پھر حرکت میں آیا- پاؤں کی ایک زوردار ٹھوکر جب اس نے ڈھال پر ماری تو زرمان کے ہاتھ سے اس کی ڈھال بھی چھوٹ کر دور جا گری تھی- ایتاخ نے اپنی تلوار نیچے کی اور کھولتے لہجے میں اس نے زرمان کو مخاطب کیا-

اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ- میں اس طرح تمہیں بے بسی کی حالت میں نہیں ماروں گا-

زرمان کھڑا ہو گیا- ایتاخ تھوڑی دیر تک اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

سن کور چشم اندھے دل کے انسان! میرے ساتھ مقابلے سے پہلے تو میرے دل میں سموں کے نیزے گاڑنے اور افق کی گردن میں میری تباہی کی صلیب لٹکانے کی باتیں کرتا تھا- اب تو اداس اور پریشان کیوں ہے- کالے ذہن کے انسان! مقابلے سے پہلے تو تو میری زیست کے دائروں میں تنگ اور کڑوے کسیلے لمحے وقت کے بیابانوں میں میرے دل کو جراحتوں سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا تھا-

ذرا اب اپنی حالت کو دیکھ تو میرے سامنے ایسے کھڑا ہے- جیسے تیشے کے سامنے زبوں حال کلک- اب تو زمانے کی لوح پر مٹی پھانکتے لمحوں کی طرح چپ' دشت گماں میں یادوں کی نمی اور پندار کے قید خانے کی طرح خاموش اور گرداب کی تہوں میں تہوں کی بے بسی اور ذلت کے تاریک کھنڈروں کی طرح پر سکوت کیوں کھڑا ہے- کچھ بول پہلے کی طرح میرے لئے دھمکی آمیز لہجہ تو اختیار کر مقابلے سے پہلے جیسا طبقاتی تصادم اور معاشرتی تضاد کا سا تیرا طرز مخاطب تھا وہ پھر میرے

لئے استعمال کر-

وہموں کے پروردہ انسان اب وہ لمحے کہاں گئے جن کے اندر کھڑے ہو کر تو میرے ساتھ آسمان کی آنکھوں میں ریت کے بگولے کھڑے کرنے کی بات کرتا تھا- اپنے محور سے لپٹ کر روتی زمین پر بے سلیقہ ہنگامے کھڑے کرنے کی دھمکی دیتا تھا- اب تو خیموں کی ٹوٹی طنابوں' زوال پذیر خدوخال' انا کی دھجیوں کے نقوش اور اجڑے مناظر کی بستیوں جیسا ذلت آمیز اور بدحال کیوں کھڑا ہے- کچھ بول کہ تو میرے سر کے بدلے قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل سے سو سرخ اونٹوں کا انعام حاصل کرنے والا تھا- اب وہ سرخ سو اونٹ کون حاصل کرے گا- مقابلے سے پہلے میں نے تجھے کہہ نہ دیا تھا کہ سو اونٹ تو بہت دور کی بات میں تو تیرے مقدر میں کسی کالے اور منحوس اونٹ کی دم تک نہیں رہنے دوں گا-

تھوڑی دیر تک مزید چپ رہ کر ایتاخ اس کی طرف دیکھتا رہا- زرمان جب پھر بھی کچھ نہ بولا تب ایتاخ حرکت میں آیا- زوردار انداز میں اپنی ڈھال اس کے سر پر دے ماری زرمان چکرایا زمین پر گر گیا تھا- ایتاخ نے اسے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا- ساتھ ہی اسے دھاڑتی ہوئی آواز میں مخاطب کیا-

اٹھ زرمان! ایک بار پھر میرے ساتھ مقابلہ کر اس لئے کہ سو اونٹ تیرا انتظار کر رہے ہیں اٹھ! ان کی نکیل پکڑ کر قسطنطنیہ کی طرف کون جائے گا اٹھ! ساتھ ہی ایتاخ نے اسے پاؤں کی ٹھوکروں پر بری طرح رکھ لیا تھا- زرمان بری طرح چیخنے چلانے اور ہاتھ جوڑ کر معاف کرنے کی التجا کرنے لگا تھا-

اس کی یہ حرکت شاید ایتاخ کو بری لگی تھی- اس نے اپنی تلوار بلند کی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

بدبخت انسان! تو تو اس میدان میں میری موت کا گماشتہ بن کر اترا تھا- اب ذلت آمیز انداز میں ہاتھ جوڑ کر اپنی جان بچانے کی کیوں کوشش کرتے ہو- اس کے ساتھ ہی اپنی بلند کی ہوئی تلوار ایتاخ نے گرائی اور زرمان کو کاٹ کے رکھ دیا تھا-

زرمان کے مارے جانے سے رومنوں کے لشکر میں مایوسی اور سنسنی پھیل گئی تھی- اس لئے کہ

زرمان قسطنطنیہ کی سلطنت کا سب سے اچھا تیغ زن خیال کیا جاتا تھا- رومنوں کے شامی حاکم طولک کو سو فیصد یقین تھا کہ زرمان ہر صورت میں مسلمانوں کے امیر ایتاخ کی گردن کاٹ کر سو سرخ اونٹوں کا انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا- اب جو اس کی نظروں کے سامنے ایتاخ نے بڑی آسانی سے اس کو مقابلے میں شکست دے کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ کے رکھ دیا تب اس کے لشکریوں کے ساتھ ساتھ خود طولک کی حالت بھی ناقابل برداشت تھی- زرمان کے مارے جانے سے طولک ہی نہیں ایک طرح سے اس کے لشکریوں پر بھی مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ سا چھا گیا تھا- دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر میں ایتاخ کی کامیابی اور زرمان کی موت سے خوشی کی ایک لہر پھیل گئی تھی اور مسلمان لشکریوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے تھے-

زرمان کے ایتاخ کے ہاتھوں مرنے سے رومنوں کے لشکر میں جو کیفیت طاری ہوئی تھی شام کا حاکم اور رومن لشکر کا سالار طولک اس کیفیت کو زیادہ دیر تک اپنے لشکریوں پر مسلط نہیں دیکھنا چاہتا تھا- لہٰذا اس نے مسلمانوں پر فی الفور حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی-

پھر دیکھتے ہی دیکھتے طولک مسلمانوں کے لشکر پر ہر شئے کی ذات کی مٹی میں نارسائی کی لکیریں بکھیرتی کھلی سفاکیوں کی کہانیوں' بھاگتی عمر کے صحرا میں رائیگاں تلاش کے پیچھے بھاگتی چپہ چپہ چھانتی پاگل ہواؤں اور فکر کی کھیتیوں میں بے مجاز ہونے کے دکھ پھیلاتے بے یقینی کے موسموں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا-

جس وقت رومن مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے- اس وقت مسلمانوں نے یک زبان ہو کر ایسے انداز میں خداوند قدوس کی کبریائی کی تکبیریں بلند کیں جیسے وقت کے نگار خانے میں خاموشی کے قفل توڑتی قہرمانیت کی ان گنت شور کرتی لہریں اٹھ کھڑی ہوئی ہوں- یا فسادی اہنسا کی ریتوں وقت کی کالی سیاست کے اندر لا سے الہ کی طرف سفر کرتے نوری سالوں کی طاقت بھری آوازیں طوفانی انداز میں ابھرنا شروع ہو گئی ہوں-

تکبیریں بلند کرنے کے بعد مسلمان لشکری' اسحٰق بن یحییٰ' ایتاخ اور اشناس کی سرکردگی میں جوابی کارروائی کرتے ہوئے رومن لشکریوں پر سپنوں کی اڑتی دھول میں محفوظ راستوں سے ہٹ زندگی کو فنا کے گھاٹ پر کھڑے کرتی' ازل سے بھٹکتی روحوں' سانسوں کے جنگل میں ہجرت کے کرب' گزرتے زمانے کے جمالیاتی شعور میں ذات کی الجھنیں' ندامتوں کی بلندیاں کھڑی

دینے والے درد و فرقت کے بگولوں اور بھاگتے زمانے کی دہلیز پر فتوحات کی بشارتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

دونوں لشکریوں کے اس طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے سے خود سر اور ستم پرور جذبات چاروں طرف اٹھ کھڑے ہوئے تھے- طلسم خانہ ارض و سما میں ہر طرف قضا کی قہرمانیت ناچ اٹھی تھی- دہکتے سورج تلے افق غبار آلود ہونا شروع ہو گئے تھے- موت کھردرے الفاظ کے ساتھ چار سو رقص کناں ہو گئی تھی-

تھوڑی ہی دیر بعد اسحٰق بن یحییٰ' ایتاخ اور اشناس کے جان لیوا اور تیز حملوں کے سامنے طولک اور اس کے لشکریوں کی حالت آنسوؤں کے سمندر میں بھیگی ریت' دشت مدعا میں بھٹکتے بگولوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی- پھر جب ان تینوں نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کی اور مسلمان لشکری تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کی اگلی صفوں کو چیرتے ہوئے پچھلی صفوں کو بھی ادھیڑنے لگے تب رومنوں کے دل کبیدہ اور تن دریدہ سر بریدہ ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ اپنے آپ کو میدان جنگ میں بے سطوت و بے ننگ و نام محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں بچنے کے لئے ادھر ادھر کھسکنے لگے تھے- جب کہ مسلمانوں کے حملوں میں ابھی تک صبح کے نور کی سی شادابی' لذت کی گراں باری جیسی تازگی' فکر کی رفعت' جذبوں کی صداقت اور احساس کی ندرت رقص کر رہی تھی-

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد طولک اور اس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی- طولک بھاگ کھڑا ہوا- باہم مشورہ کرنے کے بعد اسحٰق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ وہیں رہا تا کہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے علاوہ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر سکے- جب کہ ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ شکست کھا کر بھاگتے دشمن کے تعاقب میں لگ گئے تھے-

ایتاخ اور اشناس نے جبل طاروس کے اندر دور تک اپنے آگے بھاگتے طولک کا تعاقب کیا- پھر وہ ان میدانوں کی طرف لوٹ گئے تھے جہاں جنگ ہوئی تھی-

جب وہ میدان جنگ میں پہنچے تو ان کی آمد سے پہلے اسحاق بن یحییٰ نے چھوٹے سالاروں کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا- زخمیوں کی دیکھ بھال کی جا چکی تھی-

اپنی خیمہ گاہ کی طرف جانے کی بجائے ایتاخ اور اشناس' اسحاق بن یحییٰ کی خیمہ گاہ کی طرف گئے جب وہ خیمہ گاہ سے باہر اپنے گھوڑوں سے اترے تب خیمے کے اندر سے ایک ساتھ اسحاق بن یحییٰ اس کی بیوی غمران' بیٹی عمیمہ' قسطونہ اور ایکاسیہ نکلے اسحاق بن یحییٰ ان دونوں کی طرف بڑھا اتنی دیر تک وہ اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے- اسحاق بن یحییٰ نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں سے مصافحہ کیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا-

میرے عزیزو! اس جنگ میں تم دونوں کی کارگزاری قابل تعریف رہی ہے- ایتاخ! میرے بیٹے! خصوصیت کے ساتھ میں تمہاری تعریف ضرور کروں گا کہ انفرادی مقابلے میں تم نے زرنا جیسے قسطنطنیہ کے مانے ہوئے تیغ زن کو اپنے سامنے زیر کیا- وہ بیچارہ سوسرخ اونٹوں کی آس لے کر آیا تھا لیکن تم نے اس کے مقدر میں موت کے کھنکتے ہوئے سکے ڈال دیئے- بیٹے میں تمہاری کار گزاری سے اتنا خوش اور مطمئن ہوں کہ میں الفاظ نہیں تلاش کر سکتا جنہیں استعمال کر کے میں کم از کم تیری کارگزاری پر تعریف نہ سہی اپنے اطمینان ہی کا اظہار کر سکوں-

ایتاخ' اسحاق بن یحییٰ کے ان الفاظ کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عمیمہ اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کے قریب آئی اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی-

اے میرے باپ! یہاں باہر کھڑے ہو کر ان دونوں سے بات کرتے رہیں گے یا اپنے خیمے میں بھی چلیں گے-

اس پر اسحاق بن یحییٰ مسکرا دیا اور ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

بیٹے! یہاں کھڑے رہنے کی بجائے خیمے میں چل کر بیٹھتے ہیں-

ایتاخ بھی مسکرا دیا- اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہی پکڑے کہنے لگا-

نہیں میرے محترم! میں ذرا اشناس کے ساتھ اپنے لشکر میں جاؤں گا- تعاقب کے دوران بھی ہمارے کچھ لشکری زخمی ہوئے ہیں- سب سے پہلے ان کی دیکھ بھال پھر دوسرا کام-

ان الفاظ پر اسحاق بن یحییٰ مسکرایا- پھر کہنے لگا-

جس مقصد کے لئے ان علاقوں کا ہم نے رخ کیا تھا وہ مقصد تو ہم حاصل کر چکے- رومنوں کو ہم بدترین شکست دے چکے ہیں- رومنوں کا شامی حاکم طولک اپنے لشکر کے ساتھ شکست کھا کر بھاگ چکا ہے- اب تمہارے خیال میں ہمیں اگلا قدم کون سا اٹھانا چاہئے-

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

میرے محترم! طولک کوئی قسطنطنیہ کی طرف تو نہیں بھاگ گیا- وہ یہیں کہیں جبل طالوس کی بھول بھلیوں میں اس بات کا منتظر ہوگا کہ کب ہم لوٹتے ہیں اور کب وہ مسلمان علاقوں پر چڑھ دوڑتا ہے- وہ بڑا عیار شخص ہے اور ابھی بھی اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے- اس کے علاوہ اناطولیہ کے میدانوں اور قسطنطنیہ سے مزید لشکری بھی جس وقت چاہے حاصل کر سکتا ہے- جبل طاروس کے غربی علاقوں کی طرف اس نے ایک تربیت گاہ بنا رکھی ہے- جہاں ہمہ وقت لشکری زیر تربیت رہتے ہیں انہیں بھی وہ ہمارے خلاف استعمال کر سکتا ہے-

ان علاقوں میں آنے کے بعد ہمارے طلایہ گروں' مخبروں نے جو اطلاعات فراہم کی ہیں ان کی روشنی میں میں نے کچھ فیصلے کئے ہیں- مجھے امید ہے کہ آپ میرے فیصلوں سے اتفاق کریں گے- آپ کل اپنے لشکر کے ساتھ واپس سامرہ کی طرف چلے جائیں- میں اور اشناس دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چند ہفتوں تک یہاں قیام کریں گے- اگر ہم بھی آپ کے ساتھ واپس سامرہ کی طرف چلے گئے تو یاد رکھیئے گا طولک اپنے لشکر کے ساتھ لوٹے گا اور ہماری سرحدی بستیوں پر چڑھ دوڑے گا اور سرحدی لوگوں سے وہ انتقام لے گا جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے- لہذا میرا اور اشناس کا یہاں قیام کرنا بہت ضروری ہے جس جگہ ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے- پڑاؤ میں یہاں سے اٹھاؤں گا اور کوہستان طاروس کی محفوظ جگہ اپنا پڑاؤ کروں گا- ایسا کر کے میں طولک اور اس کے لشکریوں کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری سرحدی بستیاں غیر محفوظ نہیں کہ وہ جب چاہے ان پر چڑھ دوڑے- یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے- وہ کہہ رہا تھا-

اسحاق بن یحییٰ! میرے محترم! اس سلسلے میں مجھے امیر المومنین معتصم کی طرف سے کوئی احکامات نہیں ملے جو فیصلے میں کر رہا ہوں یہ میرے ذاتی فیصلے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ اور امیر المومنین اس سلسلے میں مجھ سے اختلاف رائے نہیں رکھیں گے- میں یہ سب کچھ اپنے سرحدی مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر کر رہا ہوں- آپ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ لوٹ جائیں فی الحال بابک خرمی کی طرف سے بھی ہمیں کوئی بڑا خطرہ نہیں اس کے ایک سالار ریام کو میں نے گرفتار کر رکھا

ہے۔ اب وہ سوچ سمجھ کر ہی ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا ویسے میرا اندازہ ہے کہ وہ ریام کا
سے انتقام ضرور لینے کی کوشش کرے گا۔ اسی خاطر سمدان کے قلعے میں میں نے اپنے عرب جرنیل
بن یوسف کو ٹھہرا دیا ہے۔ وہ وہاں اپنے لشکر کے ساتھ محفوظ ہے اور اسی قلعے سے نکل کر ان بستیو
اور چھوٹے چھوٹے قلعوں کو از سر نو آباد کرنے کی کوشش کرے گا جنہیں بابک خرمی اور اس
سالاروں نے ویران اور تباہ کر رکھا ہے۔

جہاں تک بابک خرمی کے قلعے سمدان کے حاکم اور سالار ریام کا تعلق ہے تو آپ جاتے ہو
کل اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور اسے امیر المومنین کے سامنے پیش کریں وہ جو فیصلہ اس کے
بارے میں کریں گے وہی ہمارے لئے آخری ہے۔

جب تک ایتاخ بولتا رہا۔ اسحاق بن یحییٰ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا
رہا۔ ایتاخ جب خاموش ہوا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہاں فی الوقت واقعی ہی
کوئی لشکر رہنا چاہئے جو طولک کے حملوں کے سامنے اپنی سرحدی بستیوں کا دفاع کر سکے۔ بہر
میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کل یہاں سے وا
سامرہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے اشناس کی طرف دیکھا۔ نگاہوں
دونوں نے کچھ فیصلہ کیا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

میں اور اشناس اب جاتے ہیں۔ طولک اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کرنے کے د
ہمارے جو لشکری زخمی ہوئے ہیں ان کی دیکھ بھال کرنا بھی ہمارے اولین فرائض میں شامل
اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناس دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

☆

اگلے روز صبح ہی صبح جس وقت ایتاخ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ عمیمہ خیمے میں
ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ایتاخ ایک دم اپنی نشست پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عمیمہ مسکراتے ہوئے آگے
وہ برابر بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے اس انداز سے ایتاخ کے چہ
دور دور تک پریشانیاں بکھر گئی تھیں۔ عمیمہ جب اس کے قریب ہوئی تو اسے مخاطب کر کے ایتا
لگا۔

میری بہن! خیریت تو ہے؟ تو اکیلی آئی ہے۔

عمیمہ نے تیز نگاہوں سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کسی کو میرے ساتھ بھی آنا چاہئے تھا؟ یا یہ کہ آپ یہ امید رکھتے ہیں
پ کے پاس آنے کے لئے کسی اور کو بھی میرے پاس ہونا چاہئے تھا۔

ایتاخ ہلکے سے مسکرا دیا کہنے لگا۔

نہیں! میری بہن! ایسی کوئی بات نہیں۔ بہرحال کہو خیریت تو ہے۔ تمہارا اس طرح آنا بغیر
وجہ اور علت کے نہیں ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے۔

عمیمہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی پھر دھیمے سے لہجے میں وہ ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ایتاخ میرے بھائی! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ کوئی لڑکی آپ کو چاہتی ہے۔ آپ سے
کرتی ہے۔ تو پھر آپ کے کیا تاثرات ہوں گے۔

ایتاخ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ پھر تلخ سے لہجے میں کہنے لگا۔

عمیمہ! میری بہن! ایک ایسا شخص جس کی زندگی راستوں سے الجھے بے اطمینان سایوں سے
بدتر رہی ہو اس کے لئے کون سوختہ سوختہ چراغوں، بجھی بجھی مشعلوں، زخم زخم بدن خواب خواب
ل نیند نیند خواہشوں کے انتظار کے داغ برداشت کرتا ہے۔

میری بہن! خدائے لم یزل کی اس زمین پر کوئی ایسی ہستی نہیں جو اپنے حریم جان کے شہر میں
ے لئے جذبوں کی مہک، کوئی شیریں سخن، کوئی خوش رنگ خواب رکھتی ہو۔

میرا کوئی عزیز و اقارب نہیں جو مجھے چاہتا ہو۔ مجھے پسند کرتا ہو۔ کوئی قریبی خونی رشتہ بھی نہیں
جس کے دل میں میرے لئے درد کی ہوک اٹھے تم جانتی ہو میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ غلام
یثیت سے گزارا ہے اور غلام کی زندگی یادوں کے صحن میں اڑتے خشک پتوں، تھکن سے چور
ئی کے صحرا بستی پھیلتی لاحاصلی سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ غلامی بے بسی اور لاچارگی کے دھبے
انذ اور امربیل کی صورت دھیرے دھیرے پھیل کر روح کی گہرائیوں تک کو اپنے اثر میں لے
ہے۔ غلامی جڑے مناظر کی بستیوں میں جسموں کا فاصلہ بڑھاتی ہے۔ میری بہن! کون خیموں
ئی طنابوں اور کڑھ کڑھ کر جلنے کے بعد ٹھٹھرتے چراغوں کو اپنے گھر کی زینت بناتا ہے۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے عمیمہ حسرت زدہ آرزو کے احساس جیسی افسردہ، بریدہ فاختہ جیسی اداس اور جھلسے چنار پریشان پھولوں جیسی ویران ہو کر رہ گئی تھی لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ سنبھال لیا پھر پہلے جیسے لہجے میں ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

بھائی! آپ پتہ نہیں میری زبان پر اعتبار کریں یا نہ کریں میرے الفاظ کو کوئی اہمیت دیں دیں لیکن میں آپ سے کہوں کوئی انتہائی خوب صورت لڑکی اپنے رخسار و لب کے اوراق پر تپے ہونٹوں کی تشنگی میں آپ کے لئے سنہری خوابوں اور رسیلی میٹھی پھوار جیسی محبتوں کے نغما داستان لکھ چکی ہے۔ ایک لانہایت کی خدتک خوب صورت لڑکی اپنے گلاب بدن، اپنے صندل اپنی خوشبو بھری سانسیں، اپنا درپن سا رنگ، اپنا شہاب گلاب قالب اور نگار خوش رو سا تن آپ لئے امانت سمجھنے لگی ہے وہ ایسے ہی محبت کرتی ہے آپ کو ایسے ہی چاہتی ہے جس طرح شعر کا الفاظ کی بازیگری کو اور خشک سالی کا ستم باران رحمت کو پسند کرتا ہے۔

عمیمہ جب خاموش ہوئی تو تھوڑی دیر تک ایتاخ چپ رہ کر مسکراتا رہا پھر اس نے عمیمہ طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

عمیمہ میری بہن! تم الفاظ بھی اچھے استعمال کر لیتی ہو اور مذاق کرنے کا ہنر اور فن بھی ہو۔ اور یہ کہ ------

عمیمہ نے فوراً ایتاخ کی بات کاٹ دی کہنے لگی۔

ایتاخ میرے بھائی! میں نے پہلے کبھی آپ سے ایسا مذاق کیا ہے۔

ایتاخ منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی عمیمہ پھر بول پڑی۔

اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی آپ سے ایسا مذاق نہیں کیا تو ا وقت میں آپ کی بہن آپ سے ایسا سنگین مذاق کیسے کر سکتی ہوں۔ میرے بھائی! جو کچھ میں ہوں یہ سچ ہے حقیقت ہے۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

اگر سچ ہے تو بڑا کڑوا سچ ہے۔ اگر حقیقت ہے تو بڑی تلخ اس لئے کہ عمیمہ میری بہن! ا کاخ و کو میں ایک ادنیٰ غلام کے لئے کون محبت کا وظیفہ خواں ہوتا ہے۔ کون میرے جیسے ا لئے کلفتوں کے سنگ ریزوں، بے سوز و بے رنگ لمحوں اور بے کراں رات کے سناٹوں میں

ویرانوں کی دلدل کو اپنا مسکن بنانا پسند کرتا ہے۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تو عمیمہ نے پھر کہنا شروع کیا۔

ایتاخ میرے بھائی! اگر میں آپ سے یہ کہوں اسی نگار گیتی کے آستانے میں ایکاسیہ ایک یسی لڑکی ہے جو اپنے لبوں کے لعل بدخشان و مرجان اور اپنی صداؤں کے نیلموں میں صرف اپنی ات کو آپ کے لئے وقف کرنا چاہتی ہے۔ وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہے اور اپنی محبت میں ہ دودھیا چاندنی کے در و بام، آرزو کے گلاب، امنگوں اور خواب زاروں کے فیروزی پرتو کی طرح پ پر نچھاور ہونا چاہتی ہے۔ ایکاسیہ، میرے بھائی آپ کے لئے بہار تازہ کی انجمن میں حدیث ہر و وفا کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں آپ سے کہوں کہ وہ آپ سے ایسی شدت کی محبت کرتی ہے جس ا آپ سوچ تک نہیں سکتے۔ آپ کے بغیر وہ زندہ نہ رہنے تک کا عزم کئے ہوئے ہے۔

عمیمہ خاموش ہو گئی۔ لمحہ بھر کے لئے ایتاخ کی گردن جھک گئی جیسے وہ وقت کی ان گنت الجھی روں میں گم شدہ تناظر کو تلاش کر رہا ہو یا قوس قزح کی راہ میں زینے بناتی صبا کے دوش پر سپنوں پر قیقت کا پرتو چڑھتے دیکھ رہا ہو۔ پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور عمیمہ کو مخاطب کرتے ئے کہنے لگا۔

عمیمہ میری بہن! پہلے تو میں سنجیدہ تھا کہ شاید تم میرے ساتھ حقیقت کو بنیاد بنا کر کوئی گفتگو کر ی ہو لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ نہیں۔ میرے ساتھ ٹھٹھہ اور مذاق ہی ہے۔ میری بہن ایکاسیہ کا بھی لڑ تو نے خوب کیا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ قسطنطنیہ کے ایک نوجوان سے اس کا نکاح ہو چکا ہے۔ وہ اس ا بیوی ہے گو رخصتی نہیں ہوئی۔ لیکن بہرحال اس کے ساتھ وہ رشتہ ازدواج میں منسلک تو ہے۔

عمیمہ لمحہ بھر کے لئے مسکرائی پھر کہنے لگی۔

ایتاخ میرے بھائی! میں سب کچھ جانتی ہوں ایکاسیہ کا ماضی مجھ سے بھولا نہیں ہے۔ اب تو ں اس کے ایک ایک لمحے کی داستان سے واقف ہوں۔ قسطنطنیہ میں جو اس کا نکاح ہوا تھا وہ ایک رح کی احتیاط اور پیش بندی تھی کہ اگر وہ کہیں پکڑی جائے اور اسے نوفل بن میخائیل کے سامنے یش کیا جائے تو یہ کہا جا سکے کہ فلاں شخص کے ساتھ اس کا نکاح ہو چکا ہے اور وہ اس کی بیوی ہے تا کہ نوفل اسے اپنے حرم میں داخل نہ کرے۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہوا نہ اس نوجوان کے ساتھ

بیوی کی حیثیت سے وہ رہی نہ اس کی رخصتی ہوئی نہ----

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ایتاخ بول پڑا-

مانا کچھ نہ سہی، رخصتی نہ ہوئی، اس کے ساتھ ازدواجی زندگی بھی بسر نہ کی، بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ نہ رہی لیکن دونوں کے درمیان ایک بندھن تو ہے- جسے توڑا نہیں جا سکتا-

عمیمہ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگی-

ایتاخ میرے بھائی! وہ بندھن تو کب کا ٹوٹ چکا اس لئے کہ جس وقت یہ بندھن باندھا گ تھا اس وقت ایکاسیہ نصرانی تھی- اب دونوں ماں بیٹی نے چونکہ اسلام قبول کر لیا ہے لہذا وہ بندھ بندھن نہیں رہا- اب ایکاسیہ آزاد ہے- جب اور جس وقت چاہے اپنی محبت کے پرتو کو سامنے رک ہوئے اپنی نئی زندگی کی ابتدا کر سکتی ہے- کسی کی بیوی بن سکتی ہے کسی کے گھر کو آباد کر سکتی ہے- اس اب کوئی پابندی اور قدغن نہیں ہے-

عمیمہ کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے ایتاخ کے چہرے پر خوش گوار مسکراہٹ کھلی تھی- سوچتا رہا پھر عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

عمیمہ میری بہن! جو گفتگو تم نے مجھ سے کی ہے ایسی گفتگو کرنے کے لئے کیا ایکاسیہ نے ت میری طرف بھیجا ہے؟

عمیمہ پھر مسکرائی کہنے لگی-

بھائی اس نے مجھے نہیں بھیجا بلکہ میں خود آئی ہوں اور اسے بھی ساتھ لے کے آئی ہوں چاری اس وقت آپ کے خیمے سے باہر کھڑی ہے شرماتی ہوئی اندر نہیں آ رہی تھی- میں ا کھینچ کر اندر لانا چاہا لیکن نہیں آئی یہ گفتگو میں نے خود آپ سے کی ہے- اس لئے کہ ایکا اپنی بہن سمجھتی ہوں وہ مجھ پر اپنی محبت کا انکشاف بھی نہ کرتی لیکن میں نے ہی اسے مجبور کیا نے حقیقت حال سے مجھے آگاہ کیا- جس وقت اشناس اور آپ دونوں اپنے لشکر کو لے کر خرمی کے قلعے سمدان کو روانہ ہوئے تھے تو آپ کی روانگی کے وقت میں نے دیکھا ایکاسیہ اداس افسردہ اور غمگین ہو گئی تھی اس کی اس حالت سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ آپ کی روا کی رخصتی اسے گراں گزری ہے- آپ کے جانے کے بعد میں نے اسے کریدا- میرے کر اس نے تسلیم کر لیا کہ وہ آپ کو چاہتی ہے- آپ سے محبت کرتی ہے اور آپ کو اپنی زندگ

بنانے کا ارادہ اور خواہش رکھتی ہے- اب بولو میرے بھائی تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو-

ایتاخ نے پھر کچھ سوچا اور اس کے بعد وہ کسی قدر دھیمے مگر پرسکون لہجے میں کہہ رہا تھا-

عمیمہ میری بہن! کبھی کبھی شنگرفی رنگوں کی روشنی کے میلے میں اماوس رتیں بھی گھس آتی ہیں- بھی خوابوں کی خودکش رتوں میں روشنی کے سفیر اندھے ہو جاتے ہیں- کبھی تن کو اجلا کر دینے والے پاہتوں کے دیپ من کی کٹیا میں گیلی لکڑی بن کر سلگ اٹھتے ہیں- کبھی دل کی انوکھی کلی میں اوس ں رنگ جگاتی سورج کی پوریں دلوں کی لوح پر بے خانماں نگہتوں کی کہانیاں بھی لکھ جاتی ہیں-

میری بہن میں ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر لایا تھا وہاں وہ مصیبت میں تھی- ہر وقت اپنی اں کے ساتھ خطرات میں گھری رہتی تھی- ہو سکتا ہے میرے اس فعل کو اس نے پسند کیا ہو اور یرے احسان تلے دب کر وہ میری طرف مائل ہوئی ہو- یہ بھی ممکن ہے اسے میری زندگی کے حالات کا علم نہ ہو کہ میرا پس منظر اور پیش منظر کیا ہے- میرا ماضی کیا ہے- حال کیا ہے- اور میرا حال س مستقبل کی طرف بھاگ رہا ہے- اسے یہ بھی پتہ نہ ہو گا کہ میں اپنے خاندان کا واحد فرد ہوں لوئی آگا پیچھا نہیں- ماں باپ بہن بھائی میں سے کوئی بھی نہیں ہے- اس کے ذہن میں بس یہی ات سمائی ہو گی کہ میں امیر المومنین معتصم کے لشکریوں کا ایک اچھا سالار ہوں- شاید اس کے ذہن یں یہ بات کبھی کسی نے نہ ڈالی ہو کہ اپنے موجودہ منصب سے پہلے میں ایک انتہائی بے بسی کی لامانہ زندگی بسر کرتا رہا ہوں- میری بہن! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں اس سلسلے میں ایکاسیہ سے علیحدگی یں گفتگو کر سکوں- پورے حالات اس پر واضح کروں تا کہ میرے متعلق وہ کسی شک شبہے اور غلط فہمی کا شکار نہ رہے- میری بہن! کیا تم مجھے موقع فراہم کرو گی، کہ میں علیحدگی اور تنہائی میں ایکاسیہ سے س موضوع پر گفتگو کر سکوں-

ایتاخ کا جواب سن کر لگتا تھا- عمیمہ کسی حد تک مطمئن اور خوش ہو گئی تھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی-

میرے بھائی! کیوں نہیں میں جاتی ہوں- ایکاسیہ کو اندر بھیجتی ہوں- آپ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر اس سے گفتگو کر لیں- اس کے ساتھ ہی عمیمہ مڑی اور خیمے سے نکل گئی تھی-

تھوڑی ہی دیر بعد ایکاسیہ آہستہ آہستہ تول تول کر قدم رکھتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی تھی- وہ

ایتاخ کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی- ایتاخ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا، ایکا سیہ پہلے ہی بول پڑی-

امیر! مجھ سے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے یہ نہ کہئیے گا کہ آپ اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا ح غلامی میں گزار چکے ہیں- خدا کے لئے مجھ سے یہ بھی نہ کہئیے گا کہ آپ کے ماں باپ، بہن بھائی نہ ہیں- اور آپ ایک تنہا، مجرد اور بے بس انسان ہیں- اتنا کہنے کے بعد ایکا سیہ لمحہ بھر کے لئے رکی کپکپاتی اور روہانسی سی آواز میں ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

امیر! جو نوجوان خون اگلتے معرکوں، انوکھے سرگرم رن میں کھڑا ہو کر اسرار کائنات کی کشائی کرنے والے عناصر کی طرح موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکے، جو نوجوان ثمر کرتے بگولوں، مقدر میں مقتل کی ویرانیاں پھیلاتی ازل کی تختیوں پر کھڑا ہو کر روشنی کے حروف کرنے کی ہمت رکھتا ہو- جو نوجوان غم کے چڑھتے طوفانوں، ماتمی فضاؤں کی آہوں میں کھڑا بھی برہنہ سر بیٹیوں، دوشیزاؤں کی لٹتی عصمتوں، آہوں میں دم توڑتی ماؤں کی لوریوں اور خون ہاتھوں سے بہنوں کے صندلیں پیکروں کی حفاظت کر سکتا ہو- غلامی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی-

امیر پھر غلام ہونا کوئی گناہ تو نہیں- غلامی عناصر کا توازن تو نہیں بگاڑ دیتی- لوح میزا عبارت کو ہلکا تو نہیں کر دیتی- آتش شہر کے اجالے کو مدہم تو نہیں کرتی- حیات جاوداں کی بنا کو ختم اور صدائے کن کی دھن پر رقصاں ذروں کے سینے کی دھڑکنوں کو تمام تو نہیں کر دیتی-

امیر! اگر آپ اپنی زندگی کے زیادہ حصے میں غلام رہے ہیں تو یہ کوئی ہتک کی بات نہیں آپ تو ان جوانوں میں سے ہیں جو اغراض کو ایثار کی خوشبو اور ارادے، جستجو، فکر و عمل کو یکجا کر ہنر جانتے ہیں- آپ جیسے جوان ہی ظلمت کو ضیاء، دعائے خیر کی امیدوں کو لمحہ ایجاب میں کر سکتے ہیں آپ جیسے جوان ہی اپنی جنبش یک نظر سے بے ثمر خوابوں کو پھولوں کا تبسم، قہر کے انداز کو شبنمی چاپ اور نفرت گزیدہ الفاظ کو سحر کی تازگی میں تبدیل کرنے کی صناعی جانتے مجھ سے یہ بھی نہ کہئیے گا کہ آپ کا ماضی انتہائی بے بسی میں گزرا آپ کا حال اور مستقبل کیسا ہے؟ نے نہ آپ کے ماضی سے محبت کی ہے نہ حال اور مستقبل سے، میں نے تو صرف آپ کی ذ چاہا- امیر! خدا کی قسم اگر آپ ایک غلام کی حیثیت سے بھی میرے سامنے آتے تو میں شاداب دلی سے اپنے تن من دھن کی ساری محبت رسیلے جھونکوں تتلیوں کی طرح اترتے ا

دھنک کے رقصاں رنگوں، پھولوں کی اڈتی خوشبو، راگ کے سارے سروں، بہاروں میں اڑتے حسین خوابوں اور خوش رنگ کلیوں کی طرح اپنی محبت کو آپ پر نچھاور کر دیتی- امیر! میری محبت آپ سے ایسے ہی ہے جیسے قہر سالی کے ستم میں رازدار روح بوندوں کے رقص کی طرح کسی پر نچھاور ہونے کے درپے ہو-

جب تک ایکا سیہ بولتی رہی اس کے سامنے کھڑے ایتاخ کی گردن جھکی رہی خوشی میں اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ایکا سیہ بے چاری پگھل کے رہ گئی تھی- اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر بول پڑی-

امیر! آپ فراموش لمحوں کی طرح چپ اور عذاب بے نوائی کی طرح خاموش کیوں کھڑے ہیں- آپ نے ندامت کے انداز میں سر کیوں جھکا رکھا ہے- گردن سیدھی کریں میری طرف دیکھیں-

ایتاخ نے گردن سیدھی کی- ایکا سیہ کی طرف دیکھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں نمی تھی- سر پر بندھے ہوئے انگوچھے سے اس نے اپنی پرنم آنکھوں کو صاف کر لیا- کچھ کہنا چاہتا تھا پر اس سے پہلے ہی ایکا سیہ بول پڑی-

امیر! میں تو آپ کو اپنے پیکر کا نگہبان، آنکھوں کے طاقوں میں آس اور امید کا دیپ سمجھ کر سجا چکی ہوں- تھوڑی دیر پہلے اس خیمے میں آپ اور عمیمہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میں خیمے سے باہر کھڑی ہو کر ساری سن چکی ہوں- امیر! آپ میرے معاملے میں کسی الجھن میں نہ پڑئیے گا اگر آپ اپنے ماضی میں غلام رہے ہیں تو یاد رکھئیے گا میں بھی قسطنطنیہ میں ایک عرصہ تک جلتی آزادی میں قطرہ قطرہ پگھلتی رہی ہوں- ذرہ ذرہ سلگتی جھلستی رہی ہوں- وہ اس لئے کہ وہاں کوئی میرا تحفظ کرنے والا نہ تھا- مجھے کسی ایسے ساتھی کی تلاش تھی جو میرے تن من کے علاوہ میری عزت و آبرو کا محافظ اور چوپان بن کر میرے سامنے آئے- امیر! ماہ و سال کے یونہی سمٹتے رہنے سے جہاں میرے عہد طفلی کی بساط سمٹ چکی ہے- وہاں آپ کے غلامانہ دور کی بے رحم فضاؤں کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے- میرے متعلق اس سے پہلے عمیمہ آپ سے بہت کچھ کہہ چکی ہے- میں آپ سے صرف یہ کہوں گی کہ آپ کی محبت اب میرے لئے بوسوں کی گداز نرمیوں، نغموں کے بے پناہ لوچ بساطوں

کے حریری طلسم اور آپ کی چاہت میرے جسم میری روح میں مہکتے اجالوں اور گنگناتی روانیوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ امیر! میں جانتی ہوں آپ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں رہیں گے جب کہ مجھے اور میری ماں کو اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک واپس سامرہ کی طرف کوچ کرنا ہے۔ میں وہموں کے خوابوں بین کرتی بچھوا اور نوحہ گروں کے بے انت کہرام کی طرح آپ سے رخصت نہیں ہونا چاہتی۔ میں اپنے دامن میں بجل لمحوں کے روپ جیسی آپ کی محبت، علم کے موتیوں بھری جھیل جیسی آپ کی چاہت اپنی جھولی میں تن من میں جوت جگاتی آپ کے پریم کی ابجد لے کر یہاں سے رخصت ہونا چاہتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ اب آپ بتائیں۔ آپ یوں رخصت ہوتے وقت میری جھولی، میرے دامن میں خواب جزیروں میں خاک اڑاتی دلوں میں ریت آنکھوں میں نمی اور اجاڑ راستوں کے قافلوں میں تنہائی کا زہر پھیلاتی اجنبیت دیتے ہیں یا دل کے گلدانوں میں مہکتی خوشبوئیں آنکھوں میں مہر و انجم سی فسوں خیز روشنی اور فطرت کے برہنہ پن کو دور کرتی محبت دیتے ہیں۔

ایکاسیہ خاموش ہو گئی تھی۔ اور پر امید آنکھوں سے وہ ایتاخ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس لمحہ ایتاخ کی آنکھوں میں شوخی ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم چہرے پر خوشیاں بکھیرتے ان گنت رنگوں کی رعنائی دیکھی جا سکتی تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں چپ رہے پھر اس خاموشی کو ایتاخ نے توڑا، ایکاسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایکاسیہ! اس میں شک نہیں کہ میں نے آج تک اپنی زندگی کا بیشتر حصہ درد کی گھاٹیوں اور جبر کے آگے سر جھکاتی اسیری میں بسر کیا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ آج تک کسی دوشیزہ نے اپنی پھول آنکھوں میں میرے لئے جھلمل لہروں جیسی محبت کی صندلیں کہانیاں نہیں سجائیں۔ آج تک کسی بھی لڑکی نے اپنے عرصۂ باطن میں سحر کے بکھرے جمال جیسا نشہ قرب نہیں پھیلایا۔ آج تک کسی بھی لڑکی نے اپنے لبوں کی رنگین فصیلوں پر میرے لئے کہکشاں کے چمکتے ستاروں جیسی محبت نہیں سجائی۔ تم پہلی لڑکی ہو جس نے میرے دل کے دروازے پر شفاف موتیوں جیسے لمحہ وصال کی دستک اور میرے دل کے نہاں خانوں میں صوت و آہنگ اور کیف و رنگ سے بھرپور جذب و کشش کی لہروں سے بھرپور انمول پیش کش کی ہے۔ میں تمہاری محبت کی قدر کروں گا۔ یہاں سے رخصت ہوتے وقت میں تمہارے دامن، تمہاری جھولی میں مایوسیاں اور بے گانگیاں نہیں بھروں

تمہارے دامن اور جھولی کو یہاں سے اپنی محبت سے بھر کے رخصت کروں گا۔

ایکاسیہ آگے بڑھی بڑے پیارے اور موہ لینے والے انداز میں اس نے ایتاخ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے ایک عجیب سی سرشاری میں کہنا شروع کیا۔

آپ نے اپنے جواب سے مجھے قرنوں کے فاصلوں میں جبر کی بکھرتی بساط تلے دفن ہونے سے بچالیا ہے۔ آپ نے مجھے قطرہ قطرہ زہر برساتی رات اور سرخ ازل کی اندھی کوکھ کا شکار ہونے سے محفوظ کر دیا ہے۔ آپ کے جواب نے میرے وجود کو اجنبی لذتوں اور لطافتوں کے پھیلے طلسم سے آشنا کر دیا ہے۔ آپ نے مجھ سے محبت کا اظہار کر کے میرے دل میں سرگوشیاں پہنے دریچوں سے گزرتی اور آہستگی سے خوشبو بکھیرتی ہواؤں کی بشارت بھر دی ہے۔ آپ نے میری بصارت کو کاسۂ گل میں قطرے گراتی شبنم جیسا سکون اور میرے تن کو جذب و شعور کی چلمن کے پس منظر میں محفوظ عہد خوش مقدر سے ہمکنار کر دیا ہے۔ اگر آپ مجھ سے محبت کا اظہار نہ کرتے اجنبیت برتتے تو پھر یقیناً میری حالت ہجر کتاب کے خونی صفحے پر لکھی کالی راتوں، بنجر دنوں کی بدترین داستانوں، دل میں راکھ بکھیرتی دہکتی، سسکتی اور ریزہ ریزہ بکھرتی یادوں سے بھی زیادہ ذلت آمیز ہو کر رہ جاتی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایکاسیہ خاموش ہو گئی۔ ایتاخ نے مثبت جواب کے اسے لبوں سے پھوٹتی خوشیوں کے شراروں جیسا پرسکون امن کی رنگین ریشمی رتوں جیسا خوش کن اور طلسموں کے حیرت کدوں جیسا آسودہ بنا کے رکھ دیا تھا۔ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتی ہوئی وہ پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ کھنکھارتے ہوئے عمیمہ خیمے میں داخل ہوئی۔ اور جلدی جلدی ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں نہیں جانتی آپ دونوں نے میری غیر موجودگی میں کیا گفتگو کی ہے۔ باہم مل کر کیا فیصلہ کیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے ہو یکجائی کی منزل پر کھڑے ہوئے ہو یا اپنے درمیان تم دونوں نے دوریاں پیدا کر لی ہیں۔ بہرحال یہ ساری باتیں میں تم سے بعد میں کروں گی۔ پہلے میں تم سے یہ کہوں کہ سب لوگ آپ کے خیمے کی طرف آ رہے ہیں۔ لہذا آپ دونوں سنبھل جائیں۔

ایتاخ نے عمیمہ کا شکریہ ادا کیا پھر وہ ایک نشست پر بیٹھ گیا اور اس کے سامنے ایک علیحدہ نشست پر ایکاسیہ اور عمیمہ ہو بیٹھی تھیں چند ہی ساعتوں بعد خیمے میں ایکاسیہ کی ماں قسطونہ' اسحاق بن یحییٰ' اس کی بیوی اور عمیمہ کی ماں عمران' اشناس داخل ہوئے۔ ایتاخ۔ ایکاسیہ اور عمیمہ نے اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ سب جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایتاخ کو کچھ خیال گزرا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

مجھے تھوڑی دیر پہلے خیال آیا کہ زبیر آپ کے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی بھی آئی کہ میں نے اس سے پہلے زبیر کے متعلق کیوں نہ پوچھا اس پر اسحاق بن یحییٰ نے ایک قہقہہ لگا پھر شفقت آمیز آواز میں وہ ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بیٹے پہلے زبیر کا ارادہ تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی لشکر میں شامل ہوگا۔ لیکن بعد میں اس نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ میں اس کے اس ارادے سے خوش بھی ہوا اس لئے کہ ابھی وہ مکتب میں جا ہے۔ اگر ہمارے ساتھ یہاں آ جاتا تو اس کا کافی حرج ہوتا۔ لہذا وہ سامرہ ہی میں رہ گیا ہے۔ اپنی تعلیم کا حرج نہیں کرنا چاہتا۔ بیٹے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے بیٹے زبیر کے متعلق پوچھا۔ میں دو موضوعات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

تھوڑی دیر پہلے عمیمہ اور ایکاسیہ کی ماں قسطونہ نے عمران اور مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ایکاسیہ تمہیں چاہتی ہے۔ تم سے محبت کرتی ہے۔ تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں میرے خیال میں ایکاسیہ سے علیحدگی میں تمہاری گفتگو بھی ہوئی اس کا اہتمام میرے خیال میں عمیمہ نے کیا ہے۔ ایتاخ تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دونوں نے آپس میں کیا فیصلہ کیا ہے بیٹے! کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات یاد رکھنا کہ ایکاسیہ جیسی لڑکیاں کسی خوش نصیب ہی کو ملتی ہیں۔

اسحاق بن یحییٰ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں اس کی بات کاٹتے ہوئے ایتاخ بول پڑا۔

میرے محترم! میں اور ایکاسیہ نے مل کر مثبت فیصلہ کیا ہے۔ میں ایکاسیہ کا شکر گزار ہوں ممنون ہوں کہ اس نے مجھے چاہا ہے اور مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کیا ہے۔ میں آپ سب پر انکشاف کروں کہ میں نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دیا ہے۔ اور وقت آنے پر ہم دونوں رشتہ ازدواج میں بھی منسلک ہو جائیں گے۔ محترم اسحاق بن یحییٰ! میرے خیال میں تو یہ پہلا موضوع

ہے۔ جس سے متعلق آپ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ اس موضوع پر آپ کو میری طرف سے اچھا اور مثبت جواب مل گیا ہے۔ اب آپ دوسرے موضوع پر گفتگو کریں۔

اسحاق بن یحییٰ نے کچھ سوچا پھر وہ ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے! دوسرا موضوع یہ ہے کہ میں جب سامرہ جاؤں گا تو معتصم مجھ سے یہ پوچھے گا کہ ایتاخ اور اشناس کب تک سامرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ تم نے جو یہاں رکنے کا فیصلہ کیا ہے یہ امیر المومنین معتصم کی طرف سے نہیں بلکہ یہ تمہارا ذاتی فیصلہ ہے۔

ایتاخ مسکرایا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

اگر اس سلسلے میں امیر المومنین آپ سے پوچھیں تو ان سے میری طرف سے کہیں کہ میرا اور اشناس کا یہاں رہنا انتہائی ضروری اور اہم ہے اگر اس محاذ کو ہم نے کھلا چھوڑ دیا تو یاد رکھنا طولک پھر پلٹے گا اور مسلمانوں کی بستیوں میں تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیلے گا جو اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ جب تک میں ان علاقوں میں اپنی مرضی کے مطابق حالات درست نہیں پاتا ہوں اس وقت تک میں یہاں قیام کروں گا۔

ایتاخ کے خاموش ہونے پر اسحاق بن یحییٰ پھر بول پڑا۔

لیکن امیر المومنین تمہیں زیادہ عرصہ یہاں قیام نہیں کرنے دیں گے اس لئے کہ سلطنت میں ہر وقت تمہاری ضرورت رہتی ہے۔ تم امیر المومنین کے جنگ کے مشیر بھی ہو لہذا اگر یہاں اپنے قیام کو تم طول دینا چاہتے ہو تو پھر میرے خیال میں امیر المومنین خود سامرہ طلب کر لیں گے۔

ایتاخ مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

اگر امیر المومنین ایسا کرتے ہیں تو پھر کم از کم وہ یہ تو ضرور کریں گے کہ میری جگہ کسی اور سالار کو یہاں بھیجیں گے جو رومنوں کے مقابلے میں یہاں دفاع کا بند باندھ سکے۔ بہر حال یہاں ہمارے کسی نہ کسی لشکر کا رہنا بے حد ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

بیٹے! بس میں ان ہی دو موضوعات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ تم نے میری تسلی کر دی ہے اب میں اپنے لشکر کے ساتھ رخصت ہوں گا اور سامرہ کا رخ کروں گا۔

اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے پھر خیمے سے نکلے۔اسحا
بن یحییٰ کے لشکر کی طرف جاتے ہوئے اشناس' ایتاخ کے قریب آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی
ایتاخ میرے بھائی! بابک خرمی کے قلعے سمدان سے گرفتار ہونے والے اس کے سالار رہا
تو اسحاق بن یحییٰ کے ساتھ سامرہ بھیج رہے ہو لیکن آتش پرستوں کے اس عالم کا کیا کرو گے جس
نام موبذ ہے۔اور جس نے افشین کے خلاف بیان دیا ہے۔

ایتاخ چونکا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم نے کہیں موبذ کا ذکر اسحاق بن یحییٰ سے تو نہیں کر دیا۔

اشناس سہمے سے انداز میں بول پڑا۔

نہیں ہرگز نہیں۔میرے بھائی جب تم نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا تھا تو میں کیونکر موبذ
ذکر کسی سے کر سکتا ہوں۔

ایتاخ نے اس بار بڑے پرسکون سے انداز میں کہنا شروع کیا۔

موبذ کا ذکر کسی سے نہیں کرنا۔نہ اس کو سامرہ کی طرف روانہ کرنا۔وہ ہمارے لشکر ہی
رہے گا اور تم اس کی حفاظت کا بہترین اہتمام کر کے رکھو یاد رکھنا کہ اگر افشین کے کانوں میں یہ بھ
بھی پڑ گئی کہ اردبیل کے اس موبذ نے ہمارے پاس قیام کر رکھا ہے اور یہ کہ اس نے افشین
متعلق کچھ انکشافات کئے ہیں۔تو افشین کسی نہ کسی بہانے موبذ کو قتل کرنے کی کوشش کرے
ہو سکتا ہے وہ اس کے پیچھے اپنے نمائندے لگا دے جو موقع پا کر موبذ کا خاتمہ کر دیں اس طرح افش
کے خلاف کارروائی کرنے میں ہمیں دشواریاں پیش آئیں گی۔یہ معاملہ تو میرے اور تمہار
درمیان ہے۔اس سے پہلے میں نے موبذ کی تفصیل بھی نہیں بتائی ہو گی۔بہر حال میں تمہیں
ہوں کہ موبذ کے پاس افشین کے کچھ ایسے راز ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ افشین ہماری سلط
کے لئے مخلص نہیں ہے۔فی الحال تمہارے لئے اتنی تفصیل جاننا ہی کافی ہے۔اسی تفصیل کو سا
رکھتے ہوئے موبذ کی حفاظت کا بہترین انتظام کرنا۔

ایتاخ کے ان الفاظ سے اشناس چونک سا گیا تھا۔فکر مند سے لہجے میں کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر یہ معاملہ تو بڑا سنگین ہے۔اگر اس موبذ نے کسی نہ کسی طرح ہماری لش
سے بھاگنے کی کوشش کی تب----

ایتاخ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

تم اس کے بھاگنے کی فکر نہ کرو۔بس اس کی حفاظت کا اہتمام رکھو۔وہ کسی بھی صورت یہاں
سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا۔اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے یہاں سے بھاگ کر
کہیں جانا چاہا تو وہ افشین کے ستم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا۔صرف یہاں رہ کر ہی وہ
افشین کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ورنہ ہماری حفاظت سے باہر افشین اسے موت کے گھاٹ
اتارنے میں ایک لحہ کی بھی تاخیر نہیں کرے گا۔

ایتاخ کی باتوں سے اشناس مطمئن ہو گیا تھا۔پھر خاموشی سے وہ آگے بڑھتے رہے۔حتیٰ
کہ وہ اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے پاس آئے۔جو کوچ کے لئے تیار تھا پھر سب سے مصافحہ کرنے
کے بعد اسحاق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔قسطونہ اور ایکاسیہ بھی ان کے
ساتھ سامرہ کی طرف چلی گئی تھیں۔

افشین کا بیٹا حسن اپنی حویلی میں اپنے خاندانی غلام داجس اور اپنے قریبی عزیز منکجور کے
ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کمرے میں افشین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور مسکراتے ہو
داخل ہوا۔ اس کی آمد پر اس کا بیٹا حسن' منکجور اور غلام داجس تینوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہا
کے اشارے سے افشین نے ان تینوں کو بیٹھنے کے لئے کہا خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر ا
بیٹے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے افشین کہہ رہا تھا۔

حسن! میرے بیٹے میں آج امیر المومنین کے پاس دو کاموں کے سلسلے میں گیا تھا۔ ا
نوعیت کے لحاظ سے دونوں کام بڑے اہم تھے اور یہ دونوں کام میں ایتاخ کی غیر موجودگی میں کر
چاہتا تھا۔ ایتاخ کی موجودگی میں یہ دونوں کام ناممکن تھے۔ اب بھی جن دو کاموں کے لئے میں
تھا ان میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ ایک کام ہو گیا ہے۔ دوسرا اٹک گیا ہے۔

افشین رکا کچھ سوچا پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

حسن! میرے بیٹے ایتاخ کے بابک خرمی کے سالار ریام کی طرف جانے کے بعد میں
یہ سوچ رہا تھا کہ تمہیں اور منکجور کو سلطنت کے کسی اہم عہدے پر فائز کروادوں۔ یہ گفتگو اگر میں ا
کی موجودگی میں کرتا تو ایتاخ یقیناً مخالفت کرتا اور میرا کام نہ ہونے دیتا۔ اور پھر ایتاخ امیر المو
کا مشیر جنگ ہے اور اس کی بات کو معتصم بڑی اہمیت بھی دیتا ہے۔

پہلا کام جو میں کرنا چاہتا تھا وہ یہ کہ میری خواہش تھی تمہیں ترکستان کا والی مقرر کروادو
منکجور کے متعلق میری یہ خواہش تھی کہ امیر المومنین اسے آرمینیا اور آذر بائیجان کا والی مقرر کر د
یہ دونوں معاملے میں نے آج امیر المومنین کے سامنے پیش کئے۔ اس سلسلے میں کافی بحث و تمح
بھی ہوئی جس کے نتیجے میں سلطان نے میری ایک بات تو مان لی ہے دوسری نہیں مانی۔

جو بات مان لی ہے وہ یہ کہ تمہیں ترکستان کا والی مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی
کاغذات افشین نے اپنے بیٹے حسن کے سامنے پھینک دیئے اور بولا۔

یہ تمہاری تقرری کے امیر المومنین کی طرف سے سر بمہر کاغذات ہیں۔ انہیں سنبھال لو۔ اور
ں قدر جلد ممکن ہو ترکستان کی طرف روانہ ہو جاؤ تمہاری روانگی کے وقت یہاں سے ایک دستہ بھی
ہاری حفاظت کے لئے تمہارے ساتھ جائے گا۔ جہاں تک منکجور کا تعلق ہے۔ تو امیر المومنین نے
الحال منکجور کو آرمینیا اور آذر بائیجان کا والی مقرر کرنے سے انکار کر دیا ہے سلطان نے کہا ہے کہ یہ
املہ وہ ایتاخ کی موجودگی میں طے کرے گا۔ اس سلسلے میں اس سے صلاح مشورہ کرے گا۔ اس
ئے کہ آذر بائیجان اور آرمینیا کے حالات بڑے دگرگوں ہیں۔ اور اس علاقے کو بابک خرمی نے
ا آماجگاہ بنالیا ہے امیر المومنین کا کہنا ہے کہ اس علاقے کا والی کسی ایسے شخص کو بنایا جائے گا جو
ی دلیری اور بہادری سے بابک خرمی کے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ ساتھ ہی امیر المومنین نے یہ بھی
ہہ دیا ہے کہ ان علاقوں میں ویسے بھی ہمارا عرب جرنیل محمد بن یوسف ہے اور وہ اس سارے
تے کو اپنی گرفت میں لے رہا ہے۔ گرے ہوئے قلعوں کی مرمت کروا رہا ہے جن بستیوں کو
ٹ کر بابک خرمی کے جرنیلوں نے برباد کیا ہے انہیں بھی آباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک
رح سے فی الحال امیر المومنین' ابو سعید محمد بن یوسف ہی کو آذر بائیجان کا والی سمجھتے ہیں۔

افشین تھوڑی دیر کے لئے رکا اس بار وہ منکجور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

منکجور! تم فکر مند مت ہونا۔ بہت جلد میں حالات کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کروں گا۔
صورت میں تمہیں آرمینیا اور آذر بائیجان کا والی مقرر کروا کے رہوں گا۔ اب تمہیں وہاں کا والی
رر کروانا میری انا کی مانگ اور ضد ہو گئی ہے۔ امیر المومنین نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ ایتاخ کے آنے
ے بعد اس معاملے کو نمٹایا جائے گا لیکن فی الحال اس کے آنے کی کوئی امید نہیں اس لئے کہ میری

موجودگی ہی میں سرحدی علاقوں سے کچھ قاصد آئے تھے۔ جنھوں نے امیر المومنین کو یہ اطلاع د ہے کہ اسحٰق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ چندروز تک سامرہ میں داخل ہو جائے گا جب کہ سرحدوں حفاظت کے لئے ایتاخ اور اشناس نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کرلیا ہے۔ وہ کب آئے گا اس کی کوئی خبر نہیں۔ بہرحال منکجور تم فکر مند مت ہو ایک نہ ایک روز میں تمہارا کام بھی کر کے رہو گا۔

جو خبریں وہ قاصد لے کر آئے ہیں ان میں سے سب سے اہم خبر جو ہمارے لئے ہے وہ یہ سمدان قلعے سے باہر ایتاخ نے بابک خرمی کے سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور اس کے دوسرے بڑ جرنیل طرہ خان کو بدترین شکست دی۔ پھر وہ سمدان کے قلعے پر حملہ آور ہوا۔ سمدان پر اس نے قب کرلیا اور سمدان کے قلعے میں بابک خرمی کا ریام نام کا جو سپہ سالار تھا اسے بھی ایتاخ نے گرفتار کرا سمدان میں اس وقت محمد بن یوسف اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہے اور وہ وہیں سے نکل کر تباہ حال قلعہ کی مرمت کروا رہا ہے۔ جہاں تک ریام کا تعلق ہے تو اسے ایتاخ اپنے ساتھ ارض شام کی طر لے گیا تھا اور اب ریام کو اسحاق بن یحییٰ اپنے ساتھ سامرہ کی طرف لا رہا ہے۔ اس لئے کہ ریام خلاف ایک بڑھیا نے نالش کی تھی۔ ریام کا فیصلہ خود امیر المومنین ہی کریں گے۔

افشین جب خاموش ہوا تو اس کے بیٹے حسن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

اے پدر محترم! مجھے کب تک ترکستان کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔

افشین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرے خیال میں تمہیں ایک دو روز تک ترکستان کی طرف کوچ کر جانا چاہئے وہاں ہوئے جو تم نے کام کرنے ہیں۔ ان کی تفصیل میں تم تینوں سے کہتا ہوں۔

تم تینوں جانتے ہو یہ بات تو طے ہے کہ بابک خرمی کا خاتمہ ہم ہر صورت میں چاہتے میں اپنی سرزمین ترکستان کو واپس لینا چاہتا ہوں۔ وہاں میں آتش پرستوں کی ایک خودمختار حک قائم کرنا چاہتا ہوں اور یہ حکومت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک بابک خرمی زندہ ہے لئے کہ جب تک وہ زندہ ہے آتش پرست مجھے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔

میں آج تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ خفیہ طریقے سے کئی بار میں نے بابک خرمی سلسلے میں رابطہ قائم کیا لیکن وہ اس حق میں نہیں کہ وہ پس پشت چلا جائے اور میں منظر

آجاؤں۔ وہ خود آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقوں میں آتش پرستوں کی حکومت کرنے کے درپے ہے۔ لہٰذا اس کے اور ہمارے مفادات آپس میں ٹکراتے ہیں۔ میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ کبھی امیر المومنین مجھے بابک خرمی پر حملہ آور ہونے کا حکم دیں تو میں آہستہ آہستہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک جست و خیز کرتا ہوا اسے اپنے سامنے مغلوب کروں اگر میں اسے ایک بار اپنے سامنے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھنا زندگی بھر امیر المومنین میری کسی خواہش کسی آرزو کو رد نہیں کرے گا۔ اور میں دل سے بھی ایسا ہی چاہتا ہوں۔

اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھنا میں امیر المومنین سے کہوں گا کہ میں سامرہ میں رہنے کے بجائے ترکستان میں مقیم ہونا پسند کروں گا اور امیر المومنین نے اگر میری بات کو تسلیم کرلیا تو میں ترکستان میں قیام کرتے ہوئے ترکستان میں آتش پرستوں کی ایک ناقابل تسخیر سلطنت قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔

افشین رکا پھر اپنے بیٹے حسن کا جائزہ لیتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

حسن! میرے بیٹے وہاں رہتے ہوئے تم بڑا احتیاط رہنا ان سرزمینوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو تمہارے افعال و کردار پر نگاہ رکھیں گے خصوصیت کے ساتھ ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ اپنے آدمیوں کے ذریعے تم پر نگاہ رکھیں گے۔۔۔۔

افشین کی بات کاٹتے ہوئے اس کا بیٹا حسن بول پڑا۔

یہ ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ پر آپ کیوں شک کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں تو وہ برے آدمی نہیں ہیں۔

افشین نے مکروہ قسم کا ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا' کہنے لگا۔

تم ابھی بچے ہو' نادان ہو' نہیں سمجھتے کہ دشمن کون ہے دوست کون ہے۔ ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ بظاہر عام لوگوں کی نگاہ میں میرے بہترین ساتھی' رفیق اور دوست ہیں۔ مگر بباطن وہ میرے بدترین دشمن ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ عجیف بن عنبسہ میرا سب سے بڑا رقیب ہے اور میرا مقام اور منصب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان دونوں کی شخصیت سے متعلق میں تمہیں ذرا تفصیل سے بتاتا ہوں۔

جہاں تک عجیف بن عنبسہ کا تعلق ہے۔تو یہ شخص بظاہر لمحوں کے بے کراں سلسلوں اور نغمو
اور کرن کرن بکھرتی حقیقتوں جیسا بے ضرر لگتا ہے۔پھولوں کے ہونٹوں کی دعا جیسا پرامن دکھائی
ہے لیکن بباطن یہ شخص انسانیت کو مغلوب کر دینے والی حرص و ہوس کے مارے سمندر، طوفانوں
زور میں ہواؤں کی سماعت خراش شور اور مسلسل و مستقل سروں پر پرواز کرنے والے خوفناک اند
قہر جیسا ہے۔جب یہ کسی کے خلاف حرکت میں آتا ہے۔تو اسے اندھے اونٹ کی طرح مار مار کر
کار کر دیتا ہے۔صحرائے عرب کا یہ بدو بظاہر جتنا بے ضرر لگتا ہے۔حقیقت میں یہ اس سے کہیں ز
خوفناک اور تہہ و بالا کر دینے والا شخص ہے۔

جہاں تک ایتاخ کا تعلق ہے تو یہ عجیف بن عنبسہ سے مختلف ہے۔یہ شخص بظاہر جلتے پا
صحرا کی طرح خاموش شاخ شاخ پتے پر لرزہ شبنم کے قطرے اور دشت میں خوف کے منظر جیسا
رہتا ہے۔ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ہر ایک کے ارادوں کو بھانپتا ہے۔ہر ایک کی کارروائیوں کو
ذہن میں محفوظ کرتا چلا جاتا ہے۔اور جب وقت آتا ہے تو یہی شخص پھر اپنے دشمنوں کے خلاف
صحرا اٹھتے وحشی بگولوں میں تیزی سے روپ بدلتی اجل کی سفاکیوں سرخ طوفانوں کو جنم دیتے
چلاتے بے تاب سمندر اور زیست کے انجانے سفر میں کفن فروش اور کفن چور کی ہولناک کشمکش
صورت اختیار کر کے وارد ہوتا ہے۔جب کسی پر وارد ہوتا ہے تو اسے تباہ و برباد کیے بغیر نہیں چھوڑ
میں تم سب کو تنبیہ کروں گا کہ ان سے بچ کے رہنا۔

افشین جب خاموش ہوا تو منکجور نے بولتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

آپ نے ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ سے متعلق تو تفصیل بتا دی اسحاق بن یحییٰ بغا کبیر ا
اور محمد بن یوسف کے متعلق آپ نے کچھ نہیں بتایا۔

افشین مسکرایا پھر منکجور کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

اشناس، ایتاخ کا ساتھی اور دست راست ہے۔جو فیصلہ ایتاخ کرتا ہے۔وہ اشناس ک
آخری ہوتا ہے۔جہاں تک اسحاق بن یحییٰ کا تعلق ہے۔تو وہ بھی ان دونوں کا ہمسفر ہے۔اس
اس کی بیٹی عمیمہ کی منگنی اشناس کے ساتھ ہو چکی ہے۔باقی رہتا ہے بغا کبیر اور محمد بن یوسف
دونوں بھی ایتاخ کے بہترین دوست ہیں۔اور اس کے حامی اور مددگار ہیں۔اگر تم ایتاخ او
بن عنبسہ سے بچ کر رہ گئے تو یاد رکھنا باقی سے تم خود بخود ہی محفوظ ہو جاؤ گے یہ موضوع خ

اب میں تم سب سے دو مزید موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا موضوع یہ ہے کہ عجیف بن عنبسہ کے خلاف تو حالات خود بخود ہی حرکت میں آنے
والے ہیں۔یا یوں جانو عجیف بن عنبسہ کے خلاف میں نے جال پھینک دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ
وہ اندھے کبوتر کی طرح اس میں پھنسے گا اور امیر المومنین معتصم خود ہی اس کا خاتمہ کر دے گا۔لیکن
ایتاخ ایسے جالوں میں پھنسنے والا نہیں ہے۔

افشین کی بات کاٹتے ہوئے اس کا بیٹا حسن بول پڑا۔

عجیب بن عنبسہ سے متعلق آپ نے کیا کیا؟ اس پر افشین نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا پھر کہنے
لگا۔

تم تینوں کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے رومنوں کے شامی حاکم لوزر نے جب مسلمانوں کی
سرحدی بستیوں پر حملہ کیا تو وہاں سے بہت سے لوگ بے گھر ہوئے جنہیں سامرہ میں آباد کیا گیا۔
ان لوگوں میں طورون نام کا ایک شخص تھا۔جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ان میں سے ایک کا نام دوما
دوسری کا نام رداع ہے دونوں ہی انتہا درجے کی خوبصورت ہیں۔

طورون ایک ماہر اور سند یافتہ طبیب ہے۔اس کی دونوں بیٹیاں دوما اور رداع بھی طب کے
پیشے سے وابستہ ہیں۔یہاں آنے کے بعد وہ عجیف بن عنبسہ کے لشکر میں شامل کئے گئے تھے تاکہ
وہاں طبیب کے فرائض انجام دیں اس لئے کہ جو لشکر عجیف بن عنبسہ کے تحت جنگوں میں حصہ لیتا
ہے اس میں طبیبوں کی کمی تھی۔لہٰذا یہ تینوں باپ بیٹی عجیف بن عنبسہ کے لشکر میں شامل کر لئے گئے

طورون بھی کمال کا شخص ہے۔کسی شخص کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہنر بھی جانتا ہے جب کہ
اس کی دونوں بیٹیاں اپنی خوبصورتی کی بناء پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی صناعی جانتی ہیں۔
جب یہ تینوں عجیف بن عنبسہ کے لشکر میں شامل کئے گئے تھے اسی وقت سے میری ان تینوں پر نگاہ
تھی اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ان تینوں سے میں عجیف بن عنبسہ کے خلاف کام لوں گا۔

اب میں نے ان تینوں کو اپنا ہم نوا۔اپنا ہم خیال بنا لیا ہے وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے
لگے ہیں۔میں نے ان سے ایک بہت بڑا کام لینے کا تہیہ کر لیا ہے۔

میرے عزیزو! تم جانتے ہو کہ معتصم کا بھتیجا عباس بن مامون الرشید اور عجیف بن عنبسہ

دونوں آپس میں بھائی بنے ہوئے ہیں- دونوں کے بہترین تعلقات ہیں- اکٹھے اٹھتے بیٹھتے ہ ایک دوسرے پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں- اور یہ بات یقیناً میرے حق میں نہیں جاتی- اس لئے کہ عباس بن مامون الرشید میرا سخت مخالف ہے- عجیف بن عنبسہ بھی میرا بدترین دشمن ہے لہذا ان دونوں کا آپس میں اتحاد کر لینا میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے-

میں نے آج طورون سے علیحدگی میں بات کی اور اس کے ذہن میں میں نے یہ بات ڈا دی ہے کہ وہ عجیف بن عنبسہ کے اور زیادہ قریب ہو اور عجیف بن عنبسہ کو اس بات پر آمادہ کرے وہ عباس بن مامون کو یہ مشورہ دے کہ معتصم کے بجائے عباس بن مامون الرشید کو امیر المومنین چاہئے-

اب میرے کہنے پر طورون عجیف بن عنبسہ کو اکسائے گا کہ وہ عباس بن مامون الرشید سے کہے کہ وہ معتصم کی نسبت مسلمانوں کا امیر المومنین ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہے- اس طرح طورون عجیف بن عنبسہ کو اکسائے گا اور عجیف بن عنبسہ برابر عباس بن مامون الرشید کو اکساتا ر گا تو میرا خیال ہے ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ عباس بن مامون الرشید اپنے چچا معتصم کے خلا بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا- جب ایسا وقت آئے گا تو یاد رکھنا وہ وقت عباس بن ما الرشید، عجیف بن عنبسہ اور اس کے قریبی ساتھیوں کے لئے انتہا درجہ کا مہلک اور ہلاکت خیز ہوگا فرغانی کو بھی میں نے اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی ہے- اس لئے کہ ان دنوں اس کے تعلق بھی عباس بن مامون الرشید اور عجیف بن عنبسہ کے ساتھ بڑے قریبی گہرے دوستانہ بلکہ برا ہیں- لہذا جب عباس بن مامون، معتصم کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گ میرے آدمی اس وقت جب کہ یہ سازش پک رہی ہوگی- اس سازش کی اطلاع معتصم کو کر گے- اس طرح معتصم پر اس سازش کا راز فاش ہو جائے گا اور معتصم سازش کرنے والے کے خ ایسا حرکت میں آئے گا کہ عباس بن مامون الرشید کے علاوہ عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو کرنے کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارنے سے ذرہ برابر بھی نہیں ہچکچائے گا- جب ایسا ہو جا تو یاد رکھنا ایک ہی وار میں میرے تین دشمن یعنی عباس بن مامون، عجیف بن عنبسہ اور عمر میرے راستے سے ہٹ جائیں گے جب ایسا ہو جائے گا تو میرے خیال میں یہ معاملہ ایتا اشناس کے لئے بھی عبرت خیزی کا ہوگا اور وہ میری مخالفت کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کریں

افشین جب خاموش ہوا- تب اس کے بیٹے حسن نے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

پدر محترم! اگر کسی موقع پر طورون نے امیر المومنین سے یہ کہہ دیا کہ آپ نے اسے اکسایا تھا کہ وہ عجیف بن عنبسہ کے ذہن میں یہ بات ڈالے کہ عباس بن مامون الرشید بھی خلافت کا دعویٰ دار بن جائے- اگر اس طورون نام کے طبیب نے امیر المومنین سے یہ بات کہہ دی تو پھر آپ یہ بھی تو سوچ لیں کہ آپ کس مقام پر کھڑے ہوں گے-

افشین نے پھر ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور بڑی لاپروائی کے انداز میں اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا-

ایسا نہیں ہو سکتا- طورون جانتا ہے اگر کسی بھی موقع پر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے موت کے گھاٹ اتار دیں گے لہذا وہ ذلت کی موت مارے جانے پر زندگی کو ترجیح دے گا اور ہر صورت میں اس ترکیب پر عمل کرے گا جو میں نے اسے سمجھائی ہے- میرے خیال میں عنقریب تم دیکھو گے کہ معتصم خود عباس بن مامون الرشید، عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کے قتل کا حکم دے گا-

اس پر حسن نے پھر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

پدر محترم! آپ جانتے ہیں عجیف بن عنبسہ اور ایتاخ کے تعلقات آپس میں برادرانہ ہیں- اشناس ایتاخ کا دست راست ہے عربوں کا سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ ان سب کا طرف دار ہے- بلکہ اب وہ اشناس کا ہونے والا سسر بھی ہے- اگر آپ کا پھیلایا ہوا جال کام کر جاتا ہے اور امیر المومنین معتصم اس سازش کے سلسلے میں عجیف بن عنبسہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون کا خاتمہ کر دیتے ہیں تو کیا ایتاخ، اشناس، اسحاق بن یحییٰ، بغا کبیر اور ان کے دیگر ہم نوا سالار اس بات کو کریدنے کی کوشش نہ کریں گے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کس نے عباس بن مامون اور عجیف بن عنبسہ کو بغاوت پر اکسایا؟

حسن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے افشین بول پڑا-

تم منفی سوچوں کی طرف کیوں جاتے ہو؟ میں جو عباس بن مامون، عجیف بن عنبسہ اور

عمر فرغانی کو ٹھکانے لگانے کا اہتمام کر رہا ہوں تو یہ بچوں کا سا کھیل نہیں کھیل رہا- اس سازش
کامیاب کرانے کے لئے میں اس سازش کے کھلنے کے سارے سوراخ بند کر کے آگے بڑھوں گا
بالکل بے فکر رہو یہ سازش ضرور کامیاب ہوگی- آج نہیں تو کل امیر المومنین معتصم کے ہاتھوں عبا
بن مامون الرشید' عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کا کام تمام ہو کے رہے گا اور اس سازش کی تکمیل
بعد اگر ایتاخ' اشناس' اسحاق بن یحییٰ' بغا کبیر یا دیگر سالاروں نے اس معاملے کو کریدنے کی کوش
کی' اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی تو پھر میں ان کے خلاف بھی سازش کا ایسا جال پھیلاؤں
بہر حال اب اس موضوع کو بند کرو- اس لئے کہ میں ابھی تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں-

افشین رکا پھر دوبارہ وہ اپنے بیٹے حسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

حسن میرے بیٹے! ترکستان جانے کے بعد دو اشخاص سے رابطہ رکھنا اور ان کا بہترین خ
بھی رکھنا- پہلا طبرستان کا والی مازیار ہے- یہ شخص بظاہر مسلمان ہے لیکن باطن میں انتہا درجہ کا
آتش پرست ہے- میرے ساتھ اس کا مکمل طور پر رابطہ ہے- اس کے ذریعے سے میں تمہیں ر
سے نقدی اور دوسرا سامان گاہے گاہے بھجتا رہوں گا- اور وہ تم اپنے پاس جمع کرتے رہنا- اور
ہم ترکستان میں آتش پرستوں کی حکومت قائم کریں گے تب وہ اشیاء اور جمع کی ہوئی دولت ہما
کام آئے گی- مازیار بڑا قابل بھروسہ انسان ہے اور بد سے بدترین حالات میں بھی اس پر اعت
جا سکتا ہے یوں جانو وہ میرا دست راست ہے ہر مشکل میں ساتھ دینے والا ہے-

دوسرا شخص جو ہمارے کام آ سکتا ہے وہ کرد ہے نام اس کا جعفر بن سحر ہے اور یہ موصل
نواح میں اس کوہستانی سلسلے میں اپنی قوت رکھتا ہے جو آذربائیجان اور آرمینیا سے جا ملتا ہے-
جعفر بن سحر کے پاس کردوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو ہزاروں پر مشتمل ہے اور انہو
انہی کوہستانی سلسلوں کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے- اس جعفر بن سحر سے بھی میرا رابطہ ہے- گاہے گ
میں اس کی بھی مدد کرتا رہتا ہوں اور جب کبھی بھی ہمیں اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے دشوا
پیش آئیں یہ جعفر بن سحر ایک بھاری لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کر سکتا ہے-

عجیف بن عنبسہ' عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کے خاتمے کے بعد ایتاخ اور ا
دونوں میرا ہدف ہوں گے- میں کوشش کروں گا کہ مازیار اور جعفر بن سحر سے کہہ کر موصل کے
سلسلوں اور ترکستان میں بغاوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کروا دوں ان بغاوتوں

کرنے کے لئے یقیناً امیر المومنین معتصم' ایتاخ یا اشناس یا ہو سکتا ہے دونوں کو روانہ کرے اور میں
باغیوں کو پیغام بھجوا دوں گا کہ ہر صورت میں ان دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے اگر ان بغاوتوں کے اندر
ایتاخ اور اشناس دونوں کام آ جاتے ہیں تو یاد رکھنا ترکستان میں آتش پرستوں کی سلطنت قائم
کرنے کے لئے ہماری راہ کا کوئی روڑا نہ رہے گا-

افشین جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حسن کہنے لگا-

پدر محترم! آپ بے فکر رہیں میں مازیار اور جعفر بن سحر دونوں سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش
کروں گا پر میرے دل میں ایک خیال اٹھتا ہے اگر ہم بابک خرمی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں تو کیا اس
طرح ہماری طاقت اور قوت میں کئی گنا اضافہ نہ ہو جائے گا- اور ہم پہلے کی نسبت بہت جلد ترکستان
میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جب ایسا ہو جائے تب بابک خرمی اور اس
کے با اعتماد سالاروں کو راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے-

افشین مسکرایا- گہری نگاہ اپنے بیٹے حسن پر ڈالی کہنے لگا-

ابھی تک تم میں سے بچپنا نہیں گیا- بابک خرمی کو اس طرح راستے سے ہٹانا کوئی آسان بات
نہیں- اس سے پہلے جو مسلمانوں کے بڑے بڑے جرنیلوں کو شکست دے چکا ہے- مجھے بھی کئی
مقامات پر اس کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانا پڑی- معتصم ہی نہیں مامون الرشید کے دور سے اس
نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے اور ابھی تک کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکا- آذربائیجان
اور آرمینیا کے کوہستانوں کے سلسلوں کے اندر اس کے پاس ایک بہت بڑی طاقت ہے جسے زیر کرنا
اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور پھر یہ کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل بھی بابک خرمی کی
پشت پناہی کرتا ہے- ہر طرح سے اس کی مدد کرتا رہتا ہے- نوفل بن میخائیل چاہتا ہے کہ مسلمانوں
کی سلطنت کو کمزور کر کے ارض شام کے ان سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے جو مسلمانوں نے
نصرانیوں سے چھین لئے تھے- لہٰذا یہ بات اپنے دل سے نکال دو کہ بابک خرمی کو اپنے ساتھ ملا کر
ہم بہت جلد ترکستان میں آتش پرستوں کی حکومت قائم کر سکتے ہیں- ایسی حکومت ہم بابک خرمی
کے خاتمے کے بعد ہی قائم کر سکتے ہیں- اس کی موجودگی میں نہیں اس لئے کہ بابک خرمی کسی بھی
صورت میں ترکستان پر ہمیں حکمرانی نہیں کرنے دے گا- اگر وہاں آتش پرستوں کی حکومت قائم ہو

جاتی ہے تو آتش پرست حکومت کا سب سے پہلا حکمران بابک خرمی ہی ہوگا- اس کے بعد کسی بھی موقع پر تیری میری باری نہیں آئے گی بلکہ اس کے سردار اس کے لواحقین ہی آتش پرستوں کی اس حکومت کے حکمران بنتے رہیں گے-

افشین کی اس گفتگو سے اس کا بیٹا حسن مطمئن اور خاموش ہو گیا تھا- افشین نے اب اپنے قریبی رشتہ دار منکجور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

منکجور! یہ مت خیال کرنا کہ میں نے اپنے بیٹے حسن کو ترکستان کا والی مقرر کرا دیا ہے اور تمہارے لئے کچھ نہیں کیا- میں برابر تمہارے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور مجھے امید ہے ایک نہ ایک دن میں تمہیں آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کرانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اس لئے کہ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہمارے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی- اگر تمہیں آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا جاتا ہے تو پھر جس سلطنت کے میں خواب دیکھ رہا ہوں آتش پرستوں کی وہ سلطنت جلد قائم ہو جائے گی- اس لئے کہ اگر تم آذربائیجان کے والی بنتے ہو تو پھر آذربائیجان سے طبرستان اور پھر طبرستان سے ترکستان تک ہمارا ایک رابطہ رہے گا ترکستان میں میرا بیٹا حسن رہے گا طبرستان میں مازیار ہے آذربائیجان اور آرمینیا میں تم ہو گے اس طرح تین بڑے علاقوں میں ہماری نمائندگی ہو گی- بیچ میں صرف خراسان کا علاقہ رہتا ہے- جس کا والی ان دنوں عبداللہ بن طاہر ہے- اگر اس علاقے پر بھی ہمارا کوئی والی مقرر کر دیا گیا- تو پھر سارے شمالی علاقوں میں ہم اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے-

افشین رکا پھر کہنے لگا- جس روز ترکستان، طبرستان، آرمینیا اور آذربائیجان کے بعد خراسان پر بھی ہم نے اپنے پنجے گاڑ لئے تو پھر یاد رکھنا اسی روز آتش پرستوں کی حکومت قائم ہو جائے گی- میرے بیٹے! ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا وہ یہ کہ خراسان کا موجودہ والی عبداللہ بن طاہر بڑا عقلمند بڑا دلیر اور بڑا سیانا آدمی ہے- بات کی تہہ تک ہی پہنچ کر معاملے کو چھوڑتا ہے اور پھر سب سے بڑی اور خطرناک بات یہ کہ یہ عبداللہ بن طاہر ایتاخ کا خاص آدمی ہے- جو بھی کام کرتا ہے- اپنے قاصد بھجوا کر پہلے سامرہ میں ایتاخ سے مشورہ کرتا ہے- اس کے بعد کوئی قدم اٹھاتا ہے- لہذا جب کبھی بھی خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر سے تمہارا واسطہ پڑے یا اس سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کے ساتھ گفتگو اور اپنی بول چال اور چال ڈھال میں بڑا احتیاط رہنا اس لئے کہ وہ بڑا چہرہ شناس ہے-

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر احوال پڑھنے کا بھی ماہر ہے- اور پھر ایتاخ جیسا خطرناک شخص اس کی پشت پناہی پر ہے جو ہمارے لئے مسائل ہی نہیں خطرناک حادثات کھڑے کر سکتا ہے-

افشین ایک بار پھر خاموش ہو گیا- گردن جھکا کر کچھ سوچا اس کے بعد اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

میں ایک کام کے سلسلے میں جاتا ہوں اب تم اپنے کوچ کی تیاریاں کرو- اس کے ساتھ ہی افشین اپنی حویلی کے اس کمرے سے نکل گیا تھا-

اپنی قیام گاہ کے ایک کمرے میں رداع اور دوما دونوں اکٹھی بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ باہر سے سوراب اس کمرے میں داخل ہوا دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ سوراب مسکراتا ہوا ان کے قریب بیٹھ گیا پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹیو! آج کا دن میرے لئے انتہائی خوشی، اطمینان اور کامیابی کا دن ہے۔

دوما اور رداع دونوں چونکتے ہوئے سوراب کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ پھر دوما نے پوچھ لیا۔

محترم سوراب! ایسی کون سی بات ہوگئی ہے کہ آج کے دن کو آپ اپنی زندگی کا کامیاب دن قرار دے رہے ہیں۔ اس پر سوراب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میری بچیو! آج مجھے دو کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ جس کام کے سلسلے میں ہم یہاں آئے ہیں اب لگتا ہے ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ پہلا کام جو ہمارے حق میں ہوا ہے وہ یہ کہ افشین ہم ہم راز بن گیا ہے۔ بقول اس کے وہ گذشتہ کئی ہفتوں سے میرا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور جو کام میں اور تم دونوں مل کر کرنا چاہتے تھے وہ کام اس افشین نے ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔

دراصل افشین، ایتاخ اور اشناس کے علاوہ عجیف بن عنبسہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو اپنے بدترین دشمنوں میں خیال کرتا ہے۔ آج اس نے پہلے میرے ساتھ گفتگو کی مجھے اپنے اعتماد میں لیا جب اس نے محسوس کیا کہ میں اس کے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہوں تب اس نے مجھے مہم سونپ دی اور وہ یہ کہ اس نے کہا میں برابر عجیف بن عنبسہ کو اکساتا رہوں کہ وہ عباس بن مامون پر زور دیتا رہے کہ معتصم کی بجائے وہ خود خلافت کا حقدار تھا۔ لہذا معتصم کے خلاف بغاوت کر دے۔

میری دونوں بچیو! اس علاقے میں ہم تینوں کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ

مسلمانوں کی سلطنت میں ایک انتشار پیدا کیا جائے سالاروں کو آپس میں لڑایا جائے مسلمانوں کے والیوں میں جگہ جگہ بغاوت کا سلسلہ کھڑا کیا جائے۔ جس سلسلے میں ہم آئے ہیں اس سلسلے کا پہلا دروازہ کھلتا ہوا مجھے نظر آ رہا ہے۔ اس لئے کہ پہلے کی نسبت اب ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا اس لئے کہ اس سلسلے میں افشین بھی ہمارا ساتھ دے گا۔

سوراب جب خاموش ہوا۔ تب رداع نے بے پناہ خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم سوراب! کہیں یہ دھوکہ نہ ہو اور یہ کہ اپنی مہم کو کامیاب بناتے بناتے ہم کہیں غداری اور جاسوسی کے الزام میں دھر نہ لئے جائیں اور مسلمان ہماری گردنیں نہ کاٹ دیں۔ افشین مسلمانوں کے لشکریوں کے بڑے حصوں کا سالار اعلیٰ ہے۔ وہ کیونکر مسلمان ہوتے ہوئے اس طرح مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرے گا۔ عجیف بن عنبسہ، عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔

سوراب مسکرایا اور کہنے لگا۔

میری بچیو! بظاہر تو وہ مسلمان ہے پر بباطن ابھی تک وہ آتش پرست ہے۔ ترکستان میں اپنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسی بناء پر وہ مختلف سالاروں کو اپنے راستے سے ہٹا کر اپنی کامیابیوں کے دروازے کھولنا چاہتا ہے۔ تم دونوں فکرمند نہ ہو افشین کو میں نے اچھی طرح پرکھا اور سمجھا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ مخلص ہے۔ میں نے بھی عمر کا یہ حصہ یونہی نہیں گزار دیا۔ افشین پر مکمل اعتبار اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اب ہمارے پاس ایک موضوع آ گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ معتصم کی بجائے عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا خلیفہ ہونا چاہئے اور اب ہم نے اسی موضوع پر کام کرنا ہے۔

جو بات اب میں نے تمہارے ساتھ طے کرنی ہے وہ یہ کہ جب کبھی بھی میری یا تم دونوں سے عجیف بن عنبسہ کی ملاقات ہو تو باتوں باتوں میں اس پر یہی زور دینا ہے کہ عباس بن مامون الرشید اس کے بہترین دوستوں میں ہے لہذا وہ عباس بن مامون الرشید پر زور دے کہ معتصم کے خلاف بغاوت کھڑی کرے اور معتصم کی بجائے خود خلیفہ بننے کی کوشش کرے۔ اور یہ مقصد حاصل

کرنے کے لئے آہستہ آہستہ لشکریوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ اگر ہم عجیف بن عنبسہ کے ذریعے عباس بن مامون الرشید کو یہ کام کرنے پر آمادہ کر دیں تو یوں سمجھو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اگر عجیف بن عنبسہ ہماری بات مانتا ہے اور عجیف بن عنبسہ کی اکساہٹ کو عباس بن مامون الرشید قبول کر لیتا ہے تو مامون الرشید کا لشکریوں میں بڑا اثر و رسوخ ہے اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کا بیٹا ہے۔ بہت سے لوگ اس کی بات ماننے پر تیار ہو جائیں گے۔ اس کے لئے جان کی بازی بھی لگانے کی حامی بھر لیں گے۔ اس طرح جب عجیف بن عنبسہ کے کہنے عباس بن مامون الرشید بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا تو افشین اپنے آدمیوں کے ذریعہ اس سازش کی بھنک معتصم کے کان میں ڈال دے گا۔ ساتھ ہی اس پر یہ بھی ظاہر کر دے گا کہ عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانے کی سازش میں عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی شامل ہیں یہ بات جب معتصم کو معلوم ہوگی تو یاد رکھنا وہ بہت جلد فیصلہ کرے گا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے عباس بن مامون الرشید، عمر فرغانی اور عجیف بن عنبسہ کی گردن کاٹنے میں دیر نہیں لگائے گا۔

سوراب جب خاموش ہوا تب دوما کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

میرے محترم! اگر یہ بات ہے تو پھر اس معاملے کو عجیف بن عنبسہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید تک ہی کیوں محدود رکھا جائے سازش کے اس معاملے میں کیوں نہ ایتاخ، اشناس بغا کبیر اور بڑے سالار اسحاق بن یحییٰ کو بھی ملوث کیا جائے۔

سوراب مسکرایا پھر دوما کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی! اتنے بڑے مسلمان سالاروں کو ایک ہی سازش میں ملوث کرنا ناممکن ہے۔ اس طرح معتصم شک اور شبہے میں پڑ جائے گا اور اس معاملے کی تہہ تک جانے کی کوشش کرے گا۔ اگر ایسا ہے تو یاد رکھنا افشین بھی اس میں دھر لیا جائے گا۔ افشین کا بھی یہی خیال ہے کہ فی الحال ان تینوں کو ملوث کیا جائے اس لئے کہ جہاں تک ایتاخ کا تعلق ہے تو معتصم کے دل و دماغ میں ایتاخ کی قدر و قیمت ہے وہ اس کا سب سے نایاب اور قیمتی جرنیل خیال کیا جاتا ہے اور پھر سب سے بات یہ کہ وہ معتصم کا مشیر جنگ بھی ہے۔ گو جنگوں میں اکثر و بیشتر وہ افشین اور اسحاق بن یحییٰ تحت کام کرتا رہا ہے لیکن اپنے منصب کے لحاظ سے وہ ان دونوں سے بالا اور اعلیٰ ہے۔ اگر موقع ایسا آئے تو وہ افشین، اسحاق بن یحییٰ پر گرفت بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر اسحاق بن یحییٰ اور

اور ایتاخ کے تعلقات آپس میں گہرے ہیں۔ یوں جانیں رشتہ داری ہے۔ بغا کبیر، ایتاخ پر جان چھڑکنے والا ہے۔ اس کے اشاروں پر کام کرنے والا ہے۔ اگر ہم نے بغا کبیر کو بھی اس میں شامل کر لیا تو یوں جانیں اس کے شامل ہونے سے ایتاخ، اشناس اور اسحاق بن یحییٰ بھی شامل ہو جائیں گے۔ اس طرح کامیابی کی بجائے ناکامی کا منہ ہمیں دیکھنا پڑے گا اور ہم تینوں کے ساتھ افشین کی گردن بھی کٹ کے رہے گی۔

سوراب کی اس گفتگو سے دوما اور ردواع تھوڑی دیر تک اطمینان کا اظہار کرتی رہیں، مسکراتی رہیں اس بار ردواع بول پڑی۔

میرے محترم! جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے نتیجے میں معتصم، عجیف بن عنبسہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو اپنے راستے سے ہٹا دے تو کہیں ایسا نہ ہو افشین اس راز کو راز رکھنے کے لئے ہم پر وارد ہو جائے اس لئے کہ ان تینوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کو خدشہ رہے کہ کہیں ہمارے ذریعے یہ سازش منظر عام پر نہ آ جائے اور آ گئی تو افشین کی بھی بدبختی آ جائے گی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس سازش کی کامیابی کے بعد افشین ہم تینوں کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔

اس پر سوراب نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

نہیں وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر یہاں تک انکشاف کر چکا ہے کہ وہ بظاہر تو مسلمان ہے لیکن باطن میں پہلے کی طرح آتش پرست ہے۔ ہم نے اس کا یہ بھید کسی پر ظاہر کر دیا تو یاد رکھنا سامرہ میں زندگی بسر کرنا تو بہت دور کی بات اسے اپنی زندگی بچانا مشکل ہو جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سوراب تھوڑی دیر تک خاموش رہا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

یہ ایک موضوع تھا۔ جس پر میں تم دونوں سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اور میرے خیال میں یہ موضوع اب ختم ہوا۔ اس پر ہم دن رات کام کریں گے اور میرے خیال میں ہم تینوں عجیف بن عنبسہ کے ذریعے اس سازش کو کامیاب کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگائیں گے۔

اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اپنے جن سلایہ گروں اور نقیبوں کے ذریعے

ہمارا اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل اور اس کے سالاروں سے رابطہ ہے اور جنہیں میں نے قسطنطنیہ
کہہ کر بھیجا تھا کہ ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ نے یہاں سامرہ شہر میں قیام کر رکھا ہے۔ اور یہ کہ جس
وقت مسلمانوں کا سالار ایتاخ ایک سفیر کی حیثیت سے قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو واپسی پر وہ نجا
کس طرح ایکاسیہ اور اس کی ماں کو بھی اپنے ساتھ سامرہ لے آیا۔

وہ طلایہ گر جو قسطنطنیہ کی طرف گئے تھے لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ ہمار
اس کارگزاری پر نوفل بن میخائیل بے حد خوش ہے۔ اور اس نے یہ پیغام بھی بھجوایا ہے کہ اپنے کا
کی تکمیل کے بعد جب ہم واپس قسطنطنیہ جائیں گے تو نوفل بن میخائیل ہمیں اس انداز میں نواز
گا کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آنے والے ان مخبروں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ عنقری
قسطنطنیہ سے کچھ لوگ سامرہ شہر میں آ کر ہم سے رابطہ کریں گے اور ہمارے ساتھ معاملہ طے کر
وہ ایکاسیہ کو یہاں سے اٹھا لے جانے کی کوشش کریں گے۔ ان پر میں نے یہ بھی انکشاف کر دیا تھا
ایکاسیہ ہر روز تم دونوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے گھڑ دوڑ کے لئے جاتی ہے اور دریا
ساحل سے اٹھا کر ایکاسیہ کو قسطنطنیہ لے جانا ان کے لئے مشکل نہیں ہوگا۔

سوراب جب خاموش ہوا۔ تو رداع نے پھر بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اور یہ ایکاسیہ کی ماں قسطونہ کا کیا ہوگا۔

سوراب نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور پھر کہنے لگا۔

میری بیٹی! قسطونہ کا نوفل بن میخائیل نے کیا کرنا ہے۔ وہ تو صرف ایکاسیہ کو چاہتا تھا۔ شا
کرنے کا خواہش مند تھا۔ چند ناپسندیدہ جملوں کی بناء پر ایکاسیہ نوفل بن میخائیل سے متنفر ہو
اس کے حرم میں داخل نہ ہونا چاہتی تھی۔ لہذا روپوش ہوگئی اور اسی روپوشی کے دوران نہ جانے
دونوں ماں بیٹی کی ملاقات ایتاخ سے کیسے ہوگئی اور وہ انہیں اٹھا کر یہاں لے آیا۔ اب نوفل
میخائیل کو ایکاسیہ کی ماں کی نہیں صرف ایکاسیہ کی ضرورت ہے۔ جب اس مہم کو کامیاب کرنے وا
ہمارے لوگ قسطنطنیہ سے یہاں آئیں گے تو وہ صرف ایکاسیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جائیں
قسطونہ اگر یہاں رہ کر اپنی زندگی کے باقی دن گزارتی ہے تو وہ نہ ہمارے لئے کسی خطرے کا با
بن سکتی ہے نہ وہ قسطنطنیہ کی سلطنت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے لہذا قسطونہ کی نہیں بلکہ
بن میخائیل کو حسین و جمیل ایکاسیہ کی ضرورت ہے۔

اتنا کہنے کے بعد سوراب خاموش ہو گیا پھر کچھ سوچنے کے بعد دوبارہ بولنا شروع کیا۔

میری بیٹیو! اٹھو لشکر گاہ میں عجیف بن عنبسہ سے ملیں اور آج ہی اپنے کام کی ابتدا کر دیں۔

ا اور رداع نے سوراب کی اس تجویز سے مسکراتے ہوئے اتفاق کیا دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں پھر
راب کے ساتھ حویلی سے نکل گئیں۔

چند روز بعد اسحاق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ شہر میں داخل ہوا۔ امیر المومنینؒ
نے اپنے اکابرین سلطنت کے ساتھ بہترین استقبال کیا۔ جہاں اس نے اسحاق بن یحییٰ ک
کارروائی کی تعریف کی وہاں اس نے بابک خرمی کے سالار ریام کو زیر کرنے' اس کے قلعے
کرنے پھر رومنوں کے شامی حاکم طولک کو شکست دینے میں بہترین مددگار اور مددثابت ہو
ایتاخ اور اشناس کی بھی تعریف کی۔ اسحاق بن یحییٰ نے جب امیر المومنین معتصم پر یہ انکشاف
ایتاخ نے بابک خرمی کے سالار ریام کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے اس کی سزا کی تکمیل کے لئے سا
طرف روانہ کیا ہے تو امیر المومنین معتصم کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور اس نے اسحاق بن یحییٰ کو
کہ اگلے روز بابک خرمی کے سالار ریام کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اگلے روز جب کہ قصر میں امیر المومنین معتصم کے ساتھ سارے سالار اور مشیر دیگر ا
سلطنت بیٹھے ہوئے تھے چوب دار نے ریام کو امیر کے سامنے پیش کیا۔

ریام کو دیکھتے ہوئے معتصم کی حالت غیر ہو گئی۔ آنکھیں قہر برسا رہی تھیں چہرہ غ
غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ ریام کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہی چ
کہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے ضبط کر لیا اپنی نشست پر بیٹھا رہا پھر اپنے چوبدار کی طرف
ہوئے کہنے لگا۔

اس بوڑھی خاتون کو لے کے آؤ جس نے اس شیطان کے خلاف نالش پیش کی تھی۔

چوبدار باہر چلا گیا۔ قصر میں بالکل خاموشی رہی۔ تھوڑی دیر بعد چوب دار اس بوڑھی خ
لے کے آیا جس نے ریام کے خلاف نالش پیش کی تھی۔ اور جس کی اکلوتی بیٹی کو ریام اور ا
ساتھیوں نے اغوا کر کے بابک خرمی کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

وہ خاتون ہچکچاتی' جھجکتی ہوئی قصر میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہوئے جب معتصم اپنی جگہ پر
کھڑا ہوا تب سب دیگر لوگ بھی اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ وہ عورت معتصم کے قریب گئی
معتصم نے اسے مخاطب کیا۔

خاتون محترم! یہ جو نشست میرے قریب خالی ہے یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔

وہ ہچکچاتی' عجیب سے انداز میں معتصم کی طرف دیکھنے لگی تھی معتصم نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

گھبرانے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سلطنت کے اس قصر کو اپنا گھر سمجھ کر
لینا اور بے تکلفی میں بیٹھ جاؤ۔

عورت آگے بڑھی' نشست پر بیٹھ گئی۔ معتصم نے پھر اسے مخاطب کیا۔

خاتون محترم! یہ جو شخص سامنے کھڑا ہے۔ اسے تم پہچانتی ہو۔

اس خاتون نے نفی میں گردن ہلا دی' کہنے لگی۔

امیر محترم! میں اسے نہیں پہچانتی۔

معتصم بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

یہ وہی شاطر شیطان ہے جس کا نام ریام ہے اور جس نے تمہاری اکلوتی بیٹی کو اغوا کر کے
بک خرمی کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس شیطان کی طرف غور سے دیکھو۔

معتصم کے اس انکشاف پر وہ خاتون کھا جانے والے انداز میں ریام کی طرف دیکھنے لگی تھی۔
اس موقع پر ریام کو مخاطب کرتے ہوئے معتصم کہنے لگا۔

شیطانوں کے گماشتے! یہ معزز خاتون جو میرے قریب آ کر بیٹھی ہے۔ میں تیرے معاملے کا
اسے ہی منصف مقرر کرتا ہوں۔ جو سزا یہ تمہارے لئے تجویز کرے گی۔ وہ تمہارے لئے آخری
گی۔

ریام نے بڑی بے اعتنائی سے کام لیتے ہوئے معتصم کو مخاطب کیا۔

یہ خاتون میرے کن گناہوں کا فیصلہ کرے گی۔ مجھے میرے جرم سے تو آگاہ ہی نہیں کیا گیا۔
معتصم کھولتے لہجے میں بول اٹھا۔

تیرا جرم نہیں۔ تیرے جرائم ہیں۔ ظالم! یہاں ہمارے سامنے اس قدر بے اعتنائی برتتے ہو

تم طلسموں کے حیرت کدے کے فریب میں عورتوں کو پھنسا کر نگر نگر دھوپ اور ان کے لئے ر
منزل جنگل کھڑے کرتے رہتے ہو۔ انہوں فریب بے نوا میں رکھ کر اپنے ہاتھوں کے خونی منتر
انہیں موت کا لقمہ بناتے رہے ہو۔ ان کے لئے اذیت کے باب مستی کے ساگر کھولتے رہے
بے مہار شیطان اندھے کاغذ کے آسمان پر بے نام آہٹوں میں عورتوں کی زندگی کے اجزا کو در
سے جدا بے خانماں پتوں کی طرح اپنے پیروں تلے روندتے رہے ہو۔ ان کی آنکھوں میں
کے ستارے اور ان کے لئے زمین و آسمان میں پھیلے مناظر میں نشیب ذلت کی وادیاں سجاتے
ہو۔ علم و دانش کے طاق و محراب جمیل جملوں کی درس گاہوں سے بے بہرہ انسان تم لوگ نئی توا
کے در کھولتے ہوئے عورت کی عظمت کے لئے جنون و مستی کی تہذیب کو جنم دیتے رہے۔ !
کہتے ہو کہ تمہارا کیا جرم ہے۔ جس کے لئے یہ عورت فیصلہ کرے گی۔

ریام پھر اپنا دفاع کرتے ہوئے بول اٹھا۔

میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور پھر میں ایک باعزت انسان ہوں اور ایک باعزت انسا
معاملے کے لئے اگر ایک عورت کو منصف بنایا جاتا ہے تو ایک باعزت انسان کی توہین ہے۔

غصے اور غضبناکی میں معتصم اپنی جگہ پر اچھل سا پڑا پھر بے پناہ غضبناکی میں اسے
کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

شیطان کے نقیب! تو اپنے الفاظ سے عورت کی اہانت اور بے عزتی کر رہا ہے۔ ع
حیات و قوت کا سرچشمہ ہے۔ عورت اپنی ذات میں ایک کاروان ہے جسے تم لوٹتے رہے ہو
جذب و کشش کا ایک دبستان ہے۔ جس کے اندر تم دھول اڑاتے رہے ہو۔ عورت اپنی ذا
ایک داستان ہے۔ جس کے اوراق تم پھاڑتے رہے ہو۔ عورت دل کی آہٹوں میں جڑا خوا
کشت کا سخن سوز تخلیق کا ترانہ ہے۔ جس کی آواز تم دباتے رہے ہو۔ عورت تو حرف در حرف
جمال کا پیکر اور سفینہ دل میں سوز و گداز کی شمع ہے۔ جسے تم بجھاتے رہے ہو۔ آتش کے امین!
بدیوں کے پاسبان! تم صف بہ صف کاسہ حیات میں عورتوں کے دامن دل اور ان کے انا
طیلسان میں گھنے گہرے اندھیرے آنسوؤں کے دھبے اور آندھیوں سے بندھی ریت کی
سجاتے رہے ہو۔ عورت کا سماج کے اندر ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہے ذرا اس خاتون کی طرف
[illegible] معاملے کا کون فیصلہ کر سکتا ہے۔

معتصم رکا کچھ سوچا اس کے بعد اپنے پہلو میں بیٹھی اس عورت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون! جس شخص نے تمہاری بیٹی کو اٹھایا اور جہنم کی طرف دھکیلا وہ اس وقت تمہارے
منے کھڑا ہے۔ اس معاملے کا منصف میں تمہیں مقرر کرتا ہوں۔ تو ہی اس کے فعل کا فیصلہ کر۔

لمحہ بھر کے لئے اس بوڑھی خاتون نے معتصم کی طرف توصیفی انداز میں دیکھا پھر اس کے
ے پر تختی پھیل گئی۔ کڑکتی آواز میں وہ بول اٹھی۔

ایسے شیطان کے لئے جس کے سامنے کسی عورت کی عزت اور ناموس محفوظ نہیں۔ موت کی
ابھی بہت کم ہے۔ بہر حال اگر مجھے ہی اس کا منصف بنایا جاتا ہے تو میں اس کے لئے یہ سزا تجویز
تی ہوں کہ اس کی گردن کاٹ کر خاتمہ کر دیا جائے۔

اس بڑھیا کے اس فیصلے پر معتصم مسکرایا اور اپنے چوب دار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

پہلے خاتون کو اس کی رہائش گاہ تک باعزت پہنچا کر آؤ پھر لوٹو۔

چوب دار اس خاتون کو اپنے ساتھ قصر سے باہر لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا معتصم نے
ے مخاطب کر کے پھر کہنا شروع کیا۔

اس ریام کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور زندان میں لے جا کر اس کا سر قلم کر دو۔ اس کے ساتھ
چوب دار باہر نکلا تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان تھے۔ جو پکڑ کر ریام کو قصر سے
ان کی طرف لے گئے تھے۔

..........☆..........

مغرب کی نماز کے بعد جب کہ فضاؤں میں تاریکی کافی گہری ہو گئی تھی۔ یہودی طبیب
اب کی رہائش گاہ کے بیرونی دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا خود سوراب تھا۔ دروازے پر ایک جوان کھڑا
مشکوک سے انداز میں سوراب نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز! میں نے تمہیں پہچانا نہیں تو کون ہے؟

وہ نوجوان اپنا منہ یہودی طبیب سوراب کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

میرا نام شابور ہے۔ میں قسطنطنیہ سے آیا ہوا۔ ۲۱، کے بعد اپنے منہ کو مزید سوراب کے

کان کے قریب لے جاکر وہ ر ردارانہ سی گفتگو کرنے لگا تھا۔

جب تک وہ بولتا رہا سوراب مسکراتا رہا۔ پھر ایک دم سارا دروازے اس نے کھول دیا۔ ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا۔

میں سامرہ کی اپنی رہائش گاہ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اندر آؤ۔

طبیب سوراب نے پہلے کی طرح دروازہ بند کر دیا۔ آنے والے اس جوان کو جس نے اپنانا شابور بتایا تھا۔ اسے لے جاکر اپنے دیوان خانے میں بٹھایا اور کہنے لگا۔

میں ابھی آیا۔

اس کے ساتھ ہی سوراب وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں رداع اور دو دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے سوراب کہنے لگا۔

میری بیٹیو! میں تمہیں ایک اچھی خبر سنانے آیا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے حویلی دروازے پر دستک سنی ہوگی۔ قسطنطنیہ سے شابور نام کا ایک نوجوان آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کچھ آدمی بھی ہیں جنہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے ایک سرائے میں قیام کیا ہوا ہے۔ شابور وہیں سے نکل کر آیا ہے۔ یہ لوگ ایکاسیہ کو اٹھا لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ آؤ میں تم دونوں کو سے ملاؤں۔

سوراب کے اس انکشاف پر دوما اور رداع کی خوشیوں اور اطمینان کی کوئی انتہا نہیں رہی دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور سوراب کے ساتھ ہو لیں۔

تینوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ سوراب نے سب کا تعارف کرایا اور دوما اور ر جب بیٹھ گئیں تب سوراب شابور کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! مجھے اس دن کا بڑی شدت سے انتظار تھا کہ قسطنطنیہ سے کوئی آئے اور ایکا یہاں سے نکال کر لے جائے۔ ایکاسیہ کا یہاں رہنا ہمیں بڑا گراں گزرتا رہا ہے۔ اس کی ما ہمیں پرواہ نہیں وہ جہاں چاہے رہے لیکن ایکاسیہ کو ہر صورت میں واپس قسطنطنیہ جانا چاہئے۔ لئے کہ ہم لوگ تو اب بھی ایکاسیہ کو اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی امانت سمجھتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ اسے کیسے اور کہاں سے لے کر جاؤ گے۔

شابور نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

جیسا کہ آپ کی بھیجی ہوئی اطلاع کے مطابق مجھے بتایا گیا ہے کہ ایکاسیہ ہر روز شام سے وڑی دیر پہلے دوما اور رداع کے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی ہے۔ ہم ہیں سے اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔

اس پر سوراب نے خدشات اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دریائے دجلہ سے اٹھا کر اسے لے جانا آسان کام نہیں۔ کیسے اٹھاؤ گے۔ اگر معاملہ ابتر لیا تو یاد رکھنا تمہارے ساتھ ہماری زندگی کے بھی لمحے کم پڑ جائیں گے۔ جس وقت تم ایکاسیہ کو اغوا رنے کی کوشش کرو۔ اس وقت اگر اس نے شور مچا دیا اور لوگ اس کی مدد کو پہنچ گئے تو پھر یاد رکھنا املہ انتہائی چوپٹ ہو جائے گا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر تم اسے قابل عمل سمجھو تو ے مطابق تم ایکاسیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جا سکتے ہو۔

شابور نے غور سے سوراب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

کہیے آپ کی کیا تجویز ہے؟ اس کے بعد جو طریقہ کار میں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی پ سے کہوں گا۔ اس پر سوراب بول پڑا۔

میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ شام سے پہلے جس وقت ایکاسیہ، روما اور رداع گھڑ دوڑ لئے نکلیں۔ تو تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ نا۔ دریائے دجلہ کے کنارے جھاڑیوں کے علاوہ درختوں کے بڑے گھنے جھنڈ بھی ہیں جن سے ام لیا جا سکتا ہے۔ جس وقت ایکاسیہ، دوما اور رداع سامرہ سے مخالف سمت اپنے گھوڑوں کو دوڑا نا ہوں گی۔ تم یا تمہارے ساتھی ایکاسیہ کے گھوڑے پر تیر چلا دینا۔ اس طرح کہ تیر ایکاسیہ کو نہ ے صرف گھوڑے کو لگے۔ اس طرح گھوڑا سیخ پا ہو جائے گا بری طرح بھاگ اٹھے گا۔ ایکاسیہ ے قابو میں نہ رہے گا۔ یوں ایکاسیہ آگے نکل جائے گی۔ دوما اور رداع پیچھے رہ جائیں گی تم اپنے اتھیوں کے ساتھ ایکاسیہ کے تعاقب میں لگ جانا۔ اور وہیں سے اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جانا

شابور کے چہرے پر ناپسندیدہ سے تاثرات نمودار ہوئے کچھ سوچا پھر سوراب کی طرف یکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم طبیب! میں آپ کی تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ اگر میں یہ طریقہ کار اپناؤں گا تو

یاد رکھنا ہم تو ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ جائیں گے۔ لیکن ہمارے بعد دوما' رداع او تینوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اگر میں یہ طریقہ استعمال کرتا ہوں ایکاسیہ کے گھوڑ کو زخمی کرتا ہوں۔ گھوڑا بدکتا ہے اور ایکاسیہ سے بے قابو ہو کر بھاگ اٹھتا ہے اور ہم بھی اس پیچھے لگ کر اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں یہ کہانی جب مسلمانوں کے امیر یا اس کے سالاروں تک گی تو وہ یہ سوال کریں گے کہ جب ایکاسیہ کو اغواء کرنے والے اسے اغواء کر رہے تھے تو دوما اور ر نے کیوں شور نہیں کیا۔ اگر اس کا گھوڑا اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تو کیوں انہوں نے شراپا کر کے لوگوں کو مدد کے لئے نہیں پکارا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے سوال اٹھیں گے۔ ج جواب دینا تمہارے دوما اور رداع کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اور تم لوگ ایک نئی مصیبت میں گ جاؤ گے۔ اور یہاں کام کرنے کی بجائے موت کی گھاٹیوں میں اتار دیئے جاؤ گے۔ لہذا یہ طر ناپسندیدہ ہے اور ناقابل عمل ہے اسے نہیں اپنایا جائے گا۔ جو طریقہ میرے ذہن میں ہے جسے عمل میں لانا چاہتا ہوں وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں۔ اس پر بھی تم غور کرنا۔

میں چاہتا ہوں کہ کل شام سے پہلے جب ایکاسیہ' دوما اور رداع گھڑ دوڑ کے لئے در دجلہ کے کنارے جائیں تو دوما اور رداع یہ کریں کہ ایکاسیہ کے ساتھ مل کر دریائے دجلہ کے کنا جو آخری سرائے ہے اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے۔ اس سے بھی آگے نکل جائیں۔ ظاہ ایکاسیہ ان دونوں کی بات مانے گی۔ ان دونوں کو چھوڑ کر اکیلی تو واپس نہیں آئے گی۔ ان کے گھوڑا دوڑاتی رہے گی۔ جب یہ اس سرائے سے دور نکل جائیں گی تو ہم ان کے پیچھے ہوں ایکاسیہ کو پکڑ کر اس کے ہاتھ منہ باندھ کر اپنی گرفت میں لے لیں گے دوما اور رداع کے منہ کپڑے اور ان کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ کر انہیں کچھ دیر دریائے دجلہ کے کنارے زمین کر ان کے کپڑے گرد اور کیچڑ آلود کر دیں گے تا کہ دیکھنے والے یہ دیکھیں کہ یہ اپنی رہائی کے جدوجہد کرتی رہی ہیں اور ان دونوں کو دریائے دجلہ کے کنارے ہاتھ اور منہ بندھے ہوئے چھ ہم ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ جائیں گے۔

ظاہر ہے جب کافی دیر تک ایکاسیہ گھر نہ لوٹے گی تو اس کے چاہنے والے اس کے لواحق مند ہوں گے۔ اگر وہ نہ بولیں تو آپ خود ہی بول پڑنا۔ جہاں وہ رہتی ہے وہاں ان کے پا اور کہنا کہ تمہاری دونوں بیٹیاں دوما اور رداع گھڑ دوڑ کے لئے گئی تھیں۔ ابھی تک نہیں لوٹ

انہوں نے ایکاسیہ کے پاس تو قیام نہیں کر لیا۔ اس طرح یہ خبر اٹھ کھڑی ہو گی کہ تینوں نہیں لوٹیں۔ لوگ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ اور جب وہ دریا کے کنارے دوما اور رداع کو ہاتھ منہ بندھے حالت میں پائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ ان دونوں کو بے بس کر کے ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس طرح جہاں ہم بڑے پرامن طریقے سے ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہاں اس کے اغواء ہونے پر آپ تینوں سے بھی کوئی باز پرس نہیں کرے گا۔ اب بولو جو معاملہ میں نے پیش کیا ہے وہ صحیح ہے یا جو طریقہ کار تم نے بتایا تھا وہ درست ہے۔

سوراب مسکرایا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے دوما اور رداع پر ڈالی پھر شابور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں شابور! جو طریقہ تم نے بتایا ہے وہ زیادہ محفوظ اور بہتر ہے۔ اسی پر اگر عمل کیا جائے تو بڑے محفوظ طریقہ سے ایکاسیہ کو سامرہ سے قسطنطنیہ لے جایا جا سکتا ہے۔ اب تم بیٹھوں دوما اور رداع دونوں مل کر تمہارے کھانے کا اہتمام کرتی ہیں۔

اس پر شابور اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

محترم سوراب! میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کھانا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرائے ہی میں جا کر کھاؤں گا۔ میرا یہاں زیادہ دیر قیام کرنا درست نہیں ہے۔ میں ابھی اسی وقت یہاں سے رخصت ہوں گا۔ بس جو لائحہ عمل میں نے بتایا ہے اس کے مطابق کل دوما اور رداع دونوں اپنے گھوڑوں کو دریائے دجلہ کے کنارے آخری سرائے سے بھی آگے دوڑاتی ہوئی چلی جائیں۔ اس کے بعد ہم نے کیا کرنا ہے وہ میں جانوں اور میرے ساتھی اس کے ساتھ ہی شابور نے سوراب سے مصافحہ کیا' اس کمرے سے نکلا۔ سوراب' دوما' رداع تینوں اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ صدر دروازے پر آ کر تینوں نے اسے رخصت کیا۔ شابور چلا گیا۔ اور ان تینوں نے اپنی رہائش گاہ کا دروازے بند کر لیا تھا۔

............☆............

اگلے روز دوما اور رداع کے ساتھ حسب معمول ایکاسیہ دریائے دجلہ کے کنارے گھڑ دوڑ کے لئے نکلی۔ جہاں تک وہ ہر روز گھڑ دوڑ کیا کرتی تھیں۔ جب وہاں تک پہنچیں تب ایکاسیہ نے

جب اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہا تو دوما نے بڑے پیار بڑی چاہت میں اسے مخاطب کیا۔

ایکاسیہ ہم ہر روز یہاں تک ہی گھڑ دوڑ کرتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔ آج میری خواہش ہے کہ آگے تک جائیں۔ پر جلد ہی لوٹ آئیں گے۔

اس پر ایکاسیہ نے کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دوما! ادھر دیکھو۔ سورج غروب ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک تاریکی پھیل جائے گی۔ میرے خیال میں ہمیں اس سے آگے نہیں جانا چاہئے۔

اس بار دوما کی بجائے رداع بول پڑی۔

ایکاسیہ کوئی بات نہیں۔ میرے خیال میں دریائے دجلہ کے کنارے جو آخری سرائے ہے اس سے تھوڑا آگے جاتے ہیں۔ پر جلد لوٹ آتے ہیں۔ آؤ فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوما اور رداع دونوں نے مل کر جب ایکاسیہ پر زور دیا تب وہ دریائے دجلہ کے کنارے ان حدود سے آگے جانے پر تیار ہو گئی جہاں تک وہ ہر روز گھڑ دوڑ کیا کرتی تھیں۔ اس طرح دوما، رداع اور یہودی طبیب سوراب نے جو جال پھیلایا تھا اس جال میں وہ ایکاسیہ کو پھانسنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

دوما اور رداع اپنے گھوڑوں پر آگے آگے تھی۔ ایکاسیہ ان کے پیچھے تھیں۔ دوما اور رداع نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے اور ان کا ساتھ دینے کے لئے ایکاسیہ بے چاری بھی مجبوراً ان کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی۔

جب وہ دریائے دجلہ کے کنارے اس آخری سرائے سے بھی آگے نکل گئیں جس کی نشاندہی اغوا کے لئے آنے والے شابور نے یہودی طبیب سوراب سے کی تھی۔ تب بدبختی کے جھکڑ اٹھ کھڑے ہوئے۔

فضاؤں میں اب تاریکی لحہ بہ لحہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ویسے بھی بے چاند رات تھی اور گہری ہوتی تاریکیاں بڑی تیزی سے چاروں طرف ناچ اٹھی تھیں۔ ایسے میں جھاڑیوں کے ایک جھنڈ سے شابور اور اس کے ساتھی اچانک نمودار ہوئے۔

ان میں سے کچھ ایکاسیہ پر وارد ہوئے اسے گھوڑے سے اتار کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھ

کر اس کے منہ پر بھی کپڑا باندھ دیا۔ باقی ساتھی دوما اور رداع کی طرف گئے۔ انہوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ تو ان کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ پہلے ان سب نے دوما اور رداع کو دریا کے کنارے گیلی ریت اور کیچڑ میں خوب گھسیٹا ان کی جسمانی اور کپڑوں کی حالت ایسے کر دی جیسے وہ بھرپور طریقے سے اپنا دفاع کرتی رہی ہوں پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے تھے اور ان کے منہ پر بھی پٹیاں باندھ کر شابور اور اس کے ساتھی ایکاسیہ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

☆

مغرب اور عشاء کے درمیان جس وقت اسحاق بن یحییٰ اپنے اہل خانہ کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ باتیں کر رہا تھا اور ایکاسیہ کی ماں قسطونہ بھی ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی تب یہودی طبیب سوراب بڑی فکرمندی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے وہاں آیا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن یحییٰ! کیا میری دونوں بیٹیاں دوما اور رداع یہاں ہیں؟

اس کے ان الفاظ پر ایکاسیہ کی ماں قسطونہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ باقی لوگ بھی پریشانی کی حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے سوراب کی طرف دیکھنے لگے تھے وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایکاسیہ کی ماں قسطونہ نے اسے مخاطب کیا۔

بھائی! ہم تو یہ خیال کر رہے تھے کہ ایکاسیہ گھڑ دوڑ کے بعد رداع اور دوما کے ساتھ تمہارے ہاں چلی گئی ہوگی۔ الٹا آپ ہمارے پاس آئے ہیں یہ پوچھنے کے لئے کہ رداع اور دوما یہاں تو نہیں ہیں۔

سوراب نے اپنے چہرے پر پوری طرح پریشانیاں مسلط کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

پہلے وہ کبھی اتنی دیر سے نہیں آئیں۔ آج جب انہیں اس قدر تاخیر ہوئی تو میں یہ سمجھا کہ دونوں بہنیں ایکاسیہ کے پاس رک گئی ہوں گی۔ لیکن لگتا ہے تینوں نہیں آئیں۔ ایسا انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ اس قدر دیر سے آنا بغیر کسی علت اور وجہ کے نہیں ہو سکتا۔

قسطونہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں کچھ کہہ نہ پا رہی تھی۔ اس موقع پر عیمہ نے

پریشانی اور تفکر بھری آواز میں اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کیا۔

ابی! محترم سوراب ٹھیک کہہ رہے ہیں پہلے ایکاسیہ نے کبھی اتنی دیر نہیں لگائی۔ کوئی وجہ ضرور ہے جو وہ ابھی تک نہیں آئی۔ ہمیں ان تینوں کا پتہ کرنا چاہئے۔

اس پر اسحاق بن یحییٰ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور سوراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سوراب تم یہاں بیٹھو۔ میں کچھ مسلح جوانوں کو بھیجتا ہوں وہ ان تینوں کا پتہ کر کے آتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا دوبارہ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے سوراب اور قسطونہ پر ڈالی پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں زیادہ فکر مند نہ ہو میں نے کچھ مسلح جوان دریائے دجلہ کی اس سمت روانہ کئے ہیں جہاں وہ تینوں گھڑ دوڑ کیا کرتی ہیں۔ ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کہاں رک گئی ہیں اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد پھر پہلے موضوع پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ شاید ایسا کر کے وہ ایکاسیہ کے نہ آنے کے تلخ موضوع سے قسطونہ کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ مسلح جوان لوٹے جنہیں اسحاق بن یحییٰ نے ایکاسیہ، دوما اور رداع کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان کے ساتھ صرف دوما اور رداع تھیں اور ان کی حالت بری ہو رہی تھی۔ ان کے لباس کیچڑ میں لت پت تھے۔ سب انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ رداع اور دوما نے بہترین اداکاری کا مظاہرہ کیا دونوں بھاگ کر آگے بڑھیں اور سوراب سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تھیں کمرے کا ماحول بڑا ابتر ہو گیا تھا۔ قسطونہ ابھی تک اپنی جگہ پر دنگ اور پریشان کھڑی تھی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا ایکاسیہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دوما اور رداع تو سوراب سے لپٹ کر رو رہی تھیں لہذا قسطونہ نے ان مسلح جوانوں کو مخاطب کیا جو انہیں لینے گئے تھے۔

میری بیٹی ایکاسیہ کہاں ہے؟

ان سب کی گردنیں جھک گئی تھیں ان میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ اس پر ذرا سخت لہجے میں اسحاق بن یحییٰ نے انہیں مخاطب کیا۔

بولتے کیوں نہیں ہو۔ تم سب کی گردنیں کیوں جھک گئی ہیں۔ ایکاسیہ کہاں ہے۔

اس پر ان میں سے ایک بڑے دکھ بڑی پریشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کے لے گیا ہے۔ اس کی تفصیل دوما اور رداع دونوں بہنیں آپ کو بتائیں گی۔

ان کے ان الفاظ پر سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھی۔ اسحاق بن یحییٰ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کچھ اور مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ لو اور فوراً چاروں طرف پھیل کر ایکاسیہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اس سلسلے میں ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اب تم جاؤ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے چلے گئے تھے۔

اتنی دیر تک دوما اور رداع سوراب سے علیحدہ ہو گئی تھیں۔ انہیں تسلی دیتے ہوئے سوراب نے ایک نشست پر بٹھایا ان کے بیٹھنے کے بعد اسحاق بن یحییٰ نے انہیں مخاطب کیا۔

میری بیٹیو! تفصیل سے بتاؤ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اس پر دوما بول پڑی۔

امیر! ہمارے ساتھ وہ معاملہ پیش آیا جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر و بیشتر گھڑ دوڑ کرنے کے لئے ہم کافی آگے نکل جاتی تھیں آج بھی ہم آخری سرائے سے آگے چلی گئیں۔ وہاں اچانک جھاڑیوں کے جھنڈ سے کچھ سوار نمودار ہوئے۔ وہ ہم پر ٹوٹ پڑے پہلے انہوں نے ایکاسیہ کو اپنی گرفت میں لیا اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد اس کے منہ پر بھی کپڑا باندھ دیا جس وقت وہ ایسا کر رہے تھے تو ہم نے مزاحمت کی۔ اسے چھڑانے کی کوشش کی لوگوں کو مدد کے لئے پکارا لیکن ہماری بدقسمتی کہ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی مارا پیٹا جب ہم نے کافی مزاحمت کی تو وہ ہمیں گھسیٹ گھسیٹ کر باندھنے لگے۔ ہم دونوں کے ہاتھ بھی انہوں نے پشت پر باندھ دیئے منہ پر بھی کپڑے باندھ دیئے۔ یہ جو لوگ ہمیں لینے گئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ہم انتہائی بدتر حالت میں تھیں وہ ہم دونوں کو دریا کے کنارے پھینک گئے تھے۔ بھلا ہو ان لوگوں کا انہوں نے جا کر ہمارے منہ سے کپڑے کھولے ہمارے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ بھی آزاد کئے۔ جو لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ وہ چونکہ اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اور پھر ہلکی ہلکی تاریکی ہونے کی وجہ سے ہم انہیں پہچان نہیں سکے۔ وہ کون تھے بہر حال وہ ایکاسیہ کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ میرا اور

رداع کا اندازہ ہے کہ ایسا صرف ----

دوما یہیں تک کہنے پائی تھی کہ قسطونہ بے چاری آہیں بھرتی ہوئی بول اٹھی۔

ہائے! میری بیٹی کو رومن اٹھا کر لے گئے۔ لگتا ہے۔ رومنوں کے بادشاہ نوفل بن میخائیل نے اپنے کچھ آدمی مقرر کئے ہوں گے جو میری بیٹی پر نظر رکھتے ہوں گے اور آج موقع ملتے ہی وہ دوما رداع کو تو بے بس کر کے پھینک گئے اور میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔ اب وہ اسے نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کریں گے۔ اور وہ نجانے میری بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔

اسحاق بن یحییٰ ابھی تک گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ بڑا متفکر، پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے کچھ سوچا پھر سوراب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سوراب دیکھو! دوما اور رداع کی بری حالت ہے ان کے لباس کیچڑ میں لت پت ہیں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ تا کہ یہ لباس تبدیل کر سکیں سوراب اور رداع اور دوما شاید یہی چاہتے وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد بے پناہ مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ بول اٹھا۔

سمجھ نہیں آتی کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ایتاخ جب واپس آئے گا تو میں اسے جواب دوں گا اس نے قسطونہ اور ایکاسیہ کی حفاظت کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔ تو گویا میں اپنی ذمہ داری نبھا نہیں سکا۔ کاش میں نے دریائے دجلہ کے کنارے بھی ایکاسیہ کی حفاظت کا کوئی سامان کیا ہوتا۔

ایکاسیہ کی ماں بے چاری برابر روئے جا رہی تھی۔ بین کر رہی تھی اس کی حالت دیکھتے ہوئے خود عمیمہ اور اس کی ماں غمران بھی رو پڑی تھیں۔ پھر غمران کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ بول اٹھا۔

غمران! تم دونوں ماں بیٹی قسطونہ کو سنبھالو میں ذرا باہر جاتا ہوں اور ایکاسیہ کو تلاش کرنے کے مزید انتظامات کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ وہاں سے نکل گیا تھا۔

پوری رات اسحاق بن یحییٰ نے مسلح جوانوں کو چاروں طرف تلاش میں سرگرم رکھا لیکن لوگ ایکاسیہ کو اٹھا کر لے گئے وہ انہیں کہیں نہ ملے اور سب صبح تک مایوس اور ناکام لوٹ آئے۔

رومنوں کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل ایک روز اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنی ماں یوفرسان، اپنی بیوی تھیوڈورا کے علاوہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو ہن دوسرے بڑے جرنیل اور نوفل بن میخائیل کے سالے برداس، تیسرے بڑے جرنیل فرزون اور دیگر سالاروں، بڑے پادری اور بشپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چوب دار نے ارض شام سے آنے والے قاصدوں کی اطلاع دی۔

اپنے چوب دار کے ان الفاظ پر نوفل بن میخائیل چونکا تھا اس کے سارے سالار بھی بڑی جستجو میں پڑ گئے تھے یہاں تک کہ چوب دار ان قاصدوں کو لے کے اندر آیا۔ نوفل بن میخائیل کے سامنے آ کے انہوں نے اسے تعظیم دی پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ نوفل بن میخائیل نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

کیا تم ارض شام کی طرف سے ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کے آئے ہو۔ کیا طولک کا مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا کیا قسطنطنیہ کے بہترین تیغ زن زرمان نے مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو انفرادی مقابلے میں شکست دے کر اس کی گردن کاٹ کیا مجھے اس کے لئے سو سرخ اونٹوں کے انعام کو تیار رکھنا چاہئے۔

جب تک نوفل بن میخائیل بولتا رہا۔ تینوں قاصد اپنی گردنیں جھکائے کھڑے رہے۔ ان کی اس حالت سے نوفل بن میخائیل کے علاوہ جس قدر لوگ قصر میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے حالات کی سنجیدگی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ نوفل بن میخائیل نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد پھر انہیں مخاطب کیا۔

تم تینوں کی گردنیں کیوں جھکی ہوئی ہیں؟ لگتا ہے تم ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کے نہیں آئے ہو۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو ہم ہر بری خبر سننے کے لئے تیار ہیں اس پر ان تینوں قاصدوں میں سے ایک نوفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

مالک! ہم تینوں واقعی بری خبر لے کے آئے ہیں۔ جبل طاروس کے شرقی حصوں میں طولک اور مسلمانوں کا ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہمارے تیغ زن زرمان کا مسلمانوں کے سالار ایتاخ سے انفرادی مقابلہ بھی ہوا اور ہماری بدقسمتی کہ اس مقابلے کے دوران مسلمانوں کے سالار ایتاخ نے بڑی آسانی سے زرمان کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس کے بعد ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں طولک اور ہمارے لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ اور اس شکست کے نتیجے میں طولک اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جبل طاروس کے غربی حصوں کی طرف بھاگ آیا ہے۔

نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن پر جم گئی تھیں۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پیٹرک! ہمیں اس شکست کا ہر صورت انتقام لینا ہوگا۔ ایک کافی بڑا اور تربیت یافتہ لشکر طولک کی طرف روانہ کرو۔ اور اسے میری طرف سے تاکید کے ساتھ یہ احکامات جاری کرو کہ جو شکست اسے ہوئی ہے۔ ہر صورت میں وہ اس کا انتقام مسلمانوں سے لے۔ جس طرح مسلمانوں نے اسے شکست دی ہے اس سے بھی بدتر شکست وہ انہیں دے اور ان کے علاقوں میں دور تک گھس کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل لمحہ بھر کے لئے رکا پھر قاصدوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

طولک کے ساتھ مسلمانوں کے کون کون سے سالاروں نے جنگ کی ہے؟

اس پر دوسرا قاصد بول پڑا۔

مالک! طولک کے مقابلے میں مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ سے عرب جرنیل اسحاق بن یحییٰ ایک لشکر لے کے آیا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا سب سے کٹر اور خونخوار جرنیل ایتاخ اپنے ساتھی جرنیل اشناس کے ساتھ بابک خرمی کے علاقوں میں ایک مہم پر تھا۔ اسے بھی ارض شام کی طرف بلایا گیا۔ لہٰذا طولک کے ساتھ مسلمانوں کے تین سالاروں کا مقابلہ ہوا۔ اسحاق بن یحییٰ

خ اور اشناس۔ طولک کو شکست دینے کے بعد اسحاق بن یحییٰ تو اپنے لشکر کے ساتھ واپس سامرہ طرف جا چکا ہے۔ جب کہ ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارض شام کی دوں پر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے چہرے پر عیارانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اپنے سالار اعلیٰ پیٹرک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پیٹرک جوہن! ان قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ ان سے اندازہ پوچھ لینا کہ مسلمانوں سالار ایتاخ اور اشناس کے پاس اس وقت کس قدر لشکر ہے۔ یہاں سے طولک کے لئے اس لک بھیجو کہ ہمارے لشکر کی مجموعی تعداد ایتاخ اور اشناس کے لشکر سے دوگنی ہو جائے۔ یہاں چھے سالار بھی طولک کے ساتھ کام کرنے کے لئے روانہ کرو اور انہیں تاکید کرو کہ ہر صورت پی شکست کا انتقام لیں اور اپنی سرحدوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوں۔ ہ جنگ میں جس قدر ہمارا نقصان ہوا ہے اس کا ازالہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر یں۔ اور پھر انہیں یہ بھی تاکید کر دینا کہ اگر کوئی لشکری کوئی سالار مسلمانوں کے سپہ سالار کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا اس کی گردن کاٹ کر ہمارے سامنے پیش کرے گا تو اسے سو اونٹوں کی نقد ادا کی جائے گی اب تم اٹھو۔ ان قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنے کام کی ابتدا کرو کے ساتھ ہی نوفل بن میخائیل نے وہ نشست برخواست کر دی تھی۔

☆

ایتاخ اور اشناس دونوں شام کی سرحد پر قائم اپنے پڑاؤ میں خیمے میں بیٹھے ہوئے آپس میں کر رہے تھے کہ ایک مسلح جوان کھنکھارتا ہوا خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ایتاخ کو مخاطب کے کہنے لگا۔

امیر! دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے والے دو مخبر آئے ہیں وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے

ان الفاظ پر ایتاخ چونکا اور اس مسلح جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو مخبر آئے ہیں انہیں فوراً خیمے میں لے کے آؤ۔ اس پر وہ مسلح جوان پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر

بعد دو مخبروں کو لاکر اس نے خیمے میں کھڑا کر دیا تھا- ایتاخ اور اشناس دونوں انہیں پہچان گئے
کے لشکر کے وہ مخبر تھے جنہیں اناطولیہ کے میدانوں کے انتہائی غربی حصوں تک دشمن کی نقل
پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا-

ایتاخ نے ان دونوں کو مخاطب کیا-

کیا تم ہمارے لئے کچھ اچھی خبر رکھتے ہو؟

ان میں سے ایک مسکرایا اور ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں' امیر آپ اس کا اندازہ خود لگایئے گا کہ وہ خبر اچھی ہے یا بر
کہنا چاہتے ہیں کہ گذشتہ جنگ میں آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد رومنوں کا شا
کا حاکم طولک اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جبل طاروس کے اس پار انگورہ کی طرف چلا گی
کی شکست کی خبریں ان کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل تک پہنچ گئی ہیں- نوفل کے کہنے
سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے طولک کی مدد کے لئے روانہ ک
نوفل بن میخائیل کا خیال تھا کہ کچھ چھوٹے سالاروں کو وہ لشکر دے کر طولک کی طرف روا
اور طولک ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف قسمت آزمائی کرے گا لیکن بعد میں اس نے
پر نظر ثانی کی- چھوٹے سالاروں کے ساتھ اس نے اپنا تیسرے درجے کا بڑا سالار فرزو
لشکر کے ساتھ بھیج دیا ہے-

فرزون جو لشکر قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہے وہ اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچ چکا
اور وہ آپس میں مل چکے ہیں- اور اب اپنی گذشتہ جنگ کا انتقام لینے کے لئے اور آپ
ہونے کے لئے وہ مشرق کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں-

اتنا کہنے کے بعد مخبر کا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا-

امیر محترم! جو لشکر طولک اور فرزون دونوں لے کر آ رہے ہیں افراد کے لحاظ سے
کے لشکر سے دوگنے سے بھی کہیں زیادہ ہے- لہٰذا میرے خیال میں ان کا مقابلہ کرنے
امیر المومنین سے کمک اور مدد طلب کر لینی چاہئے-

مخبر جب خاموش ہوا تو لحہ بھر کے لئے ایتاخ مسکرایا پھر اس کی چھاتی تن گئی- اس
کہہ رہا تھا-

میرے عزیز! فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے- دشمن کے پاس اگر ہم سے زیادہ اور دوگنا
ہے تو اس سے ہمیں خوفزدہ ہونے کا کیا مقام ہے- اس سے پہلے بہت سی اقوام اپنے کھوٹے
کو کھرا کرنے کے لئے ساگروں کے اندھوں دھاروں کی طرح ہم پر چڑھ دوڑیں لیکن اس
راں آسمان تلے اور زمین کے اس زندان میں ہم نے انہیں بیاض وقت کے صفحے سے گرد سفر کی
ا اڑا مارا- اس سے پہلے بہت سے لوگ بہت سے لشکر ہوس کی بھوک کے دوزخ کو بھرنے'
ے شکم اور تندور کی پیاس مٹانے' من وسلویٰ کی تلاش میں ہم پر حملہ آور ہوئے- لیکن ہم نے
ی دھند میں لپٹے ان کے چہروں کے روپ کو ڈھلتی شام میں اور ان کی تہذیب وتمدن کی
ں کو شاخوں میں الجھے چیتھڑوں اور گذرتے موسموں کی طیلسان میں بے نسب وبے گمان لمحوں
ں بد تر بنا کر رکھ دی تھی-

اگر رومن ہم سے دوگنا لشکر لیکر آ رہے ہیں تو امیر المومنین سے کمک اور مدد مانگنے کی
ئی ضرورت نہیں ہے- ہم خود ہی ان کا مقابلہ کر لیں گے ایک بات یاد رکھنا لطف ولذت کی
ں میں تربیت حاصل کرنے والے رقص وسرور اور رامش ورنگ میں پرورش پانے والے
دمخاب کے ملبوسات پہننے والے جب ہمارے سامنے لہو کے پیراہن پھیلاتے میدان جنگ
رگی کو بے تکریم کرتی رزم گاہوں میں داخل ہوں گے تو اپنے تیز حملوں سے ہم ان کے دلوں'
ے ضمیر پر ایک کپکپی طاری کر کے رکھ دیں گے- میرے عزیزو! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ
ہم بے کل کر دینے والی جستجو کے نئے ساحلوں اور خلاء کے نئے آفاق پر زندگی کی اصل حقیقت
رزدوں کے مقتل کی طرح دشمن کے روبرو آئیں گے تو میرے خداوند نے چاہا تو وہ ہماری
کو برداشت نہیں کر سکیں گے- اور پہلے کی طرح ہم ان کے لشکریوں میں درد وفرقت کے پیوند
ویاں پھیلاتے چلے جائیں گے- دشمن کو آنے دو پھر دیکھو میں اور اشناس اس کا کیا حشر نشر
تے ہیں اب تم جاؤ اپنے کام میں لگ جاؤ تا کہ اشناس کے ساتھ میں دشمن سے نپٹنے کا لائحہ عمل
وں ساتھ ہی دشمن جب جبل طاروس میں داخل ہو تو پھر ہمیں اطلاع کرنا اس لئے کہ میں جبل
ں کی وادیوں میں دشمن کی وہ حالت کروں گا کہ اپنی اس حالت کو وہ صدیوں تک عبرت خیزی
در پر یاد رکھیں گے- اب تم جاؤ اپنے کام میں لگ جاؤ- اس کے ساتھ ہی دونوں مخبر وہاں سے

نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد کچھ دیر گردن جھکا کر ایتاخ سوچتا رہا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس میرے بھائی! جو کچھ ہمارے مخبر کہہ گئے ہیں تم نے بھی سنا میں بھی سن چکا ہوں ہم دونوں نے ہی دشمن کی ساری کارروائیوں کو ناکام کرنے کا لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔ سامرہ کمک اور مدد کی التجا نہیں کرنی چاہئے۔ اگر قسطنطنیہ سے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے والے کی مدد کے لئے رومنوں کا دوسرا بڑا جرنیل فروزن بھی یہاں پہنچ چکا ہے اور ہمارے خلاف میں آنا چاہتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ اگر ان کے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے دوگنے سے بھی ہے تب بھی میرے بھائی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے حکمت عملی تبدیل کریں گے۔ میرے بھائی جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو غور سے سنو اسی پر عمل کیا گا۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر ایتاخ کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اپنا منہ وہ اشناس کے کان کے قریب لے گیا اور اسے مخاطب ہوئے بڑی رازداری اور دھیمے لہجے میں کوئی گفتگو کرنے لگا تھا۔ جب تک ایتاخ اس سے سرگو رہا اشناس مسکراتا رہا۔ پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے خیمے سے نکلے۔ اپنے لشکر گاہ کی طرف تھے۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے ایک روز اسحاق بن یحییٰ تھکا تھکا بجھا بجھا سا اپنی حویلی میں ہوا۔ دیوان خانے میں آیا جہاں پہلے سے قسطونہ، غمران اور عمیمہ کا چھوٹا بھائی زبیر ہوئے تھے۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سب سے زیادہ فکر مند عمیمہ اور اس کا چھوٹا بھائی زبیر تھے۔ تاہم غمران اور قسطونہ کے چہروں پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ جونہی اسحاق بن نشست پر بیٹھا تھا عمیمہ اپنی جگہ سے اٹھی اسحاق بن یحییٰ کے پہلو میں بیٹھی اپنے بازو اس کی کے گرد حائل کئے پھر بڑے پیار سے وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

ابی! میری بہن ایکاسیہ کا کچھ پتہ چلا؟

بڑے اداس اور انتہائی تھکے تھکے انداز میں اسحاق بن یحییٰ نے اپنی بیٹی عمیمہ کی طرف

منہ سے کچھ نہ بولا۔ تاہم اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔ اس کے اس انداز نے قسطونہ، غمران، عمیمہ اور زبیر کو اور زیادہ اداس اور فکر مند کر دیا تھا اس موقع پر اسحاق بن یحییٰ کی بیوی غمران نے اسے مخاطب کیا۔

آج کتنے دن ہو گئے ہیں۔ ایکاسیہ کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ آپ نے کم از کم اس کی گمشدگی کی طلاع ایتاخ کو ہی کر دی ہوتی۔ اس طرح خاموش بیٹھنے سے تو کام نہیں چلے گا وہ ایک طرح سے یکاسیہ اور قسطونہ دونوں ماں بیٹی کو ہماری تحویل میں دے کر گیا تھا۔ اور ہم ان دونوں کی حفاظت کے مہ دار ہیں۔ اب جب کہ ایکاسیہ نہیں مل رہی تو اس کی اطلاع ہر صورت میں ایتاخ کو ہونی چاہئے۔ ل لئے کہ۔۔۔

غمران مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ بول پڑا۔

غمران! تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس کی اطلاع ایتاخ کو کرنا چاہئے مگر افسوس میں اپنے آپ میں ناحوصلہ نہیں پاتا کہ اپنی بیٹی ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع ایتاخ کو کروں۔ تم سب جانتے ہو وہ نوں ایک دوسرے کو پسند کر چکے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی محبت کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ ایتاخ بے پناہ انداز میں ایکاسیہ کو پسند کرتا ہے۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ ی ہی حالت ایکاسیہ کی بھی ہے۔ اب اس وقت جب کہ وہ سرحدوں پر دشمن کی آنکھوں میں نکھیں ڈال کر دیکھ رہا ہوگا۔ اگر میں اسے ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع دیتا ہوں تو یاد رکھنا اس کے یابان فکر میں بنجر پن کے جھکڑ، درد کے نشتر چل جائیں گے۔ اس کی خوش نوائی اور خوش ادائی لڑوں کے تیز جھونکوں کے سامنے اداسی کی زرد چادر اوڑھ لے گی۔ بلکتے لمحوں میں اس کا سارا ستغراق اس کا ہنر، تیقن بھری اس کی ساری قوتیں ریزہ ریزہ نہ ہو کے رہ جائیں۔ ڈرتا ہوں کہ رت مزاج وہ بیٹا ایکاسیہ کی گمشدگی کا سن کر کہیں آندھیوں کے برہم مزاج کے سامنے کٹیا کے ٹماتے چراغ جیسا نہ ہو جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اسحاق بن یحییٰ لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد پھر تاسف بھرے راز میں وہ کہہ رہا تھا۔

ہم سب تو یہاں تقدیر کے بدترین پرشور بگولوں اور غموں کے ڈستے سانپوں کے اندر دن

گزار رہے ہیں۔ ڈرتا ہوں یہ خبر پہنچنے پر ایتاخ بھی سورج کی چلاچل کے سامنے ڈھلتے سایوں طرح ہو جائے گا۔ اسے جب خبر ہوگی کہ ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے تو یاد رکھنا وہ بے چارہ کے پرخار سنگم پر پرانے موسموں کی نئی محرومیوں اور صدیوں کے سفر میں دل کے بجھے دئیوں کی طر ہو کے رہ جائے گا۔ اور اس کی یہ حالت کم از کم مجھ سے نہ دیکھی جائے گی۔

اسحاق بن یحییٰ جب خاموش ہوا تب قسطونہ بول پڑی اور کہنے لگی۔

بھائی! جو کچھ آپ کہتے ہیں درست ہے۔ لیکن ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع ہر صورت ایتاخ کو دینی چاہئے۔ اس لئے کہ ایتاخ اور ایکاسیہ ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی تسلیم کر ہیں۔ لہٰذا میرے بعد ایکاسیہ کا کسی سے قریب ترین رشتہ ہے تو وہ ایتاخ ہے۔ اس موقع پرا ایکاسیہ کے گم ہو جانے کی اطلاع نہ دی تو وہ زندگی بھر ہم سے گلہ شکوہ کرتا رہے گا۔ میں آپ پہلے بھی کہہ چکی ہوں اب بھی کہتی ہوں کہ جس طرح آپ لوگ ایکاسیہ کو تلاش کر رہے ہیں و ملے گی۔ اسے رومن اٹھا کے لے گئے ہیں۔ اور میں یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ ایکاسیہ کو یہاں اٹھانے میں رومنوں کا سامرہ شہر میں کسی نہ کسی کے ساتھ رابطہ ضرور ہے۔ کسی نے انہیں خبر کی۔ میں اور ایکاسیہ دونوں ماں بیٹی نے سامرہ میں پناہ لی ہے۔ کسی نے انہیں یہ بھی اطلاع کی ہو ایکاسیہ ہر روز گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی ہے۔

قسطونہ جب خاموش ہوئی تو اسحاق بن یحییٰ نے پھر کہنا شروع کیا۔

میری بہن جو کچھ تم کہہ رہی ہو درست ہو۔ اس سلسلے میں آج میں امیر المومنین سے بھ آیا ہوں۔ وہ بھی ایکاسیہ کی اس طرح گمشدگی پر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ نے اپنی طرف سے بھی کچھ آدمی مقرر کئے ہیں جو ایکاسیہ کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک دو روز تک اگر کہیں بھی ایکاسیہ کی نشاندہی نہ ہوئی تو میں اس حادثے کی اطلاع ایتاخ کو گا۔ آپ لوگ بالکل بے فکر رہیں۔ پھر اسحاق بن یحییٰ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ غمران اپنی جگ کھڑی ہوئی۔ قسطونہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

میری بہن اٹھو اس موضوع پر باتیں کرتے ہوئے دل جلتا ہے۔ آؤ دونوں بہنیں مطبخ میں لگیں۔ بے دلی کا اظہار کرتے ہوئے قسطونہ اٹھ گئی اور غمران کے ساتھ مطبخ کی طرف تھی۔

رومن جرنیل فرزدن اور رومنوں کے ارض شام کے حاکم اور بہترین جرنیل طولک نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انگورہ شہر کے نواح میں قیام کیا ہوا تھا اور مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کر رہے تھے۔

انگورہ ترکی کے موجودہ شہر انقرہ کا پرانا نام ہے۔ جو بحیرہ السود سے ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر سطح سمندر سے چار سو فٹ بلند اور اردگرد کے اپنے علاقوں سے لگ بھگ پانچ سو فٹ بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ یہ پرانی طرز کا اور تنگ و تاریک گلیوں کا ایک شہر تھا۔ جس کو اس بناء پر اہمیت دی جاتی تھی کہ یہاں رومنوں کے شہنشاہ آگسٹس کا مقبرہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کے حمام، دیوان خانے، رومنوں کی عمارتیں اور بازنطینی ستون بھی مشہور تھے۔

انگورہ زمانہ قبل از تاریخ سے ہی موجود تھا۔ سب سے پہلے اس شہر پر حیتوں نے اپنی مملکت قائم کی اور یہ ان کا صدر مقام رہا۔ اس وقت اس کا نام انقلہ تھا۔ تقریباً آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہاں فونیقی قوم آباد ہوئی۔ اس کے بعد دو سو چونتیس قبل مسیح میں جب سکندر اعظم اپنی مہمات پر نکلا تو یہاں سے بھی گذرا۔ اس کی وفات سے نصف صدی تک اس پر سلوکیتیوں کا قبضہ رہا اس کے بعد ایک اور قوم جس کا نام غلاتی تھا۔ اور جو بلقان کے رہنے والے تھے وہ تیسری صدی قبل مسیح میں جزیرہ نمائے بلقان سے اٹھ کر یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

دوسری صدی قبل مسیح میں رومن انگورہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے ارض شام سمیت انگورہ کو رومن سلطنت میں شامل کر لیا۔ رومنوں ہی کے دور میں اس شہر میں بہت سے معبد تعمیر کئے گئے۔ مقابلے کا ایک میدان بنایا گیا۔ اور شہنشاہوں کے لئے محل تعمیر کرائے گئے۔ اس طرح

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس شہر میں اہم عسکری مرکز بھی تعمیر کئے گئے تھے۔

☆

فرزون اور طولک دونوں رومن جرنیل اپنے چند چھوٹے جرنیلوں کے ساتھ انگورہ شہر سے باہ ایک پہاڑی کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے دور تک جہاں نگاہ کام کرتی تھی ان کے لشک کے خیمے نصب تھے۔ لشکر کے اندر ایک ہلچل سی برپا تھی۔ اس پہاڑی کے اوپر بیٹھے ہی بیٹھے فرزو نے طولک کو مخاطب کیا۔

طولک میرے بھائی! تمہارا کیا اندازہ ہے جس قدر لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے۔ کیا اس سے مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اور ان سے اپنی گذشتہ شکستوں کا انتقام نہ لے سکی گے۔ جب کہ ہمارے مخبر ہمیں یہ بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کا بڑا جرنیل اسحاق بن اپنے لشکر کے ساتھ سرحد سے واپس اپنے مرکزی شہر سامرہ کی طرف جا چکا ہے۔ اور سرحدوں پر وقت مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس ہیں اور ان کے پاس جو لشکر ہے عددی لحاظ سے ہمارے لشکر سے آدھا بھی نہیں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

طولک! میرا اندازہ ہے کہ ان حالات میں اگر ہم مسلمانوں کے ان دونوں سالاروں پر آور ہو کر انہیں شکست دیں تو میری اور تمہاری اپنی سلطنت میں ایسی عزت، ایسا وقار ہو جائے گا تم فی الحال اندازہ نہیں کر سکتے اور پھر اس میں ہمارے لئے لاانتہا مالی فوائد بھی پنہاں ہیں۔

تم جانتے ہو نوفل بن میخائیل نے اس شخص کے لئے جو مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو زند کر لائے یا اس کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کرے اسے سو سرخ اونٹوں کی قیمت دینے کا ا مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے۔

فرزون رکا اور اس کے بعد وہ پھر بول رہا تھا۔

طولک! ہمارے مخبر یہ بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشنا جبل طاروس کے اس پار کھلے اور وسیع میدانوں میں قیام کر رکھا ہے اناطولیہ کے میدانوں ا شاہراہیں جو جبل طاروس سے ہو کر گزرتی ہیں ان کے ذریعے ہی ہم آگے بڑھیں گے اور مسلما کے ان دونوں سالاروں سے ٹکرائیں گے نہ ان پر شب خون مارا جائے گا نہ ان پر اچانک ح

جائے گا ان کے سامنے جا کر لشکر کو پڑاؤ کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ ایک رات لشکر کو مکمل آرام کرنے دیا جائے گا۔ تاہم مسلمانوں کے شب خون سے بچنے کے لئے پوری احتیاط برتی جائے گی۔ طولک! اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ میں اور تم نے ہر صورت میں اس لشکر کے ساتھ جو اس وقت ہمارے سامنے خیمہ زن ہے مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس کو شکست دینی ہے۔

وہ لشکری جو میں اپنے ساتھ قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہوں ان کے ذہن میں یہ بات میں نے ڈال دی ہے کہ اول یہ کوشش کرنی ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو زندہ گرفتار کیا جائے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر اسے بھاگنے نہ دیا جائے۔ ہر صورت میں اس کی گردن کاٹی جائے۔ اس لئے کہ وہ اب ہمارے لئے بڑا قیمتی ہو چکا ہے اور اسے پیش کرنے سے ہمارے لئے فلاح اور بہتری کے در کھل سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون لمحہ بھر کے لئے رکا پھر دوبارہ طولک کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جو گفتگو میں نے اب تک کی ہے کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو۔

طولک مسکرایا اور فرزون کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔

اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھائی میرے جو کچھ تم نے کہا ہے ایسا تو ہمیں کرنا ہی پڑے گا لیکن جہاں تک مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو گرفتار کرنے یا اس پر قابو پانے کا سوال ہے تو یہ کام کوئی اتنا آسان نہیں۔ یہ جو چھوٹے سالار میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کا ان کے ساتھ جنگوں میں کئی مرتبہ پالا پڑ چکا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایتاخ کو شکست دینا یا ان پر قابو پانا ایک انتہائی خطرناک مہم سے بھی زیادہ خوفناک اور بدتر ہے۔

فرزون مسکرایا اور کہنے لگا۔

اس ایتاخ کی ایسی تیسی۔ اس بار میں اس کے ماتھے، اس کی پیشانی پر ذلت کی وہ مہریں لگاؤں گا کہ تاریخ کے اوراق میں اس کا نام بدنام کر کے رکھ دوں گا۔ اس کے بعد فرزون نے اپنے سامنے بیٹھے چھوٹے سالاروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو اس سے پہلے مسلمانوں کے سالار کے خلاف جنگوں میں ایک

سے زیادہ مرتبہ حصہ لے چکا ہو- جس نے اسے قریب سے جنگ لڑتے اور جنگ کرتے دیکھا ہوا
جس نے قریب رہ کر اس کی شخصیت کا جائزہ لیا ہو-

فرزون کے اس سوال پر ایک سالار نے اپنی طرف اشارہ کیا باقی سالار بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے تھے- ہاتھ کے اشارے سے فرزون نے اسے قریب بلایا وہ فرزون کے سامنے آ بیٹھا پھر فرزون نے اسے مخاطب کیا-

ذرا مجھے مسلمانوں کے سالار جس کا نام ایتاخ ہے اس سے متعلق تفصیل بتاؤ- وہ کیسا انسا ہے اور اس کے لڑنے کا طریقہ کار کیا ہے- جنگ کے دوران اس کی کارکردگی کیسی رہتی ہے-

فرزون کے اس سوال پر اس کا وہ چھوٹا سالار لمحے بھر کے لئے خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پ فرزون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

میں نے مسلمانوں کے اس سالار کے مقابل کئی جنگوں میں حصہ لیا ہے- میں نے اس جگ میں بھی حصہ لیا جس میں اس نے انفرادی مقابلے میں قسطنطنیہ کے بہترین تیغ زن زرمان کو بڑ آسانی سے اپنی سامنے زیر کر لیا تھا- اور اس کی گردن کاٹ دی تھی-

مسلمانوں کا یہ سالار نام جس کا ایتاخ ہے- بظاہر اندھی روایات کی کھلی وادیوں میں تن آسا کی آغوش جیسا بے ضرر آوارہ دھوئیں کی لکیروں اور نرم پاتوں' کومل شاخوں ساون کی بوندوں نرم رو لگتا ہے- دھندلے ملگجی غبار میں رات کی دہلیز پر اترتی شام جیسا خاموش بھی دکھائی دیتا ہ لیکن جب کسی کے مقابل آتا ہے تو پھر آگ کے کھولتے سمندر سے اٹھتی موج اجل کی لہروں کو دستک دیتی لہو میں بجتی ساعتوں' خاموشی کے صحراؤں سے اٹھتے دکھ کے افسانوں اور آسمان کے گ سے اترتی آندھی اور بارش کے شانوں پر رقص کرتی کڑکتی برق کی چمک کی صورت اختیار کر جا ہے-

جب کسی سے مقابلہ کرتا ہے تو بدن کی دھجیاں اڑاتی خواہشوں کی بے روک آندھیوں طرح حرکت میں آتا ہے- اپنے مدمقابل کے کاسۂ زیست میں موت کے سکے بھرتی سفاک صر کی یورش اور انسان کو ریزہ ریزہ کر دینے والی بدشگونی کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور بلکتی دھرتی پر ت کی خونی تلوار کی طرح اپنے دشمن پر چھانے کی کوشش کرتا ہے- اس کے حملہ آور ہونے کا انداز سے بالکل مختلف اور انوکھا ہے- اپنے لشکر کے آگے رہتا ہے- لڑائی کے دوران گاہے گاہے کبھی کبھی

ے انداز اور انوکھی سی آوازوں میں نعرے بھی بلند کرتا رہتا ہے- میں زرمان کو ایک عرصے ے جانتا تھا- میں نے اس جیسا تیغ زن کبھی دیکھا ہی نہ تھا- جس وقت وہ انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترا تو میرا خیال تھا کہ زرمان مسلمانوں کے اس سالار کو لمحوں کے اندر زیر کر دے گا اس کی گردن کاٹے گا لیکن جب میں نے میدان جنگ میں دیکھا کہ شروع ہی میں مسلمانوں کا سالار زرمان پر غالب آنا شروع ہو گیا تھا تب مجھے احساس ہوا کہ زرمان جو قسطنطنیہ کا سب سے اور بہترین تیغ زن تھا- مسلمانوں کے اس سالار کے مقابلے میں تیغ زنی میں اس کی کوئی یت ہی نہ تھی-

وہ چھوٹا سالار فرزون کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ے فرزون بول پڑا-

مسلمانوں کا وہ سالار تیغ زنی میں خام کار ہو یا پختہ کار اپنی ذات میں وہ کیسا ہی خود سر' ستم ری کیوں نہ ہو ہم نے ہر حال' ہر صورت میں اس کے شعور ذات میں احساس کے اڈتے یرے اتارنے ہیں- مسلمانوں کے لشکر میں وہ کیسا ہی عمدہ تیغ زن کیوں نہ ہو لیکن ہم نے اپنی گی کا سب سے اعلیٰ فرض جان کر اس کی جھولی اس کے دامن میں مجبوری کا رقص پیہم تقدیر کا ین طنز اور تدبیر کی ہول ناک ناکامی بھرنی ہے- اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا ہے اور ہر صورت اگر وہ زندہ ملے تو جکڑ کر اور اگر مر جائے تو اس کا سر کاٹ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش نا ہے بس اب یہی ہمارا سب سے بڑا مدعا ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون خاموش ہو گیا- کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر اپنے می جرنیل طولک کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

طولک میرے خیال میں اب اٹھو اپنے لشکر کے اندر چلیں- لشکر میں جا کر اعلان کر دو کہ لشکری ج کی رات پر سکون رہ کر آرام کر لیں- اس لئے کہ کل صبح ہی صبح مسلمانوں کے جرنیل ایتاخ اور اس سے جنگ کرنے کے لئے ہم یہاں سے کوچ کریں گے-

طولک کے علاوہ چھوٹے سالاروں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ اپنی جگہ سے ھڑے ہوئے- اور چھوٹی سی اس پہاڑی کی بلندی سے اترتے ہوئے اپنے لشکر کی خیمہ گاہ کی

طرف جارہے تھے- اگلے روز صبح ہی صبح طولک اور فرزون دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جبل طاروس کی طرف کوچ کیا تھا-

☆

فرزون اور طولک ابھی کوہستان طاروس سے ذرا فاصلے پر ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے ان کے کچھ مخبر آتے دکھائی دیئے- ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرزون نے اپنے لشکر کو روکا نہیں اسی رفتار سے سفر کرتا رہا جب وہ مخبر قریب آئے تو فرزون نے انہیں اشارے سے اپنے گھوڑوں کو موڑنے اور اپنے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے کہا-

مخبروں نے گھوڑوں کو موڑا پھر وہ اپنے گھوڑوں کو فرزون اور طولک کے قریب لے گئے- پھر ان میں سے ایک فرزون کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا-

میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کے آیا ہوں- میں اور میرے ساتھی جبل طاروس کے اس پار مسلمانوں کے علاقوں تک گئے تھے- اور میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا سالار ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ سرحدوں سے ہٹ گئے ہیں- وہ کہاں گئے ہیں کچھ پتہ نہیں- بہر حال مخبر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فرزون نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا- پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا-

جانا انہوں نے کہاں ہے- انہوں نے میرا سن لیا ہوگا کہ میں قسطنطنیہ سے اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچ چکا ہوں اور طولک کے ساتھ ہوں لہذا وہ اپنے لشکر سمیت اپنی سرحدوں سے اپنے مرکزی شہر سامرہ کی طرف بھاگ گئے ہوں گے-

فرزون رکا پھر اس کے بعد طولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

طولک! میرا دل کہتا ہے حالات خود بخود ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں- اب جبکہ ایتاخ او اشناس دونوں اپنے لشکر کو لے کر اپنی سرحدوں سے ہٹ کر اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے ہیں ہم مسلمانوں کی سرزمینوں میں اس طرح داخل ہوں گے جس طرح سورج بھاگتی شب پر پگ دھ ہے اور ہر شے میں لہو کی چنگاریاں پھوٹ پڑتی ہیں- مسلمان اب ہمارے سامنے اپنے ہی علاقو کے اندر بے سروسامان بھوکے گدھوں کی طرح بھاگیں گے اور ہم ان پر بار بار حملہ آور ہونے عادت کچھ اس طرح ڈال لیں گے جس طرح عادتاً کوئی نوجوان کسی خوبصورت حسینہ کو دیکھنے کا عا

اتا ہے- میرا نام سن کر ایتاخ اور اشناس اس لئے بھاگ گئے ہیں کہ وہ جان چکے ہوں گے کہ اور طولک دونوں مل کر ان کے کاغذ نما دل کے کشکول میں ان کی روح کے اندھے غاروں میں س کی شکست اور ہر شے کو کھوٹا کرتے تند طوفانوں کی لپک جھپک بھر کے رکھ دیں گے-

طولک! میں ابھی سے مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے توانا گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور انوں کی آسمان کو لرزا دینے والی مہیب چیخیں سن رہا ہوں-

میں نے سن رکھا تھا کہ یہ ایتاخ اپنے روپ میں اپنے لشکریوں کے لئے بڑا شفیق ہے- لیکن م تو اس کی عمیق جراتمندی کو بھی لہو رنگ خاموشی میں غریق دیکھیں گے- اب سرحدی مسلمان اپنے قدیر کے سفر میں ہمارے ہنر کا مدوجزر دیکھتے ہوئے ایتاخ اور اشناس دونوں کو پکاریں گے لیکن وہ دونوں ان کی مدد کے لئے نہیں آئیں گے- اب مسلمانوں کی دھرتی پر ہمارے لشکری رکے جھجکے بغیر سلمانوں کے لئے سکون کو نگلتی مجبور مرگ کا خونی کھیل کھیلیں گے-

فرزون جب خاموش ہوا- تب طولک نے بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

فرزون! میرے بھائی اگر ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اپنی سرحدوں سے سامرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں تو یوں جانو یہ ہماری خوش قسمتی ہے- اور ہم با آسانی اپنی گذشتہ شکستوں کا انتقام مسلمانوں سے لے لیں گے- گذشتہ جنگوں میں جو ہمارا مالی اور ہتھیاروں کا نقصان ہوا ہے وہ بھی مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہم پورا کر لیں گے- اس موقع پر میرے ذہن میں ایک خیال الجھ سا گیا ہے-

طولک کو کچھ کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے فرزون بول پڑا-

تمہارے ذہن میں جو خیال آتا ہے بلا جھجک کہو-

طولک نے پھر کہنا شروع کیا-

میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے علاقوں سے ملحقہ جبل طاروس کی کسی محفوظ جگہ ہم اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیں- لشکر کا ایک حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑیں اس کے بعد مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کارروائی شروع کریں اور مسلمانوں کے علاقوں سے جو کچھ بھی ہمیں ملے وہ اپنے

پڑاؤ میں جمع کرتے رہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی بستیوں پر وارد ہونے اور انہیں لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

فرزون نے پھر ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

طولک! تمہاری تجویز اچھی ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ اپنے لشکر کا پڑاؤ کسی محفوظ جگہ رکھیں گے پڑاؤ کی حفاظت کا سامان بھی کریں گے اور مسلمانوں کی بستیوں سے جو کچھ ہمیں حاصل ہوگا وہ بھی پڑاؤ میں جمع کرتے چلے جائیں گے۔ لگتا ہے یسوع مسیح اس وقت ہم پر بڑا مہربان ہو رہا ہے لیکن ایتاخ اور اشناس کے بھاگنے سے مجھے ایک طرح کا قلق اور دکھ بھی ہو رہا ہے۔

چونکنے کے انداز میں طولک نے فرزون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

وہ کیوں؟ میں سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے اس طرح اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے جانے سے ہمارے لئے کامیابی کامرانیوں اور فلاح کے دروازے آپ سے آپ کھل گئے ہیں۔

فرزون نے ایک گہری نگاہ طولک پر ڈالی پھر تاسف بھرے انداز میں کہنے لگا۔

میرے عزیز! ایک نقصان بھی تو ہوگیا ہے۔ تو جانتا ہے۔ نوفل بن میخائیل نے ایتاخ کو زندہ پکڑنے یا اس کا سر کاٹنے والے کے لئے سو سرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اب جب کہ ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں میں اس انعام سے محروم رہوں گا۔ حالانکہ میں نے اپنے دل اپنے من میں ٹھان رکھی تھی کہ ہر صورت میں میں اس ایتاخ کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں اور اگر اسے میں زندہ نہ پکڑ سکا تو اس کی گردن کاٹ کر ضرور نوفل بن میخائیل کے سامنے رکھوں گا اور اس سے سو سرخ اونٹوں کی قیمت انعام کے طور پر وصول کروں گا۔ لیکن اب جبکہ ایتاخ مقابلہ کئے بغیر ہی بھاگ گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اس انعام سے محروم رہوں گا۔ بہرحال جو رقم اس کا سر کاٹنے سے ہمیں ملتی تھی۔ اس کی کمی ہم مسلمانوں کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر پوری کر لیں گے۔

فرزون کی اس گفتگو کے بعد سفر پہلے کی طرح جاری رہا وہ بڑی درمیانہ روی سے آگے بڑھ رہے تھے فرزون نے آنے والے مخبروں کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ جائیں۔ اور جبل طاروس کی اس جگہ جہاں مسلمانوں کا علاقہ شروع ہوتا ہے وہاں کسی محفوظ جگہ تلاش کریں جہاں ہم اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر سکیں۔ فرزون کے کہنے پر ان مخبروں نے ا

ڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے کوہستان طاروس کی طرف ہے تھے۔

فرزون اور طولک دونوں جب اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کوہستان طاروس میں داخل ہو چکے ایک بار پھر ان کے سامنے ان کے مخبر آئے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرزون نے پوچھ

اب تم کیا خبر لے کے آئے ہو؟ اس پر ایک مخبر کہنے لگا۔

اس بار ہم ایک مختلف سی خبر لے کے آئے ہیں۔ صرف ایک میل آگے کوہستانی سلسلے کے ایک کافی بڑی وادی ہے۔ کھلے وسیع میدان ہیں انہی میدانوں کے اندر سے یہ شاہراہ گزرتی جس پر آپ سفر کر رہے ہیں۔ ان میدانوں کے اندر ایک لشکر آپ کی راہ روکنے کے لئے تیار ا ہے۔ اور یہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔

مخبروں کی اس اطلاع پر فرزون نے کچھ سوچا' گہری نگاہ اس نے طولک پر ڈالی پھر مخبروں کو ب کر کے کہنے لگا۔

کیا وہ لشکر مسلمانوں کے سالار ایتاخ کا ہے؟

مخبر نے نفی میں گردن ہلائی' کہنے لگا۔

نہیں اس لشکر میں ایتاخ نہیں ہے۔ چھوٹا سا ایک لشکر ہے اس سے پہلے جو لشکر ایتاخ کے تھا۔ ان وادیوں میں رونما ہونے والے لشکر کی تعداد اس لشکر سے آدھی ہے۔ ہم یہ تو نہیں جان کہ اس لشکر کا کماندار کون ہے لیکن یہ ایتاخ کا لشکر نہیں اور یہ بھی یقینی ہے کہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔ یہ بات بھی پختہ ہے کہ وہ کوہستانی سلسلوں سے گھری اس وادی میں آپ کی راہ روکنے کی کوشش ے گا۔

اس ساری گفتگو کے جواب میں فرزون نے پہلے بدی کے سوداگروں کا سا ایک بھرپور قہقہہ ا پھر کہنے لگا۔

اب مسلمانوں کا جو بھی لشکر ہمارے سامنے آئے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہم نے تو یہ تہیہ رکھا ہے کہ جو لشکر بھی سامنے آیا ہم نے اس پر زندگی کو اجاڑتی ان گنت خواہشوں کی طرح وارد

ہوتا ہے۔ ہر اس لشکر کو جو ہمارے مقابل ہوا اسے سوچوں کے جال اور کرب کے اندھے ویران جنگل میں پھانس کر اسے راہ گزر کے ظلمت بھرے غبار کی طرح اڑا پھینکتا ہے۔

پھر فرزون خاموش ہو گیا اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور آگے بڑھنے کی رفتار اس تیز کر دی تھی۔

ایک میل آگے جا کر فرزون اور طولک جب اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلوں سے گھر کھلے میدانوں میں داخل ہوئے تب انہوں نے دیکھا ایک لشکر ان کی راہ روکے کھڑا تھا اور جنگ ابتدا کرنے کے لئے اپنی صفیں درست کر چکا تھا۔

فرزون اور طولک نے بھی ان کے سامنے آنے میں دیر نہیں کی جس قدر ان کا سامان تھا ا پیچھے رکھا اور اس کے سامنے انہوں نے بھی اپنی صفیں درست کر لی تھیں۔ مسلمانوں کے جس لشکر فرزون اور طولک کی راہ روکی تھی۔ اس کی کمانداری اشناس کر رہا تھا۔ لیکن خود ایتاخ وہاں نہیں تھا اپنے سامنے چھوٹے سے لشکر کو دیکھتے ہوئے فرزون اور طولک کے حوصلے پہلے سے بھی ہو گئے تھے۔ جس وقت صفیں درست ہو چکیں تب طولک کو مخاطب کر کے فرزون کہنے لگا۔

حیرت ہے مسلمان اس چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ہماری راہ روکنے کے لئے اس کوہ سلسلے میں آن گھسے ہیں لگتا ہے۔ یہ سارے لشکری اور ان کا سالار موت کی منڈی میں بکنے اور ہونے کے لئے آپ سے آپ ہمارے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد لشکر کو بر حصوں میں تقسیم کیا گیا پھر ایک ساتھ فرزون اور طولک اشناس کے لشکر پر یادوں کے بیابانو دکھ بھری شام کی پرچھائیوں' اجنبیت کی دھند میں لمحوں کو ویران کرتی گھنگھور گھٹاؤں کی برف خوابوں کے جزیروں کو بے نام و ناکام امیدوں میں تبدیل کر دینے والی خود فریبی کی کہر کی طرح ہو گئے تھے۔

جب تک دشمن آگے بڑھتا رہا اپنے لشکر کے سامنے اشناس روزن زندان کے کسی طرح چپ اور خاموش کھڑا رہا۔ جب دشمن نزدیک ہوا تب وہ بھی کسی شعبدہ گر کے انداز سا طرح حرکت میں آیا۔ پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی دشمن پر لمحوں کی نمی میں ہمہ گیر تب کی کرنوں کے خرام اور چہرے کی شفق کو سلگتی ریت کے صحرا نفاست و تازگی بگارتی لو اور دھو اٹھتی افسردہ صداؤں میں تبدیل کر دینے والی سوچوں کے طوفانوں' ضبط کی اذیت ناکیوں اور

کر دینے والے وقت کے بدترین خونی مناظر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جبل طاروس کی ان وادیوں کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے مرگ کے سائے چاروں طرف ناچ اٹھے تھے۔ جوانی اور شباب کے نکھار مٹی کا ڈھیر بننے لگے تھے راہوار وقت پر تار نفس گردن کا پھندا ہونے لگے تھے۔ ہر شئے کی خواہشوں کے جھولے آس و امید کے دیپ رنگ رامش اور راحت خاکستر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اپنے سامنے چھوٹے سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر فرزون اور طولک مسلمانوں پر بادلوں کے رس سے برستی خونی برسات' ماضی کے شبستانوں میں نیرنگ فسوں اور من جنگل کے بھاگ کو شمشان میں بدلتی جلتی بجھتی آگ کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس چھوٹے سے لشکر کا بہت جلد خاتمہ کر کے اپنی فتح کو یقینی بنائیں اور مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے گزشتہ شکستوں کا ان سے انتقام لیں۔

عین اس لمحہ جب طولک اور فرزون اپنی جاگتی آنکھوں سے جبل طاروس کی ان وادیوں کے اندر اپنی کامیابی اور فتح مندی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دائیں طرف کوہستانی سلسلوں کے اندر سے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ آندھیوں کا پیش خیمہ بن کر اڑتے پرندوں اور مساموں میں اترتے زہر کی طرح نمودار ہوا۔ میدان جنگ میں وہ کچھ اس طرح داخل ہوا جیسے کوئی شاہین فضاؤں میں غوطہ لگاتا ہوا اپنے شکار پر اترتا ہے۔ یا کوئی بہالے جانے والا آبشار بلندی سے پستی کی طرف آتا ہے۔ میدان میں اترتے ہی ایتاخ اور اس کے لشکریوں نے کچھ اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے خارزار حیات نے برستی آگ کے سنگ و خشت کے سمندر میں آگ پھونک کے رکھ دی ہو پھر فرزون اور طولک کے لشکر کی ایک جہت پر ایتاخ کرب کی تفہیم کے شاطرانہ ڈھنگ' بدلتے تند سفاک لمحوں' وقت کی تاریک کرچیوں میں صداؤں کے حصار کو توڑتے موت کے کاروانوں اور زخم خوردہ تصورات کی طرح رگ و پے میں پیوست ہو جانے والے درد کے سرمئی دھندلکوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایتاخ اور اس کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے کے انداز میں عارف کے دل و جان کی تڑپ شعلوں کے لرزہ رنگوں کی سی بے خوفی' اضطراری حالت میں بہتے ساگر کی موجوں کی سی سربلندی اور فتنہ بے محابہ کھڑی کرتی تابکاری جیسی جرات مندی تھی۔ ایتاخ اور اس کے لشکریوں کے حملہ آور

ہونے سے میدان جنگ گرم ہواؤں کی سلگتی دھوپ' خلاؤں کی بانہوں میں ڈولتے بے اماں دکھ کے موسموں اور تشدد کے سائے سائبانوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

فرزون اور طولک زیادہ دیر تک ایتاخ کے جان لیوا حملوں کا سامنا نہ کر سکے اور بڑی تیزی سے ان کی حالت بے کسوں اور ناتوانوں کی حرکات' محفوظ راستوں سے ہٹتی زندگی' سفر کی دھول سے اٹی ہجر کے کرب کی طرح ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ایتاخ کے حملہ آور ہونے سے سامنے کی طرف سے اشناس اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے تھے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بے خوف جراتمند اور نڈر ہو کر حملہ آور ہونے لگے تھے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ جبکہ ایک پہلو سے ایتاخ نے دشمن کے ایک حصے کا مکمل صفایا کر دیا تھا اور اب وہ دشمن کے وسطی حصے کو میدان جنگ کا مرکز چکا تھا یوں سامنے اور وسطی حصے میں ایک طرح سے فرزون اور طولک کے لشکریوں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ یہ کیفیت زیادہ دیر تک فرزون اور طولک برداشت نہ کر سکے۔ اپنی شکست انہوں نے تسلیم کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایتاخ اور اشناس دونوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ دور تک بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا۔ فرزون اور طولک کی بدقسمتی تھی کہ وہ تو مسلمانوں کی بستیوں میں لوٹ ما کر کے اپنی گذشتہ شکستوں کا نقصان پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن جو مال و اسباب کھا۔ پینے کی جو اشیاء ہتھیار اپنے لشکر کے اندر وہ رکھتے تھے۔ ان سے بھی محروم ہو گئے تھے۔

دور تک تعاقب کرنے کے بعد ایتاخ نے یہ تعاقب ترک کر دیا اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ جہاں فرزون اور طولک کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ وہیں اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئ دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کر کے اس کی ہر چیز کو سمیٹا گیا۔ اور اس کے بعد لشکر پھر اسی سمت جا رہا تھا جہاں انہوں نے سرحد پر پہلے اپنا پڑاؤ قائم کر رکھا تھا۔

دوسری جانب ایتاخ اور اشناس نے جب فرزون اور طولک کا تعاقب ترک کر دیا اور وا چلے گئے۔ تب ایک جگہ فرزون نے اپنے لشکر کو روکنے کا حکم دیا۔ اس کا حکم ملتے ہی لشکر وہاں رک تھا۔ اس موقع پر فرزون نے اپنے پہلو میں کھڑے طولک کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

طولک میں اور تم دونوں نے اس ایتاخ کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانے میں بڑی غلطی ہے۔ تم تو اس سے پہلے اس سے ایک بار ٹکرا چکے ہو۔ اس کے ساتھ جنگ کا تجربہ رکھتے ہو تم

ری صحیح راہ نمائی نہیں کی۔

طولک! ایک غلطی تو تمہاری ہے اور دوسری غلطی ہمارے ان مخبروں کی ہے جو ہمیں دشمن سے ملق اطلاعات فراہم کرتے ہیں۔ وہ ایسے غیر ذمہ دار لوگ ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا یہ جستجو نے کی کوشش نہیں کی کہ مسلمانوں کے سالار اپنے لشکر کو لے کر کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ وہ کوئی ا تو نہیں تھے کہ زمین میں سما گئے یا ایک دم نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے اپنے مرکزی شہر مرہ کی طرف چلے گئے۔ ہمارے مخبروں کو ان پر نگاہ رکھنی چاہئے تھی اور ان کے محل وقوع سے ہمیں تت آگاہ کرنا چاہئے تھا۔

تیسری غلطی میری اپنی ہے۔ میں نے مسلمانوں کے سالار کی طاقت اور قوت کا اندازہ نے میں بڑی غلطی کی ہے میں اس کو کوئی عام سا سالار سمجھتا تھا۔ جسے مسلمانوں کے امیر المومنین سرحدوں کی حفاظت پر مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہ کوئی عام سالار نہیں۔ جس وقت وہ حملہ آور ہوا تو لگا تھا جیسے سمندر میں دور تک بجھی ریت کی پیاس بھڑک اٹھی ہو یا زیتون کی شاخ سے بجلیاں نا شروع ہو گئی ہوں۔ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے اس نے محدودیت کے لمحوں کو بے کراں توں میں تبدیل کر دیا تھا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی بے عزتی نہیں سمجھتا کہ اس حملہ آور ہونے کا انداز اہل جفا کے عتاب' ستم کوشوں کے عذاب سے بھی بدتر تھا۔ وہ اسی جوش' ولولے' اسی بے خوفی سے حملہ آور ہوا جیسے دھرتی کے سب ارپن درپن وہ جیون جوگ کے دں کی گرد میں اڑا کے رکھ دے گا۔ وہ میری سوچوں سے کہیں زیادہ بربریت کا پیکر' میرے زوں سے کہیں بڑھ کر فنا کا نقیب اور میرے فیصلوں سے کہیں زیادہ تشدد کا بدترین موسم بن کر ہم ٹ پڑا۔

طولک ایک بات یاد رکھنا زمانے کے ست رنگے مناظر کے پس پردہ کوئی بھی بات ناممکن ما۔ دکھتے سورج تلے زمین کے سینے پر رینگتے مخفی راستوں پر کوئی بھی کام ایسا نہیں جو نہ ہو سکے۔ اس کو شکست دینا اس کو اپنے سامنے زیر کرنا اس کی گردن کاٹ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے ا کرنا میں اپنے ضمیر کی ضد بنا لوں گا۔ ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ میں اس کی حالت ہو نکتے نوں میں برگ و بار کی حسرت کم فہم راستوں کی تھکن اور اپنی آگ میں جلتے شراروں جیسی بنا

کے رکھوں گا- اس روز اس کی گردن ہوگی اور میری تلوار کا پھل-

اس کے بعد فرزدن رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

طولک یہاں کچھ دیر قیام کر کے جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال جائے گی پھر انگورہ کا رخ کریں گے وہاں قیام کر کے مزید لشکر جمع کرنا شروع کر دیں گے۔ ا طاقت اور قوت میں اضافہ کریں گے- میں اپنی اس شکست کی اطلاع نوفل بن میخائیل کو نہیں ک اپنے سارے مخبروں کو سمجھا دینا کہ یہ خبر قسطنطنیہ نہیں پہنچنی چاہئے- اس وقت مختلف شہروں ہمارے خاصے بڑے لشکر ہیں- پہلا شہر افیون اور دوسرا ازمیر- انگورہ پہنچ کر میں تیز رفتار قاص شہروں کی طرف بھجواؤں گا اور وہاں کے سالاروں کے نام حکم جاری کروں گا کہ وہ اپنے لشکروں کو لے کر انگورہ کے نواح میں ہمارے پاس پہنچ جائیں- ان کی آمد تک ہم بھی اپنے لش پہلے جیسی حالت استوار کر لیں گے- نئے لشکری بھرتی کریں گے اور اپنے لشکر کی تعداد بڑھا گے- پھر وہ دو لشکر جو افیون اور ازمیر شہر سے آئیں گے ان کے سالار بھی ان کے ساتھ ہوں گے طرح ہمارے لشکر کی تعداد پہلے سے دوگنی ہو جائے گی- اور ہمارے ساتھ دو عمدہ سالار بھی مل جا گے- اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم چاروں مل کر پہلے سے دوگنا لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے دونوں سالاروں ان کے لشکریوں کو کھنگال کر رکھ دیں گے-

اتنا کہنے کے بعد فرزدن رکا پھر طولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

آؤ اب اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کریں- اس کے ساتھ ہی وہ لش میں گھس گئے تھے- وہاں قیام کر کے انہوں نے زخمیوں کی دیکھ بھال کی' لشکریوں کے کھا اہتمام کیا- اس کے بعد دونوں اپنے لشکر کو لے کر انگورہ کا رخ کر رہے تھے-

رومنوں کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل اپنے قصر کے ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چوبدار نے ایکا سیہ کو اس کے سامنے پیش کیا- ایکا سیہ گردن جھکائے چپ چاپ اس کے سامنے جب آ کھڑی ہوئی نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا- پھر غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ایکا سیہ کو مخاطب کیا-

تم نے یہاں سے نکل کر اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں میں سامرہ شہر میں مسلمانوں کے پاس جا کے پناہ لے لی لیکن تو نے ہماری دراز دستی بھی دیکھی کہ ہم نے تجھے سامرہ سے بھی نکال کر یہاں اپنے سامنے پیش ہونے پر مجبور کر دیا ہے- جو حرکت تو نے کی ہے اسے ہم اپنے خلاف بغاوت سمجھتے ہیں- ہم نے تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہا تم سے شادی کرنا چاہی اور تم نے ہمارے صرف ایک جملے کو ناپسند کرتے ہوئے ماورائے نظر ہماری محبت کے بھید نگاہوں سے اوجھل' ہماری سچائی کو ٹھکرایا روشنی کی ان گنت کرنوں جیسی ہماری چاہت پر لات مار کر تم یہاں سے نکل کر سامرہ کی طرف بھاگ گئی- اگر تم مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرنے کے بعد انکار کے زعم پر ہی یہاں قسطنطنیہ میں پڑی رہتی سامرہ نہ جاتی تو ہم کسی روئے گل کے اجلے پن کی خوشبو کی طرح تمہاری قدر کرتے-

تم نے ہمارے تاب خود نمائی ہماری فکر کے معتبر ہونے ہمارے شہر کی تیرگی آشام ضیاء کو دھوکہ اور فریب دے کر ہمارے دشمنوں میں جا کر پناہ لینے کی کوشش کی- تم نے قسطنطنیہ چھوڑ کر مسلمانوں کے پاس پناہ لینے کی کیوں کوشش کی-

جواب میں ایکا سیہ نے اپنی گردن آہستہ آہستہ سیدھی کی پھر نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

اے بادشاہ! جہاں میرے لئے لب زہر اگلتے تھے۔ جہاں میرے لئے خود پرستی کے اژد
سینے حسد کے نگار خانے تھے۔ جہاں میرے لئے تاریکی میں آگ کی کرچیاں چاروں طرف با
کی طرح برستی تھیں وہاں میں رہ کے کیا کرتی۔ قسطنطنیہ سے نکل کر میں جس ماحول میں گئی وہ
میرے لئے تازہ ماحول کی آب وتاب، روح کی تسکین کا نشہ، علم وہنر کی سرشاری تھی۔ وہاں دل
جراحتوں کا مرہم تھا۔ ننھی فاختاؤں کو خون میں تر بتر کرنے والے روگ نہ تھے۔ وہاں ساق وکر
خم کو راحت کا گلوبند بنا کر حرص کے گھوڑے پر سوار ہونے والے نہ تھے۔ وہاں میرا پالا ایسے لوگ
سے پڑا جو فکر کو شرک سے رہائی دینے والے تھے۔ جو جذبہ جسم وجان کے محافظ اور اوصاف کو حرز
بنا کر درس پارسائی دینے والے ہیں۔

اے بادشاہ! اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں یہ کہتے ہوئے بھی خوف اور ڈر محسوس نہیں
کہ گو مجھے زبردستی یہاں لایا گیا ہے لیکن میں یہاں آنے کے بعد محسوس کرتی ہوں جیسے مجھے
خوابوں کی تابندہ چادر سے نکال کر اندھیرے خیالات کے بے کراں راستوں پر لا کھڑا کیا گیا۔

جب تک ایکاسیہ بولتی رہی۔ خاموش رہ کر نوفل بن میخائیل اس کی بات سنتا رہا تاہم اس
چہرے کے بدلتے آثار بتا رہے تھے کہ وہ ایکاسیہ کی گفتگو کو ناپسند کر رہا ہے۔ ایکاسیہ جب خا
ہوئی تب اس نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے پھر ایکاسیہ کو مخاطب کیا۔

جو لوگ تمہیں مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ سے اٹھا کر لائے ہیں انہوں نے میرے
دار پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ تم سامرہ میں کسی کو پسند کرنے لگی تھی۔ کہو! کون ہے وہ جس پر تم
اپنی محبت اپنی چاہت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔

اے بادشاہ! جسے میں نے چاہا ہے جس وقت مجھے اغوا کیا جا رہا تھا اگر وہ وہاں موجود ہو
رینگتے زمانوں کے دل میں آگ کا پیراہن بن کر بھی میری حفاظت کا سامان کرتا۔ سرد لہجوں کی
بہ تہہ برف میں تلخ سچائیوں کی حرارت بن کر خاموشی کے اداس آنگنوں سے نکال کر مجھے زیست
خوش نما ساحلوں پر لا کھڑا کرتا۔

ایکاسیہ جب خاموش ہوئی تب نوفل بن میخائیل نے پہلے سے بھی زیادہ بیزاری کے
میں اسے مخاطب کیا۔

اس شخص کا نام کہو جسے تم نے سامرہ جا کر اپنی محبت اور چاہت کا مرکز بنا لیا۔

ایکاسیہ نے بغیر کسی خوف اور ڈر کے کہنا شروع کیا۔

فی الحال میں اس کا نام نہیں کہوں گی۔ وقت آنے پر اگر حالات نے مجھے اجازت دی تو میں
ے کے نام کا انکشاف ضرور کروں گی۔

نوفل بن میخائیل کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے ایکاسیہ کو دوبارہ مخاطب
یا۔

اگر تم چاہو تو میں اب بھی تمہیں اپنے حرم میں داخل کرنے کے لئے تیار ہوں اور تمہاری
یثیت میری پہلی بیوی تھیوڈورا سے کسی بھی صورت کم نہ ہوگی۔ تم دونوں کو ایک جیسی اہمیت دوں
۔ بولو میری اس پیشکش کے جواب میں تم کیا کہتی ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔

مجھے اس بات کا دکھ اور افسوس ہے کہ گذشتہ شب تمہیں میرے آدمی سورج غروب ہونے
ے کافی دیر بعد لے کر قسطنطنیہ میں داخل ہوئے لہٰذا تمہیں رات مقابلے کے میدانوں کے ایک
رے میں گزارنا پڑی اب بولو تم کیا کہتی ہو اگر تم میری پیشکش سے انکار کرتی ہو تو واپس تمہیں
ابلے کے میدان کے اسی کمرے میں بھیج دیا جائے گا اور اگر تم میری پیشکش کو قبول کرتی ہو میرے
م میں داخل ہونا پسند کرتی ہو تو پھر آج سے میری نگاہوں میں تھیوڈورا کی طرح تم بھی اس قصر کی
لکہ ہوگی۔

ایکاسیہ کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ دیر سوچتی رہی پھر نوفل بن میخائیل کو
طب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

اے بادشاہ! اب جبکہ میں پہلے ہی کسی کو اپنے من میں بسا چکی ہوں۔ کوئی پہلے ہی میرے
ے کے دروازوں پر محبت کی دستک دے چکا ہے اور اس کی محبت کا جواب میں محبت سے دے چکی
ں کسی کو میں پہلے ہی اپنے ذہن کی فصیلوں کے اندر محصور کر کے دل کے دروازے بند کر چکی
ں۔ اب میں کسی اور کو اپنے دل میں جگہ کیوں دوں گی۔

ایکاسیہ رکی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

یہاں میں یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ جسے میں نے چاہا ہے وہ میرے خیال واحساس میں

اپنائیت کے جذبوں کا عروج' میرے دل و جان کے دریچوں میں میرے لئے پھولوں پر بر میرے لئے وہ سحر کی کرنوں پر جگنوؤں کے دلوں اور خواہشوں کی ٹہنیوں پر نئی بہاروں کے گیتوں بھی اعلیٰ وارفع ہے۔ جس طرح زمین کی سبز آنکھوں میں زمرد کھیتوں کا منظر اسے اور دلکش ہے اسی طرح اس کی محبت نے میری روح کی تازگی میں اضافہ کر دیا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس میری زندگی کی دہلیز پر محبت کی دستک دی ہے۔ اب وہی دکھ کے کوہساروں میں میرے لئے جام بقا' میری گرم سانسوں کی خوشبو اور میرے دل کی فصیل پر خوشیوں کا دروازہ ہے۔

ایکاسیہ کی اس گفتگو کو نوفل بن میخائیل نے انتہا درجہ کا ناپسند کیا' کہنے لگا۔

تو گویا تم میری اس پیشکش کو قبول نہیں کرتی۔ مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہو۔

ایکاسیہ نے بڑے پرسکون انداز میں جواب دینا شروع کیا۔

اے بادشاہ! آپ سے شادی کرنے سے تو میں پہلے ہی انکار کر چکی ہوں۔ آپ پیشکش کا میں پہلے بھی نفی میں جواب دے چکی ہوں اور اس منفی جواب کے ردعمل سے بچنے ہی تو میں قسطنطنیہ سے سامرہ کی طرف چلی گئی تھی۔

نوفل بن میخائیل نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ خشک اور خونخوار لہجے میں کہنا شروع کیا

میری پیشکش سے انکار کر کے تم اپنی روح کو جھلسا دینے والی ناآسودگیوں اور عمر کے راستوں پر ڈال رہی ہو۔ میرے حرم میں داخل ہونے سے انکار کر کے تم اپنے آپ کو حقارت ڈوبے ماحول کا ہم نوا بنا رہی ہو۔ مجھ سے شادی کرنے سے انکار پر تیری زندگی کے مرمریں میں زہر' تیری رگ رگ کے پل پل میں ایسا اندھیرا پھیلا دیا جائے گا کہ تیری حالت دیمک لکڑی کے بوسیدہ تختوں سے بھی ابتر ہو کے رہ جائے گی۔

نوفل بن میخائیل جب خاموش ہوا تب ایکاسیہ پھر بول پڑی۔

اے بادشاہ! تمہیں مجھے ڈرانے دھمکانے سے کچھ نہیں ملے گا میں جس ماحول سے نکل آئی ہوں وہاں لوگ موت سے نہیں ڈرتے مجھے وہاں جو درس دیا گیا ہے وہ یہ کہ موت کا ا معین ہے اور اسے ہر صورت میں آنا ہے اے بادشاہ اگر میری موت تیرے ہاتھوں لکھی موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر میرے مقدر میں میرے خداوند نے تیرے ہاتھوں سے لکھ رکھا ہے تو پھر تو کیسا بھی زور لگا لے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بہر حال میں تمہ

پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہوں میں تم سے نہ شادی کر سکتی ہوں نہ تمہارے حرم میں داخل ہوں گی اس لئے کہ میں اپنی ذات اپنی جان اور اپنے دل اپنے جسم کی ہر شئے کو کسی اور کے لئے وقف کر چکی ہوں۔

کچھ دیر خاموش رہ کر میخائیل سوچتا رہا اور اس بار وہ پہلے کی نسبت ذرا نرم لہجے میں ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تمہیں کچھ دن سوچ بچار کرنے اور پھر جواب دینے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔ فی الحال میں تمہیں مقابلے کے میدان کے اسی کمرے کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں تم نے گذشتہ شب بسر کی۔ اگر تم برابر میری پیشکش کا جواب انکار میں دیتی رہی تو تمہاری زندگی کے باقی دن وہیں گزر جائیں گے اور اگر تم نے میری پیشکش کو قبول کر لیا تو تمہیں مقابلے کے اس میدان سے نکال کر قصر میں منتقل کر دیا جائے گا اور تمہاری حیثیت قصر کی مالکہ کی سی ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی آواز دے کر نوفل بن میخائیل نے اپنے چوبدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ جہاں سے وہ ایکاسیہ کو لے کر آیا ہے وہیں لے جائے اس پر چند مسلح جوانوں کے ساتھ نوفل بن میخائیل کا چوب دار ایکاسیہ کو وہاں سے لے گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد نوفل بن میخائیل کا وہی چوب دار ایک بار پھر اس کمرے میں داخل ہوا جس میں نوفل بن میخائیل اکیلا بیٹھا سر جھکائے گہری سوچوں میں غرق تھا۔ چوب دار کے آنے پر وہ چونکا' سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

اب کیا معاملہ ہو گیا؟

چوب دار کمرے میں داخل ہونے کے بعد پہلے ہی نوفل بن میخائیل کو جھک کر تعظیم دے چکا تھا تاہم ایک بار پھر وہ تعظیم کی خاطر جھکا اور اس کے بعد بڑا مؤدب ہو کر وہ نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

آقا! دو شخص آپ سے ایکاسیہ کے سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں وہ ایکاسیہ کے قریبی عزیز ہیں آپ سے مل کر وہ کوئی معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان دونوں کو آپ کے پاس لاؤں۔

نوفل بن میخائیل کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی - شاید اسے اپنے چوب دار کی اس گفتگو سے امید کی روشنی دکھائی دی تھی - فوراً بول پڑا کہنے لگا -

جن دو اشخاص کا تم ذکر کر رہے ہو انہیں فوراً میرے پاس لے کر آؤ اور تم بھی ان کے ساتھ آؤ

چوب دار باہر نکل گیا - تھوڑی دیر بعد وہ جن دو اشخاص کو اپنے ساتھ لے کر آیا - ان میں سے ایک طورون نام کا یہودی ملاح تھا جس نے قسطنطنیہ سے ایکاسیہ کو نکالنے اور ایتاخ کے ساتھ روانہ کرنے میں مدد کی تھی اور دوسرا تورک نام کا وہ جوان تھا جس سے ایکاسیہ کا نکاح ہو چکا تھا -

چوب دار نے دونوں کو لا کر نوفل بن میخائیل کے سامنے کھڑا کر دیا - کچھ دیر تک نوفل بن میخائیل انہیں بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا -

میرے چوب دار نے مجھے بتایا ہے کہ تم دونوں ایکاسیہ کے عزیز و اقارب میں سے ہو اپنے اپنے نام کہو -

اس پر طورون بولا کہنے لگا -

بادشاہ! میرا نام طورون ہے - میرے ساتھ جو نوجوان کھڑا ہے اس کا نام تورک ہے - دونوں واقعی اس کے رشتے داروں میں سے ہیں - طورون نے نوفل بن میخائیل پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ ایکاسیہ کا تورک سے نکاح ہو چکا تھا -

طورون جب خاموش ہوا تو نوفل پھر بول پڑا -

اب تم کس سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو -

اس پر گفتگو کا آغاز طورون نے کیا کہنے لگا -

مالک! جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ ہم ایکاسیہ کے رشتے داروں اور عزیزوں میں سے ہیں - چاہتے کہ وہ تکلیف اور اذیت میں رہے اگر آپ ہمیں اس سے ملنے کی اجازت دے دیں تو امید ہے کہ ہم اسے اس بات پر آمادہ کر لیں گے کہ وہ آپ کے حرم میں داخل ہونے پر رضامندی ظاہر کر دے -

نوفل بن میخائیل کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا -

اگر تم دونوں مل کے یہ کام کر دکھاؤ تو میں تمہیں ایسا نوازوں گا - جس کی تم توقع تک رکھتے ہو -

نوفل بن میخائیل شاید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طورون بول پڑا -

مالک! ہماری ایک اور استدعا بھی ہے - ہو سکتا ہے ایک ملاقات میں ہم اسے آمادہ نہ کر سکیں - اسے اپنے سانچے میں نہ ڈھال سکیں اس لئے آپ یہ حکم جاری کریں کہ ہم اسے گاہے بگاہے مل سکتے ہیں - مجھے امید ہے کہ چند ملاقاتوں میں ہم اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے -

طورون کی گفتگو سے نوفل بن میخائیل کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا - تھوڑی دیر پہلے جہاں اس کے چہرے پر ویرانی اور افسردگی تھی وہاں اب اطمینان کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی تھی - اس نے کچھ سوچا پھر اپنے چوب دار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا -

ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ - ان دونوں کا تعارف ان محافظوں سے کرا دو جو مقابلے کے میدان کے اس کمرے کی حفاظت پر مامور ہیں جس کے اندر ایکاسیہ کو رکھا گیا ہے - ان محافظوں پر یہ بھی واضح کر دو کہ یہ دونوں جس وقت اور جب چاہیں ایکاسیہ سے مل سکتے ہیں اس کے کمرے میں جا کر جتنی دیر چاہیں اس سے بات کر سکتے ہیں اب تم ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ -

نوفل کا یہ جواب سن کر طورون اور تورک دونوں کافی مطمئن دکھائی دے رہے تھے - چوب دار کے ساتھ وہ چپ چاپ قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے -

چوب دار ان کو مقابلے کے میدان میں لایا - اس کمرے کے سامنے آیا جس میں ایکاسیہ کو رکھا گیا تھا - وہاں ایک مسلح شخص پہرہ دے رہا تھا - چوب دار اس کے پاس رکا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا -

اپنے سارے ساتھیوں کو بلا کے لاؤ جو ایکاسیہ کی حفاظت پر مامور ہیں - اس پر وہ مسلح جوان پیچھے ہٹا ایک دوسرے کمرے کی طرف گیا - تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ چند اور جوان بھی آئے جب وہ چوب دار کے سامنے آئے تو چوب دار انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا -

یہ جو میرے ساتھ دو اشخاص ہیں ان میں سے ایک کا نام طورون دوسرے کا نام تورک ہے یہ ایکاسیہ کے قریبی عزیز ہیں یہ شہنشاہ سے بات کر کے آ رہے ہیں ان کے لئے شہنشاہ نے یہ احکامات جاری کئے ہیں کہ یہ جب اور جس وقت چاہیں - ایکاسیہ سے ملاقات کر سکتے ہیں - کمرے کا دروازہ

کھول کر جس وقت یہ چاہیں تم ان کی ملاقات ایکاسیہ سے کرانے کے پابند ہو گے۔

اب دروازہ کھولو تا کہ یہ دونوں اس سے بات کریں۔

اس پر جو جوان پہرہ دے رہا تھا۔ اپنے لباس کے اندر سے اس نے چابیوں کا گچھا نکالا قفل کھولا' لوہے کا دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ کھلا تھا۔ چوب دار نے ان دونوں کو اندر جانے کے لئے کہا خود وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ مسلح جوان جو وہاں پہلے سے پہرہ دے رہا تھا وہ باہر ہی کھڑا رہا۔ اس کے باقی دونوں ساتھی اسی کمرے کی طرف چلے گئے جہاں سے نکل کر وہ آئے تھے۔

دونوں آگے بڑھ کر جب ایکاسیہ کے قریب گئے تب ایکاسیہ نے تورک کی طرف تو بالکل نہ دیکھا۔ ایک بے بسی کی نگاہ اس نے طورون پر ڈالی۔ طورون اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ تورک نے ایکاسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے پہل کر لی۔

ایکاسیہ یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے کیا اپنی حفاظت کا وہاں کوئی سامان نہیں کیا تھا۔ کہ یہ لوگ اس قدر آسانی سے تمہیں اٹھا کر یہاں لے آئے۔ اور پھر میرے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا ہے میں تمہارا شوہر ہوں۔ تم نے مجھے وہاں بلا لیا ہوتا ہم دونوں وہاں پرسکون زندگی بسر کرتے میں تمہاری حفاظت بھی کرتا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو کم از کم یہ لوگ تمہیں اٹھا کر یہاں لانے میں تو کامیاب نہ ہوتے۔

تورک لمحہ بھر کے لئے رکا۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے ایکاسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تورک نے جب پھر ایکاسیہ کو خاموش دیکھا تو بے تکلف سا ہو کر جب اس نے ایکاسیہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے جھنجھوڑنا چاہا تو ایکاسیہ تڑپ کر ایک طرف ہو گئی۔ اور تورک کا ہاتھ اس نے ایک طرف کر دیا تھا۔ اس کی اس حرکت سے تورک چونک سا پڑا تھا۔ حیران اور پریشان رہ گیا تھا اس موقع پر طورون نے دخل اندازی کی اور بات کا رخ بدلا۔

ایکاسیہ میری بیٹی! شہنشاہ کے چوب دار نے راستے میں ہمیں بتایا ہے کہ سامرہ میں تم کسی جوان سے محبت کرنے لگی تھی۔ اور یہ کہ تم نے شہنشاہ کے حرم میں داخل ہونے سے اس بنا پر انکار کر دیا ہے کہ تم شہنشاہ پر سامرہ کے اس نوجوان کو ترجیح دے رہی ہو۔ جس سے تم نے محبت کی ابتدا کی ہے؟ بیٹی ہم تمہارے خیر خواہ ہیں پر یہ بھی تو سوچو کہ تورک سے تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ قانوناً تم اس کی

وی ہو اس کے ہوتے ہوئے تم کسی اور سے کیسے محبت کر سکتی ہو۔ کیسے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا سکتی ہو۔

ایک گہری نگاہ ایکاسیہ نے طورون پر ڈالی پھر دھیمے سے لہجے میں وہ بول اٹھی۔

اب تورک سے میرا کوئی تعلق' میرا کوئی رشتہ نہیں ہے یہ میرے لئے میں اس کے لئے اجنبی ں۔

تورک کو شاید ایکاسیہ کی طرف سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ نھوں کے اندر ناپسندیدگی کی لہریں جوش مار گئی تھیں۔ کچھ دیر خاموش رہ کر وہ اپنے آپ پر قابو نا رہا پھر کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ایکاسیہ کو مخاطب کیا۔

ایکاسیہ! یہ تم کس تم کی گفتگو کر رہی ہو؟ میرا تمہارا تعلق' میرا تمہارا رشتہ کیسے اور کس طرح ختم سکتا ہے۔ تم میرے نکاح میں ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری رخصتی نہیں ہوئی۔ اور ہم دونوں اں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہے لیکن قانوناً میں تمہارا شوہر' تم میری بیوی ہو۔

ایکاسیہ نے گھورنے اور کھا جانے والے انداز میں تورک کی طرف دیکھا پھر دھمکی آمیز لہجے ں کہنے لگی۔

کیا تم مجھ سے اپنے اس رشتے کا اظہار نوفل بن میخائیل کے سامنے کر سکتے ہو کیا اسے بتا تے ہو کہ میں قانوناً تمہاری بیوی ہوں۔ تمہارا مجھ سے نکاح ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ تم اس سے یہ بھی کہو کہ وہ مجھے اپنے حرم میں داخل نہ کرے اس لئے کہ میں تمہاری بیوی ہوں کیا نوفل بن میخائیل کے امنے تم ایسے الفاظ کہنے کی جرات اور ہمت رکھتے ہو۔

تورک کا چہرہ لمحہ بھر کے لئے پیلا پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں خوف و ہراس کی پرچھائیاں بکھر گئی ں۔ کپکپاتے ہوئے کہنے لگا۔

میں ایسا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ اگر میں نوفل سے یہ کہہ دوں کہ تم میری بیوی ہو اور وہ تمہیں اپنے م میں داخل نہ کرے تو وہ میری گردن کٹوا دے گا۔

ایکاسیہ نے پھر پہلے سے بھی زیادہ خوفناک انداز میں تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا روع کیا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں تم جیسے بزدل شخص کو اپنا شوہر کیوں تسلیم کروں۔

تورک خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر طورون نے ایکاسیہ کو مخاطب کیا۔

میری بیٹی! کیا یہ درست ہے کہ تم سامرہ شہر میں کسی سے محبت کرنے لگی ہو۔ اور یہ کہ کیا تم اُس کا نام بتانا پسند کرو گی جسے تم نے چاہا ہے، جس سے تم نے محبت کی ہے اور جسے تم اپنی زندگی کا ساتھی کر اسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔

ایکاسیہ کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی۔ طورون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

یہ درست ہے کہ وہاں میں نے ایک نوجوان سے محبت کی ہے۔ اور میں اب بھی اسے چاہتی ہوں۔ اس سے بے پناہ محبت کرتی ہوں لیکن فی الوقت میں اس کا نام نہیں بتاؤں گی۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ پہلا نوجوان ہے۔ جس پر میں نے اپنی محبت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔ اب وہی میرا خواب میں اس کی تعبیر، وہ میرا پھول، میں اس کی شبنم ہوں۔ وہ میری آرزو، میں اس کی امید، وہ میرا بادل، میں اس کی برسات اب ہم دونوں کا آپس میں رشتہ ایسے ہی ہے جیسے حسرت اور تمنا جیسے چاند اور جوار جیسے زمزمہ اور سُر آوارہ وطن سنگین راتوں میں وہی اب میرے قہقہوں کی جلترنگ، میرے حروف ارقام کا وہی نیا اسلوب، میری زندگی کے دشت میرے کارگہ زیست میں اب وہی میرے شعور کی ہے۔ طورون میرے محترم! اس سے ملاقات سے پہلے لگتا ہے میں اندھیروں اور ویرانوں میں بھٹک رہی ہوں۔ اس سے ملنے کے بعد احساس ہوا کہ وہی میری نواؤں کا شہر اور میں اس کی مقدس امانت ہوں۔ وہ وہی ہے جسے میں وفا لہروں کی یادوں اور دل کے آسمان پر ستاروں کی ہنسی میں دیکھا کرتی تھی۔ اب وہی میری صداقتوں اور سطوتوں کا چمن، میری دیانتوں اور امانتوں کا دامن، میری سچائی اور شرافتوں کا ثمن ہے۔ وہی میری محبت کا اسم اعظم ہے جسے میں نے چاہا ہے، جس پر میں نے محبت پھول نچھاور کئے ہیں۔ میرے محترم وہی اب میرے دل کی دھڑکنوں کی سرگوشی، میرے لئے منزل اور نئی روشنی، میری زندگی کے افق پر آنسوؤں کی پونجی میں آخری امید ہے۔ اس کی سلامتی اب میری زندگی کا مقصد ہے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ازل سے میرے دل میں بس رہا تھا۔ اور میں صرف اسی لئے پیدا ہوئی تھی۔ جس جوان کو میں نے چاہا ہے۔ محترم طورون وہ وہی ہے جسے میں آسمان ستاروں میں دیکھا کرتی تھی۔ میں اس کی خوشیوں، اس کی تکلیفوں کی حصہ دار ہوں۔

ایکاسیہ جب رکی تو اسے مخاطب کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

بیٹی! جو کچھ تو نے کہا ہے یہ تیرے اپنے خیالات تیرے اپنے اندازے ہیں مگر یہ تو

ک کا کیا بنے گا اس کے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا تھا۔ ٹھیک ہے رخصتی نہیں ہوئی تھی لیکن قانوناً تم کی بیوی تو ہو۔

ایک بے زاری نگاہ ایکاسیہ نے تورک پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

تورک سے میرا نکاح ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے احتیاط کے طور پر کیا گیا تھا۔ یں نے اپنی زندگی میں کبھی اسے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا۔ زندگی کے کسی بھی چوراہے پر نہ میں اسے اپنی منزل نہ امید کی روشنی سمجھا نہ ہی اپنے خیالوں اپنے جذبات میں اسے میں نے اپنی ت کی کسی کشتی کا ناخدا جانا۔

ایکاسیہ جب دوبارہ خاموش ہوئی۔ تو طورون نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

بیٹی! تم کس سے محبت کرتی ہو کس سے نفرت کرتی ہو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے اور ایسا کرنے کا یں حق حاصل ہے۔ لیکن بیٹی تم نے اس نوجوان کا نام نہیں بتایا۔ جس سے تم نے زندگی میں پہلی بت کی ہے۔ جسے تم نے چاہا ہے۔

ایکاسیہ نے غور سے طورون کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

کبھی وقت آیا تو اس م میں تم سے ضرور کہوں گی۔

طورون نے کچھ دیر فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنا شروع کیا۔

بیٹی! وقت آیا ہوا ہے۔ کیا تم نوفل بن میخائیل کے حرم میں داخل ہونا پسند کرو گی۔

ایکاسیہ نے کھا جانے والے انداز میں طورون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

ہرگز نہیں۔

اگر تم اس کے حرم میں داخل نہیں ہو گی تو یاد رکھنا وہ تمہیں یہیں بند کر کے رکھے گا اور کیا تم ی عمر مقابلے کے میدان کے اس کمرے میں گزار دینا چاہتی ہو۔ جسے تم پسند کرتی ہو جسے تم کرتی ہو اس کا نام تو ہمیں بتاؤ تا کہ ہم دونوں اس کے پاس جائیں۔ اسے کہیں کہ تمہیں یوں اُسے اٹھا کر قسطنطنیہ میں لایا گیا ہے تا کہ اسے پتہ ہو کہ تم کہاں ہو اور وہ تمہاری رہائی کا سامان سکے۔

ایکاسیہ نے کچھ سوچا پھر ہلکا سا تبسم اس کے ہونٹوں پر، مدھم سی چمک اس کی آنکھوں میں پیدا

ہوئی-طورون کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی-

طورون میرے محترم جس سے میں نے محبت کی ہے اس کا نام ایتاخ ہے وہی جو مجھے قسطنط
سے نکال کر میری ماں کے ساتھ مجھے سامرہ کی طرف لے گیا تھا-

ایکاسیہ کے خاموش ہو جانے پر تورک نے اسے مخاطب کیا-

ایکاسیہ کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ زندگی بسر نہیں ک
گی-اور یہ کہ اسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ گی جس کا تم نے ابھی نام لیا ہے اور جس سے تم نے مح
کی ابتدا کی ہے-

ایکاسیہ نے بے روک آندھی کی طرح تورک کو جواب دینا شروع کیا-

تورک یوں جانو میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ تھا نہ ہے-یوں جانو ہم دونوں اج
ہیں اور پہلی بار مل رہے ہیں-جہاں تک نوفل بن میخائیل کا تعلق ہے تو اس کے حرم میں داخل ہو
کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی-جہاں تک اس جوان کا تعلق ہے جس پر میں نے اپنی مح
کے پھول نچھاور کئے ہیں تو اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے اس کی زندگی کا ساتھی بننے کے
میں اپنے جسم کے خون کی آخری بوند تک کوشش کرتی رہوں گی-

تورک اٹھ کھڑا ہوا-طورون کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا دونوں اس کمرے سے باہر آئے ان
باہر نکلنے پر باہر کھڑے مسلح جوان نے لوہے کے دروازے کو قفل لگا دیا تھا-طورون اور تورک دو
آگے بڑھے چند قدم آگے جا کر تورک نے طورون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

طورون اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم راتوں رات امیر ہو سکتے ہیں اور اپنی باقی زندگی کے دن
وآرام سے گذار سکتے ہیں-طورون نے چونکنے کے انداز میں تورک کی طرف دیکھا اور پھر پوچھ
ہم دونوں کیسے امیر ہو سکتے ہیں تفصیل بتاؤ پھر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا-

تورک کے چہرے پر سفاکانہ، مجرمانہ اور منافقانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر طورون کو مخا
کرتے ہوئے کہنے لگا-

طورون تو جانتا ہے نوفل بن میخائیل نے ایتاخ کو قتل کرنے والے کے لئے سو سرخ او
کی قیمت کا انعام رکھا ہوا ہے-اس سے پہلے ایک انفرادی مقابلے میں قسطنطنیہ کے ایک تیغ زن
جس کا زرمان تھا-یہ انعام حاصل کرنے کے لئے ایتاخ سے مقابلہ کیا تھا-اس مقابلے میں ز

ی بدقسمتی ایتاخ نے اسی کا سر قلم کر دیا-پر یہ انعام کوئی دوسرا لے یا نہ لے ہم بڑی آسانی سے
اصل کر سکتے ہیں-

میری بات غور سے سننا-میں یا تم یا دونوں لائحہ عمل طے کر کے مسلمانوں کے مرکزی شہر
امرہ کی طرف جائیں وہاں ایتاخ سے کہیں کہ کس طرح ایکاسیہ کو اغوا کر کے قسطنطنیہ کے مقابلے
میدان کے ایک کمرے میں اسیر کر دیا گیا ہے-اسے یہ یقین دلائیں کہ وہ ہمارے ساتھ چلے ہم
ی مدد کریں گے اور وہ ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر سامرہ لے جائے-

اس کی طرف جانے سے پہلے نوفل بن میخائیل سے بات کر لیں گے کہ ایکاسیہ اس حرم میں
ل نہیں ہونا چاہتی-اس پر یہ بھی انکشاف کریں گے کہ ایکاسیہ اسی نوجوان مسلمان کو پسند کرتی
-جس کے سر کی رقم اس نے سو سرخ اونٹوں کی قیمت رکھی ہے-میں اسے یقین دلانے کی کوشش
وں گا کہ میں سامرہ جاؤں گا وہاں سے ایتاخ کو بلا کے لاؤں گا کہ وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ کی اسیری
نجات دلائے جب وہ یہاں پہنچے تو نوفل بن میخائیل اسے گرفتار کرے اور اس کی گرفتاری کے
و سرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام ہمارے حوالے کر دے-وہ انعام ہم دونوں آدھا آدھا کر لیں
-اب بولو تمہارا کیا خیال ہے-

طورون نے کچھ سوچا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

تورک خیال تو بہت اچھا اور عمدہ ہے-پر ڈرتا ہوں کہ کہیں انعام کے لالچ میں ہم دونوں
ے ہی نہ جائیں-ویسے جو ترکیب تم نے کہی ہے اس سے ہم راتوں رات امیر تو ضرور ہو سکتے
لیکن------

تورک نے خفگی اور بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

یہ بیچ میں لیکن کہاں سے آن گھسا-بس فیصلہ ہو گیا کہ ہم یہ انعام ضرور حاصل کریں گے-تم
ارہ کر ایکاسیہ سے ملتے رہنا-اسے تسلی دیتے رہنا-میں اکیلا مسلمانوں کے شہر سامرہ کی طرف
ں گا اور ہر صورت میں ایتاخ کو اپنے ساتھ یہاں لے کے آؤں گا-جب ایک بار وہ یہاں پہنچ
و ہم دونوں انعام کے حقدار ہو جائیں گے-

طورون لمحہ بھر کے لئے مسکرایا اس نے تورک کی تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں مطمئن انداز

میں اپنے اپنے گھروں کی طرف جا رہے تھے۔

ادھر طورون اور تورک دونوں کو مقابلے کے میدان میں ایکاسیہ کے کمرے میں چھوڑنے کے بعد نوفل بن میخائیل کا چوب دار پھر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں نوفل بن میخائیل اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے جا کر اسے تعظیم دی اور کہنے لگا۔

مالک میں ان دونوں کو ایکاسیہ کے کمرے میں چھوڑ کے آیا ہوں۔ وہ اس سے گفتگو کر ہیں اب دیکھیں اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

نوفل بن میخائیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

تمہارے بعد میں نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ دو اشخاص کے نام تم نے طورون اور تورک بتائے ہیں۔ اور جو ایکاسیہ کے قریبی عزیز ہیں۔ انہیں میں صرف دن کی مہلت دیتا ہوں۔ تین دن کے اندر اندر اگر یہ ایکاسیہ کو اس بات پر راضی کرنے میں کام ہو گئے کہ وہ میرے حرم میں داخل ہونے کی حامی بھرے تب میں ان دونوں کو انعام سے نوازوں گا۔ اور اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو تین دن بعد ایکاسیہ کو پھر میرے پاس لے اس کے ساتھ مقابلے کے میدان میں جو محافظ ہیں۔ ان کے سالار کو بھی ایکاسیہ کے ساتھ آنا۔ پھر میں ایکاسیہ سے متعلق اپنا آخری حکم جاری کروں گا۔ اگر وہ تین دن تک میرے حرم داخل ہونے پر رضامند ہو گئی تو زندگی بھر اس قصر کے اندر حکومت کرتی رہے گی اور اگر اس کرنے سے انکار کر دیا تو جو سزا میں اس کے لئے تجویز کروں گا وہ اس کے لئے زندگی بھر کی لعنت ملامت کا ایک طوق بن جائے گی۔ اب تم جاؤ اور جا کے آرام کرو۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ چوب وہاں سے نکل گیا تھا۔

تین دن بعد ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت نوفل بن میخائیل پاس اس کی بیوی تھیوڈورا کے علاوہ شابور بیٹھا ہوا تھا۔ وہی شابور جو ایکاسیہ کو سامرہ سے اغوا کے قسطنطنیہ لایا تھا۔ ایکاسیہ جب نوفل بن میخائیل کے سامنے آئی تو اس نے اسے کوئی تعظیم نہ ۔نوفل بن میخائیل کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے

مسلمانوں کے شہر سامرہ سے آنے کے بعد یہ دوسری بار تمہیں میرے سامنے پیش کیا گیا ۔اور دونوں بار تم نے تعظیم نہیں دی۔ لگتا ہے مسلمانوں میں جا کر تم قسطنطنیہ کے سب آداب ھا گئی ہو۔

ایکاسیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس خاموش رہی۔ نوفل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میرے چوب دار نے بتایا ہے کہ تین دن طورون اور تورک کے سمجھانے کے باوجود جو پیش ش میں نے تمہیں کی تھی۔ تم نے اس سے انکار کر دیا ہے۔

بے پروائی سے بغیر کسی خوف اور خطر کے نوفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے ایکاسیہ لی۔

ہاں یہ سچ ہے میں نے انکار کر دیا ہے۔

نوفل بن میخائیل کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا۔ کہنے لگا۔ جو پیشکش میں نے تمہیں پہلے کی تھی میں واپس لیتا ہوں۔ اب میں تمہیں ایک اور رعایت دیتا ہوں۔ اگر اس سے بھی تو نے انکار کیا میں تیرے لئے ایک بہت بڑا فیصلہ کروں گا۔

ایکاسیہ پھر بھی خاموش رہی' کچھ نہ کہا- نوفل نے پھر کہنا شروع کیا-

یہ میرے سامنے میری بیوی تھیوڈورا بیٹھی ہوئی ہے- اگر تم ابھی اسی وقت میرے اور میر
بیوی کے پاؤں میں پڑ کر معافی مانگو' قسطنطنیہ سے بھاگ کر سامرہ کی طرف جانے کی اپنی غلطی کو تسل
کرو' وہاں جا کر تم نے جس جوان سے محبت کی ہے اس محبت کو نفرت میں تبدیل کرو- اس کے ب
میرے اس قصر میں میری اور میری بیوی تھیوڈورا کی لونڈی بن کے رہو- کیا تمہیں یہ پیشکش قبو
ہے-

ایکاسیہ کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا- سخت لہجے میں کہنے لگی-

میں اس پیشکش پر لات مارتی ہوں-

ایکاسیہ کے اس جواب کو تھیوڈورا کے علاوہ نوفل بن میخائیل اور شابور نے بھی بے زاری
انداز میں دیکھا تھا- نوفل بن میخائیل چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا- پھر کہنے لگا-

تم نے ایک اچھی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے- اور آنے والے وقت میں تم میری اس پیشکش کو
کر کے پچھتاؤ گی- اس وقت پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا-

پھر نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ سے نظریں ہٹائیں- اپنے قریب بیٹھے ہوئے شابو
طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

شابور تم مقابلے کے میدان کے محافظ دستے کے سالار بھی ہو تم ہی ایکاسیہ کو سامرہ سے نکال
قسطنطنیہ میں لانے میں کامیاب ہوئے- تمہاری اس کامیابی پر میں تمہیں پہلے ہی مبارکباد دے
ہوں- تمہیں انعام نہیں دیا- اب تمہارا انعام یہ ہے کہ میں ایکاسیہ کو مقابلے کے میدان کے
کمرے کی طرف بھیج رہا ہوں- جہاں یہ چند راتیں گزار چکی ہے- تم اسے بغیر نکاح کے اپنی
سمجھ کر اس کے پاس جا سکتے ہو- تم جتنا اس کو بے آبرو کرو گے' جتنا اس کو بے عصمت بناؤ گے
ہی میرے سکون میری آسودگی میں اضافہ ہوگا- اب تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اس پر شا
اٹھ کھڑا ہوا- آگے بڑھ کر جب اس نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو ایکاسیہ نے اس کا ہاتھ ایک طر
کرتے ہوئے شابور کا ہاتھ جھٹک دیا اور خود ہی باہر چل دی- شابور اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا-

ایکاسیہ اور شابور کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد چوبدار اندر آیا اور نوفل بن میخائ
مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا-

طورون اور تورک ایک اور اہم معاملے کے سلسلے میں آپ سے ملنا اور آپ سے گفتگو کرنا
چاہتے ہیں-

نوفل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' کہنے لگا-

ان دونوں کو فوراً میرے پاس لے کے آؤ-

چوبدار باہر نکل گیا- تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ طورون اور تورک کو لے کے آیا- دونوں
نوفل کے سامنے آئے' اسے تعظیم دی پھر سیدھے کھڑے ہوئے- اتنی دیر تک اس نے ان دونوں کو
مخاطب کیا-

اب تم کیا کہنے کے لئے آئے ہو؟

تورک نے ایک بھرپور نگاہ طورون پر ڈالی- طورون نے جب اثبات میں اپنی گردن ہلائی
تب نوفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

مالک گو ایکاسیہ کو ہم آپ کی پہلی پیشکش پر آمادہ نہیں کر سکے اس کے لئے ہم دونوں بے حد
شرمندہ ہیں- لیکن اس کے باوجود ہم آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے آئے ہیں-

نوفل بن میخائیل چونکا' گہری نگاہ اس نے تورک پر ڈالی' کہنے لگا-

تم اس وقت میرے لئے کیا اچھی خبر لے کے آئے ہو-

مالک آپ نے مسلمانوں کے ایک سالار کے لئے پہلے سو سرخ اونٹوں کا انعام رکھا تھا بعد
میں آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو اسے زندہ یا مردہ لائے گا اسے سو سرخ اونٹوں کی قیمت نقد ادا کی
جائے گی-

تورک مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نوفل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہہ دیا-

ہاں یہ اعلان ہوا تھا مگر جو موضوع اس وقت زیر بحث ہے اس اعلان کا اس سے کیا واسطہ' کیا
تعلق' کیا رابطہ-

مالک! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا ایکاسیہ سے گہرا تعلق اور واسطہ ہے- تورک مزید کچھ دیر
رکا اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا-

دراصل بات کچھ یوں ہے کہ مسلمانوں کے جس سالار کے لئے آپ نے سو سرخ اونٹوں کی

قیمت کا انعام رکھا تھا۔ ایکاسیہ اسی کو پسند کرتی ہے۔ اسی کو چاہتی ہے۔

اب میں اور میرے ساتھی نے مل کر جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ میرا یہ ساتھی تو یہیں رہے گا اور روزمرہ کے کام میں مصروف رہے گا۔ میں اکیلا مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ کا رخ کروں گا وہاں مسلمانوں کے سالار ایتاخ سے ملوں گا جس سے ایکاسیہ بے پناہ محبت کرتی ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا جیون ساتھی بنانے کا عہد کئے ہوئے ہے۔

شاپور جب سے اسے سامرہ سے اغوا کر کے لے آیا ہو گا وہ لوگ اس کے لئے بڑے پریشان ہوں گے۔ میں وہاں ایکاسیہ کی ماں سے بھی ملوں گا ایتاخ سے بھی ملوں گا اور مسلمانوں کے اس جرنیل کو بتاؤں گا کہ قسطنطنیہ میں مقابلے کے میدان کے جو محافظ ہیں ان کا سالار شاپور ایکاسیہ کو اغوا کر کے لے گیا تھا اور اس وقت ایکاسیہ وہیں محصور ہے۔ ظاہر ہے وہ میری بات پر اعتبار کرے گا۔ اس لئے کہ ایکاسیہ کی ماں میری خوب جاننے والی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ ایتاخ کو اپنے ساتھ لے آؤں میں اسے یہ ترغیب دوں گا کہ میرے ساتھ چلو میں ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر تمہارے ساتھ روانہ کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔ اگر میں یہ پیشکش کروں گا تو مجھے امید ہے ایتاخ میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

اسے یہاں لانے کے بعد میں آپ کو اطلاع کر دوں گا' آپ اسے گرفتار کر لیجئے گا۔ اس کے بعد اس کا کیا حشر کرنا ہے۔ مالک یہ آپ کا کام ہے۔ لیکن اس موقع پر میری آپ سے ایک التجا اور گذارش بھی ہے۔

نوفل بن میخائیل نے اس موقع پر ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر اس نے بڑے غور سے تورک کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم یہی کہو گے کہ اسے یہاں لانے کے بعد جب وہ ہماری گرفت میں آجاتا ہے تو جو سرخ اونٹوں کی قیمت کا اعلان ہے وہ تمہیں دے دی جائے۔

مالک! جو کچھ آپ نے سوچا ہے یہ آدھا ٹھیک ہے۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ آپ نے مسلمانوں کے اس سالار کے زندہ یا مردہ پکڑنے کا جو انعام رکھا ہوا ہے وہ ہم دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے۔ اس وقت جب ایتاخ کو میں یہاں قسطنطنیہ میں لانے میں کامیاب ہو جاؤں

سر کو خم کرتے ہوئے تورک بڑی عاجزی سے میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

تم نے جو پیشکش کی ہے اس پر میں تم دونوں کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ تورک خصوصیت کے ساتھ اس موقع پر میں تمہیں مخاطب ہو کے کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو تم زندہ یہاں اپنے ساتھ قسطنطنیہ لانے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہیں سو سرخ اونٹوں کی قیمت نقد ادا کروں گا اور جو تمہارا ساتھی ہے اسے پچاس سرخ اونٹوں کی قیمت حسب وعدہ دی جائے گی۔ یہ تو بتاؤ کہ تم نے ایکاسیہ سے کیسے اگلوا لیا کہ وہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو پسند کرتی ہے۔ اس سے محبت کرتی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اسے کریدنے کی کوشش کی۔ اس نے یہ تو تسلیم کر لیا تھا کہ وہ کسی سے محبت کرتی ہے لیکن جس سے محبت کرتی ہے اس کا نام مجھے بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

مالک! ہم نے بڑے عجیب و غریب انداز میں کریدا۔ ہمیں بھی وہ اس کا نام بتانے کے لئے تیار نہ تھی۔ ہم نے اسے یہ چکمہ دیا کہ کم از کم وہ اس کا نام تو بتائے تا کہ ہم اس کے پاس جائیں اور اسے کہیں کہ ایکاسیہ اس وقت قسطنطنیہ میں محصور ہے لہذا وہ اس کی مدد کرے۔ اس نے اس امید پر ہمیں اس کا نام بتا دیا کہ شاید ہم اسے اس کی اسیری سے آگاہ کریں اور وہ اسے یہاں سے نکال لے جائے۔ بس اسی بہانے اس کا نام اس نے ہمیں بتا دیا لہذا اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے ہم آپ کے پاس چلے آئے۔

تورک کی گفتگو سن کر نوفل بن میخائیل مزید خوش ہو گیا تھا۔ اپنے چوب دار کو اس نے بلایا جب وہ نوفل بن میخائیل کے سامنے آیا تو وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو دو اشخاص میرے سامنے کھڑے ہیں ان میں سے جو تورک ہے یہ ایک انتہائی مہم پر روانہ ہونے والا ہے۔ اس مہم کے اخراجات کے لئے یہ جتنی رقم مانگے اسے مہیا کر دینا۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل نے ایک بار پھر تورک کو مخاطب کیا۔

جس مہم کے لئے تم نے رضاکارانہ طور پر مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس مہم پر تم کب نکلو گے؟

آج تو نہیں مالک! کل میں اس مہم پر نکل جاؤں گا اور بہت جلد لوٹ کر آپ کو اچھی خبر دوں گا۔

نوفل بن میخائیل نے مطمئن انداز میں اسے مخاطب کیا۔

اب تم دونوں جاؤ، تورک یہاں سے جانے کے بعد میرے چوب دار سے مل لو۔ وہ تمہیں کے اخراجات کے علاوہ مزید رقم بھی دے گا تاکہ پردیس میں تمہارے کام آئے۔ اب تم دونو جاسکتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی طورون اور تورک دونوں قسطنطنیہ کے قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھ

دوسری طرف ایکاسیہ کی بدقسمتی کہ نوفل بن میخائیل کے کہنے پر مقابلے کے میدان محافظوں کے سربراہ شابور نے اسے بے آبرو کر کے رکھ دیا تھا۔

زمین کی رونقوں کا نقیب اور روشنیوں سے لدا سورج دریاؤں، کوہساروں، ہواؤں اور فضاؤں سے اپنی روشنی کی ردا کھینچتا ہوا دور مغرب کی فناگاہوں میں غروب ہو چکا تھا۔ حد درجہ گھمبیر تاریکی اپنی رعونت سے لبریز چار سو ناچ اٹھی تھی۔ گہری ہوتی رات کی خاموشی میں اندھیرے کے خوابیدہ بستروں پر قافلہ در قافلہ کارواں در کارواں حسین قصوں کے دمکتے عنوان جیسے ستارے شاداب راستوں کے پرجوش کھوجی کی طرح آسمان پر کتابِ ہستی میں مرقوم مسرت کی زرتار کرنوں جیسے گیت گاتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف رواں ہو گئے تھے۔

ایسے میں ایتاخ اور اشناس دونوں مغرب کی نماز پڑھنے اور رات کا کھانا کھانے کے بعد خیمے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک مسلح جوان اندر آیا اور ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! ہمارے دو مخبر آئے ہیں وہ کوئی انتہائی اہم خبر آپ سے کہنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو انہیں اندر بھیجوں۔

ایتاخ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ بڑی نرمی، بڑی شفقت سے اس مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز! پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہیں فوراً اندر بھیجو تاکہ میں جانوں کہ وہ کیا خبر لے کے آئے ہیں۔ وہ مسلح جوان باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد لشکر کے دو مخبر خیمے میں داخل ہوئے۔ ایتاخ نے اپنے پہلو میں نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب ایتاخ نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! کہو تم کیا خبر لائے ہو۔ اس پر ان دو میں سے ایک بول پڑا۔

امیر محترم! ہم اچھی خبر لے کے آئے ہیں- آپ سے شکست کھانے کے بعد رومنوں کے دونوں جرنیل فرزون اور طولک انگورہ شہر کی طرف بھاگ گئے تھے وہ انگورہ شہر نہیں پہنچے بلکہ راستے ہی میں انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا-

امیر! وہ اپنی اس بدترین شکست کی خبر اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کو نہیں کرنا چاہتے تھے- اسی بناء پر وہ انگورہ نہیں گئے اگر وہ انگورہ پہنچتے تو انگورہ کے لوگوں کو خبر ہو جاتی کہ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے لہذا یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح قسطنطنیہ پہنچتی اور رومنوں کا حکمران نوفل بن میخائیل جواب طلبی ضرور کرتا-

اب نوفل بن میخائیل کی جواب طلبی سے بچنے کے لئے رومنوں کے بڑے جرنیل فرزون نے ایک اور طریقہ استعمال کیا ہے- جس لشکر کے ساتھ وہ شکست کھا کر بھاگا اس کے ساتھ وہ فی الوقت انگورہ کے جنوب میں چند میل کے فاصلے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے- اس موقع پر ہم سے انتقام لینے کے لئے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ سے کمک مانگتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا- اس طرح اس کی شکست کا راز کھلتا تھا- لہذا اس نے ایک دوسرا قدم اٹھایا ہے- رومنوں کے دو بڑے شہروں ازمیر اور قونیہ میں بڑے بڑے عساکر ہیں ان کے کماندار فرزون کے جاننے والے یا یوں کہیں کہ اس کے تحت کام کر چکے ہیں- فرزون نے تیز رفتار قاصد ازمیر اور قونیہ کی طرف روانہ کئے ہیں اور وہاں کے جو اس کے جاننے والے کماندار ہیں ان سے کہا ہے کہ جس قدر ممکن ہو وہ اپنے اپنے لشکر اس کی مدد کے لئے روانہ کریں انہیں اس نے تفصیل بھی لکھ دی ہے کہ اسے جبل طاروس کے کوہستانی سلسلے کے اندر مسلمانوں کے جرنیل ایتاخ اور اشناس کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے لہذا وہ ان دونوں سے انتقام لینا چاہتا ہے دونوں سے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اپنی شکست کی خبر قسطنطنیہ بھی نہیں پہنچانا چاہتا لہذا اس موقع پر وہ اس کی مدد کریں- تا کہ وہ اپنی شکست کا انتقام لے سکیں-

اب صورت حال یہ ہے کہ ایک بڑا لشکر تو ازمیر سے چل پڑا ہے یہ لشکر ازمیر' میدیا' اور انگورہ سے ہوتا ہوا انگورہ کی طرف جانے والی اس شاہرہ سے پہلے جو تز نام کی جھیل ہے وہاں آ کے قیام کرے گا- دوسرا لشکر قونیہ سے چل پڑا ہے یہ بھی جھیل تز ہی کا رخ کرے گا- جھیل تز کے کنارے دونوں لشکر باہم ملیں گے اور آپس میں ملنے کے بعد پھر انقرہ کے انتہائی جنوب میں اس سمت رخ کریں گے جہاں اس وقت فرزون اور طولک دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے-

امیر جس قدر لشکر اس وقت فرزون اور طولک کے پاس ہے- اس سے بھی بڑا لشکر ازمیر سے ان کی مدد کے لئے آ رہا ہے- اور اس سے کچھ چھوٹا لشکر قونیہ سے بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا- امیر اسی صورتحال سے ہم آپ کو آگاہ کرنے کے لئے آئے تھے اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ان لشکریوں سے آپ نے کیسے نپٹنا ہے-

جب تک مخبر بولتے رہے- ایتاخ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتا رہا- اشناس بھی مسکرا رہا تھا- قاصد جب خاموش ہوا تب ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

پہلے یہ بتاؤ تم دونوں نے کھانا کھایا-

ان مخبروں میں سے ایک مسکرایا' نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا-

امیر! ابھی تک کھانا تو نہیں کھایا-

ایتاخ نے بڑی ہمدردی' بڑی شفقت میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

پہلے جاؤ- تم دونوں کھانا کھاؤ لیکن کھانا کھا کر تیار رہنا اس لئے کہ لشکر تھوڑی دیر میں یہاں سے کوچ کرے گا- اب تم دونوں کھانا کھاؤ' کھانا کھانے کے فوراً بعد میرے خیمے میں آنا- میں تم سے چند سوالات کرنے کے بعد پھر یہاں سے کوچ کروں گا-

اس کے ساتھ ہی قاصد وہاں سے نکل گئے تھے- ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی پھر ایتاخ نے اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

میرے بھائی! ہمارے دونوں مخبر بہترین بلکہ یوں کہو بہت اچھی خبر لے کے آئے ہیں- فرزون اپنی شکست کو چھپاتے ہوئے ہمارے خلاف کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی شکست کا پتہ نوفل بن میخائیل کو بھی نہیں لگنے دینا چاہتا- تا کہ اس کی نگاہوں سے نہ گرے- لیکن جو طریقہ کار وہ استعمال کر رہا ہے اسے ہم کامیاب نہیں ہونے دیں گے- بھائی میرے! ہمیں کن راستوں پر سفر کرنا ہے- یہ تو ہمارے دونوں مخبر ہی بتائیں گے- لیکن جو طریقہ کار اس وقت میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ ازمیر اور قونیہ سے آنے والے دونوں لشکروں کو ہمیں فرزون اور طولک سے نہیں ملنے دینا چاہئے- بلکہ میں یہاں تک بھی کہوں گا کہ ازمیر اور قونیہ کے دونوں لشکریوں کو بھی باہم نہیں ملنے دینا چاہئے- علیحدہ علیحدہ ان پر ضرب لگانی چاہئے اگر ہم ازمیر اور قونیہ کے دونوں لشکروں پر باری باری

حملہ آور ہو کر اور انہیں شکست دے کر ان کی کمر توڑ دیں اور انہیں واپس ازمیر اور قونیہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں تو یاد رکھنا کچھ عرصہ تک فرزدن اور طولک کی ترکتاز سے ہم محفوظ ہو جائیں گے اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ بہت جلد فرزدن کمک طلب نہیں کرے گا۔ اگر اس نے اس معاملے میں کمک طلب کر بھی لی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ہم اس سے خوب نمٹیں گے۔

ایتاخ تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے بعد دوبارہ اشناس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس! رومنوں کے یہ علاقے تم نے بھی کچھ کچھ دیکھے ہیں اور تمہارے ساتھ میں بھی سفر کرتے ہوئے ان علاقوں کو دیکھ چکا ہوں۔ ازمیر یہاں سے دور ہے۔ قونیہ نزدیک ہے۔ جیسا کہ مخبروں نے بتایا ہے کہ ازمیر کا لشکر جھیل تز کی طرف آنے کے لئے پہلے کوچ کر چکا ہے اور قونیہ کا بعد میں۔ جھیل تز کا ازمیر سے خاصا فاصلہ ہے۔ جب کہ جھیل تز سے قونیہ کافی نزدیک ہے۔ اب میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ پہلے ہم اس لشکر کے پیچھے پڑ جائیں جو ازمیر سے جھیل تز کی طرف آ رہا ہے۔ اس سے نپٹنے کے بعد پھر ہم اس لشکر کی طرف جائیں جو قونیہ سے یلغار کرتا ہوا جھیل تز کی طرف آ رہا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم برق رفتاری سے کام لیں، وقت ضائع نہ کریں تو بہت جلد ہم قونیہ اور ازمیر کے دونوں لشکروں سے نپٹ سکتے ہیں اور اگر حالات سازگار ہوئے تو پھر شمال کے رخ پر اس سمت کا بھی رخ کریں گے جہاں فرزدن اور طولک نے قیام کر رکھا ہے۔ ان پر بھی حملہ آور ہوں گے اور انہیں ایسی بدترین شکست دیں گے کہ کچھ عرصہ تک ہم پر حملہ آور ہونا تو دور کی بات ہم پر غلط نگاہ ڈالتے ہوئے بھی خوفزدہ ہوں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ خاموش ہوا، پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اشناس بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

جو لائحہ عمل میرے ذہن میں ہے وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ اب آؤ لشکریوں کو کوچ کے متعلق کہہ دیں تا کہ وہ اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ جونہی دونوں مخبر کھانا کھا کے آئے ہیں۔ یہاں سے کوچ کر لیا جائے گا کوچ کرنے سے پہلے میں ان سے مزید کچھ اطلاعات لینا چاہتا ہوں۔ لیکن میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

اشناس نے ایتاخ کی تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ خیمے سے نکل گئے تھے۔

لشکر کے کوچ کی تیاری کرانے کے بعد ایتاخ اور اشناس پھر دونوں اپنے خیمے میں آئے وہاں آ کر وہ تھوڑی دیر ہی بیٹھے ہوں گے کہ دونوں قاصد پھر ان کے پاس آئے پہلے کی طرح ایتاخ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! لشکر کو کوچ کا حکم دیا جا چکا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ یہاں سے ہمیں کس سمت کوچ کرنا چاہئے۔ وہ لشکر جو ازمیر سے جھیل تز کا رخ کر رہا ہے اسے ہمیں کہاں پکڑنا چاہئے کہاں اس پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ تھوڑا سا جھیل تز کے اردگرد کے علاقے کا محل وقوع بھی کہو تا کہ سفر کرتے ہوئے مجھے آسانی رہے۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تو وہی قاصد جو پہلے مخاطب ہوا تھا بول اٹھا۔

امیر محترم! اپنے پڑاؤ سے نکل کر آپ اپنے لشکر کے ساتھ ملاطیہ اور اکسارہ دونوں شہروں کے بیچوں بیچ جبل طاروس کے دروں سے گزریں۔ یہ درے مغرب میں دو شہروں کے پاس جا کے نکلتے ہیں۔ کچھ قیسیری شہر کے پاس اور کچھ نگد شہر کے پاس۔ اب جو قیسیری شہر ہے یہاں سے ایک شاہراہ سیدھی جھیل تز کی طرف جاتی ہے۔ اور نگد کے دروں کے پاس سے ایک شاہرہ قونیہ کی طرف جاتی ہے۔

امیر محترم اگر ہم جھیل تز کے پاس پہنچ جائیں تو وہاں چار نہیں بلکہ بیک وقت پانچ شاہراہیں مختلف سمتوں کو جاتی ہیں۔ ایک تو قیسیری کی طرف آتی ہے۔ دوسری قونیہ کی طرف جاتی ہے۔ تیسری افیون، مینیا سے ہوتی ہوئی انتہائی جنوبِ مغرب کے رخ پر ازمیر کی طرف چلی جاتی ہے۔ چوتھی دسوگوت اور ایسکی سے ہوئی ہوئی بروصہ چلی گئی ہے اور یہی شاہراہ آگے بڑھتی ہوئی قسطنطنیہ جاتی ہے۔ پانچویں شاہراہ شمال کی طرف انگورہ کی طرف چلی جاتی ہے۔ گویا جھیل تز اردگرد کے تمام بڑے بڑے شہروں کا ایک مرکز ہے اور وہاں سے تمام سمتوں کو شاہراہیں جاتی ہیں اور یہ میٹھے پانی کی جھیل ہے، اناطولیہ کے میدانوں میں یہ جھیل ایک نعمت سے کم خیال نہیں کی جاتی۔

امیر محترم! میرا خیال ہے کہ آپ ان دروں پر سفر کریں جو قیسیری شہر سے جھیل تز کی طرف جاتے ہیں۔ اب آگے آپ کی مرضی آپ کس لشکر سے نپٹنا پسند کریں گے۔ قونیہ سے آنے والے لشکر سے یا ازمیر سے۔

ایتاخ نے فوراً اس کی بات کاٹی، کہنے لگا۔

میں اتنا تو جانتا ہوں کہ قونیہ جھیل تز سے نزدیک ہے اور ازمیر بہت دور میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس لشکر سے نپٹوں جو ازمیر سے جھیل تز کا رخ کر رہا ہے- اور پھر وہاں سے دونوں لشکر اکٹھے ہو کر انگورہ کے جنوبی حصوں کا رخ کریں گے-

ایتاخ جب خاموش ہوا تو قاصد نے کہنا شروع کیا-

امیر! اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے کوچ کرنے کے بعد سیدھا قیسیری شہر کا رخ کرنا چاہئے وہاں سے جھیل تز اور پھر اس سے آگے اس شاہراہ پر سفر کرنا چاہئے جو جھیل تز سے امنیوں کی طرف جاتی ہے- امنیوں نہیں پہنچنا چاہئے بلکہ راستے ہی میں قیام کرنا چاہئے جونہی ازمیر سے آنے والا لشکر افیون سے نکل کر جھیل تز کا رخ کرے راستے ہی میں اس سے نپٹ لینا چاہئے- اتنی دیر تک میرا خیال ہے جو لشکر قونیہ سے نکلے گا وہ ازمیر سے آنے والے لشکر کا انتظار جھیل تز کے کنارے خیمہ زن ہو کر کرے گا- ازمیر والے لشکر سے نپٹنے کے بعد آپ با آسانی اس لشکر سے نپٹ سکتے ہیں جو قونیہ سے آئے گا اور جھیل تز کے کنارے پڑاؤ کر کے ازمیر والے لشکر کا انتظار کرے گا-

قاصد کے خاموش ہونے پر ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے جھیل تز کے اطراف کے علاقے کے محل وقوع سے آگاہ کیا- اب یہ بتاؤ کہ رومنوں کے جو لشکر ازمیر اور قونیہ میں ہیں وہ تو فرزون کی مدد کے لئے جھیل تز کی طرف کوچ کریں گے- ان شہروں کے علاوہ کہیں اور بھی رومنوں کا بڑا لشکر ہے- یہ نہ ہو جب ہم ان علاقوں میں سفر کریں تو دشمن کے کسی اور شہر کا لشکر ہم پر شب خون مارے یا گھات میں بیٹھ کر ہم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے- ساتھ ہی یہ بھی بتاؤ کہ اگر ہم تیزی سے سفر کریں تو کیا ہم رات کے وقت جھیل تز تک پہنچ سکتے ہیں-

قاصد نے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر کہنے لگا-

نہیں امیر محترم صبح تک ہم جھیل تز نہیں پہنچ سکتے- بہتر یہی ہے کہ جھیل تز کے پہلو سے ہوتے ہوئے ہم آگے نکل جائیں- اور جھیل تز اور افیون کے قریب گھات لگا دیں- میرے خیال میں ہم اگر تیز رفتاری سے بھی سفر کریں تو اگلی شب کو ہم کہیں جھیل تز اور افیون کے درمیان پہنچ سکتے ہیں-

امیر محترم! جہاں تک رومنوں کے دوسرے شہروں میں لشکروں کا تعلق ہے- چھوٹا سا ایک لشکر

ہیں ہے- جو صرف شہر کی حفاظت کر سکتا ہے- ایسا ہی افیون میں بھی ہے- یہ بھی شہر کا محافظ لشکر -اس کے علاوہ ایک لشکر سوگوت میں ہے ایک اسکی سیر میں بھی ہے- لیکن ان لشکروں کی کوئی نہیں ہے- تاہم ایک بڑا لشکر بروصہ اور قرسی شہر میں ضرور ہے- لیکن یہ شہر انتہائی مغرب کی قسطنطنیہ سے قریب ہیں وہاں سے نہ کوئی لشکر نکل کر آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان ں سے فرزون نے کوئی مدد اور کمک طلب کی ہے- اس لئے کہ فرزون کو خطرہ تھا کہ اگر بروصہ شکر کو اس نے اپنی مدد کے لئے پکارا تو بروصہ چونکہ قسطنطنیہ سے نزدیک ہے لہذا نوفل بن ئیل کو اس کی شکست کی خبر ہو جائے گی- اس لئے کہ بروصہ سے اکثر لوگ قسطنطنیہ آتے جاتے ہتے ہیں- لہذا میں آپ سے یہ کہوں کہ اگر آپ اس شاہراہ پر سفر کرتے ہیں جس کا میں نے ذکر ہے- اور جھیل تز سے باہر باہر ہوتے ہوئے افیون کی طرف جاتے ہیں تو راستے میں کوئی ایسا بڑا نہیں جو ہماری راہ روکے یا ہم پر حملہ آور ہو کے ہمیں نقصان پہنچائے-

قاصد کا اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا-

امیر! جو لشکر ازمیر سے جھیل تز کا رخ کر رہا ہے وہ کافی بڑا ہے- اگر رات کی تاریکی میں ہم ے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو قونیہ کی طرف سے آنے والا لشکر اس سے کم تر ہے- ے با آسانی شکست دی جا سکتی ہے- اگر ان دونوں لشکروں کو شکست دے کر اور ان کی طاقت و ت کی کمر توڑ کر مار بھگایا جائے تو اناطولیہ کے میدانوں میں کام کرنے والے رومنوں کے جرنیل ون کی طاقت اور قوت کی کوئی خاص اہمیت نہ رہے گی-

ایتاخ نے مسکراتے ہوئے مخبر کا شکریہ ادا کیا پھر اٹھ کھڑا ہوا- اس کی طرف دیکھتے ہوئے ناس اور قاصد بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے- تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس اپنے لشکر کے ساتھ ل طاروس کے اندر سفر کرتے ہوئے اس شاہراہ کا رخ کر رہے تھے جو قیسیری شہر سے ہوتی ہوئی یل تز کا رخ کرتی تھی-

..........☆..........

منزل پر منزل مارتے ہوئے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ پہلے سیدھا مغرب کی سمت اس ہراہ پر سفر کرتا رہا جو قیسیری شہر سے جھیل تز سے ہوتی ہوئی سوگوت اسکی سیر اور بروصہ شہر اور

وہاں سے قسطنطنیہ چلی گئی تھی۔

جھیل تز سے پہلے ہی سورج طلوع ہو گیا تھا۔ لہذا جھیل سے دور رہتے ہوئے انہوں نے اپنا سمت تبدیل کی اب وہ جنوب مغرب کے رخ پر اپنے مخبروں کی راہ نمائی میں اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو افیون اور میلیا سے ہوتی ہوئی ساحلی شہر ازمیر کی طرف چلی گئی تھی۔

جھیل تز اور افیون شہر کے درمیان ایک ایسی جگہ جہاں بہترین گھات لگائی جا سکتی تھی۔ اپنے مخبروں کے کہنے پر ایتاخ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر گہری تاریکیاں چاروں طرف پر پھیلاتے ہوئے اپنے رنگ جمانے لگی تھیں۔ لشکر جب رک گیا تب مخبر ایتاخ کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے ایک کہنے لگا۔

امیر محترم! ہمارے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ وہ ہم آپ سے کہتے ہیں وہ اگر قابل عمل ہو تو اسے عملی صورت دی جا سکتی ہے۔

کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے کہا تھا۔

اس مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ امیر محترم! میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں گھات لگا لیں میرے کچھ ساتھی آپ کے ساتھ رہیں گے کچھ کو لے کر میں آگے نکل جاؤں گا اور دشمن کی نقل و حرکت سے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ دشمن جب یہاں سے گزرے تو اس پر شب خون مارا جائے اور اپنا مقصد حاصل کر لیا جائے۔

مخبر جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسے ایتاخ نے مخاطب کیا۔

میرے عزیز تیرا کہنا درست ہے۔ دیکھو تم اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ کچھ کو میرے پاس رہنے دو اس لئے کہ وہ اس علاقے کے محل وقوع سے خوب واقف ہیں۔ جہاں تک دشمن پر حملہ آور ہونے کا تعلق ہے تو اگر دشمن رات کو یہاں سے گزرے تو اس پر شب خون مارا جائے گا اور اگر ان سرزمینوں میں وہ اس شاہراہ پر دن کے وقت نمودار ہو تو پھر میں اس کے سامنے آؤں گا' اس کی راہ روکوں گا بھلے اس کی تعداد ہم سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اب تم اور تمہارے ساتھیوں نے یہ کام کرنا ہے کہ۔۔۔۔

جونہی تم یہ جانو کہ دشمن کا لشکر اب اس جگہ سے پانچ سات میل کے فاصلے پر ہے تو اس کی آمد

پہلے مجھے مطلع کر دینا تا کہ میں اس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر لوں۔

ایک اور بات جو میں طے شدہ سمجھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ گھات سے نکل کر دشمن پر حملہ آور رات کے وقت ہوا جائے گا دن کے وقت اس کے خلاف گھات نہیں لگائی جائے گی۔ دن کے وقت اس کی راہ روک کر اس کو سنبھلنے اور اپنی صفیں درست کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس پر ضرب لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں تم لوگ بھی یہی کہنا چاہتے تھے اور یہی مل میرے ساتھ طے کرنا چاہتے تھے۔ آؤ اب اپنے کام کی ابتدا کریں۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ شاہراہ سے ہٹ کر اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا جب کہ کچھ مخبر افیون کی طرف جانے والی شاہراہ پر ے بڑھ گئے تھے۔

.........☆.........

رات بالکل امن اور سکون سے گزر گئی تھی۔ ایتاخ کے مخبروں نے دشمن کے لشکر کے متعلق کوئی اطلاع نہ کی تھی۔ اگلے روز سورج طلوع ہونے کے بعد جس وقت ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے پڑاؤ کے بیچ چھوٹے سے ایک ٹیلے پر بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے تب وہی مخبر لوٹے جنہیں دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے آ کر ایتاخ کو یہ خبر دی کہ افیون سے جھیل کی طرف آنے والی شاہراہ پر ازمیر سے آنے والا لشکر بڑی تیزی سے سفر کر رہا ہے اور وہ اس جگہ سے، جہاں ایتاخ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر کیا ہوا ہے۔ پانچ سات میل کے فاصلے پر ہو گا۔

یہ اطلاع ملنے پر ایتاخ اور اشناس نے خوشی کا اظہار کیا اور دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ایتاخ نے اشناس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اشناس میرے بھائی دشمن کی آمد سے پہلے پہلے ان پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل دونوں بھائی آپس میں طے کر لیں۔ ابھی لشکر کو لے کر ہم شاہراہ کی طرف جائیں گے ہمارے ساتھ جو سامان اور باربرداری کے جانور ہیں وہ یہیں رہیں گے۔ جو لشکر میری کمانداری میں ہو گا وہ شاہراہ کے دائیں جانب یعنی اس طرف جہاں ہمارا پڑاؤ ہے اور تمہارا لشکر شاہراہ کے بائیں جانب رہے گا۔ دشمن کی آمد سے پہلے پہلے اپنی صفیں درست کر لی جائیں گی۔ لشکر کا وہ حصہ جو ہمیشہ پڑاؤ کی حفاظت پر رہتا ہے۔ اس بار میں اس سے بھی کام لینا چاہتا ہوں پہلے میں تمہارے ساتھ لائحہ عمل طے کر لوں اس

کے بعد میں سارے لشکریوں کو بھی سمجھادوں گا کہ جنگ کا طریقہ کار کیا ہوگا۔

اگر جنگ جلد ختم ہو جاتی ہے تو پڑاؤ کے محافظوں کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ وہ صرف پڑاؤ حفاظت کا کام کرتے رہیں گے۔ اگر دشمن کا الجھاؤ ہمارے ساتھ طویل ہوتا ہے۔ تب وہ بھی ا کام کی ابتدا کریں گے۔ پڑاؤ سے نکل کر آگے آئیں گے گھات میں رہتے ہوئے دشمن کے ا پہلو پر زوردار تیراندازی کریں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ دشمن کو ہم اپنی خواہشوں کے مطا بہت جلد مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن دشمن پر پڑاؤ کے محافظوں سے تیراندا صرف اس وقت کرائی جائے گی جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ دشمن جنگ کو طول دینے میں کامیا ہو رہا ہے اور ہم سے پسپا نہیں ہو رہا۔ اور اگر ہم اسے جلد شکست دینے میں کامیاب ہو گئے اور ہمارے سامنے سے بھاگ نکلے تب پڑاؤ کے محافظ بدستور صرف پڑاؤ کی حفاظت پر رہیں گے کو شکست دینے کے بعد شاہراہ پر کچھ دور تک دشمن کا تیزی سے اور خوب مار دھاڑ کرتے ہو تعاقب کیا جائے گا تا کہ دشمن اپنے ساتھ جو باربرداری کے جانوروں پر سامان لے کے آیا ہو انہیں اپنے ساتھ لے کر بھاگ نہ سکے اور وہ جانور اور ان پر لدا ہوا سامان ہمارے ہاتھ آجا اس طرح جہاں ہم دشمن کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے وہاں ہمیں کافی فوائد بھی حا ہوں گے۔

ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا' کچھ سوچا پھر وہ بڑے غور سے اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہ تھا۔

اب بولو میرے بھائی تمہارا میری اس تجویز سے متعلق کیا خیال ہے۔

عزیز بھائی! میرا کیا خیال ہونا ہے۔ اشناس نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میں تو آ کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ ویسے میری باتوں کو میرے بھائی مذاق مت سمجھ لائحہ عمل آپ نے طے کیا ہے یہ آخری ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند قدوس نے چاہا تو دشمن کو بہ جلد ہم مار بھگائیں گے۔ اور پڑاؤ کے محافظوں کو جنگ کے جلد خاتمے کے لئے پہلو پر تیراندا کرنے کی زحمت بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

اشناس کا جواب سن کر ایتاخ خوش ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں کے کہنے پر لشکر حرکت میں گھات سے نکل کر لشکر شاہراہ پر آکر اپنی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد از میر کی طرف سے آنے والا دشمن کا لشکر دکھائی دیا قریب آکر وہ لشکر ک گیا۔ جن علاقوں میں اشناس اور ایتاخ نے دشمن کی راہ روکی تھی وہ علاقہ رومنوں کا تھا لہذا از میر طرف سے آنے والا لشکر پریشان اور فکرمند تھا کہ ان کے اپنے علاقے میں ہی کس نے ان کی روکی ہے۔ وہ یہ توقع اور امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کا سالار ایتاخ ان کے علاقوں میں ان پر ضرب لگانے کی کوشش کرے گا اپنے لشکر کو روکنے کے بعد ان کے سالار نے چند آدمیوں کو ے بھیجا تا کہ پتہ لگائیں کہ ان کی راہ روکنے والا لشکر کس کا ہے۔

اس پر کچھ جوان جن کے ہاتھوں میں سفید علم تھا آگے بڑھے۔ ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ناس اور ایتاخ جو اپنے اپنے لشکر کے سامنے تھے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ سفید علم لہراتے ہوئے وہ ل ایتاخ اور اشناس کے پاس آئے قریب آکر آنے والے شاید پہچان گئے تھے کہ ان کی راہ کنے والے مسلمان ہیں تاہم وہ قریب آئے اور ان میں سے ایک نے ایتاخ اور اشناس کو مخاطب رتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہم نہیں جانتے تم کون لوگ ہو؟ اور کیوں ہماری راہ روکی ہے؟ ہمارا لشکر از میر سے آرہا ہے۔ اور ہمارا رخ جھیل تز کی طرف ہے ہمیں بہت جلد وہاں پہنچنا ہے۔ تم لوگوں نے جو اپنے لشکر کے ساتھ ہماری راہ روکی ہے تو کہو تم لوگ کون ہو؟ کیوں ہماری راہ روکے کھڑے ہو اور ہم سے کیا اہتے ہو؟

ایتاخ اور اشناس تھوڑی دیر تک بغور ان کا جائزہ لیتے رہے پھر ایتاخ نے انہیں مخاطب کیا۔

پہلے تم لوگ کہو تم کون ہو۔ تم لوگ از میر سے کیوں جھیل تز کا رخ کر رہے ہو۔ اور تم لوگ کس کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہو۔

اس بار اس شخص نے جو پہلے ایتاخ سے مخاطب ہوا تھا کسی قدر شبے اور شش و پنج کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

کیا میں تمہارے سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ یقین کر لوں کہ تم لوگ مسلمان ہو۔

الحمدللہ ہم مسلمان ہیں۔ ایتاخ نے کہا۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔

یہاں تک کہتے کہتے ایتاخ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ آنے والوں کا جو سرخیل تھا وہ بول پڑا۔

اگر تم لوگ مسلمان ہو تو پھر یہ جان لو کہ ان علاقوں اور ان ویرانوں کے اندر تمہارا ہمارا ٹکراؤ ہو کے رہے گا- میں سمجھتا ہوں تم مسلمانوں کے اس بڑے لشکر کا ایک حصہ ہو جس نے جبل طاروس کے اندر ہمارے جرنیل فرزون اور طولک کو شکست دی ہے- اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہماری راہ روک کر تم فرزون کے ساتھ جا ملنے سے روک سکتے ہو تو پھر یہ تمہاری بھول اور تمہاری غلط فہمی ہے- ہم نے ہر صورت میں تم لوگ کو پامال کرتے ہوئے فرزون سے جا کے ملنا ہے-

آنے والا وہ شخص جب خاموش ہوا تو اپنے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

سن! ازمیر سے آنے والے لشکر کے نقیب!......

ایتاخ کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ وہ شخص اس کی بات کاٹتے ہوئے پھر بول پڑا تھا-

تم لوگوں نے ہماری راہ روک کر انتہائی احمقانہ قدم اٹھایا ہے- لگتا ہے تمہارے لشکر نے جو جبل طاروس میں فرزون کو شکست دی ہے تو اس سے گمان کی حد تک تمہارے حوصلے بڑھ گئے ہیں اور تمہارے سپہ سالار اعلیٰ نے تمہیں ہماری راہ روکنے کے لئے بھیج دیا ہے- یاد رکھنا جو لشکر تم اس وقت لے کر ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو ذرا اس کا بھی جائزہ لو اور اپنے سامنے کھڑے ہمارے لشکر کو بھی دیکھو کیا عددی لحاظ سے ہم تم پر فوقیت نہیں رکھتے- پھر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم کیسے ہماری راہ روکنے کی ہمت کر رہے ہو اور کیسے اپنی کامیابی کی امید لگا سکتے ہو-

ایتاخ کے چہرے پر بڑی پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی- اس کی آنکھوں میں اس ے ایک انوکھی چمک تھی- پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا-

تمہاری گفتگو کا چبھتا انداز اس منزل کو ہماری آنکھوں سے روپوش نہیں کر سکتا- جس کا تعین ہم کر چکے ہیں- واپس جا کر اپنے سالار اعلیٰ سے کہنا کہ مسلمانوں کا سالار کہتا تھا آنچل کی لہروں کے مدو جزر' نسوانی باہنوں کی آسودہ آغوش میں پرورش پانے والو! زلفوں کی مہکتی چھاؤں میں زندگی کے دن گزارنے والو اور آدم کو مقام شرف سے گرانے والو ہم تمہارے ادراک اور اوہام کے زغے میں آنے والے نہیں ہیں- واپس جا کر اس سے یہ بھی کہنا کہ لفظوں سے معنی کی ضیاء چھیننے والو اور دوا کی پائندگی زندگی' کے ساحلوں کو نزارات سے دوچار کرنے والو جب ہم تمہارے رستے ناسور ج ارادوں پر برق کی غضب بن کر گریں گے جب ہم تمہاری لذت خیز خواہشوں پر تشنہ کاموں کے

ں کی طرح وارد ہوں گے تو ہمارے سامنے تم اپنے لئے کوئی جائے پناہ تلاش نہ کر سکو گے-

وہ لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا-

رہی بات تمہارے اس گھمنڈ کی کہ تمہارے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے زیادہ ہے تو ہم قلت ت کی پرواہ نہیں کرتے- میرے خداوند کو منظور ہوا تو ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی تم ں کے اثبات کے پردے اور کشمکش بیم و رضا میں پیلے پھولوں کے دکھ کے نشانات کرم خوردہ ہوں' اداسیوں' یاس و سکوت اور ہوا کی باہنوں میں جھولتی زرد کہانیوں سے بھی بدتر کر کے رہیں - میں تو تمہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود تم لوگ ہمارے منے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکو گے- ہم سے ایسے بھاگو گے جیسے اداس ساحلوں کے ربط سے سلاسل توڑ لہریں بھاگتی ہیں-

ایتاخ تھوڑی دیر کے لئے پھر رکا اور دوبارہ انہیں کہنے لگا-

اب تم واپس جاؤ- اپنے سالار اعلیٰ سے جا کر کہنا کہ اپنے لشکر کی صفیں درست کر لے- میں ہ آور ہونے کی ابتدا کرنے لگا ہوں میرے پاس وقت بہت کم ہے اور میں نے واپس بھی جانا ہے-

ایتاخ کا جواب سن کر وہ واپس جانے لگے تھے جونہی وہ لشکر میں پہنچے اس کے تھوڑی دیر بعد شکر مزید آگے بڑھا اپنی صفیں انہوں نے درست کر لیں- جنگ کی ابتدا خود ایتاخ نے کی تھی- ف اور دہشت طاری کرنے والی تکبیریں تھوڑی دیر بلند کرنے کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ازمیر سے آنے والے اس لشکر پر بصارتوں کو اندھا' ساعتوں کو بے حس اور جسم کے ہر مسام میں بے دلی بھر دینے والے موت کے گیتوں کی بازگشت' جراحتوں کی ندگی اور حوصلوں کے جھلملاتے صباحت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے- جواب میں ازمیر سے نے والا لشکر بھی مسلمانوں پر حادثوں کے تیکھے لمحوں میں سسکارتی زہریلی ہواؤں اور بے خودی ری کر دینے والے سنگین لمحوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا-

برما کے ٹھٹھرے ٹھٹھرے ماحول میں جنگ کی وجہ سے اس میدان میں سورج کی سلگاہٹ اٹھ کھڑی ہوئی تھی- ریت کی طرح گہری نیند سویا ماحول وحشت ناک حقیقت کے ساتھ جاگ اٹھا تھا-

ازمیر کے لشکر نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ مسلمانوں پر تیز اور جان لیوا حملے کرتے ہوئے انہیں اپنے سامنے سے مار بھگائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے الثاان کے لشکریوں کی اپنی حالت صحرا میں کانٹے دار جھاڑیوں اور رسوائی کے کیل گھونپتی ناامیدیوں اور نداموتوں کے بار گراں میں ہوس کی کھولتی دلدلوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ دوسری جانب ایتاخ اور اشناس کی سرگردگی میں مسلمان لشکری منزلوں کو راستوں سے جدا کر دینے والے پگھلے کھولتے لاوے زمین کی آنکھوں میں بے بسی بھر دینے والی ہواؤں کی تلخی اور فضاؤں کے اندر عجیب اور نا آشنا آتشی دھول بھر دینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ ازمیر کی طرف سے آنے والے ان سالاروں نے ایک بار اپنی پوری اور اجتماعی قوت صرف کرتے ہوئے مسلمانوں پر بھرپور حملے کرنے شروع کئے۔ لیکن ایتاخ اور اشناس کے لشکریوں کو ٹس سے مس نہ کر سکے۔ اور انہیں پیچھے دھکیلنے تک میں ناکام رہے دوسری جانب جب ایتاخ اور اشناس نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو للکارا تو وہ اس خوفناک انداز میں ازمیر کے اس لشکر پر حملہ آور ہوئے اور لمحوں کے اندر اس لشکر حالت جدائی کے راستوں فرقت کے موسموں اور صدیوں سے بھٹکتے دوریوں کے مسافروں سے بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ازمیر کے اس لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ ایتاخ اور اشناس نے اس قدر طاقت قوت اور ہولناکی سے ان کا تعاقب کیا کہ اپنے ساتھ بار برداری کے لا جانے والے جانوروں پر لدی ہوئی کوئی بھی شئے وہ اپنے ساتھ نہ لے جا سکے دور تک ان کا تعاقب کیا گیا اور ان کی تعداد کو مزید کم کیا گیا۔ ایتاخ اور اشناس نے جب اندازہ لگایا کہ اب ازمیر۔ آنے والا لشکر ان کے لئے خطرناک نہیں رہا اور یہ کہ اب وہ مڑ کر فرزون سے جا ملنے کی خواہش کو نہیں کر سکے گا تو تعاقب ترک کر کے وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے باربردار کے جانوروں سے ملنے والی ہر شئے پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر وہاں لشکریوں کو ستانے کا مو فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد لشکر واپس جھیل تز کا رخ کر رہا تھا۔

............☆............

زندہ خوشبو کی طرح سبک رات تاروں کے بل کھاتے جھرمٹ میں نئی سمتوں کے مسافر کی طرح بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ گھاٹیاں وادیاں پربت دکوہسار جھرنے اور نالے گلشن و سبزہ زا

ب خاموش اور جاڑے کی ٹھٹھرتی ہواؤں کے سامنے چپ سادھ گئے تھے۔ رات کے فرش پر زوں کے بچھونے پر آنکھیں بھگوتی شبنم غم انجام کے ابر کی طرح برس رہی تھی۔ ہر شئے رات کے م کناروں کی تلاش کی منتظر ہو گئی تھی۔

جھیل تز سے دور ہی ایتاخ کے مخبروں نے اسے اطلاع دے دی تھی کہ قونیہ کی طرف سے نے والا لشکر جھیل تز کے کنارے پڑاؤ کر چکا ہے اور بڑی بے چینی سے ازمیر کی طرف سے آنے لے دمنوں کے لشکر کا منتظر ہے۔ یہ خبر ایتاخ اور اشناس دونوں کے لئے بڑی خوش کن اور حوصلہ زا تھی لہٰذا اپنے مخبروں کی راہ نمائی میں جھیل تز کی طرف بڑھنے کی رفتار پہلے کی نسبت انہوں نے ز کر دی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں جھیل کے کنارے یہ کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا ایتاخ اور اشناس دونوں لہو کے آخری رے تک اپنے مفروضہ گناہوں کا قرض چکانے والی پتھروں کی ناگہانی بارش، مار گزیدہ کی طرح مٹی میں دھول پر سوار ہوا کی ہچکیاں کھڑی کرتے نامہربان موسموں اور اندھیرے کے نہاں نوں میں جڑوں میں زہر بھرتے ذوق نمو کو بے اثر کرتے شاخوں کو بے برگ و ثمر اور ہر شئے کی میں نفرت کے بار اور رگ و پے میں تلخیاں بھر دینے والے دکھ کے خونی سایوں کی طرح قونیہ لشکر پر حملہ آور ہوئے ہیں کہ شب خون کی ابتدا کر چکے تھے۔

اچانک اور تیزی سے مارا جانے والا یہ شب خون بڑا ہولناک تھا۔ جھیل تز کے اطراف میں ما شب خون سے ایسے لگا تھا جیسے رات کی گہری تاریکی میں وقت کی غمزدہ آنکھوں میں ناآسودہ مان کائنات کے کہنہ محور میں آفات میں گرفتار کرتے آلام ساعت کے ساحلوں پر شور کرتی سوگی ائیں اور حزن کے خمیر میں شکست و ریخت کی روح فرسا ساعتیں کھڑی کر دینے والی قہرمانیت کھڑا اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔

ایتاخ اور اشناس کا یہ شب خون انتہائی بھرپور، انتہائی ہولناک اور خون میں ڈبو دینے والا تھا۔ طرف سے ایتاخ دوسری سمت سے اشناس اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے شب خون کو کراتے دشمن کے پڑاؤ کے اندر تک گھستے چلے جا رہے تھے وہ خود بھی اور ان کے لشکری بھی

خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دلوں میں خوف طاری کرنے والا ایک خروش سا بپا کرتے چلے جارہے تھے۔

جھیل تر کے کنارے پڑاؤ کرنے والے قونیہ کے رومنوں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے جمنے کی کوشش کریں یا حملہ آوروں کو ہٹا کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ بجھی بجھی بے شعور رات میں ایتاخ اور اشناس دھندلی فضاؤں کے آسیب اور وقت کے سبز مناظر میں اشکوں کا طوفان کھڑا کرتے سسکتے لمحوں کی طرح ان کے وسطی حصے تک گھستے چلے گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں قونیہ سے آنے والا رومنوں کا لشکر بالکل بے خبر بالکل بے پرواہ بالکل بے خوف ہو کر آرام کر رہا تھا۔ انہیں تو صرف ازمیر کی طرف سے آنے والے رومنوں کے دوسرے لشکر کا انتظار تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اناطولیہ کے وسطی حصوں میں اس قدر دور تک مسلمان مار کرتے ہوئے ان پر شب خون مار سکتے ہیں سارے لشکری ہتھیار کھول کر آرام کر رہے تھے۔ جب تک وہ ہتھیار باندھتے اور اپنے آپ کو منظم کر کے مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوتے اس وقت تک ایتاخ اور اشناس نے ان کی بہت بڑی تعداد کو تہہ تیغ کرتے ہوئے ان کے وسط میں آکر موت اور قضا کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی اور اندھیروں کے روش پر کچھ دیر تک اناطولیہ کی جھیل کے کنارے زندگی اور موت کا رقص جاری رہا۔ رومنوں نے جب دیکھا کہ حملہ آور ان سے زیادہ طاقتور اور کرنے میں تیز اور منظم ہیں۔ تب انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کا جدھر منہ اٹھا۔ ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔ اپنا پڑاؤ انہوں نے خالی کر دیا تھا۔ اپنی جانیں بچانے کے لئے انہوں نے ادھر ادھر بکھر کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایتاخ اور اشناس بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ وقت ضائع نہیں کیا۔ ان کے پڑاؤ سے جو کچھ ملا اسے سمیٹا پھر رات گہری تاریکی میں وہ برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے جبل طاروس کے اس پار اپنے پڑاؤ کی طرف جارہے تھے۔

کائنات کے حیلہ گر اور چارہ ساز کے احکامات کا اتباع کرتے ہوئے اس کے تائید الہامی کی چھتری تلے سورج اپنے پورے نورانی وجود کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ گلی گلی نگر نگر دم بریدہ ناگ کی طرح پیچ و تاب کھاتے اندھیرے بھاگ گئے تھے۔ سپنوں کی بارش میں بھیگی خوشیوں کی سرشاریاں تمام ہوئی تھیں۔ سورج کی روپہلی رقصاں کرنیں اپنے لبوں پر دہکتی لرزشیں ہر شئے کو چوم لینے کی بے نام خواہشیں لئے چاروں سمت بے چین شراروں کے خروش کی طرح پھیل گئی تھیں۔ خوابوں کی زنجیروں کے حلقے ٹوٹ گئے تھے۔ شب کے سایوں میں لرزاں ہر شئے جاگ اٹھی تھی۔

ایسے میں سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی حویلی پر دستک ہوئی تھی۔ دستک دینے والا تورک تھا وہی تورک جس کے ساتھ قسطنطنیہ میں کبھی ایکاسیہ کا نکاح ہوا تھا۔

ایک بار دستک دینے کے بعد تورک ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب دروازہ کھلنے میں دیر ہوئی تب دوسری دستک دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا خود اسحاق بن یحییٰ تھا۔

تورک کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ نے چند لمحوں تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا شاید وہ اپنے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ دستک دینے والا کون ہے۔ وہ اسے پہلے سے جانتا ہے کہ نہیں۔ پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس نے تورک کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز! میں نے تمہیں پہچانا نہیں تو کون ہے؟ بتا تو کہاں سے آیا ہے اس لئے کہ میں نے تمہیں سامرہ میں بھی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اور تو نے کس سلسلے میں میری حویلی کے

دروازے پر دستک دی ہے-

تورک کا گھوڑا ایک طرف کھڑا تھا- اوراس کی باگ اس کے ہاتھ میں تھی- باگ اس نے چھوڑ دی- دروازے کے قریب آیا اور اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ اسحاق بن یحییٰ ہیں-

ہاں میں ہی اسحاق بن یحییٰ ہوں- کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو-

میرے محترم میرا نام تورک ہے میں قسطنطنیہ سے آیا ہوں آپ کے سالار ایتاخ سے ملنا چاہتا ہوں لیکن راستے میں میں نے جس سے بھی اس کی حویلی کا پتہ پوچھا اس نے مجھے یہی بتایا کہ یہاں نہیں ہے بلکہ اپنے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف کی سرحدوں پر ہے- میرا اس سے انتہائی ضروری ہے- میں راستے میں راہ نمائی کرنے والوں کے اس جواب پر کہ ایتاخ ارض شام میں ہے شاید وہیں سے لوٹ کر اس کے پاس چلا جاتا لیکن میں ایکاسیہ کی ماں سے ملنا چاہتا ہوں وہ میر جاننے والی ہیں- مجھے دیکھتے ہی مجھے پہچان جائیں گی- میں انہیں ایکاسیہ سے متعلق کچھ بتانا چا ہوں-

ایکاسیہ کا نام سن کر اسحاق بن یحییٰ کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے عمیمہ اور اس کا بھائی زبیر بھی بھاگتے ہوئے آ کھڑے ہوئے تھے-

اسحاق بن یحییٰ نے پھر اسے مخاطب کیا-

تم ایکاسیہ سے متعلق کیا خبر لے کے آئے ہو-؟

پھر تورک کے جواب کا انتظار کئے بغیر عجیب سی خجالت کا اظہار کرتے ہوئے اسحاق بن کہنے لگا-

میں بھی کتنا احمق ہوں- دروازے پر کھڑے ہی کھڑے تم سے سوال و جواب شروع کر دیا اور تمہیں اندر آنے کے لئے نہیں کہا- اپنے گھوڑے کو بھی اندر لے آؤ- خود بھی اندر آؤ پھر بیٹھ بات کرتے ہیں- اگر تم ایکاسیہ سے متعلق کوئی اچھی خبر لے کے آئے ہو تو یاد رکھو ہم تمہیں ایسے انعا سے نوازیں گے جو مدتوں یادگار رہے گا-

پھر اسحاق بن یحییٰ ایک طرف ہٹ گیا- دروازہ اس نے پورا کھول دیا تھا- عمیمہ اور زبیر ایک طرف ہو گئے تھے- تورک جب اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اندر داخل ہوا تو زبیر نے اس

گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور کہنے لگا-

میرے بھائی اپنا گھوڑا مجھے دے دو میں اسے اصطبل میں باندھتا ہوں-

تورک نے چپ چاپ باگ اسے تھما دی- زبیر گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا- اس موقع پر اپنی بیٹی عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا-

بیٹی! میں اس معزز مہمان کو دیوان خانے کی طرف لے کے جاتا ہوں تم ذرا ایکاسیہ کی ماں قسطونہ کو دیوان خانے میں بھیجو اس کا کہنا ہے کہ ایکاسیہ کی ماں اسے جانتی ہے-

ایکاسیہ سے متعلق سن کر عمیمہ کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں تھیں بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی- جب کہ اسحاق بن یحییٰ تورک کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا اور زبیر بھی اس کے گھوڑے کو باندھ کر وہیں آ گیا تھا- تھوڑی دیر تک قسطونہ دیوان خانے میں داخل ہوئی- اس کے ساتھ عمیمہ اور اس کی ماں غمران بھی تھیں-

تورک کو دیکھتے ہی قسطونہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی-

تورک بیٹے تم کیسے ہو- مجھے میری بیٹی نے بتایا ہے کہ تم ایکاسیہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو- کیا تم ایکاسیہ کے متعلق جانتے ہو وہ کہاں ہے- کون اس کو اٹھا کر یہاں سے لے گیا-

تورک مسکرایا' پھر کہنے لگا-

آپ بیٹھیں اس کے بعد میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں-

قسطونہ غمران اور عمیمہ اسحاق بن یحییٰ کے قریب بیٹھ گئیں پھر تورک نے کہنا شروع کیا-

بات دراصل یوں ہے کہ نوفل بن میخائیل کو پتہ چل گیا تھا کہ ایکاسیہ مسلمانوں کے علاقے میں چلی گئی ہے- اس نے اپنے کچھ آدمی ایکاسیہ کی تلاش میں پہلے ہی لگائے ہوئے تھے جنہوں نے یہ کھوج لگا لیا کہ ایکاسیہ مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ میں رہتی ہے- وہ تاک میں رہے جب شام کے قریب ایکاسیہ گھڑ دوڑ کے لئے گئی تو انہوں نے اس کے ساتھ جو لڑکیاں تھیں انہیں تو مار مار کر پھینک دیا ان کے ہاتھ منہ باندھ دیئے اور ایکاسیہ کو اٹھا کر لے گئے-

اب ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل نے قسطنطنیہ کے مقابلے کے میدان میں جو کمرے بنے

ہوئے ہیں ان میں سے ایک کمرے کے اندر بند کر رکھا ہے اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جب تک ایکاسیہ نوفل بن میخائیل سے شادی پر آمادہ نہیں ہو جاتی اس وقت تک اسے اسی کمرے میں بند رکھا جائے گا- بھلے ایکاسیہ اپنی عمر کے آخری لمحوں تک وہیں پڑی رہے-

تورک رکا' کچھ سوچا اپنی طرف سے بات بناتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا-

میں اس کمرے میں ایکاسیہ سے مل چکا ہوں- تفصیل سے اس کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے- دوران گفتگو جب اس نے مجھ پر یہ اظہار کیا کہ وہ یہاں کے ایک سالار ایتاخ کو پسند کرتی ہے- اس سے محبت کرتی ہے اور اسے اپنا جیون ساتھی بناتے ہوئے اپنی زندگی اس کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہے- تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بہت بڑا فیصلہ کرنے کی ٹھان لی-

آپ جانتی ہیں ایکاسیہ کے ساتھ میرا نکاح ہو چکا تھا- لہذا اب میں اس نکاح سے دستبردار ہو چکا ہوں اس لئے کہ میں جانتا ہوں ایکاسیہ مجھے کچھ نہیں دے سکے گی اس لئے کہ وہ ایتاخ کو پسند کرتی ہے- اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے-

ایکاسیہ کے ساتھ میری طویل گفتگو ہوئی جس کے نتیجے میں اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے کہ کسی طرح ایتاخ کو بتایا جائے کہ میں یہاں اسیر ہوں اور مجھے وہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کرے- اب میں اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں تاکہ ایتاخ سے ملوں اور اس کے ساتھ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی جائے- اس سلسلے میں آپ کا عزیز اور رشتہ دار طورون بھی پوری طرح ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے- میں اسے وہیں چھوڑ کر آیا ہوں تاکہ میری غیر موجودگی میں وہ ایکاسیہ کا خیال رکھے اور اسے ضرورت کی ہر شے پہنچاتا رہے- میں فی الفور ایتاخ سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ وہاں سے نکال کر ایکاسیہ کو وہ یہاں لا سکے اگر دیر کی گئی تو نوفل بن میخائیل انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی بڑا اور خطرناک فیصلہ بھی کر سکتا ہے-

قسطونہ جو تھوڑی دیر پہلے تورک کی آمد کی وجہ سے خوشی اور مسرت کے امتزاج اور نورس آرزوؤں کی طرح خوش اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی وہاں اس سے ساری تفصیل سننے کے بعد بے چاری مفقود عزم' گنگ زبان' شکستہ پاؤں کے ساتھ تازہ سفر کو ترستی منجمد زیست جیسی اداس فطرت کی جوت سے محروم مدہم ہوتی رنگوں جیسی افسردہ اور جیون دکھ کی آگ میں جلتی ماں کی چشم گریہ جیسی فکر مند ہو گئی تھی- کچھ دیر خاموش رہی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی-

نہ جانے کب تک یہ حالات ہم دونوں ماں بیٹی کی آخری سانسوں کی سرحدوں تک ہمیں رہنے نہ رہنے میں مبتلا رکھیں گے- نہ جانے ہم دونوں ماں بیٹی کب تک کسی گمنام شہر کی گمشدہ منزلوں کی تلاش کرنے کے لئے تاریکی کے اندھیرے خیموں میں بھٹکتی رہیں گی- نہ جانے کب تک بے چینیاں مجبوریاں روز و شب کی پیہم نفرت کی طرح ہمارا تعاقب کرتی رہے گی- کب تک ہم دونوں ماں بیٹی ویران غاروں میں جلتے دیپ کی طرح زندگی اور موت کی لرزاں کش مکش میں مبتلا رہیں گی- نہ جانے کب ہم دونوں کی عمروں کے سوکھے کنارے بھیگیں گے- اور ہم دونوں کو جسم و جان کی گونجتی بھٹکتی صداؤں سے نجات ملے گی-

کاش اس طرح جینے سے تو ہم بہتر تھا کہ نظروں کی آخری حدود میں گم ہو جانے والے شام کے سایوں کی طرح ختم ہو چکی ہوتیں- کاش بے یقینی کی فضاؤں میں آنسو بہاتے سرد آہوں کی داستان سناتے سنسان ویران قبرستان جیسے لمحوں میں زندگی بسر کرنے کی بجائے ہم دونوں ماں بیٹی اب تک موت سے بغل گیر ہو چکی ہوتیں-

کاش......

قسطونہ کو یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا- اس لئے کہ غمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا- اور اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگی-

میری بہن یہ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو- کیا ہمارے لئے یہ خوشی اور کسی قدر اطمینان کا لمحہ نہیں ہے کہ ہماری بیٹی ایکاسیہ زندہ ہے- اگر وہ قسطنطنیہ میں اسیر کر دی گئی ہے تو پہلے بھی تو وہ اسیری اور روپوشی کی زندگی بسر کرتی رہی تھی- تم بھی اس کے ساتھ تھیں اس حالت میں بھی تو ہمارا بیٹا ایتاخ تم دونوں کو وہاں سے نکال کر لایا تھا- اب بھی میرا دل کہتا ہے کہ ایتاخ ایکاسیہ کو بسلامت وہاں سے نکال کر تمہارے پاس لائے گا-

غمران رکی' قسطونہ کے منہ سے اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا- پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی-

زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں- میرا دل کہتا ہے کہ انشا اللہ عنقریب ایکاسیہ تمہارے پاس ہو گی- میری بہن سنبھلو- اس طرح دکھ اور غم کا اظہار کرنے کی بجائے اب ہمیں ایکاسیہ کو وہاں

سے نکالنے کی تدبیر کرنی چاہئے- ایسے موقع پر ایسے غم زدہ الفاظ نہیں بولتے-

قسطونہ نے کسی قدر اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

بیٹے! سب سے پہلے میں تمہاری ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم ایکاسیہ سے دست بردار ہو گئے ہو- بیٹے یہ تمہاری فراخ دلی ہے یا یوں سمجھو ہم پر تمہارا احسان ہے- ایکاسیہ دل و جان سے ایتاخ چاہتی ہے اور اسی سے محبت کرتی ہے- بیٹے کوئی اور ہوتا تو یہ دعویٰ کھڑا کر دیتا کہ ایکاسیہ میری بیو ہے اور میں ہر صورت میں اسے حاصل کر کے رہوں گا- کوئی اور ہوتا تو اس طرح ایکاسیہ کی اسیری اطلاع ہمیں دینے کا خطرہ مول نہ لیتا- میں ایک بار پھر تمہارے اس تعاون اور تمہاری اس قربانی تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں- بیٹے اب تھوڑا سا یہ اشارہ مجھے دے دو کہ تم ایکاسیہ کو وہاں سے کیسے گے- تمہارے جانے کے بعد میں ایکاسیہ کے متعلق بڑی فکر مند اور پریشان رہوں گی-

قسطونہ خاموش ہو گئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے تورک کہنے لگا-

آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے- آخر پہلے بھی تو طورون نے آپ اور ایکا دونوں ماں بیٹی کو وہاں سے نکالنے کا بہترین حیلہ اختیار کیا تھا- اب بھی یہ سارا کام طورون ہی ا ماہی گیروں اور کشتی بانوں کے ساتھ مل کر ادا کرے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عنقر ایکاسیہ بخیریت و عافیت آپ کے پاس یہاں پہنچ جائے گی- اس کے بعد میں آپ کو یہ مشورہ دوں کہ وقت ضائع کئے بغیر آپ اس کی شادی ایتاخ سے کر دیجئے گا- اس طرح جب وہ ایتاخ کی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہے گی تو کوئی اسے اغوا نہ کر سکے گا- اور نہ ہی کوئی دوبارہ قسطن لے جا کر اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر سکے گا-

اب آپ لوگ مجھے یہ بتائیے کہ میں ایتاخ سے کیسے رابطہ کروں تا کہ اسے مل کر ایکاسیہ کو و سے نکالنے کا اہتمام کیا جائے- باری باری سب کی طرف دیکھتے ہوئے تورک نے پوچھا تھا-

اس کے اس سوال کے جواب میں کچھ دیر خاموشی رہی پھر اسحاق بن یحیٰی بول اٹھا-

بیٹے! گو اس سلسلے میں قسطونہ تمہارا شکریہ ادا کر چکی ہے- لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناکافی ایکاسیہ کی حیثیت ہمارے یہاں ایسے ہی ہے جیسے میری اپنی سگی بیٹی- پہلے میری ایک بیٹی تھی ایکا کے آنے سے اب میں دو بیٹیوں کا باپ ہوں- میں اپنی طرف سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں نے ہمیں ایکاسیہ کی اطلاع دی کہ وہ قسطنطنیہ میں ہے اور میں قبل از وقت بلکہ پیشگی تمہارا شکریہ اد

ں کہ تم ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کا اہتمام کر رہے ہو- اب رہی بات کہ تم ایتاخ سے کیسے رابطہ رتے ہو تم تھوڑی دیر بیٹھو میں ابھی سیدھا امیر المومنین کی طرف جاتا ہوں- اس موضوع پر تفصیل ساتھ ان سے گفتگو کرتا ہوں-

اس لئے کہ اگر ایتاخ کو قسطنطنیہ جانا پڑتا ہے تو شام کی سرحدوں پر اس کی جگہ یہاں سے کسی سالار کو جانا ہوگا اور یہ سارا امیر المومنین کے علم میں لانے کے بعد ہی عملی صورت اختیار کر سکتا ے-

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحیٰی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا- اور وہاں سے چلا گیا تھا-

☆

اسحاق بن یحیٰی قصر میں داخل ہوا- حاجب سے اس نے امیر المومنین سے ملاقات کی اہش کا اظہار کیا تب حاجب اسے پکڑ کر ایک کمرے میں لے گیا- جہاں معتصم اکیلا بیٹھا ہوا تھا- رمندی کے انداز میں اسحاق بن یحیٰی کی طرف دیکھتے ہوئے معتصم بول اٹھا-

ابن یحیٰی خیریت تو ہے- تم اس طرح کبھی بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے اس لئے کہ میں دیکھتا ں کہ تمہارے چہرے پر فکر مندی کے آثار ہیں- کہو کیا بات ہے کیا کسی نے تمہاری دل شکنی کی ہے- کسی نے تمہارا حکم ماننے سے انکار کیا ہے-

معتصم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسحاق بن یحیٰی کہنے لگا-

امیر المومنین! جہاں تک میری پریشانی اور افسردگی کا تعلق ہے تو آپ کا اندازہ درست ہے اس کے بعد معتصم کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحیٰی نے تورک کے آنے' ایکاسیہ کی اسیری اور ایتاخ سے ملاقات کرنے اور اسے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف لے جا کر ایکاسیہ کی رہائی کا سامان کرنے کے سارے واقعات تفصیل سے کہہ دیئے تھے-

اسحاق بن یحیٰی جب خاموش ہوا تب بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے معتصم کہنے لگا-

ہمارے لئے یہ بڑی بدقسمتی بلکہ بدنامی کا باعث ہے کہ ہمارے ہی شہر کی ایک بیٹی کو رومن سپاہی دجلہ سے اٹھا کر لے گئے- کل کو وہ اس سے بڑا کوئی حادثہ بھی کر سکتے ہیں- ایسا وہ اکیلے

نہیں کر سکتے جب سے میں نے ایکاسیہ کی گمشدگی کا سنا ہے میں اس موضوع پر کافی سوچ چکا ہوں میرا دل کہتا ہے کہ شہر کے اندر رومنوں کے آدمی ہیں جن کے ساتھ ان کا رابطہ ہے اور ان سے رابطہ رکھنے کے بعد ہی وہ ایکاسیہ کو یہاں سے اٹھا لے جانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

معتصم لحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بہر حال یہ ایک ثانوی موضوع ہے۔ جس پر بعد میں گفتگو کی جائے گی۔ ہمیں ہر صورت میں سامرہ شہر میں ان لوگوں کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ہو گا جن کے قسطنطنیہ کے رومنوں کے ساتھ روابط اور تعلقات ہیں۔ فی الوقت جو سب سے پہلا موضوع ہے وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنا ہے اور ظاہر ہے یہ کام صرف ایتاخ ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک تو وہ پہلے وہاں جا چکا ہے۔ ایک بار ایکاسیہ اور اس کی ماں کو وہاں سے نجات بھی دلا چکا ہے۔ دوسری بڑی بات یہ کہ ایکاسیہ ایتاخ کو پسند کرتی ہے۔ اور ایتاخ کے علاوہ وہ کسی پر اعتماد اور بھروسہ بھی نہیں کرے گی۔ اور پھر یہ خطرناک مہم ایتاخ جیسا شخص ہی کامیاب انجام کو پہنچا سکتا ہے۔

اب رہی بات کہ اس کی شروعات کیسے کی جائیں تو اسحاق بن یحییٰ تمہیں پتہ ہے کہ چند روز پہلے ارض شام کی طرف سے جو قاصد آئے ہیں انہوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ایتاخ اور اشناس نے نہ صرف یہ کہ رومنوں کے بہترین جرنیل فرزون اور طولک کو ایک ہولناک جنگ میں بدترین شکست دی بلکہ ایتاخ اور اشناس دونوں اناطولیہ کے میدانوں میں گھس گئے اور فرزون اور طولک کی مدد کے لئے ازمیر اور قونیہ سے آنے والے لشکروں پر بھی باری باری حملہ آور ہوئے شب خون مار اور ان دونوں لشکروں کو بھی انہوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

یہ سارے حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ رومن ارض شام کی سرحدوں پر ہمارے ہاتھوں اپنی پے در پے شکستوں کا انتقام ہم سے لینے پر تلے ہوئے ہیں لیکن ہم انہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایتاخ جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے اور بد سے بدترین دشمن اور بڑی سے بڑی طاقت کو بھی شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے کی اس مہم پر روانہ ہو جاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں رومن پھر حملہ آور ہوتے ہیں تو اشناس اکیلا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اشناس ایک اچھا سالار ہے جراتمند اور دلیر ہے۔ بروقت فیصلہ کرنے کا جوہر بھی رکھتا ہے

ن اب تک زیادہ تر وہ ایتاخ کے نائب ہی کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے اور اس کے نائب ہی کی یت سے اس نے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ وہ ایتاخ کی راہ نمائی میں بہترین سالار ثابت ہوا ے۔ اب جو فیصلہ میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ یہاں سے ایتاخ کا کوئی متبادل جانا چاہئے۔ ہی جا کر پہلے قسطنطنیہ سے آنے والے اس جوان سے بات کرو کہ وہ کب تک ایتاخ کی طرف انہ ہونا چاہتا ہے۔ یہاں سے جا کر وہ ایتاخ کو پورے حالات بتائے یہ حالات سنتے ہی میرا ازہ ہے کہ ایتاخ فوراً قسطنطنیہ روانہ ہو جائے گا میری طرف سے تم اشناس کے ساتھ سرحدوں پر م کرنے کے لئے بغا کبیر کو روانہ کر دو۔ بغا کبیر اپنے ساتھ ایک محافظ دستہ بھی لیتا جائے۔ اس ان کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ اور وہاں جا کر وہ جوان پورے حالات ایتاخ سے کہے مجھے ید ہے کہ ایتاخ بہت جلد ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب مزید کہو تم کیا ہنا چاہتے ہو۔

اسحاق بن یحییٰ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

امیر المومنین اب میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ ایتاخ کی جگہ لینے کے ے کسی سالار کو یہاں سے روانہ کیا جائے اور اس کے ساتھ تورک نام کا جو جوان قسطنطنیہ سے آیا ہے وہ بھی ایتاخ کی طرف روانہ ہو جائے۔ اب معاملہ طے ہو چکا ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ میں تا ہوں اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ کھڑا ہو گیا تھا پھر معتصم کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ ہاں سے چلا گیا تھا۔

ایک بار پھر اسحاق بن یحییٰ اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ وہاں ابھی تک تورک، قسطونہ، زان، عمیمہ اور زبیر سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسحاق بن یحییٰ جہاں سے اٹھ کر گیا تھا وہیں پر بیٹھ گیا۔ پھر رک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! اس سلسلے میں امیر المومنین معتصم سے تفصیل کے ساتھ میری گفتگو ہوگئی ہے۔ لے یہ بتاؤ تم یہاں کتنے دن قیام کرنا پسند کرو گے۔

تورک نے فوراً اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے محترم! میرا یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ مجھے فی الفور ایتاخ کو اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ کا رخ کرنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نوفل بن میخائیل ایکاسیہ کے مسلسل انکار سے

برانگیختہ ہو کر کوئی نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے اگر آپ برا نہ مانیں اور محسوس نہ کریں تو آج اور اسی وقت یہاں سے ارض شام کی سرحدوں کی طرف روانہ ہونا پسند کروں گا اگر آپ میرے ساتھ میری راہ نمائی کے لئے کسی کو بھیج دیں تو آپ کی مہربانی اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو میں اکیلا ہی ایتاخ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اسحاق بن یحییٰ ایک بار پھر کھڑا ہو گیا' کہنے لگا۔

اگر تم قیام نہیں کرنا چاہتے' ابھی یہاں سے ایتاخ کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہو تو مجھے ایک بار پھر تمہارے کوچ کا انتظام کرنے کے لئے باہر جانا ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا' اس کے ساتھ بغا کبیر تھا۔ وہ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ بغا کبیر اور تورک کا اس نے آپس میں تعارف کرایا پھر کہنے لگا۔

یہ بغا کبیر ہمارے عمدہ سالاروں میں سے ہے۔ جب تم ایتاخ کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے جاؤ گے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرائض بغا کبیر سرانجام دے گا۔

اگر تم رکنا نہیں چاہتے۔ قیام نہیں کرنا چاہتے تو پھر اٹھو باہر ایک محافظ دستہ کھڑا ہے جو تمہارے ساتھ جائے گا۔ بغا کبیر بھی تمہارے ہمراہ ہو گا۔ اس طرح بغا کبیر اپنے مسلح جوانوں کے با آسانی تمہیں ایتاخ کے پاس پہنچا دے گا۔

تورک اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک الوداعی سی نگاہ اس نے قسطونہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

مادر محترم! آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ دعا کریں بہت جلد ایکا کے پاس یہاں سامرہ شہر میں ہو گی۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اور تورک وہاں سے نکلے' زبیر بھی ان کے پیچھے تھا۔ جب وہ حویلی سے باہر نکلے تو تورک نے دیکھا گھڑ سواروں کا ایک دستہ وہاں کھڑا تھا۔ محافظ دستے کے پاس آن کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک زبیر اندر سے اس کا گھوڑا بھی تیار کر کے لے بغا کبیر کا گھوڑا بھی مسلح دستے کے لشکریوں کے درمیان کھڑا تھا۔ بغا کبیر اسحاق بن یحییٰ سے کرنے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ زبیر سے تورک نے بھی اپنے گھوڑے کی لگام رکاب میں پاؤں جماتے ہوئے وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ بغا کبیر اپنے محافظ دستے کے ساتھ تورک لے کر شام کے سرحدی علاقوں کا رخ کر رہا تھا۔

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ایتاخ اور اشناس دونوں مغرب کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے بعد لشکر کے اندر گھومتے ہوئے لشکریوں کے احوال کا جائزہ لے رہے تھے کہ لشکر گاہ میں را اپنے محافظ دستے اور تورک کے ساتھ داخل ہوا۔

قریب آ کر ایک جست کے انداز میں بغا کبیر اپنے گھوڑے سے اترا پھر باری باری وہ اور اشناس سے ملا تھا۔ اس کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں اس کے ساتھ آنے والے محافظ کے افراد سے مل رہے تھے۔

اس کے بعد بغا کبیر نے ایتاخ اور اشناس دونوں سے' تورک کا تعارف کرایا تھا۔ اس کا نام ایتاخ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اسے میرے ساتھ خیمے میں لے کے آؤ۔ ساتھ ہی ایک چھوٹے سالار کو ایتاخ نے حکم دیا بغا کبیر کے ساتھ آنے والے محافظ دستے کے افراد کے قیام اور ان کے کھانے کا اہتمام کرے۔

ایتاخ' اشناس اور بغا کبیر تینوں تورک کو لے کر خیمے میں داخل ہوئے۔ یہ ایتاخ کا خیمہ تھا۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب تورک کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے مخاطب کیا۔

اب مجھے تم ایکاسیہ کے متعلق پورے حالات واحوال سناؤ۔

اس پر تورک سنبھل کر بیٹھا پھر تفصیل کے ساتھ اس نے دریائے دجلہ کے کنارے قسطنطنیہ مقابلے کے میدان کے سالار شابور کے ایکاسیہ کو اغواء کرنے نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش جانے اس سے شادی کرنے سے انکار اور اسے مقابلے کے میدان کے کمرے میں اسیر کر کے واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

جب تک تورک بولتا رہا ایتاخ بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خامو
تو تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے پوچھ لیا-

میں نے تو سن رکھا تھا کہ ایکاسیہ کے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا ہے' دوران گفتگو تم نے اک
کیا کہ تم ایکاسیہ سے دست بردار ہو چکے ہو- کیا ایسا تم نے اس بنا پر کیا ہے کہ شابور کے ہاتھو
بن میخائیل کے کہنے پر ایکاسیہ بے آبرو اور بے عصمت ہو چکی ہے-

ایتاخ کے ان الفاظ پر تورک چونکا تھا- پوچھنے لگا-

مسلمانوں کے سالار آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ ایکاسیہ کو شابور بے عصمت کر چکا ہے-

ایتاخ نے پھر تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا- یہ مت پوچھو کہ مجھے کیسے خبر ہوئی۔ جو سوال تم سے کیا ہے اس کا جواب نہیں دیا-

محترم ایتاخ! ایسی کوئی بات نہیں- گلا صاف کرتے ہوئے تورک نے کہنا شروع کیا-

میں ایکاسیہ سے اس بناء پر دست بردار نہیں ہوا کہ وہ شابور کے ہاتھوں بے آبرو ا
عصمت ہو چکی ہے- اس کے بے آبرو ہونے سے پہلے ہی میں اس سے دست بردار ہو چکا تھ
لئے کہ میں اس سے ملاقات کر چکا تھا- دوران ملاقات اس نے مجھے بڑے جذباتی انداز میں
کہ وہ آپ کو پسند کرتی ہے- آپ ہی کی زندگی کی ساتھی بن کر رہنا چاہتی ہے- ایسی صور
میں اس پر کیوں اپنا حق جتاتا- میں اس کو آزاد کر چکا ہوں صرف اس لئے کہ وہ مجھے پسند نہیں
ہی میری اس کی ذات میں کوئی دلچسپی ہے- اگر میں اسے اپنے پاس رکھ بھی لیتا' اپنا بھی ا
میرے ساتھ وہ خوش رہ سکتی نہ مجھے خوش رکھ سکتی- اس لئے کہ اس کے دل میں میں نہیں آ
چکے ہیں- بس یہی وجہ ہے اس سے دست بردار ہونے کی-

تورک جب خاموش ہوا تب ایتاخ بول پڑا-

اب میرے پاس آنے سے تمہارا کیا مقصد ہے-

ادھر روانگی سے پہلے ایکاسیہ سے تفصیل کے ساتھ میری گفتگو ہوئی تھی- میں نے ا
دلایا تھا کہ میں اس کی رہائی کا سامان کروں گا- میں یہاں سے سامرہ گیا- وہاں سے ادھر آیا
وہاں سے مجھے پتہ چلا کہ آپ یہاں قیام کئے ہوئے ہیں اب آپ کے پاس آنے کا اصل
مقصد یہ ہے- کہ آپ میرے ساتھ قسطنطنیہ چلیں اور وہاں سے ایکاسیہ کو نکال کر اپنے ساتھ

لے آئیں- اس سلسلے میں میں اور آپ کا جانا پہچانا ملاح طورون آپ کی بھرپور مدد کریں- ایکاسیہ کو وہاں سے نکالا جانا انتہائی ضروری ہے ورنہ وہ بے چاری وہیں سسک سسک کر جان دے دی گی-

کچھ دیر خاموش رہ کر ایتاخ نے کچھ سوچا اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ بے زار سے انداز میں اس نے تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

یہ جو تم ایکاسیہ کی رہائی کے سلسلے میں میرے پاس آئے ہو پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ جاؤ گے تو اس ساری تگ و دو اس ساری جدوجہد کا انعام تمہیں کیا ملے گا-

میں کسی انعام اور رقم کے لالچ میں آپ کی طرف تو نہیں آیا- میں صرف ایکاسیہ کی بہتری کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں- میں نہیں چاہتا کہ وہ اسیری کی زندگی کے دوران اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اسی بناء پر میں اپنے آپ کو خطرات میں ڈالتے ہوئے آپ کی طرف آیا ہوں- تاکہ ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر آپ کے پاس محفوظ کر دیا جائے- ایسا میں کسی انعام کے توجہ میں نہیں کر رہا- آپ میرے اس جذبے کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں آپ میرے ساتھ چلیں پھر دیکھیں میں کیسے ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے میں آپ کی بھرپور اور حتی المقدور مدد کرتا ہوں-

تورک جب خاموش ہوا تو ایتاخ پھر بولا کہنے لگا-

یہ جو تمہارے نوفل بن میخائیل نے میری گرفتاری پر سو سرخ اونٹوں کی رقم کا اعلان کر رکھا ہے- اگر تمہارے راستے میں وہ حائل ہو گئی تو پھر ایسی صورت میں نہ میں ایکاسیہ کو نکال سکوں گا نہ خود اپنی جان بچا سکوں گا-

لمحہ بھر کے لئے تورک کانپا تھا- جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال گیا' کہنے لگا-

آپ اس انعام کی کوئی فکر نہ کریں- کسی کو خبر بھی نہ ہوگی کہ آپ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں- جب کسی کو خبر ہی نہ ہوگی تو پھر کون آپ کو گرفتار کرے گا-

اگر تم نے ہی نوفل بن میخائیل کو میری وہاں آمد کی اطلاع کر دی تب- ایتاخ نے پھر تورک کو گھورا تھا-

مسلمانوں کے سالار آپ دوسری بار میرے جذبوں کی ناقدری کر رہے ہیں- تورک نے بھرپور احتجاج کرتے ہوئے کہا میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں میں یہ سب کچھ ایکاسیہ اور اس

کی ماں سے بھلائی کی خاطر کر رہا ہوں- اس کے علاوہ نہ میرا کوئی مقصد ہے نہ مدعا نہ کوئی فائدہ کوئی میری منفعت-

کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ تمہیں سو اونٹوں کی رقم کا لالچ نہیں ہے-

میں یہاں کیسے ثابت کر سکتا ہوں آپ میرے ساتھ قسطنطنیہ چلیں اگر میں ایکاسیہ کو وہاں نکالنے میں آپ کی پرخلوص مدد کروں تو میں سچا اگر میں ایسا نہ کروں تو میں جھوٹا-

ایتاخ نے پھر اسے گھورا- اگر میں یہاں ثابت کر دوں کہ تم صرف سو سرخ اونٹوں کی رقم لالچ میں یہ سب کچھ کر رہے ہو تو پھر------

تورک پہلے سے کہیں زیادہ لرز کانپ گیا تھا- ہکلاتے ہوئے کہنے لگا-

آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں- اگر آپ قسطنطنیہ نہیں جانا چاہتے تو نہ سہی میں آ کو زبردستی تو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا- اگر آپ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کا عزم نہیں رکھتے میرا یہاں قیام کرنا بھی بے سود ہے- میں ابھی اور اسی وقت قسطنطنیہ روانہ ہو جاؤں گا اور ایکاسیہ جا کر کہہ دوں گا کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ تم میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور نہ تمہیں قسطنطنیہ اسیری سے نکال کر اپنے پاس لے جانا چاہتے ہیں- ایسا کر کے میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنا فرض کر دیا ہے-

تورک رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا- یہ آپ نے کہا ہے کہ آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ انعام کے لالچ کی خاطر کر رہا ہوں تو یہ بھی آپ میرے سا زیادتی کر رہے ہیں-

تورک میں تم سے کوئی زیادتی نہیں کر رہا بلکہ جو کچھ کہوں گا وہ سچ کہوں گا اور تم پر نہ کوئی الز تراشی ہو گی نہ تم سے کوئی زیادتی ہو گی- بڑی سنجیدگی سے تورک کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے شروع کیا تھا-

تورک کیا تم نوفل بن میخائیل سے نہیں ملے تھے- طورون بھی تمہارے ساتھ تھا- تم اسے پیش کش کی تھی- کہ تم ایتاخ کو قسطنطنیہ لے کر آؤ گے اور طورون وہیں قیام کرے گا- جوا میں نوفل بن میخائیل نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم ایتاخ کو اس کے پاس پہنچا دو تو سو سرخ اونٹو کی رقم کی قیمت تم کو ملے گی اور پچاس سرخ اونٹوں کی قیمت کی رقم طورون نام کے ملاح کو ادا

ئے گی- کیا تم اس سے انکار کرتے ہو- جھوٹ مت بولنا- اب میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ بات میں کہہ رہا ہوں یہ اس وقت پیش آئی جب دوسری بار ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل کے سامنے ں کیا گیا تھا اور اس نے اس کے حرم میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا- اس کے قصر سے نکلنے ے تھوڑی ہی دیر بعد تم اور طورون نوفل کے پاس گئے اور مجھے گرفتار کرانے کی پیشکش کی- اس پر ہیں نوفل بن میخائیل نے انعام کا لالچ دیا- اسی انعام کے لالچ میں تم قسطنطنیہ سے نکلے' پہلے مرہ گئے- پھر سامرہ سے نکل کر بغا کبیر کے ساتھ یہاں آئے- بولو! کیا میں نے سچ کہا ہے-

ایتاخ کے ان الزامات سے تورک کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی تھی- لیکن اپنے آپ اس نے سنبھالے رکھا- فوراً بولا اور کہنے لگا-

یہ سراسر الزام ہے- آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں یہ سب کچھ انعام کے لالچ میں کر رہا ہا-

اس بار ایتاخ نے کھا جانے والے انداز میں تورک کی طرف دیکھا' کہنے لگا- ثبوت تو میں ا تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں- ثبوت بھی ایسا جسے نہ تم ٹھکرا سکو گے نہ انکار کر سکو گے- نہ اس کا ئی رد پیش کر سکو گے' اس ثبوت کے سامنے تمہیں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنی گردن کو رنا ہو گا-

پھر ایتاخ مڑا' لمحہ بھر کے لئے اس نے اشناس کے کان میں کھسر پھسر کی- جسے سن کر اشناس نکل گیا تھا-

تھوڑی دیر بعد اشناس واپس لوٹا- اس کے پیچھے پیچھے خیمے میں طورون نام کا قسطنطنیہ کا ملاح ل ہوا تھا- طورون کو دیکھتے ہی تورک کا رنگ پیلا اور ہلدی ہو کے رہ گیا تھا- طورون کو ایتاخ نے پنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا تھا- جب وہ بیٹھ گیا تب ایتاخ نے طورون کی طرف دیکھتے ہوئے بولا-

— تورک! طورون نام کے اس ملاح کو جانتے ہو؟

تورک کی گردن جھک گئی- بولا بالکل میں اسے جانتا ہوں میں اس سے انکار نہیں کروں گا- اس نے مجھ پر کچھ الزامات لگائے ہیں تو یہ جھوٹ بولتا ہے-

طورون غصہ کھا گیا- اپنا ہاتھ اس نے تورک کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اس کا سر اوپر اٹھا ہوئے کہنے لگا-

تورک! میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرو- کیا تم نے مجھے اپنے ساتھ ملا کر بن میخائیل کو ایتاخ کو گرفتار کرانے کی پیش کش نہ کی تھی- کیا تم مجھے یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوئے تھے کہ میں وہیں رہوں اور تم سامرہ جا کر ایتاخ کو لے آؤ- یاد رکھنا میری نگاہوں میں ایکا کی حالت ایک بیٹی کی سی ہے- جو کچھ تم انعام کے لالچ میں کر رہے ہو میں ایسا کرتا تو سمجھنا میر بیٹی کو فروخت کر دیتا لیکن میں ایسا بے غیرت نہیں ہوں- میں اپنی بیٹی کو وہاں سے نکال کر پہنچانا چاہتا ہوں جہاں وہ خوش رہ سکتی ہے- اس کے علاوہ میرا کوئی مدعا نہیں ہے- اب بھی تم سکتے ہو کہ تم پر الزام تراشی کی جا سکتی ہے؟ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟

اشناس اور بغا کبیر ابھی تک خاموش بیٹھے تھے- اس انکشاف پر دونوں کے چہرے غصے غضب ناک ہو گئے تھے- اشناس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بغا کبیر ایتاخ کو مخا کرتے ہوئے کہنے لگا-

ایتاخ میرے بھائی! ایسے شخص کو زندہ رہنے اور اس زمین پر چلنے کا کوئی حق نہیں ایسے شخص گردن کاٹنے میں تو ذرہ برابر بھی دیر نہیں کرنی چاہئے-

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا-

اس کا انجام یقیناً یہی ہوگا پہلے بغا کبیر کے ساتھ ایتاخ نے طورون کا پورا تعارف کر طورون کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

طورون! اس تورک کے مقدمے کا میں تمہیں ہی منصف مقرر کرتا ہوں جو سزا تم تجو گے اس پر عمل کیا جائے گا-

طورون نے کچھ سوچا پھر بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا-

امیر! یہ بڑا زہریلا ناگ ہے- اسے کسی بھی صورت قسطنطنیہ نہیں پہنچنا چاہئے- اگر یہ دبا گیا تو نہ صرف یہ کہ مجھے اور آپ کو ڈسنے کا اہتمام کرے گا بلکہ وہاں ایکاسیہ کا بھی خاتمہ کر کے گا- اس کی سزا یہی ہے کہ اس سانپ کا خاتمہ کر کے اسے یہیں دفن کر دیا جائے- یہ جو کچھ کر اونٹوں کی رقم کے لالچ میں کر رہا ہے اس کے علاوہ اس کے سامنے نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی مد

ساتھ میں اس لئے دیتا رہا ہوں کہ اگر میں اس پر وہاں اپنے جذبات کا اظہار کرتا تو یہ میری بھی شکایت نوفل بن میخائیل سے کرتا اور میرا کام تمام کرانے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا-

لمحہ بھر کے لئے طورون رکا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

تورک! کسی دھوکے کسی فریب میں نہ رہنا جب تم قسطنطنیہ سے سامرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے- تو میں تمہاری غیر موجودگی میں اپنی بیٹی ایکاسیہ سے ملا تھا- اور اسے وہاں سے نکالنے کی تفصیل بھی میں نے طے کر لی تھی- اس نے ہم دونوں پر یہ انکشاف کر دیا تھا کہ وہ نوفل بن میخائیل کے حرم میں کسی بھی صورت داخل نہ ہوگی اس لئے کہ وہ ایتاخ کو پسند کرتی ہے لیکن اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ایتاخ کہاں ہے- تمہارے بعد جب میں اس سے ملا تو اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ ایتاخ سامرہ میں نہیں شامی سرحدوں پر ہے- لہٰذا تم جس وقت سامرہ کی طرف روانہ ہوئے تو تمہارے پیچھے پیچھے میں نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور یہاں ایتاخ کے پاس آیا- تمہاری ذلت اور پستی کی ساری تفصیل میں نے ایتاخ سے کہہ دی- اب کہو تم کیا کہتے ہو-

تورک منہ سے تو کچھ نہ بولا- بس گردن جھکائے رکھی' خاموش رہا- اس پر ایتاخ نے بغا کبیر اور اشناس کو مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ تورک کو پکڑ کر باہر لے گئے اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا- دونوں جب پھر واپس آئے تب ان کی موجودگی میں ایک بار پھر ایتاخ نے طورون کو مخاطب کیا-

طورون میرے دوست! اب بتاؤ تمہارا کیا لائحہ عمل ہے- میں چاہتا ہوں کہ ایکاسیہ کو وقت ضائع کئے بغیر وہاں سے نکالا جائے-

طورون نے کچھ سوچا پھر وہ اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا-

ایتاخ! میرے عزیز ایکاسیہ میرے لئے سگی بیٹیوں جیسی عزیز ہے- اس کو نکالنے کا لائحہ عمل میں طے کر چکا ہوں- لیکن ساری تفصیل بتانے سے پہلے میں ایک معاملہ آپ کے ساتھ طے کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ نوفل بن میخائیل کے کہنے پر مقابلے کے میدان کے محافظوں کے سالار شابور نے ایکاسیہ کو بے عصمت اور بے آبرو کر دیا ہوا ہے اور یہی وہ شابور ہے جس نے سامرہ شہر سے باہر دریائے دجلہ کے کنارے ایکاسیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ پہنچایا تھا- اب اس سلسلے میں میرے عزیز میں آپ سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں ایک اپنے اطمینان کے قلب

کے لئے دوسری انتقام کی خاطر-

جو بات میں اطمینان قلب کے لئے کہنا چاہتا ہوں وہ یوں ہے کہ کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ بے عصمت اور بے آبرو ہونے کے بعد ایکاسیہ آپ کی نظروں سے گر جائے گی- آپ اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیں گے- اور یہ کہ اسے یہاں لاکر اس کی ماں کے حوالے کر دیں گے اور اس کی طرف کوئی توجہ اور رغبت نہ رکھیں گے-

یہ پہلی بات ہے- دوسری بات یہ ہے کہ ایکاسیہ کو اغواء کرنے والا شابور ہے اس کو بے آبرو اور بے عصمت کرنے والا بھی شابور ہی ہے- لہذا میں چاہتا ہوں- اس شابور سے بھی اس کے اس گھناؤنے جرم کا انتقام لینا چاہیئے- اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں اس کا قتل ہم پر واجب ہو چکا ہے- ایتاخ میرے عزیز مجھے پہلے ان دو باتوں کا جواب دیں- اس کے بعد ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کا لائحہ عمل جو میں قسطنطنیہ میں طے کر کے چلا تھا- اس کی تفصیل آپ سے کہتا ہوں-

ایتاخ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے طورون کی طرف دیکھا اور انتہائی پرسکون اور خوش کن لہجے میں وہ کہہ رہا تھا-

طورون! جو کچھ قسطنطنیہ میں ایکاسیہ کے ساتھ ہوا ہے اس پر جتنا دکھ جتنا افسوس کیا جائے کم ہے- اگر اسے بے آبرو بے عصمت کر دیا گیا ہے تو اس میں اس کا اپنا کوئی قصور اور گناہ نہیں- بدنامی کے دھبے اس کی رضامندی اور خوشی سے تو اس کو نہیں لگائے گئے- جس وقت وہ بے آبرو نہ کی گئی تھی اس وقت بھی وہ کروٹیں لیتی رات کے سفر میں کسی کے لئے سرگوشیاں کرتی صبح کی امید' کسی کی مضطرب آنکھوں میں گہری نیند کی ٹھنڈک' کسی کے دل غبار آلود شاموں اور حبس بھرے دلوں کی وحشت میں تتلیوں کے رنگوں جگنوؤں کی جھلمل' بدلتی رتوں کی بشارت اور ہونٹوں پر رقص کرتی ہنسی سے بھی زیادہ دلکش حیثیت رکھتی تھی-

طورون اب جبکہ بدترین حالات اور کڑے وقت میں اسے بدنامی کے دھبوں میں الجھا کے رکھ دیا ہے- اسے بے عصمت' اسے بے آبرو کر دیا گیا ہے تو یاد رکھنا میری نگاہوں میں اب بھی اس کی عزت' اس کے تقدس' اس کے احترام میں کوئی کمی نہیں آئی- میرے لئے اب بھی وہ ساعتوں کی وادیوں میں صدر رنگ آفاق جیسی پرکشش' قرطاس دل پر لکھی سطروں کے اندر حروف کن سی خوش کن اذان اور وقت کے جمود کی گرفت میں شفق کی شال کے پلو سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے-

طورون' ایکاسیہ اب بھی میری ذات کے پندار کا ٹکڑا' میری ہستی کے تاریک کھنڈروں میں عروس خوش ادا' میرے گوشۂ دل کے لئے نظر محصور جلوہ' مہتاب خوش کلام اور میری روح کی بے دلی میں وہ اب بھی خوشیوں کی لہریں کھڑا کر دینے والا ایک ہنگامہ ہے- بے آبرو اور بے عصمت ہو جانے کے باوجود اس کی قدر' اس کا احترام میری نگاہوں میں کم نہیں ہوا بلکہ اس کی بے بسی اس کی لاچارگی نے میرے دل' میرے ذہن میں اس کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھا دی ہے-

طورون! یہ تو تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے- اب رہا معاملہ شابور کا' تو وہ بڑا ٹیڑھا معاملہ ہے- اسے تو اس زمین پر چلنے کا کوئی حق نہیں- اس نے کسی کے سانسوں کے جنگل میں ہواؤں کے اندھے نوحے بھرے ہیں' کسی کی خوش نغمہ آنکھوں میں بدنام راہوں کی تھکن اتاری ہے اور کسی کی اچھوتی قبائے ذات پر اس نے حقیر کر دینے والے دھبے لگائے ہیں- اسے کیسے زندہ چھوڑا جائے گا-

طورون! ایکاسیہ کسی کے لئے چراغ شبستان سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی- اس شابور نے اس کے دامن میں اداس لمحوں کے زرد پتے بھرے ہیں- وہ کسی کی محبتوں کا ماحاصل' کسی کی محنتوں کا صلہ تھی اور ہے- اس شابور نے اس کی حالت طیور دل گرفتہ جیسی کی ہے- اسے بدنامی کی زنجیر سلاسل میں جکڑا ہے- اس کی راحت جان کو زنداں کی سختیوں سے دوچار کر دیا ہے- ایکاسیہ کسی کی محبت کا ثمر کسی کی چاہتوں کا اثر تھی اور ہے- اس شابور نے انس کے دل میں کراہتے روز و شب' اس کے نفس میں جان لیوا عتاب' اس کے انبساط تن میں اس کے گلابی ہونٹوں کی لذت میں مر جانے کی حسرت اور زمانے بھر کی خزاں زدہ خشکیاں بھری ہیں- ایسے شخص کو کیا میں زندہ چھوڑوں گا- جہاں کہیں بھی جس جگہ بھی میرا اور اس کا ٹکراؤ ہوا اس کی گردن کاٹنا میں اپنا اولین فرض جانوں گا-

طورون میں نہیں جانتا کہ اس کو وہاں سے نکالنے کا تم نے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے- اگر مجھے وہاں موقع مل گیا تو میں شابور کو زندہ نہیں چھوڑوں گا- اسے قتل کرنے کے بعد پھر ایکاسیہ کو یہاں اپنے پاس لاؤں گا-

ایتاخ کی ساری گفتگو سے طورون لگتا تھا مطمئن ہو گیا تھا- اس لئے کہ اس کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں لبوں پر مسکراہٹ تھی- ایتاخ جب خاموش ہوا تب اس نے کہنا شروع کیا-

ایتاخ میرے عزیز! تو نے اپنی باتوں سے میرا دل خوش کر دیا- اب میرے دل میں ایکاسیہ کے متعلق نہ کوئی وسوسہ ہے نہ کوئی اندیشہ- مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ جس طرح آپ پہلے ایکاسیہ سے محبت کرتے تھے- ویسی ہی چاہت اب بھی اس کے لئے آپ کے دل میں ہے- اب جو میں نے اسے وہاں سے نکالنے کا لائحہ عمل طے کیا ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں- اس لائحہ عمل کے دوران شابور کا بھی خاتمہ ہو جائے گا-

طورون تھوڑی دیر کے لئے رکا دم لیا پھر کہتا چلا گیا-

تورک کے قسطنطنیہ سے سامرہ کی طرف چلے جانے کے بعد میں بے کار نہیں بیٹھا تھا- سب سے پہلے تو میں زندان میں ایکاسیہ سے ملا' اسے تسلی اور ڈھارس دی اور اسی سے مجھے پتہ چلا کہ آپ نے سامرہ کی بجائے شام کی سرحدوں پر قیام کر رکھا ہے-

ایکاسیہ سے ملاقات کرنے کے بعد میں شابور سے ملا- میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے ساتھ ساتھ شابور کا بھی خاتمہ کیا جائے- اس لئے کہ اس کا خاتمہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہے-

میں اس سے ملا اور اس سے ایک معاملہ طے کیا- میں جانتا تھا یہ شابور انتہا درجہ کا لالچی اور حریص شخص ہے- میں نے اس کے سامنے یہ پیش کش کی کہ تورک مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو یہاں لا کر انعام حاصل کرنے کے لئے سامرہ گیا ہوا ہے- شابور سے میں نے کہا کہ سو سرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام اگر تورک کی بجائے تمہیں مل جائے تو کیسا رہے گا-

میرے ان الفاظ پر خوشیوں بھری امید میں شابور کی باچھیں کھل گئی تھیں' کہنے لگا- اگر یہ انعام مجھے مل جائے تو میں ساری زندگی تمہارا ممنون اور شکر گزار رہوں گا-

طورون لمحہ بھر کے لئے رکا' کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا-

شابور کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے میں نے اس پر ضرب لگائی- شاید آپ کو یہ خبر نہ ہو گی کہ مقابلے کے میدان کے علاوہ بحیرہ مرمرہ کے کنارے اناطولیہ کے میدانوں میں جو رومنوں کے شہنشاہوں نے دوسرے ملکوں کے سفیروں کے آنے کے لئے اصطبل اور ان کے گھوڑے باندھنے کی جگہ بنا رکھی ہے وہاں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کا کماندار بھی شابور ہی ہے اور اس اصطبل کی نگرانی بھی اسی کے ذمے ہے-

میں نے شابور سے کہا کہ میں تورک پر نگاہ رکھوں گا- ظاہر ہے جب وہ ایتاخ کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا تو اناطولیہ کے میدانوں میں سمندر کے کنارے جو اصطبل بنے ہوئے ہیں وہاں لے جائے گا- شابور سے میں نے کہا میں تمہیں اطلاع بھیجوں گا اور تم اناطولیہ کے میدانوں میں اصطبل میں پہنچنا وہاں تورک کا خاتمہ کر دینا اور ایتاخ کو پکڑ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کر دینا- اس طرح سو اونٹوں کا انعام تمہیں مل جائے گا-

میری اس پیشکش پر شابور نے جو سب سے پہلا اعتراض کھڑا کیا وہ یہ تھا کہ اگر میں ایتاخ کو پکڑ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ مجھ سے پوچھے گا کہ مسلمانوں کے اس سالار کو تورک لینے گیا ہوا تھا تمہارے ہاتھ کیسے چڑھ گیا-

مجھے یہ سارا لائحہ عمل طے کرنے سے پہلے ہی شک تھا کہ شابور یہ سوال کرے گا لہذا میں نے اس کا جواب پہلے سے سوچ رکھا تھا- میں نے فوراً اس سے کہا-

جب نوفل بن میخائیل تم سے یہ پوچھے کہ یہ ایتاخ تمہارے ہتھے کیسے چڑھ گیا تو تم کہنا کہ ایتاخ جب تورک کے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں اصطبل کے قریب پہنچا تو اسے کچھ شک ہوا کہ تورک اس کے ساتھ غداری اور بے ایمانی کر رہا ہے لہذا اپنی جان بچانے کے لئے اس نے بھاگنے کی کوشش کی- جس کے جواب میں تورک نے اسے روکنا چاہا دونوں میں مقابلہ ہوا اور ایتاخ نے تورک کو قتل کر دیا-

میں نے شابور سے یہ بھی کہا کہ تم کہنا جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت تم اصطبل کی نگرانی کے لئے اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھے- اور یہ واقعہ چونکہ اصطبل کے قریب ہی ہوا تھا- اور میں اسی وقت وہاں پہنچا تھا لہذا صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے میں بھاگتے ہوئے ایتاخ پر حملہ آور ہوا اس کا تعاقب کیا اس کے ساتھ میرا تیغ زنی کا مقابلہ ہوا جس کے نتیجے میں میں نے اسے زیر کر لیا اور اسے پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کر دیا-

میرے اس جواب سے شابور مطمئن ہو گیا تھا کہ سو سرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام ایک بہت بڑا لالچ ہے- اب جو ہم نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں اور آپ یہاں سے کوچ کریں- آپ اسی اصطبل کے قریب رکیں گے جہاں اس سے پہلے جب ایک سفیر کی حیثیت سے گئے تھے اور وہاں آپ نے

قیام کیا تھا۔

میرے عزیز! آپ کو وہاں ٹھہرا کے میں شہر میں جاؤں گا' شابور سے کہوں گا کہ تورک ایتاخ کو لے کر آیا ہے اور میری طرف پیغام بھجوایا ہے کہ میں کشتی لے کر وہاں پہنچوں اور ان دونوں کو بٹھا کر دوسرے ساحل پر لے جاؤں ظاہر ہے شابور کے ساتھ میرا پہلے ہی معاملہ طے ہو چکا ہے۔ وہ میرے ساتھ اناطولیہ کے ساحل پر آنے پر رضامند ہو جائے گا جب میں اسے اپنی کشتی میں بٹھا کر ساحل کی طرف لاؤں گا تو میری غیر موجودگی میں ہمارے کچھ عزیز جو ماہی گیری ہی کا پیشہ کرتے ہیں وہ حرکت میں آئیں گے۔ وہ مقابلے کے میدان میں ایکاسیہ پر پہرہ دینے والوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کا خاتمہ کر کے ایکاسیہ کو نکال کر سمندر کے کنارے لائیں گے اور وہاں سے کشتی میں بٹھا کر اناطولیہ کے ساحل کی طرف لے آئیں گے وہاں آپ شابور سے نمٹ لینا اور ایکاسیہ کو لے کر یہاں چلے آنا۔

وہ ملاح اور ماہی گیر جو میرے عزیز ہیں' جو میری اور شابور کی غیر موجودگی میں ایکاسیہ کو مقابلے کے میدان کے اس کمرے سے نکالیں گے ان سے بھی میں نے سارا معاملہ طے کر لیا ہے۔ اور وہ بحفاظت ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر اناطولیہ کے ساحل پر پہنچا دیں گے۔

طورون جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

طورون میرے محترم! جو لائحہ عمل تم نے طے کیا ہے بہت اچھا ہے لیکن اس میں کچھ خدشات اٹھتے ہیں۔ پہلے مجھے ان کا جواب دو پھر اس کے بعد یہاں سے کوچ کا معاملہ طے کریں گے۔

پہلی بات جو اٹھتی ہے وہ یہ کہ یہ سارا معاملہ رات کے وقت کیا جائے گا ظاہر ہے دن میں تو یہ سارا کھیل نہیں کھیلا جا سکتا رات کے وقت شہر پناہ کے دروازے بند ہوں گے۔ تم اور شابور تو شہر پناہ سے نکل کر کشتی میں بیٹھ کر اناطولیہ کے ساحل پر آ جاؤ گے لیکن ماہی گیر رشتے دار کیسے اور کس طرح ایکاسیہ کو نکال کر شہر پناہ سے نکلیں گے۔ کیا شہر پناہ کے دروازے کے محافظ انہیں پوچھیں گے نہیں کہ یہ لڑکی کون ہے۔ اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ پھر وہ ایکاسیہ کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہوں گے کہ اسے نوفل بن میخائیل نے زندان میں ڈال رکھا ہے۔ تو کیا ایک ہنگامہ نہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ ایکاسیہ کو اس کے چہرے سے نہ پہچانتے ہوں کہ اسے نوفل بن میخائیل نے سزا دے رکھی ہے تو بھی وہ ماہی گیروں سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ وہ اس لڑکی کو اتنی رات گئے کہاں لے جا رہے؟

ہیں اور کیوں لے جا رہے ہیں۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تب طورون بول پڑا۔

بس آپ کا یہی ایک اعتراض ہے یا اس کے علاوہ بھی آپ نے کچھ کہنا ہے۔

اس پر ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔ طورون پہلے میرے اس سوال کا جواب دو پھر اس کے بعد میں تم سے ایک اور سوال کروں گا۔

طورون بڑے خوش کن انداز میں کہنے لگا۔ ایتاخ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے متعلق تم کوئی فکر نہ کرو ہم لوگ ماہی گیر ہیں۔ رات کے وقت اکثر و بیشتر اپنے اپنے جال لے کر نکلتے رہتے ہیں۔ شہر کے دروازوں کے محافظوں کو پتہ ہے کہ ہم سمندر کے کنارے رات بھر مچھلیاں پکڑتے ہیں یہ ہمارا پیشہ ہے اور مچھلیاں پکڑ کر ہم بازار میں بیچتے ہیں لہذا رات کے کسی بھی حصے میں اگر ہم شہر سے نکلنا چاہیں تو کوئی ہم سے باز پرس نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہم ملاحوں کو شہر پناہ کے سارے محافظ جانتے ہیں۔ جہاں تک ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کا تعلق ہے۔ تو اسے مردانہ لباس پہنا دیا جائے گا ملاحوں کے بیچوں بیچ شہر پناہ کے دروازے سے نکلے گی اور شہر پناہ کے محافظ یہی سمجھیں گے کہ سب ماہی گیر ہیں اور رات کے وقت مچھلیاں پکڑنے کے لئے جال بچھانے کے لئے جا رہے ہیں اس سلسلے میں بالکل کوئی اندیشہ نہ کرو کوئی پوچھ گچھ نہیں کرے گا نہ کسی کو شک و شبہ ہو گا اس کے علاوہ کوئی تمہارا سوال اگر ہو تو کہو۔

ایتاخ پھر کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد طورون کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

طورون! دراصل میں تم سے دو سوال کرنا چاہتا تھا جو جواب تم نے میرے پہلے سوال کا دیا ہے۔ اس سے تو میں کسی قدر مطمئن ہو چکا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ اس حد تک تو اتفاق کرتا ہوں کہ تم مقابلے کے میدان کے اس کمرے سے ایکاسیہ کو نکال کر اناطولیہ کے ساحل پر جو قسطنطنیہ کا شاہی اصطبل ہے وہاں لے آتے ہو۔ ظاہر ہے ایکاسیہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی شابور وہاں پہنچے گا اور ایکاسیہ کے پہنچنے تک شابور کا خاتمہ کرنے کے بعد مجھے ایکاسیہ کو لانا ہو گا۔ اب جیسا کہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ اناطولیہ کے ساحل پر جو قسطنطنیہ کی حکومت کا اصطبل ہے اس کا نگران اعلیٰ بھی شابور ہے۔ ظاہر ہے اصطبل میں جو لوگ کام کرتے ہیں وہ شابور کے تحت ہیں۔ اصطبل کے پاس اگر ہم شابور

کے ساتھ ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں تو یاد رکھنا میں اور تم تو صرف دو ہی ہوں گے اصطبل میں کام کر
والے بہت سے لوگ ہوں گے اور وہ سارے شاپور کا ساتھ دیں گے اس طرح کیا اناطولیہ کے
ساحل پر میرے اور تمہارے لئے مسائل نہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ایتاخ آپ کا کہنا درست ہے اصطبل میں کام کرنے والے واقعی ہی شاپور کے تحت ہیں
سنجیدگی میں طورون نے کہنا شروع کیا تھا لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو میرے ہم نوا ہیں
میرے طرفدار ہیں۔ اور جس وقت شاپور سے ہنگامہ آرائی ہوگی اس وقت اگر کچھ لوگ اس کا سا
دیں گے تو ہمارا ساتھ دینے والے بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اس لئے اصطبل کے قریب شاپور
آسانی کے ساتھ نپٹا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ۔۔۔۔

طورون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اشناس بول پڑا۔

بزرگ طورون! میں اب تک بالکل خاموش رہا ہوں۔ تمہاری اور اپنے بھائی ایتاخ کی گ
سنتا رہا ہوں۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ ہم سفیر کی حیثیت سے جب گئے تو تم نے ہمارے س
بہت تعاون کیا اب دوسری بار بھی میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے سلسلے
ہم سے تعاون کر رہے ہو۔ لیکن میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا کہ اناطولیہ کے ساحل
اصطبل ہے اس اصطبل کے محافظوں میں تمہارے ہم نوا بھی ہیں اور شاپور کے بھی اس طرح د
اصطبل کے باہر ہنگامہ آرائی کھڑی ہو جائے گی۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ کسی سازش کے تحت شا
قتل کر کے ایکاسیہ کو وہاں سے نکالا جا رہا ہے تو ایتاخ کے لئے اگر وہاں نہ سہی جس وقت ا
ایکاسیہ کو لے کر وہاں سے نکلے گا تو راستے میں اس کے لئے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ا
تعاقب کیا جا سکتا ہے۔ لمحہ بھر کے لئے اشناس رکا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

اس سلسلے میں ایک تجویز میں پیش کرنے لگا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرا بھائی ایتاخ اس
اتفاق کرے گا۔ جو میرے دل کی آواز ہے وہ یہ کہ ایتاخ اکیلا تمہارے ساتھ نہیں جائے گا میر
دیگر کچھ ساتھی بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ بالکل ایسے ہی جیسے ایک بار پہلے ہم سفارت
گئے تھے۔ اس بار بھی اگر کوئی ہم سے پوچھتا ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ مسلمانوں کی ایک سفا
قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے پاس جا رہی ہے اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو کوئی ہمیں ر
گا نہیں۔ اس کے بعد جب ہم ایکاسیہ کو لے کر واپس آتے ہیں اور راستے میں بھی اگر ہمارا ا

مڈبھیڑ قسطنطنیہ کے کسی لشکر کے حصے سے ہوتی ہے تو ہم سے کوئی باز پرس نہیں کرے گا ہماری
نہیں روکے گا۔ نہ کوئی ہم سے ٹکرائے گا اس لئے کہ قسطنطنیہ کی طرف جاتے ہوئے ہم ہی پہلے بتا
چکے ہوں گے کہ ہم مسلمانوں کی ایک سفارت لے کر جا رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس سے طورون نہ صرف تمہیں بلکہ میرے
بھائی ایتاخ کو بھی اتفاق ہوگا۔ اس طرح ہم با آسانی نہ صرف یہ کہ اناطولیہ کے ساحل پر شاپور سے
نمٹ سکتے ہیں اس کا خاتمہ کرنے کے بعد بحفاظت ایکاسیہ کو یہاں لا سکتے ہیں۔

اشناس جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے ایتاخ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس
نے طورون کو مخاطب کیا۔

طورون! جو بات میرے بھائی اشناس نے کی ہے۔ اگر یہ بیچ میں نہ بولتا تو یہی بات میں تم
سے کہنے لگا تھا۔ اب چونکہ اشناس نے میرے دل کی بات کی ہے تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس
سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔

طورون بڑی فراخ دلی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ویسے جو تجویز اشناس نے پیش کی ہے۔ وہ اس
تجویز سے بہتر اور زیادہ قابل عمل ہے جو میں نے پیش کی تھی۔ میرے خیال میں اگر آپ اور اشناس
مسلح جوانوں کو لے کر قسطنطنیہ کا رخ کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی سفارت
قسطنطنیہ جا رہی ہے تو زیادہ تحفظ کے ساتھ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے اور شاپور سے انتقام لینے میں
کامیاب ہو جائیں گے۔

اگر آپ دونوں اپنے ساتھ مسلح جوان بھی لے کر جاتے ہیں تو پھر اصطبل کے اندر جس قدر
افراد ہیں ان میں شاپور کے جو ہمنوا ہیں ہمیں ان کا خاتمہ بھی نہیں کرنا پڑے گا ایکاسیہ کو وہاں سے
نکالنے سے پہلے اور شاپور کا خاتمہ کرتے وقت ان سب کا محاصرہ کر لیا جائے گا ان میں وہ لوگ بھی
شامل ہوں گے جو ہمارے ہم نوا ہیں۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت آپ ان سب کے ہاتھ پشت پر
باندھ دیں منہ پر کپڑے باندھ دیں اس کے بعد آپ ایکاسیہ کو لے کر پوری رفتار سے اپنے گھوڑوں
کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اپنی اس منزل کا رخ کریں۔ جب تک سورج طلوع ہوگا اور اصطبل میں

کام کرنے والوں کا کھانا آئے گا اس وقت تک آپ بہت دور جا چکے ہوں گے اس وقت کوئی آ
لوگوں کا تعاقب بھی کرے تب بھی آپ کی گرد کو پہنچ سکے گا نہ آپ کے لئے کسی قسم کے خطر
باعث بن سکے گا- اب آپ یہ طے کیجئے کہ ہمیں یہاں سے کب روانہ ہونا ہے-

طورون کی گفتگو سے ایتاخ بھی خوش ہوگیا تھا' کہنے لگا میرے عزیز روانگی آج ہی ہو
ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ اس سلسلے میں ہماری
نمائی کریں گے کہ ہمیں کس رفتار سے قسطنطنیہ کی طرف سفر کرنا ہے کہ سورج غروب ہوتے وقت
اناطولیہ کے ساحل پر پہنچیں- یہ بھی ایک طرح کی بہتری ہوگی کہ محترم اسحاق بن یحییٰ نے بغا کو
یہاں بھیج دیا ہے- میری اور اشناس دونوں کی غیر موجودگی میں بغا کبیر یہاں کے حالات کو
گرفت میں لے کے رکھے گا- میرے خیال میں اب ہمیں کوچ کی تیاری کرنا چاہئے-

اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے- کچھ دیر بعد ایتاخ اور اشناس طورون کو لے کر اپنے
دستے کے ساتھ جبل طاروس کے قریب اپنے پڑاؤ سے قسطنطنیہ کا رخ کر رہے تھے-

ملگجی شام کی خواہشوں کی گود میں اپنا سر رکھے سورج اپنی دہکتی سرخ پیشانی کے ساتھ بحیرہ روم
پار لمبی دوریوں کے اپنے فطری سفر کی تکمیل کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا- آسمان
میں ڈوبے سحاب پھر اپنے قدرتی رنگ پر آگئے تھے- باغ باغیچے در دریچے سب شام کے
ے گلے مل گئے تھے- فضا میں چھاتی تاریکیوں کے اندر آدھا چاند نمودار ہوا اور چاندنی ہر
ے گلے مل کر مسکرانے لگی تھی- ہر سو ہر طرف کور چشم گورکن کی بے بسی جیسی کچھ ایسی گہری
یاں چھا گئی تھیں- جیسے کسی پر آسیب نے اچانک شب خون مار دیا ہو- اپنے دامن میں
و ثقافت کے ان گنت رنگ لئے اناطولیہ کے میدانوں میں ایتاخ اور اشناس اپنے محافظ
کے ساتھ طورون کی راہ نمائی میں بحیرہ مارمورا کے ساحل پر اس جگہ آن رکے تھے- جہاں
ہ کی سلطنت نے باہر سے آنے والے سفارت کاروں کے لئے اصطبل بنا رکھا تھا-

اصطبل کے قریب آکر طورون نے جب اپنے گھوڑے کو روکا تب ایتاخ اور اشناس کے
ن کے ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک دیا پھر سب نیچے اترے- اس موقع پر طورون
نے سوچا- آہستہ آہستہ اس جگہ آیا جہاں ایتاخ اور اشناس دونوں کھڑے تھے- پھر بڑی
انہی سرگوشی میں دونوں کو مخاطب کر کے طورون کہہ رہا تھا-

میرے عزیزو! اس طرف آتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال گزرا ہے- میرے خیال
اس پر عمل کیا جائے تو ہمارے تحفظ میں مزید اضافہ ہوجائے گا- کیوں نہ ہم اس اصطبل کے
رر محافظ ہیں ان پر ابھی سے قابو پالیں ان کے ہاتھ پشت پر باندھ کر' منہ پر کپڑے باندھنے
ران کو ایک جگہ ڈال دیں- ایسا میں اس لئے کر رہا ہوں کہ ابھی تو ہم اصطبل سے ذرا فاصلے پر

ہیں۔ اصطبل کے محافظوں نے ابھی مجھے دیکھا نہیں۔

اگر ہم اصطبل کی طرف گئے اور اصطبل کے محافظوں نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا اور کے قتل کے بعد جب آپ لوگ یہاں سے چلے گئے تو مجھے خدشہ ہے ان میں سے کوئی نہ کوئی نوفل بن میخائیل تک پہنچا دے گا کہ جو لوگ شابور کو قتل کر کے گئے ہیں ان کے اندر میں بھی تھا۔

طورون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایتاخ نے اس کی بات کاٹ دی' کہنے لگا۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔ تم یہیں رکو تمہیں اصطبل کے محافظوں کے سامنے نہیں جانا چاہئے۔ ایتاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہیں اور ان سب کو باندھ کر ایک کونے میں ڈال دیتے ہیں

طورون وہیں گھوڑوں کی اوٹ میں کھڑا رہا۔ ایتاخ اور اشناس اپنے ساتھیوں کے اصطبل میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی سارے محافظ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب ایتا اشناس اور ان کے ساتھیوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ قریب آ کر ایتاخ نے مخاطب کیا۔

میرے عزیز ساتھیو! ہم مسلمانوں کے شہر سامرہ کی طرف سے تمہارے شہنشاہ نو میخائیل کے لئے ایک سفارت لے کے آئے ہیں۔ اپنے گھوڑوں کو یہاں باندھ کر قسطنط داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کیا تم ہمارے لئے دو کام کر سکتے ہو۔

اول یہ کہ اصطبل میں یہاں ہمارے گھوڑوں کو باندھ دو۔ ثانیاً یہ کہ ہمارے لئے کس اہتمام کرو۔ جس میں بیٹھ کر ہم قسطنطنیہ شہر کے ساحل پر اتریں۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے اصطبل کے محافظ کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے۔ ان کے اس ا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایتاخ نے اپنے محافظ دستے کے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا ا حرکت میں آئے اصطبل کے سارے کارندوں کے گرد انہوں نے حلقہ بنا لیا۔ پھر انہیں اپنے بے بس کرتے ہوئے سب کے ہاتھ پشت پر باندھے اور انہی کے کپڑوں سے ان کے منہ بھی کران کو اصطبل کے ایک طرف ان کمروں میں سے ایک کے اندر بند کر دیا تھا جو ان کے لئے لئے بنے ہوئے تھے۔

اس کام کی تکمیل کے بعد ایتاخ کے کہنے پر سب باہر نکلے' گھوڑے جو اصطبل سے ذرا

پکڑے ہوئے تھے انہیں اصطبل کے اندر باندھ کر ان کے آگے چارہ ڈال دیا گیا پھر محافظ دستے کے افراد تو اصطبل کے اندر ہی رہے ایتاخ اور اشناس اس جگہ آئے جہاں اصطبل کے باہر کچھ فاصلے طورون کھڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب آ کر ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

محترم طورون! اصطبل کے سارے کارندوں کو ہم نے بے بس کر کے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے ہیں' ان کے منہ پر کپڑے بھی باندھ کر ان کو بے بس کر دیا ہے۔ اب تم اپنے کام کی ابتدا کرو میں اور اشناس یہیں رک کر تمہارا انتظار کرتے ہیں۔

طورون نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا' کہنے لگا۔

بس جو کچھ میں چاہتا تھا وہ ہو چکا۔ اب میں جاتا ہوں۔ اس وقت ساحل پر میرے بہت سے ماہی گیر ہوں گے۔ میری اپنی کشتی بھی یہیں ہو گی میں تھوڑی دیر تک شابور کو لے کے آتا ہوں اس کے پیچھے پیچھے خداوند نے چاہا تو میرے ساتھی ملاح میری بیٹی ایکاسیہ کو لے کر یہاں پہنچ جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی طورون وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ ایتاخ اور اشناس دونوں وہیں اصطبل کے باہر ایک چٹان پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے۔

رات آہستہ آہستہ بھاگتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف بالکل گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی اصطبل کے اندر سے ایتاخ کے محافظ دستے کے ساتھیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیتیں یا کبھی ساحل سے ٹکراتی سمندر کی لہروں کا شور اٹھتا یا کبھی کبھی رات کے وقت اپنے کام میں مصروف ماہی گیروں میں سے کسی کے گیت گانے کی آواز سنائی دیتی۔

ایتاخ اور اشناس اسی چٹان پر بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے وقت گزار رہے تھے۔ کہ ان کے بائیں طرف سے سمندر کے کنارے کی جانب سے انہیں دو ہیولے اپنی جانب آتے دکھائی دیئے۔

جب وہ قریب آئے تو ایتاخ اور اشناس نے دیکھا ان میں سے ایک تو طورون تھا۔ دوسرا اس کے ساتھ شابور تھا۔ دونوں قریب آئے۔ ایتاخ اور اشناس کے سامنے کھڑے ہو کر شابور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

میرے محترم عزیزو! یہ شابور ہے۔

غصے اور غضبناکی میں ایتاخ اور اشناس ایک ساتھ چٹان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایتاخ

تھوڑی دیر تک بڑی قہرمانی میں شابور کی طرف دیکھتا رہا پھر گہری خاموشی اور رات کی وسعتوں میں اس کی آواز شابور کی سماعت سے ٹکرائی تھی-

کیا تم ہی شابور ہو جس نے ایکاسیہ کو بے آبرو اور بے عصمت کیا-

ایتاخ کے ان الفاظ پر شابور دنگ رہ گیا تھا- پہلے اس نے احتجاجی سے انداز میں طورون کی طرف دیکھا پھر اس کا ہاتھ ایک دم اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا- اتنی دیر تک ایتاخ بھی برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آ چکا تھا- اس کا ہاتھ پکڑ لیا اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسے اپنی چھاتی کے ساتھ ایک دفعہ زور سے بھینچا پھر بایاں ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا' اسے بے بس کیا' عجیب سے انداز میں اشناس کی طرف دیکھا پھر اسے اشارہ کیا- اشناس آگے بڑھا کمر سے اس کے خنجر اور تلوار کی پٹی کھول کر اس نے ایک طرف پھینک دی تھی- اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے شابور کو چھوڑ دیا اور شابور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا- کچھ دیر تک ایتاخ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی غضبناک انداز میں اس کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا-

شابور! ہر عورت اس کا تعلق خواہ کسی قوم' کسی گروہ' کسی مذہب سے ہو وہ قابل قدر اور قابل عزت ہے- سن سچائی کے پرچوں پر جھوٹ کے پیوند لگانے والے! عورت اپنی ذات میں بے کراں وقت کے تسلسل میں فطرت کے رازوں کی کتاب' سلگتے صحرا کی نکھری صبح اور نغموں کے برستے ساون میں گیتوں کے دھنک جادو سے بھی اعلیٰ تر ہے- عورت دل ونظر کے خرابوں میں نور کے کوندوں سی معتبر' نیکی کے حروف سے کشید کیے عرق سے زیادہ لطیف روشنی کے قرطاس پر رنگ بنے ساحری سے بھی زیادہ دلکش ہے-

تو نے ایک عورت کے ناموس' ایک عورت کو پامال کر کے ایک انتہائی شریف النفس اور پاکیزہ عورت کو بے آبرو اور بے عصمت کیا ہے- سن شیطان کے گماشتے---

عورت کی عصمت مقدس شیرازہ بندی اور عبادتوں کا تقدس ہے جسے تم نے منتشر اور پامال کیا ہے- عورت کی آبرو شبنم آلود چاندنی میں مشیت کے قانون کا اسرار ہے اور تو نے ایکاسیہ کو بے آبرو کر کے قوانین فطرت کی پامالی کی ہے- عورت کی عفت زندگی کے پیراہن میں چاندنی کی جواں نظر کی مانند ہے جسے تیرے جیسے ابلیس نے خام ہوس اور تمام سودا کا شکار کیا- ظالم عورت! تو تنگنائے زندگی میں مشقت اور ریاضت اور صبر وعزیمت کی ایک منزل ہے- اور اس منزل کی ساری راہوں کو

نے پامال کر کے رکھا ہے- تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو ایکاسیہ کو بے آبرو' بے عصمت کر دے- یہ یطانی کھیل تو نے کیا اس بناء پر کھیلا کہ تیرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کوئی ایکاسیہ کا آگا پیچھا یں' اس کی کوئی مدد کرنے والا نہیں- کوئی اس کا محافظ اور پاسبان نہیں ہے- تجھے آج سمندر کے نارے رات کی اس گہری تاریکی میں اپنے اس گھناؤنے جرم کا حساب دینا ہوگا-

شابور سمجھ گیا تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہے- اس کے امنے ایتاخ اور اشناس کھڑے تھے- جن کی کمر میں ان کی تلواریں لٹک رہی تھیں- عجیب سی بے یں ایک نگاہ اس نے ایتاخ کے قریب کھڑے طورون پر ڈالی پھر بڑی قہرمانی میں اسے مخاطب یا-

طورون تو نے میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے- مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی پھر طورون پر ہ اٹھانے کے لئے شابور جب اس کی طرف بڑھا تو ایتاخ کا دایاں ہاتھ اٹھا' پھر الٹے ہاتھ کا انچہ اس زور سے اس نے شابور کے منہ پر مارا کہ شابور سسکیاں لیتا ہوا زمین پر گر گیا تھا-

لگتا تھا ایتاخ پر رات کے اندھیرے میں جنون اور سودا سوار ہو گیا ہو' آگے بڑھا- گریبان ے پکڑ کر اس نے شابور کو اٹھایا اور گرجتے انداز میں پوچھا-

کیوں تو نے ایکاسیہ کو ایک بے بس اور لاچار لڑکی سمجھ کر اسے بے آبرو اور بے عصمت کیا-

شابور ہکلاتے ہوئے بول پڑا-

یہ فعل میں نے اپنی رضامندی' اپنی مرضی سے نہیں کیا- ایسا کرنے کے لئے مجھے نوفل بن ائیل نے حکم دیا تھا- اگر یہ جرم ہے' اگر یہ گناہ ہے تو اس کا مجرم' اس کا گناہ گار میں نہیں نوفل بن ائیل ہے- اسے جا کر پکڑو-

ایتاخ نے شابور کا پکڑا ہوا گریبان چھوڑ دیا- پھر اسے پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز ں مخاطب کیا-

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ تم گہرے سمندر میں چھلانگ لگا دو تو لگا دو گے؟

شابور کچھ نہ بولا- اس کی گردن جھک گئی- ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ اپنے گھر جا کر اپنے خونی رشتوں میں سے کسی کو بے

آبرو اور بے عصمت کردو تو کیا تم ایسا کر گزرو گے۔

شابور پھر بھی نہ بولا' گردن اس کی جھکی رہی۔

ایتاخ نے پھر استفہامیہ سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ تم اپنے ماں باپ کو اپنی تلوار استعمال کرتے ہو موت کے گھاٹ اتار دو تو کر گزرو گے۔

شیطان کے گماشتے اگر نوفل بن میخائیل نے تمہیں ایسا کرنے کے لئے کہہ بھی دیا تھا تو اگر تم میں تھوڑی سی شرافت' تم میں تھوڑی سی انسانیت ہوتی تمہارے گھر میں تمہاری کوئی ماں بہن ہو تمہیں اس کی عزت اس کی آبرو کا احساس ہوتا تو تم اگلے روز نوفل بن میخائیل سے جا کر جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیتے کہ تم نے اس کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے ایکاسیہ کو بے آبرو کر دیا ہے۔ جس وقت تم کو نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ کو بے آبرو کرنے کے لئے کہا تھا تو کیا اس سے اگلے روز اس نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے ایکاسیہ کو بے آبرو کیا ہے یا نہیں۔

شابور نے بڑی بے بسی میں نفی میں گردن ہلا دی۔

ایتاخ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس ہمیں یہاں زیادہ دیر رکنا نہیں چاہئے۔ میں اس شیطان سے مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا اس کا خاتمہ کر دو۔

اشناس شابور کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اس کے کپڑے سے اس کا منہ باندھا اور رات کی تاریکی میں اس کی گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔ اپنی تلوار صاف کر کے اشناس اس جگہ آیا جہاں اشناس اور طورون کھڑے تھے پھر چٹان کے قریب بیٹھ کر دوبارہ وہ انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ساحل پر ایک کشتی آن کے رکی اس میں سے کچھ مسلح جوان اترے ان کے ساتھ ایکاسیہ بھی تھی وہ بے سدھ اور نیم بے ہوشی کی سی حالت میں تھی۔ ایکاسیہ کے ساتھ جو مسلح جوان تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

میرے عزیزو! یہ جو مسلح جوان ہیں یہ سارے ملاح ہیں۔ اور میرے عزیز و قریبی رشتے دار ہیں۔ میں نے جس طرح محترم ایتاخ تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ایکاسیہ کو اناطولیہ کے ساحل پر پہنچانا میرا کام ہے۔ سو میں اپنا کام سرانجام دے چکا ہوں۔ اب میری بیٹی ایکاسیہ کو بحفاظت سارے

لے جانا اور وہاں اس کی حفاظت کا سامان کرنا تم لوگوں کا کام ہے۔

ایکاسیہ جب ایتاخ کے سامنے آئی تو اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا' ایک نگاہ اس نے گہری تاریکی میں ایتاخ پر ڈالی پھر اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔ اس کے جذبات کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اس موقع پر طورون نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

ایتاخ میرے عزیز! تم ایکاسیہ کی حالت دیکھ رہے ہو۔ یہ وہی ایکاسیہ ہے جسے تم پسند کرتے ہو جو تم سے محبت کرتی ہے۔ بے آبرو اور بے عصمت ہونے کے بعد اس پر ایک طرح کا سکتہ طاری ہو چکا ہے نہ کسی کو پہچانتی ہے نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ کسی ردعمل کا اظہار کرتی ہے۔ بس اس نے بے آبرو ہونے کے بعد ایک طرح کی خاموشی اور چپ کی ردا اوڑھ لی ہے۔ اسے اس ردا سے باہر نکالنا ایک کٹھن المیہ ہے میرا اندازہ ہے کہ یہ جب اپنی ماں کے پاس جائے گی تو شاید اس کی ماں اپنی ممتا کے جذبوں کو استعمال کرتے ہوئے اسے چپ اور خاموشی کے کرب سے نکال سکے۔ میں جانتا ہوں تمہاری طرف دیکھتے ہوئے اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ نامانوسیت میں اپنی گردن جھکا لی ہے۔ بیٹے یہ سب کچھ بے آبرو ہونے کا ردعمل ہے۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو میرا مشورہ ہے اسے لے کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔

طورون کی تجویز سے ایتاخ نے اتفاق کیا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس! طورون ٹھیک کہتا ہے۔ اصطبل میں جاؤ' اپنے ساتھیوں کو کہو کہ سارے گھوڑوں کو باہر لے آئیں۔

اشناس فوراً حرکت میں آیا' بھاگتا ہوا باہر گیا' تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس کے ساتھ جو محافظ آئے تھے سارے گھوڑوں کو باہر لے آئے۔ ایتاخ کے کہنے پر سب گھوڑوں پر سوار ہوئے ایتاخ اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ ایکاسیہ کو اس نے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اس کے بعد بھرپور انداز میں ایتاخ نے طورون کا شکریہ ادا کیا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اشناس اور محافظ بھی گھوڑوں کو ایڑ لگا چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اناطولیہ کے میدانوں میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

جبل طاروس کے قریب آ کر ایتاخ نے اپنے گھوڑے کو روک لیا پھر اشناس کی طرف دیکھ
ہوئے کہنے لگا۔

اشناس تم دو مسلح جوانوں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاؤ لشکر میں بغا کبیر کا اکیلے ر
مناسب نہیں۔ تمہارا لشکر میں رہنا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ قسطنطنیہ سے ایکاسیہ کے نکل جا
کے بعد ہوسکتا ہے۔ نوفل بن میخائیل سرحدوں پر کسی قسم کی انتقامی کارروائی کرے۔ ایسی صور
میں تم بہتر انداز میں حملہ آوروں سے نمٹ سکو گے۔ میں باقی مسلح جوانوں کے ساتھ ایکاسیہ کو لے
سامرہ کا رخ کرتا ہوں۔ ایکاسیہ کو جلد اس کی ماں کے پاس پہنچانا چاہئے۔ تم دیکھتے ہو اس پر سک
طاری ہے۔ نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ کچھ کہتی ہے نہ اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے۔

اشناس نے ایتاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر اشناس دو محافظوں کے ساتھ جبل طار
سے ہوتا ہوا اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہا تھا۔ جبکہ ایتاخ ایکاسیہ کو لے کر باقی محافظوں کے ساتھ بڑ
برق رفتاری سے جبل طاروس سے ہوتا ہوا سامرہ کا رخ کر رہا تھا۔

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد نوفل بن میخائیل گھڑ دوڑ کے بعد قصر کے احاطے میں
ں ہوا ہی تھا کہ اس کے سامنے اس کا چوب دار آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ نوفل بن
ئیل نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ نیچے اترا اور چوب دار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خیریت تو ہے۔؟

چوب دار کہنے لگا۔ مالک اناطولیہ کے میدانوں کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اسے
ے سالار فرزدن اور طولک نے روانہ کیا ہے۔

نوفل بن میخائیل نے اپنے چوب دار کے پیچھے کھڑے قاصد کی طرف دیکھا پھر اسے
لب کر کے کہنے لگا۔

کیا تم فرزدن اور طولک کی طرف سے اچھی خبر لے کے آئے ہو۔؟

اس قاصد نے گردن کو خم کیا۔ پھر افسردہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

مالک میں ان کی طرف سے ایک بری خبر لے کے آیا ہوں اور وہ یہ کہ۔۔۔

نوفل بن میخائیل نے اسے بات مکمل نہ کرنے دی پھر بول پڑا۔

جو خبر تم لے کے آئے ہو تفصیل سے کہو۔ کیا ان کا مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ ہوا اگر ہوا تو اس
،کیا نتائج نکلے۔

آنے والے قاصد نے فرزدن اور طولک کی جبل طاروس کے اندر ایتاخ اور اشناس کے
وں بدترین شکست کے بعد فرزدن کے ازمیر اور قونیہ کے لشکروں کو بلانے اور راستے میں ایتاخ
اشناس کے ان دونوں لشکروں کو بدترین شکست دینے کی ساری روداد تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی

تھی۔

یہ خبر سن کر نوفل بن میخائیل اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بے زاری بر لگی تھی۔ اپنے چوب دار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس قاصد سے کہو آرام کرنے کے بعد واپس اپنی منزل کی طرف چلا جائے۔ فرزون طولک کی طرف اس کے ہاتھ پیغام پہنچاؤ کہ ان کی شکست نے ہمیں دل برداشتہ کیا ہے اور انہوں نے ہم سے مدد مانگنے کی بجائے ازمیر اور قونیہ کے لشکروں کو اپنی طرف بلایا اور انہیں بدترین شکست سے دوچار کیا۔ اس سے بڑھ کر ذلت ہمارے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ بہرحال ا طرف پیغام بھجواؤ کہ اگر وہ ان دنوں انگورہ کے نواح میں قیام کئے ہوئے ہیں تو وہ اپنے لشکروں ساتھ وہیں رہیں۔ ہم مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر ایک نہیں کئی مہمات کی ابتدا کرنے وا ہیں۔ اب تم قاصد کو روانہ کرو ساتھ ہی مقابلے کے میدان میں شابور کی طرف جاؤ اور اسے کہ اپنے ساتھ ایکاسیہ کو بھی لے کر آئے آج میں اس کا معاملہ بھی طے کر دینا چاہتا ہوں۔

اس کے علاوہ سارے جرنیلوں، عمائدین سلطنت، پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کو بھی با آج کے اہم اجلاس میں میں چند اہم فیصلے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی نوفل میخائیل آگے بڑھ گیا۔ چوب دار بھی اس قاصد کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

☆

نوفل بن میخائیل سیدھا اپنے حرم کی طرف گیا۔ وہاں اس نے صبح کا کھانا کھانے کے تیاری کر کے شاہانہ لباس پہنا۔ جب وہ قصر کے اس کمرے میں آیا جس میں اجلاس ترتیب د جاتے تھے تب اس نے دیکھا وہاں سارے جرنیلوں کے علاوہ پادری، بشپ اور سب عما سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کا اپنا چوب دار بھی ایک طرف کھڑا تھا۔ نوفل بن میخائیل جب کمرے میں داخل ہوا تو سب نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد نوفل میخائیل لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنے چوب دار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اجلاس کی اہم کارروائی شروع کرنے سے قبل شابور اور ایکاسیہ کو یہاں میرے پاس لاؤ میں ان کا فیصلہ کروں۔ اس کے بعد میں اپنے عمائدین کے ساتھ جو اہم فیصلے کرنا چاہتا ہوں" ابتدا کروں گا۔

چوب دار آگے بڑھا، نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی پھر ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ اور انتہائی افسردہ اور پریشان سے لہجے میں کہنے لگا۔

مالک! آپ کے حکم کے مطابق میں شابور کو بلانے کے لئے گیا۔ وہ مقابلے کے میدان میں نہیں تھا۔ اس کے تحت جو کام کرنے والے مسلح جوان تھے وہ بھی مقابلے کے میدان میں مردہ پائے گئے ہیں۔ جب کہ ایکاسیہ بھی اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ میں نے کچھ دیر وہاں قیام کر کے حالات کا جائزہ لیا۔ کچھ دیر تک اناطولیہ کے ساحل سے ہمارے کچھ آدمی آئے وہ وہاں سے شابور کی لاش لے کے آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اصطبل میں جس قدر کام کرنے والے ہمارے جوان تھے ان سب کے ہاتھ کسی نے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے تھے۔ ان کے چہروں پر کپڑے بندھے ہوئے تھے۔ اور وہاں اصطبل سے باہر شابور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اپنے ساتھ وہ اصطبل کے کچھ محافظوں کو بھی لے کے آیا۔ ان سے جب میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رات کے پہلے حصے میں کچھ گھڑ سوار وہاں آئے انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ایک سفارت لے کے آئے ہیں۔ اپنے گھوڑے انہوں نے اصطبل میں باندھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان سب کی مشکیں کس دیں۔

انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ان سب کو باندھ کر اصطبل کے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد وہ کیا کارروائی کرتے رہے ہمیں نہیں پتہ۔ صبح جب کچھ لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے ان کی مشکیں کھولیں تب پتہ چلا شابور کی لاش اصطبل کے باہر پڑی ہوئی تھی۔ تاہم ایکاسیہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔ تالے کے اندر چابیاں بھی لٹک رہی ہیں۔ کمرے کے باہر جس جوان کے پہرہ دینے کا وقت تھا اس کی لاش کمرے کے باہر پڑی ہے۔ باقی جوانوں کی لاشیں ساتھ والے کمرے میں تھیں۔ جس میں وہ سوتے تھے۔

نوفل بن میخائیل پر تھوڑی دیر تک خود فراموشانہ خاموشی طاری رہی، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے چوب دار سے یہ خبر سن کر اس کا حلق کڑوا، زبان کا ذائقہ تلخ ہو گیا ہو۔ کچھ دیر تک وہ چتا میں رکھی لاش، اجڑے خاک بسر تاکستانوں اور کہنہ وقدیم قبروں کی طرح خاموش اور افسردہ گردن کو جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے سامنے دیکھا، گردن گھما کر اس نے ایک گہری نگاہ اپنے سپہ

سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن پر ڈالی۔ اس کے بعد باری باری اس کی نگاہیں اپنے برادر نسبتی اور بہترین جرنیل برداس، اپنی بیوی تھیوڈورا، اپنی ماں یوفرسان اور وہاں بیٹھے دیگر لوگوں کی طرف اٹھیں پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ بول اٹھا۔

جو حالات و واقعات میرے چوب دار نے بتائے ہیں اس سے میں یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ ایکاسیہ کو مسلمان یہاں سے نکال کے لے گئے ہیں۔ جہاں تک شابور کے قتل کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اس کو بھی یہ اناطولیہ کے ساحل پر لے گئے اور اس کو وہاں قتل کر کے ایکاسیہ کو نکال لے گئے یہ ہمارے منہ پر ایک بہت بڑا طمانچہ ہے۔ ایکاسیہ کو مقابلے کے میدان کے ایک محفوظ کمرے سے نکال کر لے جانا ہمارے لئے انتہائی شرم اور ذلت کی بات ہے۔ مسلمانوں نے ایک طرح سے ہمیں سبق دیا ہے کہ وہ ہمارے خلاف جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اور ایسا سبق ہمیں دینا چاہئے تھا اس لئے کہ ایکاسیہ کے ساتھ ہم نے نرمی برتی اگر پہلے روز ہم سختی پر اتر آتے تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ بہر حال ہمارے لئے یہ ذلت کی بات ہے کہ مسلمان ایکاسیہ کو یہاں سے نکال لے گئے۔ اور ہمیں غلط فیصلے کرنے کے لئے تھکن کی لڑکھڑاہٹ، دشت غربت میں انتظار کے کرب اور آرزوؤں کی پژمردگی میں درد کی شمعوں جیسی کیفیت میں ڈال کر چلے گئے۔

نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک پھر خاموش رہا، غصے کی حالت میں اس کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔ اس کے بعد وہ وہاں بیٹھے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

ہمارے لئے یہ معاملہ کس قدر شرم کا باعث ہے کہ مسلمان اپنی استعماری قوتوں اور اپنے مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے جدائیوں کی ہواؤں اور رات کو جاگنے کی جلن ہمارے کھولتے خون میں بھر کے چلے گئے۔ نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر کے لئے پھر رکا۔ اس کے چہرے پر کبھی غصے، کبھی تفکر کے آثار نمودار ہوتے رہے اس کے بعد پھر اس نے شرمندہ سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

بے باک و جنگجو مسلمان یہاں ہماری سرزمینوں میں ہمارے سر پر موت بن کر کھیل گئے۔ ایکاسیہ سے ہمارے اختلافات کیسے ہی سہی لیکن وہ اپنے حسن، اپنی خوبصورتی، اپنے جمال میں قسطنطنیہ کا مزین آئینہ تھی۔ وہ لوگ اسے اپنے حرص و ہوس کے شہر میں لے گئے۔ مسلمانوں نے ہمارے خلاف امن کے پوکھر میں پتھر ڈال کر سکوت توڑا ہے۔ اب اس کا جواب ہم انہیں شمشیروں کی چھاؤں تلے دیں گے۔

نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ شاید کچھ سوچتا رہا تھا پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

پیٹرک اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہم انتہائی موثر اور نہایت کامیاب کارروائیاں شروع کریں۔ میں تم لوگوں کو یہ بتانا بھول گیا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک قاصد آیا تھا۔ جو فرزون اور طولک کی طرف سے اطلاع لے کے آیا تھا۔ ہماری بدقسمتی کہ فرزون اور طولک دونوں کو مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس نے کوہستان طاروس کے اندر بدترین شکست دی ہے۔ یہ ایتاخ اور اشناس دونوں وہی ہیں جو کچھ عرصہ پہلے ایک سفارت لے کر ہمارے پاس آئے تھے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے بہترین جرنیل مانے جاتے ہیں۔

اب اس موقع پر فرزون اور طولک نے جو غلطی کی وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی اس شکست کی اطلاع ہمیں کرتے اور ہم انہیں یہاں سے مسلمانوں سے اس شکست کا انتقام لینے کے لئے کمک روانہ کرتے اس فرزون نے اپنے طور پر فیصلہ کرتے ہوئے ایک غلطی کی۔

اس نے تیز رفتار قاصد ازمیر اور قونیہ کی طرف روانہ کئے اور وہاں جو ہمارے محافظ لشکر تھے ان کو طلب کر لیا۔ لیکن لگتا ہے مسلمانوں کا سالار ایتاخ اور اس کا نائب اشناس دونوں حالات پر کڑی نگاہ رکھنے والے ہیں یا یہ کہ ان کے نقیب ان کو بروقت ہماری نقل و حرکت کی اطلاع کرتے رہتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ پہلے انہوں نے ازمیر کی طرف سے جانے والے لشکر کو بدترین شکست دی۔ اسے کچل دیا اور واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد جھیل تز کے کنارے انہوں نے ہمارے قونیہ کے لشکر کو بھی کچل کے رکھ دیا۔ اس طرح اناطولیہ کے میدانوں میں فی الحال مسلمانوں کے مقابلے میں ہماری قوت دبی ہوئی ہے۔ لیکن اس قوت کو ناقابل تسخیر بنا کر ہم نے مسلمانوں کے سامنے لا کھڑا کرنا ہے۔ اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں سے ارض شام کا علاقہ چھین کے رہوں۔ نوفل بن میخائیل نے لمحہ بھر کے لئے رک کے دم لیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

پیٹرک تم ہمارے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہو اور تمہاری ذمہ داریاں اب بہت بڑھ جائیں گی۔ میں مسلمانوں کے لئے کئی محاذ کھولنا چاہتا ہوں تا کہ انہیں بھی اپنے لشکریوں کو کئی حصوں میں

بانٹ کر ہمارا مقابلہ کرنا پڑے اس طرح ان کے اندر ایک کمزوری آئے گی اور اسی سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

پیٹرک! میں فی الحال مسلمانوں کے خلاف تین بڑے محاذ کھولنا چاہتا ہوں۔ پہلا محاذ بابک خرمی کی طرف سے ہوگا۔ تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤ' اسے میری طرف سے یہ پیغام دے دو کہ جس قدر عسکری قوت اس کے پاس ہے۔ اس پوری قوت کو حرکت میں لائے اپنے قلعے برزند سے نکلے' مسلمانوں کے علاقے میں دور تک یلغار کرے' تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے اور تخریب کاری کا وہ ماحول پیدا کرے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں چاروں طرف تباہی اور ویرانی کے سوا کچھ دکھائی نہ دے۔

ہمارے پاس جو قوت ہے پیٹرک اسے تین حصوں میں تقسیم کرو لشکر کا ایک حصہ براہ راست تمہاری سرکردگی میں ہوگا۔ کچھ چھوٹے سالار تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کریں گے۔ تم لشکر کے اس حصے کے ساتھ آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقوں پر ضرب لگاؤ گے۔ رکے تھمے اور سوچے بغیر مسلمانوں کے علاقوں میں گھستے چلے جانا اور تباہی کا کھیل کھیلتے چلے جانا۔

دوسرا لشکر براہ راست میری کمان داری میں ہوگا۔ میرے ساتھ برداس رہے گا۔ میں ارض شام کے شمالی علاقوں کا رخ کروں گا اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ مسلمانوں کے علاقوں میں ضرب لگانے کے بعد میں جو لشکر میرے زیر کمان ہوگا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دوں گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا اور میں اسے لے کر انگورہ شہر میں آ کر مقیم ہو جاؤں گا جب کہ دوسرا حصہ جو برداس کی زیر کمان ہوگا وہ مسلمانوں کے علاقے کے اندر اپنی ترکتاز جاری رکھے گا۔

تیسرا حصہ ارض شام میں فرزون اور طولک کی طرف بھجوایا جائے گا اور وہ ارض شام کے جنوبی حصوں میں اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ سب کو پیغام یہ بھجوا دینا ہے کہ کھل کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلیں۔ اب جو لشکریوں کی ترتیب ہوگی وہ بھی میں تم پر واضح کر دیتا ہوں تاکہ اسی کے مطابق تم لشکر ترتیب دو اور احکامات جاری کرو۔

جو لشکر میرے پاس ہوگا۔ وہ باقی کی نسبت بڑا رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ آگے چل کر یہ دو حصوں میں تقسیم ہوگا' ایک حصہ میرے پاس اور ایک برداس کے پاس رہے گا۔ اس سے چھوٹا لشکر

تمہاری کمانداری میں رہے گا اور جو تیسرا حصہ ہے اسے مزید چھوٹا رکھا جائے گا جو فرزون اور طولک کی طرف روانہ کیا جائے گا اور جو تیسرا حصہ ہے اسے مزید چھوٹا رکھا جائے گا جو فرزون اور طولک کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ ساتھ ہی طولک اور فرزون کی طرف یہ پیغام بھی بھجوا دو کہ جو لشکر ان کی طرف بھیجا جا رہا ہے اس کے ساتھ مل کر وہ بھی ارض شام میں اپنی کارروائیاں شروع کر دیں۔

اب ہماری طرف سے مسلمانوں کے لئے تین محاذ کھلیں گے ایک میرا اور برداس کا' دوسرا تمہارا' تیسرا فرزون اور طولک کا اور چوتھا محاذ جو آذربائیجان اور اس کے نواحی مشرقی علاقوں میں کھولا جائے گا وہ سب سے زیادہ ہولناک ہوگا۔ جس کی ابتدا بابک خرمی کرے گا۔ بابک خرمی کو یہ بھی پیغام بھجوا دینا کہ یہ سمجھ کر اپنے کام کی ابتدا کرنا کہ مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر اور نگیں کرنے کے لئے یہ ہماری آخری کوشش ہے اور انہیں اپنے سامنے تہ و بالا کرتے چلے جانا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں تمہیں ایک خاصی بڑی رقم بھی مہیا کرتا ہوں وہ رقم بھی ان قاصدوں کے ہاتھ بابک خرمی کو بھجوا دو اور اس سے کہو کہ مسلمانوں کے خلاف ایسی بغاوت کھڑی کرے جسے وہ کبھی دبانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

نوفل بن میخائیل رکا اس کے بعد دوبارہ وہ کہتا چلا گیا تھا۔

پیٹرک! اب ایک اور مسئلہ ہمارے سامنے رہے گا جب ہم مسلمانوں کے خلاف تین اپنے اور چوتھا بابک خرمی کا محاذ کھولتے ہیں اور ان کے علاقوں کے اندر ترکتاز اور پیش قدمی کرتے ہیں تو پھر ردعمل کے طور پر وہ بھی ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ میرے خیال میں جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے وہ اسے صرف روکنے کی کوشش کریں گے اسے مکمل طور پر کچل نہیں سکیں گے اس لئے کہ گذشتہ کئی برسوں سے بابک خرمی نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور یہ بغاوت اور سرکشی موجودہ مسلمانوں کے حکمران معتصم کے بھائی مامون الرشید کے دور سے جاری ہے۔ لیکن ابھی تک مسلمان بابک خرمی کو اپنے سامنے نہ زیر کر سکے ہیں نہ دبا سکے ہیں۔

اس بنا پر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات تو آئے گی کہ اگر وہ اتنے عرصے سے بابک خرمی کو اپنے سامنے زیر نہیں کر سکے تو اب بھی وہ اس کی بغاوت کو فرو نہ کر سکیں گے لہٰذا وہ کوشش یہ کریں

گے کہ بابک خرمی کو پسپا کر کے صرف اس کے علاقوں تک محدود رکھیں اپنی قوت کا بڑا حصہ وہ ہمارے خلاف استعمال کریں گے۔

اس موقع پر میں تم لوگوں سے یہ بھی کہوں گا کہ ہوسکتا ہے وہ اپنی طاقت اور قوت کا زیادہ استعمال فرزون اور طولک کے خلاف کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو برداس جو فرزون کے شمال میں ہوگا وہ فوراً اس کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ اور اگر مسلمان فرزون کے علاوہ برداس پر بھی دباؤ بڑھاتے ہیں تو پیٹرک تم خود برداس کے شمال میں آذربائیجان کے مغربی حصوں میں ہو گے لہٰذا تم فوراً برداس کی مدد کے لئے پہنچ جانا۔ اس طرح تم تینوں کے درمیان ایک طرح کا رابطہ اور تعلق ہونا چاہئے۔

اب میرا کام یہ ہوگا کہ برداس کے ساتھ میں مسلمانوں کے علاقوں پر پہلی ضرب لگاؤں گا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ امیرالمومنین معتصم شام کے شہر زبطرہ میں پیدا ہوا تھا۔ میں برداس کے ساتھ پہلی ضرب زبطرہ پر ہی لگاؤں گا میں معتصم پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس کے علاقوں میں گھس کر تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیل سکتا ہوں جس کی وہ توقع نہیں رکھتا۔ اگر میں زبطرہ جہاں معتصم پیدا ہوا اس کو فتح کر کے وہاں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتا ہوں تو اس سے مسلمانوں کی بڑی بدنامی اور ذلت ہوگی دوسری بات یہ کہ زبطرہ کی فتح کے بعد مسلمانوں پر ایک طرح سے ہمارا خوف اور ہمارا دبدبہ بھی چھا جائے گا۔ زبطرہ کو فتح کرنے کے بعد میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ انگورہ آ جاؤں گا جب کہ برداس مسلمانوں کے علاقوں کے اندر اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ میرے ذمے یہ کام ہوگا کہ ہمارے تینوں محاذوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں جہاں بھی کمزوری کے آثار دیکھے جائیں گے میں اس حصے کی مدد کے لئے فوراً پہنچوں گا۔

بابک خرمی کی طرف یہ پیغام بھی بھجوانا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترتیب کچھ اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے بابک خرمی حملے کی ابتدا کرے گا۔ اپنی آماجگاہ اپنے مسکن سے نکل کر تباہی بربادی کی وہ ابتدا کرے جو اس سے پہلے مسلمانوں نے کبھی دیکھی نہ ہو۔

جو قاصد بابک خرمی کی طرف بھجواؤ ان کے ہاتھ خرمی کو یہ بھی کہلا بھیجنا کہ جب وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے حملوں کی ابتدا کرے تو اس کی اطلاع ہمیں بھی کرے۔ اس کی اطلاع ملنے کے بعد پیٹرک جوہن سب سے پہلے تم حرکت میں آؤ گے اور آذربائیجان کے مغربی حصوں اور آرمینیا کو

ف بناؤ گے۔ جب تم اپنے کام کی ابتدا کر چکو گے تب ارض شام کے شمالی حصوں پر میں اور برداس پنے کام کی ابتدا کر دیں گے اور ہمارے بعد جنوب کی سمت فرزون اور طولک بھی مسلمانوں کے اقوں پر حملہ آور ہو جائیں گے اگر اس ترتیب سے ہم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں تو مجھے ید ہے کسی بھی محاذ پر اپنا دفاع کرنا تو دور کی بات مسلمان ہمارے سامنے کہیں جم کر مقابلہ نہ کر سکیں ے۔

نوفل بن میخائیل نے کچھ دیر خاموش رہ کر سوچ بچار سے کام لیا اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا ا۔

پیٹرک جب مسلمانوں کی سلطنت کے خلاف بابک خرمی بغاوت کرے گا اور ان کے علاقوں ں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کرے گا تب بابک خرمی پر مکمل قابو پانے کے لئے اور اس سرکشی اور بغاوت کو ہمیشہ کے لئے دبا دینے کے لئے مسلمانوں کا حکمران معتصم اپنے بہترین نیلوں اور اپنے عمدہ لشکریوں کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا۔ اس لئے کہ بابک ی کوئی عام سا سالار نہیں ہے۔ چھوٹے موٹے سے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر بھگا دینے کی ہمت اور ر رکھتا ہے۔ اب جب معتصم اپنے بہترین جرنیلوں اور اپنے عمدہ ترین لشکریوں کو بابک خرمی کا قابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا تو جب بابک خرمی ہمیں یہ اطلاع دے گا کہ اس نے مسلمانوں حملہ آور ہوتے ہوئے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے اور اس کے جواب میں پیٹرک وہن تم آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کے علاقوں میں گھس اؤ گے تو یاد رکھنا معتصم کے پاس کوئی بھی ایسا تجربہ کار اور پائے کا سالار نہیں بچے گا جو تمہارا مقابلہ ر سکے اس لئے کہ اپنے بہترین جرنیلوں کو وہ بابک خرمی کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کر چکا وگا۔

بہرحال اس کے پاس جو سالار ہوں گے انہیں وہ تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا یا وہ یوں کرے گا کہ بابک خرمی کی طرف اپنے سالار روانہ کرنے کے بعد جو اچھے سے اچھے الار اس کے پاس بچیں گے انہیں وہ تمہاری طرف روانہ کرے گا اس کے بعد اس کے پاس یسرے درجے کے جرنیل رہ جائیں گے۔ جنہیں وہ لشکر دے کر میرا، برداس، فرزون اور طولک کا

مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا اور ان سالاروں کو ہم اپنے سامنے اس طرح بھگائیں اور اڑائیں گے جیسے تیز آندھیاں خس وخاشاک تک کو بہا کے لے جاتی ہیں۔

کچھ دیر رک کر نوفل بن میخائیل نے سوچا پھر اس کے بعد وہ پیٹرک جوہن کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

پیٹرک اپنے کسی انتہائی قابل اعتماد جاسوس کو مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بھیجو۔ ایسے آدمی کو بھیجو جو ان کے علاقوں سے خوب واقف اور آگاہ ہو۔ ان کے رسم ورواج' ان کی تہذیب وثقافت سے واقفیت رکھتا ہو۔ ان کے دین اور مذہب سے بھی اس کے پاس آگاہی ہو۔ وہ سامرہ کا رخ کرے وہاں یہودی طبیب سوراب اور ہماری دونوں جاسوس لڑکیوں دوما اور رداع سے رابطہ قائم کرے اور ان کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر کون لے گیا ہے یہ بھی جاننے کی کوشش کرے کہ ایکاسیہ کو یہاں سے نکالنے کے لئے قسطنطنیہ کے کن لوگوں نے مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

یاد رکھنا مسلمانوں کا کوئی بھی جرنیل کوئی بھی سالار کوئی بھی شخص اکیلا یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ میرا دل کہتا ہے کہ قسطنطنیہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ ایسے لوگ ایکاسیہ کے دور اور قریب کے رشتے دار بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگ وہ بھی ہو سکتے ہیں جو ایکاسیہ کی خوب صورتی اور اس کے حسن سے متاثر ہوں۔ اسے دکھ اور تکلیف میں دیکھتے ہوئے' اس پر رحم کھاتے ہوئے اسے یہاں سے نکالنے کے لئے تیار بھی ہو گئے ہوں۔ بہرحال جو قاصد کو بھی تم سامرہ کی طرف روانہ کرو۔ اسے تاکید کرو کہ ہر صورت میں سوراب' رداع اور دوما سے رابطہ کرنے کے بعد یہ ضرور جاننے کی کوشش کرے کہ مسلمانوں کے کن لوگوں نے ایکاسیہ کو یہاں سے نکالا۔ قسطنطنیہ میں کن لوگوں نے ان کی مدد کی۔

جن لوگوں نے یہاں قسطنطنیہ میں نصرانی ہوتے ہوئے ایکاسیہ کو نکالنے میں مسلمانوں کی مدد کی ان کے نام ملتے ہی ان کی تو میں گردن کاٹ دینے کا حکم دے دوں گا۔ رہا مسلمانوں کے لوگ جو ایکاسیہ کو نکالنے کے لئے یہاں پہنچے تو ان کے نام بھی جب مجھے بتائے جائیں گے تو ان کے خاتمے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

میخائیل جب خاموش ہوا تب اس کی ساری گفتگو کا جواب دیتے ہوئے پیٹرک کہنے لگا۔

آپ کسی قسم کا فکر اور اندیشہ نہ کریں۔ سارے کام آپ کی خواہشوں کے مطابق ہوں گے۔ جہاں تک ایکاسیہ کا تعلق ہے تو میرا دل کہتا ہے مسلمانوں کا سالار ایتاخ ہی اسے یہاں سے نکال کر لے گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ پہلے بھی یہاں سے ہو کے جا چکا ہے۔ ہمارے علاقوں سے وہ خوب واقفیت اور آگاہی رکھتا ہے۔

پیٹرک مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں نوفل بن میخائیل بول پڑا' کہنے لگا۔

پیٹرک! میرا دل بھی یہی کہتا ہے کہ یہ کام ایتاخ کا ہے۔ مسلمانوں کا وہ سالار بڑا سخت جان ہے۔ ہماری سلطنت میں زرمان سب سے اچھا' سب سے عمدہ اور بہترین قسم کا تیغ زن مانا جاتا تھا۔ یہ جان کر بے حد صدمہ اور دکھ ہوا ہے کہ انفرادی مقابلے میں اس ایتاخ نے بڑی آسانی کے ساتھ زرمان کو مغلوب کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔ میں نے زرمان کے مارے جانے کی تشہیر نہیں کی۔ اس طرح لوگوں میں بددلی اور حوصلہ شکنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ مسلمانوں کا ایتاخ نام کا یہ کوئی عام سالار نہیں بڑا ہولناک انسان ہے جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس نے زرمان کو بڑی آسانی سے زیر کر لیا تو جو شخص زرمان کو زیر کر سکتا ہے وہ آندھی اور طوفانوں سے بھی جنگ کرنے کی ہمت کر سکتا ہے۔ بہرحال حالات کچھ بھی ہوں۔ جو شخص بھی ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر لے گیا کسی نہ کسی طریقے سے اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر نوفل بن میخائیل سوچتا رہا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پیٹرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب یہ مجلس برخاست کرتا ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اسے جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد باقی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ایتاخ، اسحاق بن یحییٰ کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس حالت میں کہ وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور سر جھکائے ایکاسیہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اسحاق بن یحییٰ، عمران، عمیمہ، زبیر، ایکاسیہ کی ماں قسطونہ بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے حویلی کے صحن میں نکل آئے تھے۔ باری باری وہ ایتاخ اور ایکاسیہ سے ملنے لگے تھے۔

ایکاسیہ کسی سے بھی ملتے وقت گرم جوشی کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔ عمران، عمیمہ اور قسطونہ نے خود اسے گلے لگایا۔ وہ کسی سے گلے نہیں ملی تھی۔ بس چپ تھی۔ ایسے جیسے اسی کا نطق اس سے چھین گیا ہو یا کسی نے اس کے ہونٹ سی کر رکھ دیئے ہوں۔

اس موقع پر سب جواب طلب اور استفہامیہ سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایتاخ ان کی نگاہوں کے انداز کو سمجھ گیا تھا۔ زبیر کے قریب آیا اور اسے کہنے لگا۔

زبیر! میرے بھائی میرے گھوڑے کو میری حویلی میں باندھ آؤ۔

زبیر جب ایتاخ کے گھوڑے کو اس کی حویلی کی طرف لے گیا تب ایتاخ ایکاسیہ کی ماں قسطونہ کے قریب آیا اور بڑی زارداری کے ساتھ اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

خاتون محترم! آپ ایکاسیہ کو دیوان خانے میں بٹھا کر باہر آئیں۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے قسطونہ مزید فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی ایتاخ پیچھے ہٹ گیا ناچار قسطونہ نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے حویلی کے اندر لے گئی۔ اسے دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد سب کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔

اسحاق بن یحییٰ، عمران، عمیمہ، ابھی تک بڑی پریشانی سے ایتاخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایتاخ اپنی جگہ مجسمہ بت اور ستون بنا کھڑا تھا۔ قسطونہ ایتاخ کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

بیٹے کیا بات ہے؟ تم نے جو کچھ کہنا ہے۔ ایکاسیہ کے سامنے کیوں نہیں کہا پائے۔ یہ ایکاسیہ کی حالت کیا ہو رہی ہے۔ بولتی ہی نہیں ایسے تک رہی ہے جیسے وہ ہمیں پہچانتی ہی نہیں۔ ہمارے لئے اجنبی اور نا آشنا ہے۔

دکھتے دل کے ساتھ ایتاخ نے سب سے پہلے دریائے دجلہ کے کنارے ایکاسیہ کے اغوا پھر اس کے قسطنطنیہ لے جانے، وہاں ایکاسیہ کے نوفل بن میخائیل سے شادی کے انکار پر اسے مقابلے کے میدان کے کمرے میں بند کرنے اور وہاں اسے بے آبرو اور بے عصمت کرنے پر پھر بے عصمت کرنے والے شابور کے قتل کے پورے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

یہ سارے واقعات سن کر قسطونہ نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ پھر وہ اس طرح لہرائی جیسے گرنے لگی ہو۔ عمران اور عمیمہ نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ قسطونہ بے چاری وہیں بیٹھ گئی۔ بے چاری آہ و زاری اور واویلا کرنے لگی تھی کہ اس کی بیٹی بے عصمت اور بے آبرو ہو گئی ہے۔ عمران اور عمیمہ دونوں نے اسے ڈھارس دی۔ کچھ دیر تک ایسی ہی حالت میں رہی پھر سنبھلی، آہستہ آہستہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر ایتاخ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایتاخ بول پڑا۔

خاتون محترم! آپ پریشان نہ ہوں ایکاسیہ نے میرے ساتھ قسطنطنیہ سے یہاں تک سفر کیا ہے۔ میرے ساتھ اس نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں نے اسے کئی بار مخاطب کیا۔ لیکن اس نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ میرے لئے وہ ایسے ہی لگ رہی تھی جیسے ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا ہی نہیں۔ راستے میں جہاں کہیں میں نے اسے کھانے کی پیش کش کی اس نے زندہ رہنے کے لئے تھوڑا بہت کھا لیا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایکاسیہ زندگی سے بے زاری کا اظہار کرنے لگی ہو۔

ایتاخ رکا اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

میں نے ایکاسیہ کے پورے حالات آپ کو سنا ڈالے ہیں۔ آپ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کریں۔ ہر وقت اسے نگاہ میں رکھیں اگر اسے اکیلا چھوڑا گیا تو یہ اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا

سکتی ہے- بے عصمت اور بے آبرو ہونے کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے- لہٰذا اسے ہماری ہمدردی، ہماری توجہ کی ضرورت ہے-

قسطونہ اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی- ایتاخ جب خاموش ہوا تو بڑے دکھ اور کسی قدر غصے میں کہنے لگی- اس تورک سے مجھے یہ امید نہ تھی- یہ بے ایمان شخص جب یہاں آیا تھا تو میں سمجھی تھی کہ میری بیٹی ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے میں ہماری مدد کر رہا ہے- مخلص ہے اور ہمارے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کر رہا ہے- اگر مجھے خبر ہوتی کہ یہ صرف انعام کے لالچ میں ایتاخ میرے بیٹے تمہیں وہاں لے جانا چاہتا ہے تو میں یہیں اس کی گردن کاٹ کے رکھ دیتی- بہر حال بیٹے ویسے تو پہلے بھی تمہارے ہم دونوں ماں بیٹی پر ایسے احسانات ہیں جن کا بدلہ نہیں چکایا جا سکتا- اب تم نے مجھ پر ایک اور ایسا احسان کر دیا ہے کہ میں زندگی بھر ایک بھاری بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہوں-

قسطونہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھنا چاہتی تھی کہ بیچ میں ایتاخ بول پڑا-

آپ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہیں- آپ کو نہ میرا ممنون، نہ میرا شکر گزار ہونے کی ضرورت ہے- مجھے یہ سب کچھ کرنا چاہئے تھا جو میں کر گزرا ہوں اب آپ ایکاسیہ کے پاس جائیں- اسے اکیلا اور تنہا نہ چھوڑیں اسے پوری توجہ اور شفقت کی ضرورت ہے- قسطنطنیہ سے جو یہاں تک اس نے میرے ساتھ سفر کیا ہے- تو اس کے رویے اور اس کی حرکات سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اب مجھے ناپسند کرنے لگی ہے- بہر حال وہ اپنے رویوں اپنے ردعمل کی مالک ہے کوئی اسے اس کے ارادوں کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا- آپ لوگ وقت ضائع نہ کریں- ایکاسیہ کے پاس جائیں مجھے سامرہ میں کچھ کام نپٹانے ہیں اس کے بعد میں واپس چلا جاؤں گا- میں یہاں رکوں گا نہیں-

اب تک ایتاخ اور قسطونہ ہی بولتے رہے تھے- اسحاق بن یحییٰ، عمران، عمیمہ اور زبیر چپ چاپ اور خاموش رہ کر سب کچھ سن رہے تھے- پہلی بار اسحاق بن یحییٰ آگے بڑھا- ایتاخ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اس مخاطب کر کے کہنے لگا-

بیٹے! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو جیسے کوئی اجنبی نا آشنا لوگوں کے درمیان آ کھڑا ہوا ہو- تم نے اپنا گھوڑا تو اپنی حویلی میں بھجوا دیا ہے- یہ تو ہمارے لئے قابل برداشت ہے لیکن تم اکیلے اپنی حویلی میں نہیں رہو گے- یہاں میرے پاس رہو گے- اور پھر تمہارے یہاں رہنے سے ایکاسیہ بھی ایک طرح کا اپنے لئے تحفظ خیال کرے گی-

ایتاخ کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا-

ابن یحییٰ! میرے محترم! آپ کا اندازہ درست نہیں ہے- ایکاسیہ بالکل تبدیل ہو چکی ہے- پہلے والی ایکاسیہ نہیں رہی- مجھ سے بات کرنا یا مجھ سے ہمدردی یا اپنائیت کی بات کرنا تو بہت دور ا بات وہ تو اب میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی- بہر حال یہ کوئی فکرمندی والا معاملہ نہیں ہے- میں بہر حال ایک دن یہاں قیام کروں گا- آپ کی حویلی ہی میں ٹھہروں گا- کل میں یہاں سے واپس اپنے لشکر کی طرف چلا جاؤں گا- وہاں میری ضرورت ہے اس لئے کہ رومنوں کا جرنیل ژون اور طولک ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی دو گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے- آپ ل ایکاسیہ کے پاس بیٹھیں- میں ذرا امیر المومنین سے مل لوں- اس کے بعد میں لوٹتا ہوں-

اسحاق بن یحییٰ نے اس موقع پر اپنی بیوی عمران کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے ا-

تم، قسطونہ بہن اور عمیمہ دیوان خانے میں جا کر ایکاسیہ کو سنبھالو میں اور زبیر ذرا گھر کی ضروریات کا سامان خریدنے بازار کی طرف جاتے ہیں- اس کے ساتھ ہی عمران، قسطونہ اور عمیمہ تو دیوان خانے کی طرف چلی گئیں تھیں جب کہ ایتاخ، اسحاق بن یحییٰ اور زبیر حویلی سے نکل گئے تھے-

قسطونہ، عمران اور عمیمہ تینوں دیوان خانے میں داخل ہوئیں- اندر ایکاسیہ گردن جھکائے نہ جانے کن گہری سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی- قسطونہ آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھ گئی- اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا- عمیمہ بھی اس کے پہلو میں ہو بیٹھی تھی- اس کے ساتھ عمران بیٹھ گئی تھی- قسطونہ نے جب ایکاسیہ کو اپنے ساتھ لپٹایا تو ایکاسیہ بے چاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے قسطونہ، عمران اور عمیمہ بھی رو پڑی تھیں پھر قسطونہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی-

بیٹی! ہم سب کو بے حد دکھ اور بے حد صدمہ ہے کہ تجھے بے عصمت اور بے آبرو کر دیا گیا ہے- یہ ایسا داغ ہے جو دھویا نہیں جا سکتا مگر میری بیٹی اس میں تیری خوشنودی تھی نہ رضا تیرے ساتھ حالات نے جو جبر کیا ہے- میری بچی وہ خود ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے- میری بیٹی تم نے چپ کیوں سادھ لی ہے- گردن کیوں جھکا لی ہے بولتی کیوں نہیں- تو

کیوں اپنی پہلی زندگی کی طرف نہیں آتی۔

اس پر ایکاسیہ علیحدہ ہوئی، روتے ہوئے کہنے لگی۔

ماں! بے آبرو اور بے عصمت ہونے کے بعد میں ایک ایسی ستم رسیدہ لڑکی ہوں جو سامنے دیکھنے کی بجائے نیچے دیکھنے پر مجبور ہوگئی ہو۔ زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہ رکھتے ہوئے میں ساری عمر کانٹوں سے الجھنے جلتی چربی کی طرح پگھلتے رہنے کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ اس داغ کے بعد میری زندگی جنگل کی آوارہ صدا، افسردہ چراغوں کے دھوئیں، ٹوٹی اداس دہلیز، ریت کے تپتے ٹیلوں کی اجاڑ زندگی سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے۔ میں لوگوں کے اندر مجبور و نڈھال زخم خوردہ مجروح و مجہول و تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دی گئی ہوں۔

ایکاسیہ پل بھر کے لئے رکی پھر کہتی چلی گئی تھی۔

ماں! کسی لڑکی کی آبرو اس کی عصمت اس کے لئے ایسی اہمیت رکھتی ہے جیسے پھول میں سمائی خوشبو جیسے زندگی کے سمندر میں موتی اٹھائے سیپ لیکن میں وہ بدبخت لڑکی ہوں جو اس موتی اس گوہر سے محروم کر دی گئی ہوں اب میں اپنی باقی زندگی کے دن کسی قلاش کے شباب کسی بیوہ کی جوانی ریت پر گرے امرت اور گوہر سے محروم خالی سیپ کی طرح گزارنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔

ایکاسیہ جب خاموش ہوئی تو شکووں بھری آواز میں قسطونہ نے اسے مخاطب کیا۔

بیٹی! ایتاخ گلہ اور شکوہ کر رہا تھا کہ راستے میں نہ تم نے اس سے بات کی نہ اس کی کسی بات کا جواب دیا اور اپنے رویے سے تم نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ تم اسے ناپسند کرنے لگی ہو۔

ایکاسیہ کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اپنی ماں کی طرف دیکھے بغیر گردن جھکائے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ماں! بے آبرو ہونے کے بعد میں آنکھوں سے گرا ہوا آنسو ویرانوں میں چرواہے کا گیت اور زندگی کی آخری شب ہوں جس سے کوئی مستفید نہیں ہوتا۔ میں اب لاصوت و بے صدا اور تنہائی میں بدنامی کا اٹا ہوا چہرہ ہوں۔ جسے کوئی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ میرے جسم کے جھروکوں سے روشنی نکال لی گئی ہے۔ اس کے بعد میں جلتی دھوپ کا ایک لمبا سفر ہوں جس پر چل کر کوئی اپنی منزل نہیں پا سکتا ماں میں بے آبرو ہونے کے بعد وہ صحرا ہوں جس میں کوئی کشف حکایت نہیں وہ صدف ہوں جس میں موتی نہیں وہ پتھر ہوں جس میں گوہر نہیں وہ صہبا ہوں جس میں تلخی نہیں وہ پھول ہوں جس

وشبو نہیں وہ لب ہوں جس میں حلاوت نہیں رہی۔ اب میں ایک خودفراموش موقوف عمل کی ح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں بے آبرو ہونے کے بعد میری حیثیت بے کفنائی لاش اور زندگی عذاب سے بھی بدتر ہے۔ جسے کوئی اپناتا نہیں ہے۔ ماں میں تباہی اور بربادی کی فضاؤں میں ل پرواز کرتا زوال کا وہ پرندہ ہو کے رہ گئی ہوں جسے کوئی بھی اپنے گھر میں جگہ دینا پسند نہیں ۔ میں بے آبرو ہوں، میں بے عصمت ہوں۔ میں شرم وحیا کے گوہر سے محروم ہو چکی ہوں۔ پھر کیوں مجھے چاہے گا۔ کیوں کوئی مجھے دیکھے گا۔ کیوں کوئی مجھے سوچے گا۔ ماں میں وقت کا وہ دروازہ ہوں جس پر کوئی شریف انسان دستک دینا پسند نہیں کرتا۔

کچھ دیر تک دیوان خانے میں کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی پھر عمیمہ نے ایکاسیہ کی نی چومی اس کے بعد اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ایکاسیہ میری بہن! جو کچھ میں پوچھنے لگی ہوں اس کا جواب سچائی سے دینا اپنے دل پہ ہاتھ کے میرے سوالوں کا جواب دینا۔ مجھے ٹالنے یا جھوٹ بول کر سچائی اور حقیقت کو چھپانے کی ش نہ کرنا۔ کیا تم ایتاخ بھائی کو ناپسند کرنے لگی ہو۔؟

ایکاسیہ نے گھورنے کے انداز اور تیز نگاہوں سے عمیمہ کی طرف دیکھا، کچھ نہ بولی۔ اس نے نے میں گردن ہلا دی تھی۔

عمیمہ نے دوسرا سوال کیا۔

کیا تم ایتاخ بھائی سے پہلے جیسی محبت کرتی ہو؟

ایکاسیہ نے اس بار اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

عمیمہ نے اپنا تیسرا سوال داغا۔

کیا تم ایتاخ بھائی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا اور اس سے شادی کرنا پسند نہیں کرو گی؟

ایکاسیہ نے کچھ سوچا پھر اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

اس کے اس سوال پر عمیمہ کو مایوسی ہوئی۔ دکھتے لہجے میں کہنے لگی۔ جب تم ایتاخ بھائی سے رت بھی نہیں کرتی، ان سے محبت بھی کرتی ہو پھر تم کیوں ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ کیوں ا اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی۔

عمیمہ بے آبرو ہونے کے بعد میں ایک تاریک نہاں خانہ ہوں جب کہ امیر صبح کے نور کی شادابی- میں اور وہ زندگی کے ساتھی کیسے بن سکتے ہیں- میں نفرت کئے جانے والا ایک جہنم ہوں جبکہ امیر شبنم کا کومل پودا- جس کے ساتھ میں نہیں چل سکتی- میں طعنوں سے بھرا ہوا دکھی دل ہوں جبکہ امیر ہوا کے دوش پر بکھرتا سنگیت جن کا ملاپ ناممکن ہے- میں وہ شجر ہوں جس کی چھاؤں بھی اچھی نہیں لگتی- وہ پیڑ ہوں جس کے سب ثمر ٹوٹ گئے ہوں جبکہ امیر نیکی کی صبح کا ستارا ہیں- میرا ان سے کیا میل' کیا جوڑ اور پھر سوچو کیا نور اور خاک بھی آپس میں ملے ہیں-

اس موقع پر عمران نے اپنی بیٹی عمیمہ کے کان میں تھوڑی دیر کھسر پھسر کی شاید اس نے کہا تھا کہ اس موضوع سے ہٹ کر ایکاسیہ سے گفتگو کرنی چاہئے جس پر عمیمہ نے موضوع فوراً بدل دیا پھر تینوں دیوان خانے میں ہی بیٹھ کر ایکاسیہ کا دل بہلانے لگی تھیں-

ایتاخ قصر میں داخل ہوا- اس وقت قصر کے احاطے میں جو کھلا اور وسیع باغیچہ تھا اس میں ابواسحاق معتصم اکیلا چہل قدمی کر رہا تھا- ایتاخ کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپکا- ایتاخ کو خوش آمدید کہتے ہوئے پہلے اس کو گلے لگایا پھر پر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

لگتا ہے تم جو اچانک سرحدوں سے سامرہ آ گئے ہو تو کوئی اہم معاملہ ہے- اگر کوئی ایسی بات ہے تو قصر کے اندر جا کر بیٹھتے ہیں-

ایتاخ دھیرے سے مسکرایا' کہنے لگا-

امیر المومنین! ایسی کوئی بات نہیں ہے- دراصل میں ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہوں تھوڑی ہی دیر پہلے میں سامرہ میں داخل ہوا ہوں- ایکاسیہ کو اس کی ماں کے پاس چھوڑنے کے بعد میں سیدھا آپ سے ملاقات کرنے چلا آیا ہوں- امیر المومنین میں رکوں گا نہیں- اسحاق بن یحییٰ نے اگر زیادہ زور ڈالا تو میں صرف ایک شب یہاں قیام کروں گا- کل میں ہر صورت میں واپس اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا جاؤں گا-

ایتاخ کے اس انکشاف پر معتصم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا-

یہ جو تم ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لائے ہو تو یہ ایک بہت بڑا معرکہ اور کٹھن کام ہے اس کے لئے میں جس قدر بھی تمہاری تعریف کروں کم ہے- کچھ پتہ چلا کہ اسے کس نے یہاں سے اٹھایا تھا اور قسطنطنیہ میں اس پر کیا بیتی-

جواب میں وہاں کھڑے ہی کھڑے ایتاخ نے ایکاسیہ کے اغوا ہونے اس کے وہاں بے آبرو ہو جانے اور پھر جس طریقے سے وہ ایکاسیہ کو نکال کر سامرہ لایا تھا اس کی پوری تفصیل اس نے معتصم سے کہہ دی تھی۔

ایکاسیہ کی بے آبروئی اور بے عصمتی کا سن کر کچھ دیر انتہائی دکھ اور افسوس میں معتصم کی گردن جھکی رہی، کچھ بول نہ سکا تھا۔ پھر اس نے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ میرے بیٹے! کسی عورت کی عصمت، اس کی آبرو اس کے چہرے کی دلکش چاندنی، اس کے لہجے کا چھلکتا زمزمہ، اس کی آنکھوں کی شرمگیں مسکراہٹ ہوتی ہے۔ عورت کی عزت، اس کی عصمت اس کا ناموس اس کی ذات کی شیرازہ بندی ہوتی ہے جس میں وہ خود کو سمیٹے رہتی ہے۔ وہ لوگ جو کسی کی کنواری سانسوں میں جھانکتے ہیں انتہائی بدبخت ہیں۔ انتہائی گنہ گار و بدکار لوگ ہیں۔ اس لئے کہ کسی عورت کو بے آبرو کرنا اس کے دل کو چاک کرنے کے مترادف ہے۔

میرے بیٹے! تم نے بہت اچھا کیا کہ تم نہ صرف یہ کہ ایکاسیہ کو اس جہنم سے نکالا بلکہ جس نے اسے اغوا کیا اس کو بھی قتل کر دیا۔ اب یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایکاسیہ کسی سے بات نہیں کرتی۔ گم سم ہو گئی ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں میں تھوڑی دیر تک شاہی طبیب کو بھیجتا ہوں وہ اس کا جائزہ لے گا اگر اسے کسی دوا کی ضرورت ہوئی تو وہ تجویز کرے گا ویسے اس کا بے آبرو ہو جانا ہی اس کے لئے سب سے بڑا دکھ اور روگ ہے اور اس روگ سے وہ آہستہ آہستہ ہی نکلے گی۔ زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

معتصم جب خاموش ہوا تو ایتاخ نے کہنا شروع کیا۔

امیر المومنین! میں آنے والی شب شاید محترم اسحاق بن یحییٰ کے ہاں قیام کروں۔ کل میں یہاں سے اپنے لشکر کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں یا آپ اس سلسلے میں کوئی اور کام تو نہیں لینا چاہتے۔

بیٹے یہ جو تو آذر بائیجان سے آ کر ارض شام کی طرف گئے اور وہاں رومنوں کو شکست دینے کے بعد تو نے وہیں قیام کرنا پسند کیا تو یہ تو نے میرے دل کی آواز پر گویا عمل کر کے دکھا دیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم اور اشناس کچھ عرصہ سرحدوں پر رہو۔ اس طرح رومنوں کو ہماری شامی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں ہوگی۔ اب اگر تم ایک رات اسحاق بن یحییٰ کے ہاں قیام

نے کے بعد اگلے روز اپنے لشکر کی طرف واپس جانا چاہتے ہو تو اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سامرہ میں ہمیشہ تمہاری کمی محسوس کی جاتی ہے لیکن جو کار ہائے تم ارض شام میں سرانجام دے رہے ہو وہ کسی عام سالار کے بس کا روگ نہیں ہیں۔ تم نے جو ن کے دو جرنیلوں کے علاوہ ان کے ازمیر اور تونیہ کی طرف سے آنے والے لشکریوں کو بھی شکست دے کر بھگا دیا تو ایک طرح سے تم نے رومنوں کے جسد خاکی میں اپنا زہر آلود خنجر پ کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ اگر ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو کافی سوچ و بچار کے ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے اور اگر وہ قدم اٹھاتے ہیں تو بڑے پیمانے پر اٹھائیں تا کہ اپنی شکستوں کا انتقام ہم سے لے سکیں۔

معتصم نے کسی قدر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے تم نے جو سرحدوں پر قیام کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ بہت اچھا اور عمدہ ہے تم اور اشناس وہاں نہ ہوتے تو یقیناً رومنوں کے دونوں جرنیل ترکتاز کرتے ہوئے دور تک ے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتے۔

امیر المومنین! اگر آپ کو مجھ سے کوئی اور کام نہ ہو تو میں جاؤں۔ بڑی عاجزی سے ایتاخ نے ی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا اور اگر آپ کی اجازت ہو تو کل میں یہاں سے اپنے طرف کوچ کر جاؤں۔

تم ایک لمبے سفر سے آئے ہو۔ بیٹے اگر تم آج میرے پاس نہ آتے تو بھی مجھے کوئی شکوہ نہ ہوتی۔ جاؤ جا کے آرام کرو اور کل کسی وقت بھی جب تم چاہو مجھ سے ملاقات کئے بغیر تم ر کی طرف روانہ ہو سکتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ قصر سے نکل گیا تھا۔

ایتاخ ابھی درمیانہ روی سے چلتے ہوئے قصر سے تھوڑی ہی فاصلے پر تھا کہ سامنے کی طرف سالار عجیف بن عنبسہ آتا دکھائی دیا۔ قریب آ کر عجیف بن عنبسہ نے بازو پھیلا دیئے ڑے پرجوش انداز میں وہ ایتاخ سے بغل گیر ہو گیا تھا جب علیحدہ ہوا تو بڑی رازداری میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایتاخ میرے بھائی میں تم سے ملنے کے لئے اسحاق بن یحییٰ کے ہاں گیا تھا لیکن پتہ چلا کہ تم

قصر کی طرف آئے ہو- اچھا ہوا تم مجھے راستے ہی میں مل گئے- جو گفتگو میں تم سے کرنا چاہتا ہوں میرے خیال میں اس کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ اور ہو ہی نہیں سکتی- نہ میں یہ بات کسی دیوان خانے میں یا کسی کی حویلی اور گھر میں بیٹھ کر کر سکتا ہوں-

ایتاخ نے فکر مندی سے عجیف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا- کیا بات ہو گئی میرے بھائی! کیا کوئی بڑا حادثہ ہو گیا ہے یا کوئی خونی انقلاب رونما ہونے والا ہے-

یوں جانو خونی انقلاب ہی رونما ہونے والا ہے- کچھ پارسی سرخ آندھی کی طرح چھائے ہوئے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر کے پارسیوں کی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں-

ایتاخ فکر مند ہو گیا' کہنے لگا- عجیف جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو-

عجیف نے ایک بھرپور نگاہ ایتاخ پر ڈالی پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا-

پہلے یہ بتاؤ کہ جس آتش پرست موبذ کا میں نے ذکر کیا تھا اور جس کی نشاندہی تم نے مجھ وعدہ کیا تھا کہ تم اس سے پوچھ گچھ کرو گے اور اسے گرفتار کرو گے اس کا کیا کیا؟

ایتاخ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' کہنے لگا-

عجیف بن عنبسہ! جو کچھ تم نے کہا' تھا سچ تھا- جو الزام تم نے افشین پر لگائے تھے- انہیں ا موبذ نے قبول کیا ہے- وہ موبذ میری حراست میں ہے- فکر مند نہ ہو فی الحال صرف موبذ کا سہا لیتے ہوئے- افشین کے خلاف حرکت میں آیا میں جا سکتا اس کے لئے کافی ثبوت چاہئیں اور جب میرے دل میرے ضمیر نے کہا کہ ثبوت کافی ہو گئے ہیں تو یاد رکھنا میں اس افشین پر ایسی گرفت ڈالوں گا' اسے ایسا جکڑوں گا کہ اسے ہلنے اور بھاگنے نہیں دوں گا-

عجیف بن عنبسہ اچانک سر کو جھٹکتے ہوئے بول پڑا-

ایتاخ میرے بھائی میں بھی کتنا احمق اور غیر ذمہ دار ہوں- سب سے پہلے تو مجھے تمہارے ا کارنامے اور اس معرکے کی تعریف کرنا چاہئے کہ تم بہ عافیت ہماری بہن ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکا کر سامرہ لے آئے ہو-

تمہیں اس کے لئے میری تعریف اور شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے- یہ کام بہر حال کسی کو کرنا ہی تھا- اگر یہ کام خداوند قدوس نے میری جھولی میں ڈالا ہے تو یہ میرے لئے ایک سعادت ہے- اب مطلب کی بات کرو- میں تمہیں یہ تو بتا چکا ہوں کہ جو الزام تم نے افشین پر لگا-

ے موبذ نے ان کی تائید کی ہے اور یہ -------

عجیف بن عنبسہ فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا-

اگر موبذ نے ان الزامات کی تائید کی ہے جو میں نے افشین پر لگائے تھے تو پھر موبذ کہاں ہے- اگر اس افشین کو بھنک بھی پڑ گئی کہ موبذ سے ہم نے تفصیل حاصل کر لی ہے اور موبذ افشین کے خلاف بولنے پر تیار ہو گیا ہے تو یاد رکھنا افشین اول تو اس موبذ کا خاتمہ ہی کر دے گا- اور اگر ایسا نہ کیا تو اسے ایسی جگہ پہنچائے گا جہاں سے اس کی واپسی ہی ممکن نہ ہو-

عجیف بن عنبسہ! موبذ کے متعلق تم فکر مند نہ ہو- وہ میری حفاظت میں ہے- افشین تو کیا اس کا باپ بھی اگر آ گیا تو موبذ پر اپنی گرفت نہیں کر سکے گا- موبذ کو اب میں اسی افشین کے خلاف ستعال کروں گا لیکن اس وقت جب میرے پاس افشین کے خلاف کافی ثبوت ہو جائیں گے- ں پر ہاتھ ڈالنے کے قابل ہو جاؤں گا-

ایتاخ جب رکا تو عجیف بن عنبسہ نے پھر پوچھ لیا-

میں نے دو اور آدمیوں کو آپ کی طرف روانہ کیا تھا- وہ بھی افشین کے ستائے ہوئے ہیں- ں کے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار ہیں- کیا ان سے آپ کی ملاقات ہوئی-

عجیب اور سوالیہ سے انداز میں ایتاخ نے عجیف بن عنبسہ کی طرف دیکھا- پھر کہنے لگا- تم کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو- میرے پاس اس وقت موبذ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے-

ہو سکتا ہے جس وقت وہ آپ کے لشکر میں پہنچے ہوں اس سے پہلے ہی میرے بھائی تم سطنطنیہ جا چکے ہو- عجیف بن عنبسہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا- پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھے ہوئے لا- ایتاخ میرے بھائی کیا تم قسطنطنیہ سے نکلنے کے بعد اپنے لشکر سے ہوتے ہوئے آئے ہو-

نہیں' ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے میں اور اشناس دونوں مسلح دستے کے ساتھ گئے تھے- اشناس چند سواروں کے ساتھ لشکر کی طرف چلا گیا اور میں سامرہ چلا آیا- میں اپنی لشکر گاہ میں ں گیا-

اگر یہ بات ہے تو پھر وہ دو اشخاص جو میں نے تمہاری طرف روانہ کئے تھے وہ تمہاری غیر وجودگی میں وہاں پہنچ چکے ہوں گے-

ایتاخ بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

وہ کون ہیں؟ جن کا تم ذکر کر رہے ہو۔

عجیف بن عنبسہ نے اس بار کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہ دونوں ترکستان کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اس علاقے میں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک امام ہے دوسرا مؤذن۔ انہوں نے جب مسجد بنانے کے بعد مسلمانوں کو وہاں نماز پڑھانا شروع کی اور وہاں لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنا شروع کی تو ایک بار جب افشین وہاں گیا ہوا تھا تو اسے پتہ چلا کہ ایک امام اور مؤذن دونوں پارسیوں کے اندر اسلام پھیلا رہے ہیں۔ اور انہوں نے وہاں ایک بہترین مسجد بنائی ہے اور ایک بت خانے میں داخل ہو کر انہوں نے بت بھی توڑے ہیں۔

افشین کو جب خبر ہوئی تب اس نے امام اور مؤذن کو بلایا۔ ان سے اس نے پوچھا کہ کیا انہوں نے مسجد بنائی ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا انہوں نے پارسیوں کے بت توڑے ہیں۔ جب انہوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا تب انہیں افشین نے اس قدر کوڑے لگائے کہ ان کی پیٹھ کا چمڑا ادھیڑ کر رکھ دیا۔ اس وقت بھی ان کی پیٹھ کا گوشت ادھڑا ہوا ہے۔ زخم گو مندمل ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی پیٹھ بتاتی ہے کہ ان پر بڑا ظلم بڑا جبر کیا گیا ہے۔

وہ افشین کے اس سلوک سے بڑے بے زار تھے اور کسی کے پاس شکایت کرنا چاہتے تھے لیکن لوگوں نے انہیں ڈرا دھمکا دیا کہ اگر انہوں نے افشین کی شکایت امیر المومنین معتصم سے کی تو معتصم ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں کرے گا بلکہ الٹا انہیں ایسی سزا دے گا جو ان کے لئے عبرت بن جائے گی۔ لہٰذا کچھ عرصہ تو وہ خاموش رہے لیکن اندر ہی اندر لوگوں سے پوچھ گچھ کرتے رہے کہ آخر افشین کو اس کے اس جرم کی سزا تو ملنی چاہئے اور اس کے لئے انہیں کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے۔

آخر انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ تم امیر المومنین کے جنگی مشیر ایتاخ کے پاس جاؤ اور سارا معاملہ اس کے سامنے پیش کرو وہ کسی نہ کسی طرح تم دونوں کی مدد ضرور کرے گا۔ اس مشورے کے بعد دونوں تم سے ملنے کے لئے یہاں سامرہ میں آئے۔ بے چارے چھپتے چھپاتے سامرہ میں رات کے وقت داخل ہوئے۔ جس وقت وہ داخل ہوئے تو ان کی خوش قسمتی کہ میری ان سے ملاقات ہو گئی۔ مجھ سے ملتے ہی انہوں نے تمہارا پوچھا میں نے ان سے تفصیل جاننے کی کوشش کی لیکن وہ

ڈرے ڈرے سہمے سہمے کچھ بتاتے نہ تھے۔ آخر میں نے جب ان پر انکشاف کیا کہ افشین تو میرا بدترین دشمن ہے اور ایتاخ میرا بھائی ہے تب وہ میرے ساتھ میری حویلی میں جانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اور جو تفصیل انہوں نے مجھ سے کہی ہے وہی تفصیل میں نے تم سے کہہ دی ہے۔

میں نے اگلا دن انہیں اپنے ہاں رکھا۔ انہیں ہر قسم کا آرام اور آسائش مہیا کی۔ اگلے روز وہ میرے کہنے پر عشاء کی نماز کے بعد تمہارے لشکر کی طرف جانے کے لئے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ میرے خیال میں اب تک وہ اشناس کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔ اگر تم واپس جاؤ تو ان دونوں سے افشین کے متعلق تفصیل ضرور جاننے کی کوشش کرنا۔ ان کی بتائی ہوئی تفصیل افشین پر گرفت کرنے کے لئے تمہارے کام آسکتی ہے۔ ہو سکے تو موبذ کی طرح ان دونوں کو بھی اپنی حراست اور اپنی حفاظت میں لے لینا۔ وہ دونوں بڑے کام کے آدمی ہیں۔ انتہائی مخلص، انتہائی دیندار ہیں۔۔۔۔

عجیف بن عنبسہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ایتاخ بول پڑا۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اشناس کے پاس پہنچ چکے ہیں تو اشناس ان دونوں کی خوب حفاظت کرے گا۔ میں واپس جا کر ان سے تفصیل جانوں گا اور انہیں بھی موبذ کے ساتھ اپنی حفاظت میں لے لوں گا۔ لگتا ہے اس افشین پر گرفت کرنے کے دن قریب سے قریب تر آتے چلے جا رہے ہیں۔

ایتاخ تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا اور پھر وہ بڑے غور سے عجیف بن عنبسہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عنبسہ میں تو کل یہاں سے اپنے لشکر کی طرف چلا جاؤں گا میری غیر موجودگی میں تم یہ کام کرنا۔ اگر تم اسے کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو یاد رکھنا بہت جلد ہم اس افشین پر گرفت کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے یہ بات تو طے ہے کہ یہ بظاہر مسلمان ہے لیکن اندر سے پکا اور کٹر آتش پرست ہے لیکن یہ تو ہمارا اپنا خیال ہے۔ جو ثبوت ملے ہیں انہیں استعمال کرتے ہوئے ہمیں معتصم کی نگاہوں میں آتش پرست ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔ بہر حال میں مایوس نہیں ہوا۔ میں تہیہ کر چکا ہوں کہ ایک نہ ایک روز اس کے خلاف حرکت میں ضرور آؤں گا۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میری غیر موجودگی میں تم کسی نہ کسی طرح افشین کے ذاتی غلام داجس سے رابطہ قائم کرنا- داجس اس افشین کا بہت بڑا رازدان ہے اور اس کے سارے کاموں سے آگاہی رکھتا ہے- اسے لالچ دو- اسے رقم مہیا کرو- گاہے گاہے تھوڑی بہت رقم اسے اس کے اخراجات کے لئے دیتے رہو اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھنا وہ تم پر بھروسہ اور اعتماد کرنے لگے گا- افشین کے متعلق اس سے خبریں حاصل کرنا تمہارے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گا اگر تم داجس سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا افشین کے خلاف حرکت میں آنا ہمارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا-

ایتاخ میرے بھائی یہ تم نے بڑی اچھی ترکیب بتائی ہے یہ معاملہ کبھی میرے ذہن میں آیا نہیں- داجس واقعی بڑے کام کا آدمی ہے- اور یہ افشین اس پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتا- میرے بھائی تم بے فکر رہو میں آج سے ہی اس کام کی ابتدا کر دوں گا- داجس کو لوبھ اور لالچ رہو گا- اسے گاہے بگاہے اچھی رقم بھی دیتا رہوں گا- مجھے امید ہے کہ بہت جلد میں اسے اپنے اور بھروسے میں لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا-

عجیف بن عنبسہ کہتے کہتے رک گیا تھا- اس لئے کہ ایک طرف سے افشین آتا دکھائی اس کے ساتھ اس کا غلام داجس بھی تھا- اسے اپنی طرف آتا دیکھتے ہوئے عجیف بن عنبسہ کہنے

ایتاخ میرے بھائی اب میں جاتا ہوں- تم جانتے ہو کہ نہ میں اس شخص کو پسند کرتا ہوں مجھے برداشت کرتا ہے- لہٰذا ہم دونوں تو ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے میں تم سے جو کچھ کہنا چا کہہ چکا میرے خیال میں اب وہ بھی تم سے ملنا پسند کرے گا لہٰذا میں جاتا ہوں- اس کے سا ایتاخ کے جواب کا انتظار کئے بغیر عجیف بن عنبسہ وہاں سے چلا گیا تھا-

افشین اور اس کا غلام داجس دونوں آہستہ آہستہ اس جگہ آئے جہاں ایتاخ اور عجیف عنبسہ دونوں باتیں کر رہے تھے- افشین کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ایتاخ وہاں سے ہٹا نہیں آ کر بڑے پرجوش انداز میں ایتاخ سے ملا اس کے بعد اس کے غلام داجس نے ایتاخ سے کرنا چاہا لیکن ایتاخ اس کی طرف بڑھا پہلے بڑی گرم جوشی میں اسے گلے لگایا پھر زوردار مصا اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ افشین نے ایتاخ کو مخاطب کرنے میں پہل کر دی تھی کہ

ایتاخ! میں کافی دیر سے دور کھڑا تمہیں اور عجیف بن عنبسہ کو دیکھ رہا تھا- آج کل ا

ساتھ تمہاری رفاقت بڑی گاڑھی ہو رہی ہے اور بڑی رازداری کے ساتھ دونوں یہاں کھڑے گفتگو کر رہے تھے- میں رک کر تمہیں دیکھتا رہا میں چاہتا تھا تم دونوں گفتگو کر لو تب میں آگے آؤں جب تم دونوں نے گفتگو کو طول دیا تب مجبوراً مجھے قصر کی طرف آنا پڑا- کیا کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی- یہ سارے الفاظ افشین نے بڑے طنزیہ سے انداز میں کہے تھے-

اس کے اس انداز کی چبھن کو ایتاخ نے بھی محسوس کر لیا تھا- کچھ دیر تک اسے تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر مخاطب کر کے کہنے لگا-

افشین! کیا تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے خلاف کوئی سازش تیار کر رہے تھے- سنو! لگتا ہے تمہارے ذہن میں بداعتمادیاں گردش کرتی رہتی ہیں- یہ یاد رکھنا جب فلک پر ابر کے سیاہ بادل نمودار ہوتے ہیں- جب خزاں آ کر دریچوں میں ٹھہر جاتی ہے- جب وقت کے مینار کی روشنی میں گھائل ہو جانے والے دل اپنی منزل کو روانہ ہوتے ہیں تو یہ حالات و واقعات سب کی نظر کے سامنے آتے ہیں- ہر کوئی انہیں دیکھتا ہے- تم کیا سمجھتے ہو کہ میرے اور عجیف بن عنبسہ کے درمیان کوئی گمنام قربت کا سا تصور ہے- اور ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور ناآشنا ہیں- افشین! وہ ہمارے لشکریوں کا ایک بہترین سالار ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری اور اس کی آپس میں بنتی نہیں- تم ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے- اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس شخص کو تم پسند نہ کرو اسے میں بھی پسند نہ کروں-

افشین! تمہارے الفاظ اور تمہاری حالت سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہر وقت تمہاری ذات کے حصار میں زہریلے اور ڈنگ مارنے والے حروف جنم لیتے رہتے ہیں- لیکن میں ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا تم جانتے ہو میں ایتاخ حالات کے جبر کے سامنے بھی ظاہردار اور منافق بننا پسند نہیں کرتا- غموں سے ہنس کر وصال کر لیتا ہوں- کسی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرتا- تاہم اگر کوئی میری آسودگی کے بیچ گرد کی دیوار بننے کی کوشش کرے تو پھر میں اس کی ہستی کی چٹان کو ریزہ ریزہ اور اس کی ذات کی ساری طنابیں کھینچ کر کاٹ دینے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتا ہوں- افشین! ایک بات یاد رکھنا کبھی بھی اپنے لبادے سے باہر ہونے کی کوشش نہ کرنا- جو منصب تمہیں سونپا گیا ہے- اس منصب کی مانگ سے ایک قدم بھی باہر پھلانگنے کی کوشش نہ کرنا- اگر ایسا

کرو گے تو کٹ کے رہ جاؤ گے-

ایتاخ کی اس گفتگو نے افشین کو ہلا کے رکھ دیا تھا- اپنے لبوں کی خشکی پر اس نے زبان پھیری پھر کہنے لگا-

ایتاخ! لگتا ہے- میری باتوں کو تم نے ناپسند کیا ہے- میرا مقصد تمہاری دل شکنی کرنا نہیں تھا میں جانتا ہوں تم دیدہ و نادیدہ کے درمیان امتیاز رکھنے کا ہنر جانتے ہو- دست و بازو کی بے نام اند تھکن کے سامنے جھکنے والے نہیں- شہر بقا کے آخری سپاہی کی حیثیت سے فنا کے لشکر کے سامنے بھ جم جانے والے ہو- میں تو بس از راہ تفنن پوچھ رہا تھا کہ کیا عجیف بن عنبسہ کے ساتھ کسی خا موضوع پر بات ہو رہی تھی-

ایتاخ نے طنزیہ انداز میں لحہ بھر کے لئے افشین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا-

افشین! اب میں اور تم یہاں کھڑے جو باتیں کر رہے ہیں ہمیں کوئی اور سالار دیکھے اور د سے سوال کرے کہ کسی خاص موضوع پر بات ہو رہی ہے- تو تم کیا کہو گے-

افشین شرمندہ ہو گیا تھا- کچھ دیر بول نہ سکا- ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا-

افشین! کسی کے حالات کو کریدنے کی کوشش مت کرو- میں قصر میں امیر المومنین کے پاس ہوا تھا- نکلا تو عجیف بن عنبسہ مل گیا- اصل میں وہ میرے ساتھ اپنے ذاتی امور پر گفتگو کر رہا تھا اس کی گفتگو سے تمہیں کسی شک و شبے میں مبتلا نہ ہونا چاہئے اگر ایسا کرو گے تو جواب میں عجیف عنبسہ بھی ایسا ہی کرے گا جیسا تم کرو گے- اس طرح تم دونوں کے درمیان ناچاقی' نااتفاقی رقابت و دشمنی گہری ہوتی چلی جائے گی اور پھر کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ تم ایک دوسرے دست و گریبان پکڑ کر باز پرس کرنے کی منزل پر آن کھڑے ہو گے اور جس دن ایسا ہوا یاد رکھ دونوں برباد ہو جاؤ گے-

ایتاخ کی گفتگو نے افشین کو ہلا کے رکھ دیا تھا- فوراً اس نے اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکھی چند قدم آگے بڑھا- ایتاخ کے شانے پر ہاتھ رکھا اسے تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا-

ایتاخ میرے بھائی لگتا ہے تم کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گئے ہو- بہر حال عجیف بن عنبسہ- مجھے کوئی دشمنی ہے نہ عداوت- وہ خود ہی مجھ سے کتراتا رہتا ہے- مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کر بہر حال میرا مقصد تمہاری دل شکنی کرنا نہیں' اس کے باوجود اگر جو الفاظ میں نے استعمال کئے!

ں سے کوئی گراں گزرا ہو تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں- اس کے ساتھ ہی افشین نے ؤ کے ساتھ مصافحہ کیا اور اپنے غلام داجس کے ساتھ وہ قصر کا رخ کر رہا تھا جبکہ ایتاخ بھی مڑا- ں حویلی کی طرف جا رہا تھا-

☆

ایتاخ جب اپنی حویلی میں داخل ہوا' اصطبل کے قریب آیا تو اس کا گھوڑا اسے دیکھ کر ہنہنایا' پھڑ پھڑانے لگا تھا- ایتاخ اصطبل میں داخل ہوا- گھوڑے کے آگے جو چارا ڈالا ہوا تھا اس تھ پھیرا پھر گھوڑے کی گردن تھپتھپائی' اسے کھول کر ایک طرف پانی کی بھری ہوئی جو ناند تھی کے پاس اسے لے گیا- گھوڑے نے پانی پیا- دوبارہ ایتاخ نے اسے وہاں باندھ دیا تھا- ں سے وہ نکلنے ہی لگا کہ حویلی کے اندرونی حصے سے عمیمہ اور ایکاسیہ نمودار ہوئی تھیں- ایکاسیہ یک ستون کے پاس کھڑی ہو گئی تھی جبکہ عمیمہ ایتاخ کی طرف بڑھی- تھوڑا سا آگے آ کر عمیمہ ب مڑ کر دیکھا تو ایکاسیہ وہیں دور کھڑی تھی- اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عمیمہ پریشان سی ں- بہر حال وہ ایتاخ کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی-

ایتاخ بھائی! ایکاسیہ کی حالت عجیب و غریب ہو گئی ہے- نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ بولتی س جو کام کرنے کو کہو اٹھ کے شروع ہو جاتی ہے- بالکل بجھ سی گئی ہے- ابھی تھوڑی دیر پہلے نے اس سے ایسے ہی کہا آؤ جا کے ایتاخ بھائی کی حویلی کی صفائی کرتے ہیں- منہ سے کچھ نہ پ چاپ اٹھ کے میرے ساتھ ہو لی تھی حویلی کی ہم دونوں نے صفائی کر دی ہے- پورا کام نے میرے ساتھ کرایا ہے- لیکن اس دوران ایک لفظ بھی نہیں بولی بس خاموش رہ کر جیسے پہلے تی تھی- کام میں لگی رہی ہے- آخر بھائی اس کی یہ خاموشی' اس کا یہ سکوت کیسے اور کب ٹوٹے

ایتاخ نے ایک اداس سی نگاہ دور کھڑی ایکاسیہ پر ڈالی پھر عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

میری بہن! جب کوئی سادہ دل لڑکی زر کے بازاروں اور حرص و ہوس کے کوچوں میں اپنی اور اپنی ذات کی سب سے قیمتی چیز کھو بیٹھتی ہے- تو پھر اس کے ضبط و پندار اور سکون و آسودگی رے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں- ایکاسیہ بے چاری تو سہمے بچے اور صدا دینے والے جگنو جیسی

بے ضرر پھڑ پھڑاتی تتلیوں اور مسکراتے شگوفوں کی طرح معصوم تھی- ظالم لوگوں نے اس کی نگاہوں سے خواب چھین کر آنسوؤں کے ستارے اس کے لبوں سے قہقہے چھین کر لاتختم نوحے اور اس سے خوشی کے علم چھین کر اسے دکھوں کے جمود میں کھڑا کر دیا ہے- اس کے روشن چہرے پر کالک مل دی گئی ہے- روم روم کو دہکاتی جیون کی دکھیاری یادیں اس کا مقدر بنا دی گئی ہیں-

میری بہن! وہ لڑکی جو خوبصورت بھی ہو اور حسین ترین بھی ہو اور جس کا تن مدھو ماس اور جس کے خواب ہی اس کا بن باس ہوں جب اس کے احساس میں کانٹے چبھو دیئے جائیں جب اس کے انتہائے زندگی کے کناروں کو سلگا دیا جائے تب وہ بے چاری سایوں کے قافلوں اور صحرا کے خوابوں میں یادوں کے تابوت اٹھائے ایک اچھوت کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے- یہی حالت اس ایکاسیہ کی بھی ہے-

یہ مجھ سے بات نہیں کرتی مجھے دیکھتے ہی منہ پھیر لیتی ہے- دور کھڑی ہو جاتی ہے- مجھے اس سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ہے- میں جس طرح پہلے اسے چاہتا تھا- اس سے محبت کرتا تھا- اسی طرح اس کو چاہتا اور اس سے محبت کرتا رہوں گا- اسے اس کی اصل حالت پر لانے کے لئے ہم سب کو کوشش کرنا ہو گی- ورنہ یہ بے چاری یونہی گیلی لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر جان دے دے گی- یہ باطنی طور پر زخمی اور رومانی طور پر گھائل ہو چکی ہے- اس کا علاج کسی طبیب سے نہیں- اس کا علاج ہم سب کو ہی کرنا ہے- ہم سب مل کر اگر اسے اپنے ساتھ مصروف رکھیں اسے اپنی شفقت دیں اسے اپنی محبت سے نوازیں تو ایک نہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ یہ بولے گی اپنے جذبات کا اظہار کرے گی اپنی ضروریات کے لئے الفاظ بھی استعمال کرے گی- گو یہ ایک کٹھن کام ہے لیکن بہر حال اسے ہم نے ایکاسیہ کی خاطر کرنا ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ رکا پھر عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا-

میری بہن! میں ذرا لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں- وہاں میں نے تھوڑے سے کام نپٹانے ہیں- شام کا کھانا میں تم لوگوں کے ساتھ ہی کھاؤں گا- اس کے ساتھ ہی ایتاخ حویلی سے نکل گیا تھا- جبکہ عمیمہ مڑی اور اس جگہ آئی جہاں ایکاسیہ کھڑی تھی پھر ایکاسیہ کا اس نے ہاتھ تھاما' حویلی کا صحن عبور کرتے ہوئے دونوں صدر دروازے پر آئیں- دروازہ انہوں نے بند کیا پھر عمیمہ ایکاسیہ کو اپنی حویلی کی طرف لے جا رہی تھی-

افشین اپنے غلام داجس کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہوا- جس کمرے میں وہ دونوں داخل ہوئے اس میں پہلے سے افشین کا رشتہ دار منکجور بیٹھا ہوا تھا- ان دونوں کو دیکھتے ہی منکجور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا- ہاتھ کے اشارے سے افشین نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا- منکجور نے دیکھا افشین کچھ سنجیدہ اور افسردہ تھا لہٰذا اس کی طرف دیکھتے ہوئے منکجور نے پوچھ لیا-

لگتا ہے کچھ ہوا ہے- کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ اس طرح سنجیدہ اور افسردہ ہیں-

آپ قصر کی طرف گئے تھے- کیا امیر المومنین نے آپ سے کچھ کہا- یا کسی کے کان میں یہ بھنک پڑ گئی ہے کہ ہم اپنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں-

افشین چونکا اور منکجور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

منکجور ایسی گفتگو دھیمے لہجے میں کیا کرو- کسی نے سن لیا تو یاد رکھنا- تم سب لوگوں کے ساتھ مجھے بھی دار پر کھڑا کر دیا جائے گا- ایسی کوئی بات نہیں نہ امیر المومنین نے مجھے کچھ کہا ہے- اس کے بعد افشین نے تفصیل کے ساتھ قصر کی طرف جانے اور راستے میں ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ کے اکٹھے ہو کر کافی دیر تک گفتگو کرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا تھا-

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد افشین نے پھر کہنا شروع کیا-

منکجور! آج جو میں نے اتنی دیر تک اس عجیف بن عنبسہ اور ایتاخ کو اکٹھے کھڑے ہو کر رازدارانہ سے انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تو اس وقت لمحہ بھر کے لئے میرا دل دہل گیا تھا- میرے عزیز عجیف مجھے اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے اور میں اسے اپنی موت خیال کرتا ہوں- جہاں تک میرے آدمی مجھے بتا چکے ہیں عجیف پہلے ہی عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی جیسے سالاروں کو

اپنے ساتھ ملا چکا ہے اور ان تینوں کا ایسا اتحاد ہے جیسے توڑا نہیں جا سکتا۔ اب آج جو میں نے ایتاخ کو بھی اس کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کرتے دیکھا ہے تو مجھے اپنی شکست اپنے سامنے جھلملاتی دکھائی دی ہے۔ اگر ایتاخ بھی ان کے گروہ میں شامل ہو گیا تو پھر یاد رکھنا ہماری موت' ہماری مرگ اور ہمارے خاتمے پر مہر لگ کے رہ جائے گی۔ اور ہم ان کے سامنے بالکل بے بس ہو کے رہ جائیں گے۔ ایتاخ کو کسی بھی صورت ان تینوں کا ہم نوا نہیں بننا چاہئے۔

جہاں تک ان تینوں کا تعلق ہے۔ تو میں معتصم کو ان تینوں کے خلاف کر سکتا ہوں' بھڑکا سکتا ہوں ان کی دیانت داری پر شبے کا اظہار بھی کر سکتا ہوں لیکن جہاں تک ایتاخ کا تعلق ہے۔ اس کے خلاف میں کسی بھی طور حرکت میں نہیں آ سکتا اگر میں نے اس کے خلاف معتصم سے بات کی تو میری اپنی ذات معتصم کی نگاہوں میں مشکوک ہو کے رہ جائے گی۔ لہٰذا ایتاخ کا اس گروہ میں شامل ہونا ہماری موت کے مترادف ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ عجیف بن عنبسہ' عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی تینوں کوئی اتنی جلدی ایتاخ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ لیکن میں بھی بے کار اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھوں گا قبل اس کے کہ یہ تینوں ہماری صداؤں پر خاموشیوں کی ضرب لگائیں۔ قبل اس کے کہ یہ ہماری زندگی کو شکست کا ساز اور ہمارے مستقبل کو رات کے جلتے پروں کی آگ پر لا کھڑا کریں۔ قبل اس کے کہ یہ ہماری سانسوں کو بجھتے الاؤ اور ہمارے جینے کو مشکل ترین بنا کے رکھ دیں۔ قبل اس کے کہ یہ تینوں مل کر ہمیں قضا اور اجل کی بیڑیاں پہنا دیں اور ہماری حیات کو رنگین خون میں تبدیل کر دیں۔ قبل اس کے کہ اس سرائے گردش لیل و نہار میں ہمیں اپنے ویران گھروں میں خود اپنے خون سے اپنے چراغ روشن کرنے پڑیں ہمیں خود ان تینوں کے خلاف لفظوں کے خونی ناٹک اذیت گاہوں کی گھائل چیخوں اور لمحوں کو پھٹے پرانے بوسیدہ کرب میں تبدیل کر دینے والے کڑے انتظار کی طرح حرکت میں آ جانا چاہئے۔ ہماری فلاح' ہماری آسودگی اسی میں ہے کہ تینوں سلاخوں کے پیچھے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں اور زنجیروں میں پابند ہوں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو منکجور! یہ بات اپنے دل پہ لکھ لو کہ یہ تینوں مل کر ہمارے سنہری ارادوں کو جدائی کے زخموں اور ہمارے سارے جلیس دل نشین کو انیس بے نوا بنا کے رکھ دیں گے۔ جس روز ایسا آیا وہ دن ہماری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اور میں وہ دن دیکھنا نہیں چاہتا۔

افشین جب خاموش ہوا تب منکجور نے دکھ اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ نے قصر سے باہر جو ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ کو اکٹھے کھڑے ہو کر علیحدگی میں گفتگو کرتے دیکھا ہے تو کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے خلاف ہی کوئی لائحہ عمل اختیار کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے ایتاخ کسی اور موضوع پر عجیف بن عنبسہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ایتاخ قسمت کا بڑا دھنی ہے۔ دیکھو! ایکاسیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ پہنچا دیا گیا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ ایتاخ اسے وہاں سے بھی نکال کر یہاں لے آیا ہے۔ یہ کسی عام آدمی کا کام نہیں ہے اور نہ کوئی عام آدمی ایسا کر سکتا ہے۔ افشین میرے محترم! میں آپ کی اس بات سے تو اتفاق کرتا ہوں کہ اگر عباس بن مامون' عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کے ساتھ یہ ایتاخ بھی شامل ہو گیا تو پھر ہمارا یہاں رہنا۔ ہمارا یہاں جینا مشکل نہیں بلکہ بالکل ہی ناممکن ہو کے رہ جائے گا۔ اور پھر جیسا کہ سب سے بڑی بات آپ خود بتا چکے ہیں کہ معتصم کو ایتاخ کے خلاف بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس صورت میں' ہمیں عباس بن مامون' عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کے خلاف اپنی کوششوں کو تیز تر کر دینا چاہئے۔ یہ عجیف بن عنبسہ انتہا درجہ کا زہریلا انسان ہے۔ ہمارے آدمیوں نے کئی مواقع پر اسے سنا کہ وہ آپ کو گالیاں تک دیتا ہے۔ اور اپنے کچھ آدمیوں کے سامنے اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ آپ ظاہر طور پر مسلمان ہیں۔ دل سے آپ نے اسلام نہیں قبول کیا ہوا۔ یہ باتیں اگر عام لوگوں میں مشہور ہو گئیں تو یاد رکھئے گا ہمارا جینا مشکل ہو جائے گا اور ہمیں لوگوں کو طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہوئے یقین دلانا پڑے گا کہ ہم دل سے مسلمان ہیں۔ اسلام کو ہم نے ظاہری طور پر قبول نہیں کر رکھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر ہم نے ان تینوں کا خاتمہ نہ کیا یا انہیں اپنے راستے سے ہٹا کر زندان میں نہ ڈلوایا تو ہم نے جو ترکستان کے اندر آتش پرستوں کی اپنی حکومت قائم کرنے کا لائحہ عمل تیار کر رکھا ہے وہ ہوا کے اندر تنکے کی طرح بکھر کر رہ جائے گا۔ اس کے بعد ہم سب کا جینا حرام اور بے کار ہو گا۔

منکجور جب خاموش ہوا تب افشین نے بھی کسی قدر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

منکجور! تمہارا کہنا درست ہے یہ ایتاخ ہے بڑا دراز دست۔ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر

یہاں لانا کوئی آسان کام نہیں- نہ جانے یہ شخص اس کو کیسے وہاں سے نکال لایا ہے- قسطنطنیہ میں جا کر ایکاسیہ کو تلاش کرنا اور اسے نکال کر یہاں لانا بظاہر ایک ناممکن فعل نظر آتا ہے لیکن میں ایتاخ کو اچھی طرح جانتا ہوں- اس سے ایسے کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کی امید کی جاسکتی ہے- اگر وہ اس قابل نہ ہوتا تو معتصم اسے اپنا جنگی مشیر ہرگز مقرر نہ کرتا- یہ شخص انتہا درجہ کا مخلص ہے- دھوکہ نہیں دیتا- اس میں عاجزی اور انکساری بھی ہے- اس لئے کہ میں جانتا ہوں میری موجودگی میں کئی بار معتصم نے اسے سپہ سالار اعلیٰ کا عہدہ پیش کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر اس عہدہ کو ٹھکرا دیا کہ میں افشین اور اسحاق بن یحییٰ دونوں عمر میں چونکہ اس سے بڑے ہیں- اس کے باپ کی جگہ ہیں لہٰذا یہ عہدے ان دونوں کو ہی ملنے چاہئیں- ایسا ہر کوئی نہیں کرتا- مجھے اس کی جاں نثاری' اس کے مخلص ہونے پر شک نہیں لیکن یہ جو عجیف بن عنبسہ علیحدگی میں اس سے گفتگو کرنے لگا ہے- اس سے مجھے خوف آنے لگا ہے- اور میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ عجیف بن عنبسہ ایتاخ کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائے ہمیں عجیف بن عنبسہ' عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کا بندوبست کر لینا چاہئے- اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو الٹا ہمارا وہ ایسا بندوبست کریں گے کہ یا تو ہمیں صلیب پر کھڑا کر دیں گے یا ہمیشہ کے لئے زندان کی سلاخیں چاٹنے پر مجبور کر دیں گے-

افشین لمحہ بھر کے لئے رکا- اس کے بعد بے پناہ خدشات کا اظہار کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا-

یہ عجیف بن عنبسہ' عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید تینوں مل کر ہمارے لئے اتنے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتے جتنا اکیلا ایتاخ ہو سکتا ہے- اگر ان تینوں نے کوشش کر کے ایتاخ کو بھی ہمارے خلاف اپنے ساتھ ملا لیا تو تب یہ بات اپنے دل میں لکھ لینا کہ یہ ایتاخ ہم سب کے دلوں کے راستے ہماری روحوں رگوں میں رقصاں ہمارے لہو تک میں زہر کی ایک لہر اور ترنگ بن کر اتر جائے گا- اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا ہمارے اردگرد ہماری خواہشوں کی چتائیں جل پڑیں گی اور تباہی کی پگھلی پرچھائیاں ہمارے تعاقب میں لگ جائیں گی-

افشین جب خاموش ہوا تب منکجور نے بھی خدشات کا اظہار کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا-

محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ایتاخ کو ان تینوں کے ساتھ ملنے نہ دیا جائے-

منکجور کے اس سوال کا جواب افشین دینا ہی چاہتا تھا کہ اس لمحہ اس کمرے میں قسطنطنیہ کا

یہودی طبیب جاسوس سوراب داخل ہوا تھا- اسے دیکھتے ہی افشین نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا- اسے اپنے پاس بٹھایا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

سوراب! تم بڑے وقت پر آئے ہو- اس وقت میں تمہاری بڑی ضرورت محسوس کر رہا تھا- یوں جانو ہم ایک الجھن میں پڑ گئے ہیں- اس کے بعد ایتاخ اور عجیف بن عنبسہ کی گفتگو اور اس کے بعد اس کی اور منکجور کی جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے سوراب سے کہہ دی تھی- اس کے خاموش ہونے پر سوراب نے کہنا شروع کیا-

محترم افشین! میں خود بڑی پریشانی اور فکرمندی کی حالت میں آپ کی طرف آیا ہوں-

تمہیں کیا پریشانی اور فکر لاحق ہوگئی ہے- غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے افشین نے کہا تھا- تمہاری شخصیت تو چھپی ہوئی ہے کوئی تمہاری اصلیت کو نہیں جانتا- پھر تمہیں کس سے خطرہ لاحق ہوگیا ہے-

جس طرح ایتاخ تم لوگوں کی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے- اسی طرح اس کی وجہ سے میں بھی فکرمندی کا شکار ہوگیا ہوں- سوراب نے خدشات بھری آواز میں کہا تھا-

دراصل میرے دوما اور رداع کے لئے سب سے حیرت انگیز اور پریشان کن بات یہ ہے کہ ایتاخ' ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لایا ہے- یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ وہ اسے کیسے لے آیا ہے- قسطنطنیہ سے ایکاسیہ کو نکال کر یہاں لانا بالکل ایسے ہی ہے جیسے شیر کے سامنے سے کوئی شکار کئے ہوئے میمنے کو اٹھانے کی کوشش کرے- ایتاخ کا ایکاسیہ کو سلامتی کے ساتھ قسطنطنیہ سے سامرہ پہنچا دینا اس بات کی غمازی اور نشاندہی کرتا ہے کہ مسلمانوں کے کچھ لوگ ایسے ہی قسطنطنیہ میں سرگرم ہیں جیسے میں دوما اور رداع سامرہ میں- اب جب کہ ایتاخ اسے وہاں سے نکال لایا ہے تو میرے خیال میں ایتاخ یہ جاننے کی بھی کوشش کرے گا کہ اسے کس نے اغواء کیا یا کون اس کے اغوا میں ممد و معاون ہوا- مجھے یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ اگر کسی بھی موقع پر ایتاخ یا اس کے کسی دوسرے سالار کو ہماری اصلیت سے آگاہی ہوگئی تو جو حشر ہمارا ہوگا اس کا تصور کر کے ابھی سے میری روح کانپنے لگتی ہے-

افشین' سوراب کو اور زیادہ خوف زدہ اور پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا- بڑے نرم لہجے میں

ہمدردی میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں کہنے لگا۔

سوراب! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ میں یہاں ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور پھر کسی کو کیا خبر کہ کس نے ایکاسیہ کو سامرہ سے قسطنطنیہ پہنچانے میں مدد کی۔ تم اب ہمیں یہ بتاؤ کہ جو کام تمہارے ذمے لگا رکھا ہے۔ اس میں تمہیں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ اگر ہم نے عجیف بن عنبسہ' عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کے خلاف جلد کوئی کارروائی نہ کی تو یاد رکھنا یہ عجیف بن عنبسہ ہمارے لئے وہ درندہ ثابت ہوگا جو چیرنے پھاڑنے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ عجیف بن عنبسہ بظاہر بڑا دردمند اور غمخوار' ہمدردی اور انکساری میں ڈوبا ہوا لگتا ہے لیکن باطن میں یہ شعلوں کے رقص اور کرب کے کھولتے لمحوں سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔ بظاہر یہ بڑا ہلکی ہلکی لہروں جیسا پرسکون لگتا ہے لیکن اندر سے چیختے چلاتے بگولوں کی وحشت ناکی چھپائے ہوئے ہے۔ اپنے چہرے سے محبت اور عقیدت کا پیکر دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں تباہی کی طرف لے جانے والی تدریجی نشیب سے بھی زیادہ ہولناک ہے اور اس کی طرح عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی بھی نوحہ کناں اور ماتم گسار کر دینے والے روح فرسا منظر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

سوراب کسی قدر سنبھل گیا تھا۔ اس بار مطمئن سے انداز میں افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

محترم افشین! مجھے امید ہے کہ اب یہ کھیل بہت جلد ختم ہوگا۔ میں نے' دوما اور ردداع تینوں نے عجیف بن عنبسہ کے ساتھ رہتے رہتے اسے بغاوت اور سرکشی کی آخری حدود تک پہنچا دیا ہے۔ اب وہ کسی بھی وقت عباس بن مامون اور عمر فرغانی کو ساتھ ملا کر خلافت کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر سکتا ہے اور معتصم کی جگہ عباس بن مامون کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر سکتا ہے۔ اندر ہی اندر وہ لشکر کے کئی دوسرے سالاروں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ وہ ابھی تک ایتاخ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ مجھے امید ہے کہ جب تک وہ ایتاخ کو اپنا ہم نوا بناتا ہے اس وقت تک ہم کھیل کو اس کے اختتام تک لے جائیں گے۔ اور پھر عجیف بن عنبسہ کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔

سوراب کے خاموش ہونے پر افشین نے پھر اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سوراب! میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے اگر تم اس پر عمل کر کے دکھا دو تو اس عجیف

عنبسہ' عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو ہم ایتاخ کے قریب تک بھی پھٹکنے نہ دیں گے۔

چونکتے کے انداز میں سوراب نے افشین کی طرف دیکھا۔

محترم افشین! آپ کے پاس ایسا کون سا نسخہ ہے جسے استعمال کر کے عجیف بن عنبسہ' ایتاخ کے قریب جانا بھی پسند نہیں کرے گا۔ یا ایتاخ اسے اپنے پاس بٹھانا پسند نہیں کرے گا۔

افشین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' کہنے لگا۔

تمہارے پاس دو انتہا درجہ کے خوب صورت اور پر جمال موتی ہیں۔ جو دوما اور ردداع ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان دونوں خوب صورت لڑکیوں کو تم ایتاخ کے پیچھے لگا دو۔ دونوں کچھ دن تک اس کے ساتھ رہیں۔ دونوں نہیں تو ان میں سے ایک ایتاخ سے محبت کا اظہار کرے۔ محبت میں بڑی طاقت' بڑا زور ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے پتھر دل اسانوں کو بھی اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

محترم افشین! آپ ایتاخ کا غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد میں سب سے پہلے ایتاخ کو ہی دوما اور ردداع کے ساتھ اپنا ہدف بنانے کی کوشش میں تھا۔ اپنی خوبصورتی کے سارے حربے دوما اور ردداع نے آزمائے لیکن ایک لحہ کے لئے بھی وہ دونوں ایتاخ کو اپنی طرف توجہ نہیں کر سکی تھیں۔ یہ بات اپنے دل سے نکال دیجئے کہ کوئی خوب صورت لڑکی ایتاخ پہ چھانے کے بعد اس سے من مانی کرا سکتی ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ایتاخ اپنے لشکر سے نکل کر یہاں کتنے دن قیام کرتا ہے۔ اگر وہ ایک دو دن قیام کر کے واپس اپنے لشکر میں چلا جاتا ہے تو پھر اس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ پھر جس رفتار سے ہم مسلمانوں کے اندر بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ رفتار ہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کے رہیں گے۔

اور اگر ایتاخ واپس نہیں جاتا۔ یہیں قیام کر لیتا ہے تو پھر ہمیں اپنے کام کی رفتار تیز کرنا ہوگی۔ بغاوت کے شعلے پہلے کی نسبت جلد کھڑے کرنا ہوں گے۔

مطمئن رہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عجیف بن عنبسہ کے خلاف تو ہم اپنی کارروائی قریباً مکمل کر چکے ہیں اور بہت جلد کسی بھی وقت وہ بغاوت اور سرکشی کی مشعلیں روشن کر سکتا ہے۔

سوراب لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

محترم افشین! میں آپ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ڈالنے کے لئے آیا ہوں یہ بات یقیناً میرے لئے پریشانی اور دوما اور رداع کے لئے فکرمندی کی بات ہے کہ ایتاخ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے لے کر آ گیا ہے۔ قسطنطنیہ کے جن لوگوں سے ہمارا رابطہ ہے۔ اور جن کے ذریعے ہم پیغام رسانی کرتے ہیں جونہی ان میں سے کسی کے ساتھ میرا رابطہ ہوتا ہے۔ میں اس سے یہ کہوں گا کہ قسطنطنیہ میں یہ جاننے کی کوشش کرے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے ذریعے ایتاخ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لانے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سوراب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا' کہنے لگا۔

مجھے اب جانے کی اجازت دیجئے۔ میں دوما اور رداع سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ میں زیادہ دیر افشین کے پاس نہیں بیٹھوں گا۔ افشین نے اسے جانے کی اجازت دے دی لہذا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سوراب وہاں سے نکل گیا تھا۔

شام کے قریب ایتاخ اسحاق بن یحیٰ کی حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے دائیں جانب صحن کے اندر جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس وقت اس میں اسحاق بن یحیٰ بے چینی میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ جب کہ ایک طرف پتھر کی بنی شہ نشین پر قسطونہ اور غمران بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی ایتاخ حویلی میں داخل ہوا اسحاق بن یحیٰ اس کی طرف لپکا قریب آ کر اسے مخاطب کیا۔

بیٹے! تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنی ہے۔ یہیں باغیچے میں ہی آ جاؤ۔ غمران اور قسطونہ بھی بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔

ایتاخ' اسحاق بن یحیٰ کے ساتھ پتھر کی بنی ہوئی نشستوں کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی میں عمیمہ کو بتا کر گیا تھا کہ میں لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔

دونوں آگے بڑھ کر جس سنگی نشست پر غمران اور قسطونہ بیٹھی ہوئی تھیں اس کے سامنے نشست پر اسحاق بن یحیٰ اور ایتاخ بیٹھ گئے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز اسحاق بن یحیٰ نے کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! قسطونہ اور ایکاسیہ کو اس وقت سخت تحفظ کی ضرورت ہے اس کے علاوہ ایکاسیہ کو زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ رہنا چاہئے۔ بیٹے! اپنی ماں کے بعد اگر وہ کسی کو سب سے

زیادہ پسند کرتی ہے چاہتی ہے تو وہ تم ہو۔ یہ مت خیال کرنا کہ قسطنطنیہ سے واپس آنے کے بعد وہ صرف تم سے ہی بات نہیں کرتی بلکہ اپنی ماں تک سے نہیں بولتی چپ چاپ رہتی ہے قسطونہ جو کام کہتی ہے کر لیتی ہے۔ جو چیز کھانے کو دیتی ہے کھا لیتی ہے۔ کچھ کہتی نہیں۔ جس بدترین اذیت سے وہ گزری ہے وہ اذیت اس کا نطق چھیننے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ رہے گی تو اس کے دو فائدے ہوں گے ایک تو اس کا تحفظ رہے گا پھر اسے کوئی اغواء نہ کر سکے گا۔ دوسرے یہ کہ جب وہ تمہارے پاس رہے گی اٹھے بیٹھے گی تو مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری صحبت میں رہتے ہوئے پھر اپنی پہلی حالت پر آ جائے گی۔ ورنہ یاد رکھنا خاموش رہ کر اور سوچتے سوچتے اور کڑھ کڑھ کر وہ اپنی جان دے دے گی۔

اسحاق بن یحیٰ جب خاموش ہوا تو کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

میرے محترم! میں ایکاسیہ اور قسطونہ دونوں ماں بیٹی کو کیسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ اس وقت جو لشکر میرے اور اشناس کے ساتھ ہے۔ اس میں کسی بھی سالار اور لشکری کے بیوی بچے شامل نہیں ہیں اور پھر شامی سرحد کی حالت یہ ہے کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں بڑی تیزی سے ادھر ادھر حرکت میں آنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اپنے پڑاؤ کے اندر عورتوں کی حفاظت کرنا ہمارے لئے ایک بڑا مسئلہ بن جائے گا۔

کوئی مسئلہ نہیں بنتا بیٹے! شام کی سرحدوں پر اب تک جو دشمن کے ساتھ تمہاری جنگیں ہوئی ہیں کیا ان جنگوں کے دوران ایک بار بھی کبھی دشمن تمہارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا یا تمہارے پڑاؤ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکا۔ بلکہ تم ان کے علاقوں میں داخل ہو کر ان کے لئے خطرہ ثابت ہوتے رہے ہو۔ دیکھو! جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے۔ سامرہ شہر کے اندر یا تو مسلمانوں کا بھیس بدلے کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو حقیقت میں قسطنطنیہ کے نصرانی ہیں یا قسطنطنیہ والوں نے سامرہ کے کچھ لوگوں کو لالچ اور لوبھ دے کر اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ انہی لوگوں کی مدد سے ایکاسیہ کو یہاں سے اغواء کیا گیا ورنہ کسی کو کیا خبر تھی کہ ایکاسیہ روز دریائے دجلہ کے کنارے گھڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہے۔

بیٹے! اگر سامرہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں تو میرا اندازہ ہے بلکہ یوں جانو میرا خدشہ ہے کہ وہ

کسی نہ کسی موقع پر اب ایکاسیہ کو نقصان اور گزند پہنچانے کی کوشش کریں گے- اس لئے کہ ایکاسیہ قسطنطنیہ سے واپس سامرہ آ جانا ان کی انا پر ایک بہت بڑی چوٹ ہے- اور وہ اس کے خلاف ردعمل کا اظہار ضرور کریں گے- لہذا میرا مشورہ ہے کہ ہر صورت میں ایکاسیہ کو تمہارے ساتھ جانا چاہئے-

میں اس سلسلے میں امیر المومنین سے بھی بات کر کے آیا ہوں انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم ا سے مل کے آئے ہو لیکن اس موضوع پر تم نے ان سے کوئی بات نہیں کی- تاہم انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ اس معاملے پر ایتاخ سے بات کرلو جو وہ آخری فیصلہ کرے اس سے مجھے مطلع کر دینا- اب بیٹے بتاؤ- تم کیا کہتے ہو؟

ابن اسحاق! میرے محترم! آپ یہ سوچیں کہ میں ایکاسیہ کو کس حیثیت سے اپنے ساتھ اپ لشکر میں رکھ سکتا ہوں پھر آپ یہ بھی سوچیں کہ میرے اور اشناس کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے اس لشک میں صرف ایکاسیہ اور محترمہ قسطونہ رہتی اچھی لگیں گی؟

ایتاخ جب خاموش ہوا تو دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بیٹے معاملہ یہ نہیں ہے کہ اس سلسلے میں میں معتصم سے بات کر چکا ہوں جو تجو تم پیش کر رہے ہو یہ میرے ذہن میں بھی تھی- امیر المومنین نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ تمہارے اور اشناس کے پاس جس قدر لشکر ہے ان لشکریوں کے اہل خانہ یا ان کی بیویاں جو بھی ان کے پاس جانا چاہے ان کی روانگی کا اہتمام کیا جائے گا- لہذا میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ کل کا جا ملتوی کرو- دو چار دن مزید یہاں قیام کرو اس دوران تمہارے اور اشناس کے جو لشکری ہیں ان کے اہل خانہ سے بات کر لی جائے گی بلکہ شہر کے اندر اعلان کر دیا جائے گا کہ جو جو بھی جانا چاہئیں ان کی روانگی کا اہتمام کر دیا جائے گا- اس طرح جب لشکر میں دوسرے سالاروں اور لشکریوں کی بیویاں اور اہل خانہ ہوں گے تو وہاں ایکاسیہ اور قسطونہ کا رہنا بھی معیوب نہیں ہوگا- تمہاری آمد سے پہلے اس موضوع پر میں عمران اور اپنی بہن قسطونہ سے بات کر چکا ہوں بلکہ ہم تینوں نے مل کر یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ایکاسیہ اور قسطونہ کے ساتھ عمیمہ بھی تمہارے ساتھ تمہارے لشکر میں رہے گی- اور پھر اس کے ساتھ رہتے ہوئے جہاں تم کوشش کرو گے ایکاسیہ اپنی پہلی حالت پر آ جائے وہاں میری بیٹی عمیمہ بھی کوشش کرتی رہے گی کہ ایکاسیہ نے اپنے اوپر جو خاموشی کی ردا اور چپ کا خول چڑھا لیا ہے- ایکاسیہ کو اس سے نکالا جائے- بولو اب تم کیا کہتے ہو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا انکار مت کرنا اس

لئے کہ ایکاسیہ کا تمہارے اور عمیمہ کے ساتھ رہنا انتہا درجہ کا ضروری ہے- یوں جانو یہ مسئلہ ایکاسیہ کی زندگی اور موت کا ہے- اب بولو تم کیا کہتے ہو-؟

گردن جھکاتے ہوئے ایتاخ نے کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ باری باری اس نے قسطونہ' عمران اور اسحاق بن یحییٰ پر ڈالی اس کے بعد وہ دھیرے دھیرے سے لہجے میں کہہ رہا تھا-

محترم ابن یحییٰ! اگر آپ اس سلسلے میں امیر المومنین سے بات کر چکے ہیں تو پھر آپ ایسا کریں میرے اور اشناس کے لشکریوں کے اہل خانہ اور ان کی بیویوں کو ہمارے لشکر میں بھجوانے کا اہتمام کریں- ظاہر ہے میں اکیلا تو ان سب کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا- میں کل صبح ہی صبح یہاں سے کوچ کر جاؤں گا- میرے بعد جب لشکریوں کے اہل خانہ تیار ہو جائیں تو آپ انہیں بغا کبیر کے لشکر میں سے چند دستوں کے ساتھ ہماری طرف روانہ کر دیں- جب لشکریوں کے اہل خانہ وہاں پہنچ جائیں گے تو وہ دستے جو انہیں لے کر وہاں جائیں گے وہ بغا کبیر کے ساتھ واپس آ جائیں گے اس لئے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو بغا کبیر واپس سامرہ آ جائے گا-

ایتاخ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسحاق بن یحییٰ اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا-

بیٹے! پر تم خود جانے کے لئے اتنی جلد بازی سے کیوں کام لے رہے ہو- سرحد پہ ان دنوں کوئی خطرہ نہیں ہے- نہ ہی ارد گرد دشمنوں کا کوئی لشکر منڈلا رہا ہے- پھر تم کیوں دو چار دن یہاں رک نہیں جاتے- میں چاہتا ہوں کہ تم ایکاسیہ اور عمیمہ اور قسطونہ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ-

میرا لشکر میں فی الفور پہنچنا بہت ضروری ہے- میں وقت ضائع کئے بغیر اپنے لشکر کی طرف جانا چاہتا ہوں- اس کی اہمیت میں ابھی آپ سے کہہ نہیں سکتا- لیکن جب وہ کام لے کر میں کھل کر کسی کے سامنے آؤں گا اور اپنے اس لائحہ عمل کو عملی صورت دوں گا تب آپ مانیں گے اور تسلیم کریں گے کہ ہماری ملت ہماری قوم کے لئے وہ کام کس قدر اہم اور ضروری تھا- بہرحال مجھے امید ہے کہ آپ مجھے زبردستی روکنے کی کوشش نہیں کریں گے- میرا کل صبح سویرے یہاں سے نکل کر اپنے لشکر کی طرف جانا یوں جانیں انتہا درجہ کا ضروری ہے- ورنہ کچھ لوگ ہمارے ملی اور قومی مفادات کو نقصان پہنچا سکتے ہیں- میں نے بس تھوڑا سا آپ کو اشارہ دے دیا ہے- مجھے امید ہے آپ مجھے روکیں گے نہیں- جہاں تک لشکریوں کے اہل خانہ کا تعلق ہے تو آپ انہیں بغا کبیر کے

لشکر کے دستوں کے ساتھ روانہ کر دیں۔ میں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔

ایتاخ کی اس گفتگو کا جواب اسحاق بن یحییٰ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اس لمحہ حویلی کے اندر سے تیز تیز چلتی ہوئی عمیمہ نکلی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اندر کھانا تیار ہے۔ اٹھیں سب مل کر کھانا کھائیں۔

عمیمہ کے کہنے پر چاروں اٹھ کھڑے ہوئے حویلی کے اندر گئے۔ جہاں کھانا لگایا گیا تھا وہاں پہلے سے ایکاسیہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایتاخ جب اس کمرے میں داخل ہوا تو ایکاسیہ نے نگاہ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ عمیمہ نے جان بوجھ کر ایکاسیہ کے قریب ایتاخ کو بٹھایا سب کھانا کھانے لگے۔ ایکاسیہ چپ چاپ گردن جھکائے کھا رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔ کسی سے اس نے کوئی بات نہ کی تھی۔

اس کا یہ رویہ سب کے لئے پریشان کن تھا۔ بہرحال کوئی اس کے خلاف احتجاج بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ ایکاسیہ بے چاری خود بھی اپنی جگہ بے بس اور مجبور تھی۔ وہ رات ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کے ہاں بسر کی۔ اگلے روز وہ اپنے لشکر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ایتاخ اپنے لشکر میں داخل ہوا۔ جب وہ اپنے خیمے کے منے آیا تو ساتھ والے خیمے سے اشناس اور بغا کبیر دونوں نکلے۔ اتنی دیر تک ایتاخ اپنے گھوڑے اتر چکا تھا۔ دونوں سے گلے ملا۔ اتنی دیر تک ایک لشکری بھاگتا ہوا آیا اور ایتاخ کے گھوڑے کو پکڑ ایک طرف لے گیا تھا۔ ایتاخ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے اشناس اور بغا کبیر تھے۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب اشناس نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے آپ نے کھانا نہیں کھایا ہوگا۔ کھانا ابھی ہم نے بھی کھانا ہے۔ میرے خیال میں ٹھے ہی کھاتے ہیں۔

ایتاخ نے غور سے دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کھانا میں ضرور کھاؤں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ میری غیر موجودگی میں تمہارے پاس ترکستان کا موذن اور امام پہنچے ہیں۔

اشناس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

وہ میری موجودگی میں نہیں بلکہ میری غیر موجودگی میں دونو یہاں پہنچے تھے۔ وہ اس وقت ں پہنچے تھے جب میں اور آپ دونوں قسطنطنیہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بغا کبیر نے بڑی ندی کا ثبوت دیا کہ دونوں کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور ان دونوں نے چونکہ اشارتاً بغا کبیر کو افشین تعلق کچھ بتایا تھا لہٰذا بغا کبیر بڑا محتاط ہو گیا اور وہ ان کی کڑی نگرانی کرنے لگا۔ اس وقت وہ ل ہماری حفاظت میں ہیں۔

ایتاخ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بغا کبیر! میں تمہیں ایک راز میں شامل کرنے لگا ہوں- وعدہ کرو کہ وہ راز اس وقت تک افشا نہ ہوگا جب تک میں نہیں چاہوں گا-

بغا کبیر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' چھاتی تانتے ہوئے وہ کہنے لگا-

ایتاخ میرے بھائی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو- خدا کی قسم اگر آپ مجھے کوئی راز سونپتے ہیں تو وہ راز اس وقت تک میرے سینے میں دفن رہے گا جب تک میرے جسم سے خون کا آخری قطرہ بھی علیحدہ نہیں کر لیا جاتا-

بغا کبیر کے ان الفاظ سے ایتاخ خوش ہو گیا- پھر اس نے اس سے پہلے جو افشین کے متعلق تفصیل تھی وہ بغا کبیر سے کہہ دی تھی- افشین سے متعلق جو پہلا گواہ انہوں نے اپنی حراست میں رکھ ہوا تھا- اس کے متعلق بھی تفصیل کہہ دی- ساری تفصیل سننے کے بعد بغا کبیر دنگ رہ گیا تھا پھر کہنے لگا-

ایتاخ! میرے بھائی یہ افشین تو بڑا شیطان قسم کا آدمی ہے- میں سمجھتا تھا یہ ہمارے لئے بڑا مخلص آدمی ہے- لیکن یہ تو اندر سے ہماری سلطنت کی جڑیں کاٹنے والا ہے لیکن میرے بھائی بڑے محتاط ہو کر اس کے خلاف حرکت میں آنا- تم جانتے ہو اس کے امیر المومنین کے ساتھ کیسے اور کس قدر گہرے تعلقات ہیں اور مامون الرشید کے دور سے یہ معتصم کے ساتھ رہتا آرہا ہے- لہذا دونوں کے درمیان ایک طرح کا اندھا اعتماد اور بھروسہ ہے-

ایتاخ کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' کہنے لگا-

تم فکر نہ کرو- میں اس اندھے اعتماد کو نہ صرف آنکھیں عطا کروں گا- اس میں نہ صرف بصارت بھروں گا بلکہ افشین پر ایسے ہاتھ ڈالوں گا کہ میری گرفت سے نکل نہیں سکے گا- میری گرفت میں پھڑ پھڑا کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا- اشناس اب تم یہ کام کرو کہ اس ترکستان کے امام اور موذن دونوں کو میرے پاس لے کر آؤ-

اشناس کی بجائے بغا کبیر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

اشناس! تم بیٹھو میں خود ان دونوں کو لے کر آتا ہوں- اس کے ساتھ ہی بغا کبیر وہاں سے نکل گیا تھا-

تھوڑی دیر بعد بغا کبیر خیمے میں داخل ہوا- اس کے ساتھ دو اشخاص تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر

ایتاخ نے ان دونوں کا استقبال کیا- اشناس بھی کھڑا ہو چکا تھا پھر اشناس نے ان دونوں کا ایتاخ سے تعارف کروایا- اپنے قریب ایتاخ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا- جب وہ بیٹھ گئے تب ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دونوں نے ترکستان میں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی تھی تاکہ وہ اس میں عبادت کریں- تم دونوں نے وہاں پارسیوں کے کچھ بت بھی توڑے تھے- تمہارے ایسا کرنے پر میں نے سنا ہے کہ افشین نے تم کو کڑی سزا دی تھی-

ان دونوں میں سے ایک ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

امیر ایتاخ! جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ درست ہے- ہم نے آتش پرستوں کے بت بھی توڑے' مسجد بنائی' اس میں اذان دے کر جب جماعت کرائی تو اس افشین نے ہمیں کڑی سزا دی- اس کی سزا کی نشانیاں ہمارے پاس ہیں- پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی پیٹھ سے اپنا جامہ اتار کر جب دکھایا تو ایتاخ' اشناس اور بغا کبیر نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ سے کوڑے برسانے کی وجہ سے گوشت کئی جگہ سے اڑ گیا ہوا تھا-

ایتاخ تھوڑی دیر تک بڑی ہمدردی اور دردمندی میں ان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا-

اپنی پیٹھوں کو ڈھانپ لو میں سمجھ گیا ہوں کہ تمہارے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا گیا ہے- بہرحال فکرمند نہ ہو- افشین نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے- اسے ایک نہ ایک روز اس سلوک کا اس بدتمیزی کا اس جبر اور اس بربریت کا حساب دینا ہوگا- دونوں آرام سے بیٹھو ابھی میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں-

مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ مسجد کا احترام نہیں کرتا- اور قرآن مقدس کی بھی حرمت نہیں کرتا بلکہ پارسیوں کا صحیفہ اس کے پاس ہے- جس کی وہ تلاوت کرتا ہے-

ان دونوں میں سے ایک پھر بول پڑا-

امیر ایتاخ آپ نے درست سنا ہے- یہ افشین مسجد اور قرآن مقدس کی حرمت نہیں کرتا- اپنے صحیفے کا مطالعہ کرتا ہے- جس کے متعلق اس کا عقیدہ ہے کہ یہ خداوند قدوس کی طرف سے زرتشت پر اترا تھا-

ایتاخ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر ان دونوں میں سے جو امام تھا اسے مخاطب کیا۔

میں سمجھتا ہوں آپ کا بڑا علم ہوگا۔ آپ امامت کراتے رہے ہیں۔ صاحب علم ہوں گے۔

کیا آپ مجھے اس صحیفے کی کچھ تفصیل بتائیں گے جو افشین اپنے پاس رکھتا ہے۔ اگر آپ مجھے آتش پرستوں کے متعلق بھی کچھ وضاحت سے بتائیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

ان دونوں میں سے جو امام تھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آتش پرستوں سے متعلق مختلف گروہوں کے مختلف خیالات ہیں۔ میں آپ کو ان کے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ گروہ قدوس عالم اور شیطان کی قدامت و ازلیت کا قائل ہے۔

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ آج سے صدیوں پہلے کالدیا کی سرزمینوں اور اس کے نواح میں فلسفیوں کی ایسی جماعت آباد تھی جو اجرام سماوی اور ان کی تاثیرات کا خاص علم رکھتی تھی۔ کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ کے نبی دانیال کو اسی جماعت کا رہبر و پیشوا مقرر کیا گیا تھا۔ یہ لوگ آگ کو مقدس سمجھتے تھے۔ اور صائبین جو اجرام فلکی سماوی کے پرستار تھے۔ ان کے مخالف تھے۔ اور بت پرستی کی وجہ سے ان سے نفرت کرتے تھے۔ جب ان کے عقاید واعمال میں کجی راہ پا گئی تو ان کی طرف چھٹی صدی قبل مسیح میں زرتشت مبعوث ہوا۔ اس کی الہامی کتاب اوستا کو ان کے ہاں بڑا تقدس حاصل تھا۔ اس سے پہلے مجوسیت ایران میں بہت مقبول تھی۔ اسلام آیا تو یہ ختم ہوئی۔ اب بھی اس کے خال خال افراد دنیا میں باقی ہیں۔ یہ ایران میں گبر اور باقی ممالک میں پارسی کہلاتے ہیں۔

ایک تیسرا گروہ ان کے متعلق کہتا ہے کہ جب یہ لوگ ایران میں آباد تھے تو ان کے قدیم خدا دو قسم کے تھے۔

اول دیو یا دیوتا جن میں سب سے بڑا اندازتھا۔ یہ جنگ کا خدا تھا۔

دوئم آہورا جو تہذیب و شائستگی کا رب النوع تھا۔ جب ایران عہد تاریخ میں داخل ہوا تو آہورا مزدا ان کا خدائے بزرگ بن چکا تھا۔ اور ان کی تہذیب مزدائیت کہلاتی تھی۔ جب ایرانیوں میں بگاڑ راہ پا گیا تو اللہ نے ان کی طرف زرتشت بھیجا جو بلخ سے اٹھا تھا۔ زرتشت کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ کائنات میں دو طاقتیں حکمران ہیں۔

اول خدائے خیر یعنی یزدان۔

دوئم خدائے شر یعنی اہرمن۔

اب ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس یزدان اور اہرمن میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے۔ اور بالآخر یزدان جیت جائے گا۔

وقت گزرتا گیا اور مغربی ایران میں ان پارسیوں کے عقائد پر یونانیوں کا خاصا اثر پڑا وہاں بابلی دیوتاؤں کی صورت وہیئت یونانی خلاؤں جیسی بن گئی۔ آہورا مزدا کو بیل بنا دیا گیا اور ان ایرانیوں نے اپنی اناجیطہ دیوی کو ایشتر یعنی یونانیوں کی ملکہ محبت کی صورت دے دی۔

لحہ بھر کے لئے وہ امام رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر ایتاخ! ان آتش پرستوں کی الہامی کتاب کا نام اوستا ہے۔ جب کہ ایران کی قدیم زبان کا نام بھی یہی ہے۔ ان کے پاس ایک اور کتاب ہے۔ نام اس کا ژند ہے۔ یہ اس اوستا کی شرح ہے۔ جو پہلوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اگر ہم ژند کو اوستائی زبان میں لکھیں تو یہ پاژند کہلائے گی۔ ان کی الہامی کتاب اوستا کے چار حصے ہیں۔ جن کا میں مطالعہ کر چکا ہوں اور دیکھ چکا ہوں۔

پہلے حصے کو جو بہتر ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد یہ گیت ہیں یاسنا کہتے ہیں اس کا ایک حصہ گاتھا بھی کہلاتا ہے۔ دوسرے حصے کو ویسپرڈ کہتے ہیں اس میں بھی گیت ہی گیت ہیں۔

تیسرے حصے کو وندیداد کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پارسیوں کے قوانین کا مجموعہ ہے۔

چوتھے حصے کا نام یشت ہے۔ اس میں ان فرشتوں کی تعریف میں گیت ہیں جو ہفتے کے سارے ایام پر حکومت کرتے ہیں۔

اس ساری کتاب کے تراسی (۸۳) ہزار الفاظ ہیں اور یہ اندازاً تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مختلف حصے مختلف زبانوں میں ضبط ہوئے۔ پارتھیا کے عروج کے آغاز میں وندیداد کی تدوین ہوئی اور بقیہ حصے بعد کے حکمرانوں کے حکم سے لکھے گئے تھے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ آتش پرستوں اور مجوسیوں کا ظہور حضرت ابراہیمؑ کے معابعد ہوا تھا۔ ان کا امام موبد موبداں کہلاتا تھا اور ان کے فرقے تھے۔

ان کے پہلے فرقے کو کیومرثیہ کا نام دیا گیا۔ ان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ خیر وشر اور نور وظلمت کے خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی یزدان اور اہرمن ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ حادث ہے اور یزدان

قدیم وازلی ہے۔جس طرح ہم مسلمان حضرت آدمؑ کو پہلا انسان اور ان کی بیوی حواؑ کی پہلی عورت خیال کرتے ہیں اس طرح یہ آتش پرست ومجوسی کیومرس کو پہلا انسان اور اس کی بیوی میانہ کو پہلی عورت خیال کرتے ہیں۔ان کے ہاں نور ایک روحانی نیز مادی حقیقت ہے۔اور ظلمت خالصتاً مادی ہے۔

ان کے دوسرے فرقے کا نام زروانیہ ہے۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ابتدا میں صرف نور تھا۔اس نور نے مختلف اشخاص پیدا کئے۔جن میں سب سے بڑا زروان تھا۔ایک دفعہ زروان کے دماغ میں کسی حقیقت کے متعلق شک پیدا ہوا اور اسی شک سے ابلیس نے جنم لیا جو پیکر فساد وشر ہے۔

تیسرے فرقے کا نام مسخیہ ہے۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نور اول کا ایک جز مسخ ہو کر ظلمت بن گیا۔اور ابلیس کہلایا۔

چوتھے فرقے کا نام زرتشتیہ ہے۔زرتشت کے پیرو جو نور وظلمت کو اللہ کی تخلیق سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ نور ایک حقیقت ہے اور ظلمت نور کے نہ ہونے کا نام ہے۔یہ قیامت کے بھی قائل ہیں اور عناصر اربعہ کے تقدس پر یقین رکھتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ امام لمحہ بھر کے لئے رکا پھر کہنے لگا۔

امیر ایتاخ! ان آتش پرستوں کے متعلق جس قدر تفصیل میں جانتا تھا وہ میں نے آپ سے کہہ دی ہے۔یہ ساری تفصیل میں نے ترکستان میں رہتے ہوئے حاصل کی تھی۔اب مزید آپ ہم دونوں سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔اس کی مجھے خبر نہیں۔

ایتاخ ان دونوں کے قریب ہوا' بڑی ہمدردی سے ان کی پیٹھ باری باری تھپتھپائی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

افشین اور آتش پرستوں سے متعلق جو تفصیل تم نے ہمیں بتائی ہے اس کے لئے ہم سب تمہارے ممنون اور شکر گزار ہیں۔

ایتاخ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس بار موذن بول پڑا۔

امیر محترم! ہم نے آپ سے تفصیل تو کہہ دی ہے۔لیکن جب ہمارے اس رویے کی اطلاع افشین کو ہو گی تو ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری کھال ادھیڑ کے رکھ دے گا۔

افشین کی ایسی تیسی' اب تم میری حفاظت میں ہو۔اگر تمہیں وہ غلط نگاہ سے بھی دیکھ جائے تو

میں تمہاری موجودگی میں اس افشین کی کھال ادھیڑ کے رکھ دوں۔تمہیں افشین سے متعلق اب فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔تم دیکھو گے کہ افشین بہت جلد میرے شکنجے اور میری گرفت میں ہو گا۔اور جب میں اس پر ہاتھ ڈالوں گا تو اس کی حالت میرے سامنے پنجرے میں بند درندے سے بھی بدتر ہو گی۔بالکل مطمئن رہو کوئی تمہیں یہاں میرے پاس رہتے ہوئے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔میں تمہیں اپنے بھائی اشناس کی حفاظت اور تحویل میں دیتا ہوں۔اس سے پہلے بھی ایک شخص میری حفاظت میں ہے۔وہ پہلے آتش پرست تھا اور افشین کے کافی رازوں سے آگاہی رکھتا تھا۔ہمارے پاس رہتے ہوئے اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔تم دونوں بھی اس کے ساتھ ہماری حفاظت میں رہو گے۔فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ رکا اور بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بغا کبیر ان دونوں کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر آؤ اور آج سے ان دونوں اور اس سے پہلے جو موبذ ہمارے پاس ہے ان تینوں کی بہترین حفاظت کا اہتمام کیا جائے ان کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر آؤ اور پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔اور ہاں میں تم دونوں سے ایک تفصیل کہنا تو بھول گیا۔اور وہ یہ کہ چند دن تک میرے لشکریوں اور سپہ سالاروں کے اہل خانہ بھی یہاں پہنچ جائیں گے ان کی بہترین رہائش اور ان کے قیام کا اہتمام بھی کرنا ہے۔

ایتاخ کے اس انکشاف پر اشناس نے اس کی بات کاٹ دی اور چونکتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ کیا معاملہ ہوا؟ لشکریوں کے اہل خانہ کو اس طرح یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔جواب میں ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ اور اپنے درمیان ہونے والی گفتگو تفصیل سے اشناس سے کہہ دی تھی۔اس پر اشناس مطمئن ہو گیا۔اس کے ساتھ ہی بغا کبیر اپنی جگہ سے اٹھا۔ان دونوں کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر واپس آیا اور پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

☆

ایک بہت بڑا کاروان ایتاخ اور اشناس کے لشکر میں داخل ہوا۔یہ ان کے اور لشکریوں کے اہل خانہ تھے جو سامرہ سے آئے تھے۔ایتاخ' اشناس اور بغا کبیر نے بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا۔قسطونہ' عمیمہ اور ایکاسیہ نے اپنے گھوڑوں کو اس جگہ لا روکا جہاں ایتاخ اور اشناس

کھڑے تھے-تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئیں- اس موقع پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اشناس نے ایتاخ سے کہا-

بھائی آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آنے والے لوگوں میں عمیمہ بھی آرہی ہے-

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا-

پہلے یہ بتاؤ ایکاسیہ کی تمہارے ہاں کیا حیثیت ہے- اشناس چونکا اور کہنے لگا- ایکاسیہ میری بہن ہے-

اس پر ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا- ایکاسیہ اگر بہن کی حیثیت سے تمہارے پاس آئی ہے تو عمیمہ میری بہن ہے- لہذا میری بہن بھی میرے پاس آئی ہے- میں نے اس سے پہلے جو تمہیں تفصیل بتائی تھی اس کے مطابق محترم اسحاق بن یحییٰ کا خیال تھا کہ ایکاسیہ کے ساتھ عمیمہ کا رہنا بے حد ضروری ہے-

اشناس مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

اب میں سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں- آپ بے فکر رہیں...... ایتاخ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا-

اچھا اگر سارا معاملہ سمجھ گئے ہو تو ان تینوں کو ان کے خیمے میں پہنچاؤ پھر قسطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

خاتون محترم! آپ تینوں کی رہائش کے لئے اپنے اور اشناس کے خیمے کے درمیان ایک بہت بڑے خیمے کا اہتمام کیا ہے- اس میں آپ تینوں رہیں گی- آپ کو فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہاں آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ دونوں ماں بیٹی کا بہترین تحفظ بھی ہوگا اب آپ اشناس کے ساتھ جائیں- اپنا سارا سامان خیمے میں لگائیں میں اتنی دیر تک بغا کبیر کے ساتھ لشکریوں کے اہل خانہ کا جائزہ لیتا ہوں اور ان کے قیام کا اہتمام کرتا ہوں-

اشناس کے کہنے پر قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں خیمے میں داخل ہوئیں- عمیمہ خیمے کے باہر رک گئی تھی پھر اشارے سے اس نے اشناس کو باہر بلایا- اشناس جب اس کے قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے رازداری میں عمیمہ کہنے لگی-

ایکاسیہ کو یہاں اس کے علاج کے لئے بھیجا گیا ہے- یہ لشکریوں کے جو سارے اہل خانہ

یہاں آئے ہیں یہ امیر المومنین معتصم کے حکم سے آئے ہیں- یہاں آپ نے بھی ایکاسیہ کا خاص خیال رکھنا ہے- ایکاسیہ نہ ایتاخ بھائی کی طرف دیکھتی ہے نہ ان سے بات کرتی ہے- اور اس کا یہ رویہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے- اگر وہ اسی طرح چپ پڑی رہی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی- یہاں قیام کے دوران ہم نے کوشش کرنی ہے کہ وہ پہلے کی طرح زندگی میں دل چسپی لے جس طرح وہ پہلے گفتگو کرتے ہوئے قہقہے لگاتی تھی اب بھی ویسا ہی کرے- ایتاخ بھائی بھی اس کے رویے سے بڑے پریشان اور فکر مند ہیں-

اشناس نے عمیمہ کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا-

عمیمہ! میں سارا معاملہ سمجھ چکا ہوں- تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے- جہاں تم ایکاسیہ کا خیال رکھو گی اور اسے اس کی پہلی زندگی کی طرف لانے کی کوشش کروں گی وہاں میں اور ایتاخ بھائی بھی ایسا ہی کریں گے- تم بے فکر رہو-

اشناس کی گفتگو سے عمیمہ مطمئن ہوگئی تھی- پھر دونوں خیمے میں داخل ہوئے ان تینوں کے ساتھ اشناس خیمے کے اندر ان کا سامان درست کرانے لگا تھا-

مغرب کی نماز کے بعد ایتاخ بھی ان کے پاس آگیا- سب نے مل کر کھانا کھایا اس طرح قسطونہ، عمیمہ اور ایکاسیہ نے ایتاخ اور اشناس کے پاس قیام کر لیا تھا- اور سب مل کر ایکاسیہ کو اس کی پہلی حالت پر لانے کی کوشش اور جتن کرنے لگے تھے-

قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے تیز رفتار قاصد آرمینیا سے ہوتے ہوئے آذر بائیجان میں بابک خرمی کے شہر اور قلعے برزند میں داخل ہوئے۔ اور اسے اپنے شہنشاہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف حملوں کی ابتدا کر دے اور اس کی اطلاع رومنوں کو کرے تاکہ رومن بھی مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر ضرب لگائیں۔ اور رومنوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف بابک خرمی بھی فوائد حاصل کرے۔

ساتھ ہی نوفل بن میخائیل کا یہ پیغام بھی بابک خرمی کو پہنچایا گیا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف دور تک تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے اور ان کے خلاف کامیابیاں حاصل کرے تو رومنوں کی طرف سے اسے خاصی بڑی رقم اور رسد کا سامان بھی مہیا کیا جائے گا۔

یہ پیغام ملتے ہی بابک خرمی فوراً حرکت میں آیا۔ وہ بے حد خوش تھا کہ جو کام وہ خود کرنا چاہتا تھا وہ کام کرنے کی ترغیب اسے رومن دے رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کی مدد پر بھی آمادہ ہیں۔ بابک خرمی ایسا پہلے ہی چاہتا تھا۔

لہذا اس پیغام کے بعد اس نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ اپنے سپہ سالار اعلیٰ عصمت کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر دیا اور اسے حکم دیا کہ آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلوں سے نکل کر جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کے علاقوں میں دور تک یلغار اور ترکتاز کرتا چلا جائے۔

بابک خرمی کا یہ حکم ملتے ہی عصمت اپنے اس لشکر کے ساتھ اپنی آماجگاہ برزند سے نکلا اس کا ارادہ تھا کہ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں دور تک تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا جائے گا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ معتصم کے عرب سالار ابوسعید محمد بن یوسف نے ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ سمدان نام کے قلعے کے اندر قیام کیا ہوا تھا۔ اور یہ قلعہ بھی آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے

ے قریب ہی تھا۔ عرب سالار محمد بن یوسف کے طلایہ گرد آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر ام کر رہے تھے۔ لہذا جونہی برزند کے قلعے سے عصمت اپنے لشکر کے ساتھ نکلا محمد بن سعید کے ہوں نے اسے اطلاع کر دی کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بابک خرمی کا الار عصمت نکل کھڑا ہوا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی محمد بن یوسف نے دو اقدام کئے۔ پہلا یہ کہ اپنے تیز رفتار قاصد سامرہ کی ف بھجوائے اور امیر المومنین معتصم کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ دوسرا اقدام اس نے یہ اٹھایا کہ جس لشکر اس کے پاس تھا اسے لے کر وہ سمدان نام کے قلعے سے نکلا تاکہ عصمت کی راہ روکے اور کا مقابلہ کرے۔

محمد بن یوسف نے عصمت کو مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کرنے کا موقع ہی نہ بلکہ کوہستانی سلسلے میں وسیع میدانوں کے اندر وہ اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ عصمت کو بھی خبر چکی تھی اور اس کے مخبر اسے بتا چکے تھے کہ کوہستانی سلسلے کے اندر عرب سالار محمد بن یوسف اس کی ہ روکے گا لیکن اس نے محمد بن یوسف کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس لئے کہ گذشتہ بیس بائیس برس سے بک خرمی اور اس کے سالار مسلمانوں کے لئے دردسر بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی یہ تحریک ون الرشید کے دور سے شروع کی تھی اور مامون الرشید کے کئی بڑے سالاروں کو نہ صرف انہوں نے شکست دی بلکہ انہیں موت کے گھاٹ بھی اتارا۔ ان کے حوصلے ان کے ولولے ناقابل یقین تک بڑھے ہوئے تھے لہذا جب عصمت کو اطلاع دی گئی کہ کوہستانی سلسلے کے اندر محمد بن یوسف کی راہ روکے گا تو اس اطلاع کو عصمت نے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا تھا۔

کوہستانی سلسلوں سے بھرے ہوئے وسیع میدانوں میں جب محمد بن یوسف عصمت کی راہ کنے کے لئے اس کے سامنے آیا تو بابک خرمی کا سالار عصمت محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں ذہن و دل کے دریچوں میں بیتی صدیوں کی خوفناک صداؤں، آزار جان کھڑے کرتے ہوس کے ھے سمندر، آس کے نغموں سانسوں کی ڈوریوں کو شکستہ اور ہراساں کر دینے والی زہر آسا ازوں اور ذلت کے بدترین جوہروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عصمت کے حملوں کا جواب دینے کے لئے محمد بن یوسف نے پہلے سنسان رتوں میں

سسکارتی آندھیوں کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ کسی کی ذات کے غار حرا میں سلگتی ریت سے بھڑکتی ہواؤں ہونٹوں کے محرابوں میں کربلا کی تحریریں رقم کر دینے والی آندھیوں کی بے خوفی اور سینوں میں پیچ و تاب کھڑے کر دینے والے ہولناک اندیشوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے کے وسیع میدانوں کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے خود فریب خواہشوں کے سلسلے، شکست و ریخت کے بگولے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سوچیں، اضطراب، اندیشے چاروں طرف ناچتے ہوئے انسانیت کے نقش پادشت کی لکیروں کی طرح مٹانے لگے تھے۔ خود پرستی کے شوق میں بڑے بڑے سورما اپنے لہو سے شمعیں روشن کرنے لگے تھے۔ دامن پرزہ پرزہ ہوتے ہوئے من و تو کے گرم محاذ پر محرومیوں اور مجبوریوں کے ڈھیر لگانے لگے تھے۔ زمین، فضا ہوائیں غرض یہ کہ ہر شئے شور آلودہ ہو گئی تھی۔ تعصب کی سیاہ تاریکیاں سرابوں کے بھنور کی طرح اپنا رنگ چار سو دکھانے لگی تھیں۔

بابک خرمی کا سالار عصمت اور اس کے لشکری جو اپنے سرسبز ناقابل تسخیر کوہساروں اور جنگل نما وسیع میدانوں سے نکلتے ہوئے زندگی کے چڑھتے سیل کی طرح کھلکھلاتے قہقہوں اور خوشی کے گیت گاتے پہاڑی جھرنوں کی موج کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے اب ان کے دل کے منطقوں اور ان کے سوچوں کے نہاں خانوں میں محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں نے تار تار جلتے خوابوں اور آندھیوں میں پھنسے پرندوں جیسے احوال لکھنا شروع کر دیئے تھے۔

آذربائیجان کے ان میدانوں میں بابک خرمی کے سالار عصمت کو محمد بن یوسف کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانا پڑی۔ محمد بن یوسف نے انتہائی ہولناکی اور بڑی بے باکی سے میدان جنگ سے بھاگنے والے عصمت اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ یہ تعاقب ایسا زوردار ایسا ہولناک اور فنا خیز تھا کہ عصمت اور اس کے لشکری بھاگتے بھاگتے صرف اس راستے ہی کو اختیار نہ کر سکے جس راستے سے وہ آئے تھے۔ اس لئے کہ محمد بن یوسف نے تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔ لہذا وہ ادھر ادھر پھیلے تاکہ اپنی جانیں بچا سکیں۔ اس افراتفری کے عالم میں عصمت اپنے لشکر کے بڑے حصے سے بچھڑ گیا۔ اور اپنے چند محافظوں کے ساتھ دائیں جانب بھاگنے پر مجبور ہوا۔

جب ایسا ہوا تب عصمت نے اپنے اصل لشکریوں کی طرف جانے کی بجائے دائیں جانب

ایک قریب کے قلعے میں جا کر پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ اس قلعے کا قلعدار ان دنوں محمد بن بعیث تھا۔ اور وہ عصمت کا پرانا جاننے والا اس کا دوست اور اس کا خیر خواہ تھا۔

محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں سے بچنے کے لئے عصمت اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کی ایک پناہ گاہ میں چھپا رہا جب شام ہوئی تب اسے خوف ہوا کہ اگر اس نے بائیں جانب جاتے ہوئے اپنے بھاگتے ساتھیوں کے پیچھے جانا چاہا تو ہو سکتا ہے ادھر ادھر محمد بن یوسف کے لشکری پھیلے ہوں اور اسے گرفتار کر لیں۔ لہذا تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے دائیں جانب کا رخ کیا۔ اور محمد بن بعیث کے قلعے میں داخل ہوا۔

محمد بن بعیث نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ جس وقت عصمت اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد بن بعیث کے قلعے میں شام کا کھانا کھا رہا تھا۔ تو محمد بن بعیث نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنے کچھ قاصد محمد بن یوسف کی طرف بھجوا دیئے اور اسے اطلاع کی کہ بابک خرمی کے سالار نے اس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس کے قلعے میں پناہ لے لی ہے۔ لہذا وہ اسے آ کر گرفتار کر سکتا ہے۔

یہ خبر ملتے ہی محمد بن یوسف خود حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کا بڑا حصہ اس نے اپنے قلعے سمدان کی طرف روانہ کر دیا۔ چند دستوں کو ساتھ لیا اور محمد بن بعیث کے قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ پھر وہ اپنے دو محافظ دستوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔

عصمت اپنے چند محافظوں کے ساتھ اس وقت تک کھانا کھا کے جس کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ محفوظ ترین کمرہ خیال کیا جاتا تھا۔ محمد بن بعیث نے اپنے قلعے میں محمد بن یوسف اور اس کے ساتھیوں کا بہترین استقبال کیا اور محمد بن یوسف کے ساتھ مل کر اس کمرے کا اس نے محاصرہ کر لیا جس میں عصمت موجود تھا۔

ایسا کرنے کے بعد محمد بن یوسف، محمد بن بعیث کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ ان کے ساتھ ایک محافظ دستہ بھی تھا۔ اس کمرے میں محمد بن یوسف کو دیکھتے ہوئے عصمت چونکا، بدک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک محمد بن یوسف آگے بڑھا۔ اپنی تلوار کی نوک اس نے عصمت کی گردن پر رکھی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

اگر تم نے ذرا سی بھی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میری تلوار تمہاری گردن کو تن سے جدا کر دے گی۔

عصمت بے بس ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ محمد بن یوسف نے اپنی تلوار کی نوک اس کی گردن پر ہی رہنے دی پھر کھولتے لہجے میں دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

شیطان بابک خرمی کے ذلیل و گندے نمائندے! تم لوگوں نے بڑے بڑے بندگان باکمال و باہنر کو ذلیل کیا۔ بڑے بڑے اہل علم اور فن سے بہرہ ور لوگوں کو ذلیل و خوار کیا۔ تم نے ہماری آئینہ ساز ثقافت کو میلا کیا۔ اپنی شعلہ نفسی کی حرص میں تم لوگوں نے انجم نگر مہتاب رو خوبرو لڑکیوں کو خوار کیا۔ درس آدمیت دینے والے رموز رب کے محرم علماء کا خاتمہ کیا۔ صاحب یٰسین وطٰہٰ سے محبت کرنے والے اور جمال حق کا مظہر بن کر دشمن کے مقابلے میں گفتار کی جرأت رکھنے والے امن کی بشارت دینے والے اپنی نظر کی پاسداری کرنے والوں کو تم نے دھوکہ دہی سے قتل کیا۔ اپنی انا کو پچکارتی چھٹی حس اور دل کی خواہشوں کے ہجوم کی تسکین کے لئے تم لوگوں نے فطرت سے بغاوت کی اپنی فضول شہرت اپنی حقیر عظمت کی خاطر مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کے علم بلند کئے۔ پر یاد رکھنا تم جیسے لوگ جب پھنستے ہیں۔ تو پھر قفس میں بند ہو کے رہتے ہیں اور قفس کے در پھڑ پھڑانے سے کبھی ٹوٹے نہیں ہیں۔

بابک خرمی کے ذلیل و خوار سالار! ماؤں کی آنکھوں کو اشکبار کرنے سے پہلے معصوم بلکتے بچوں پر مظالم سے قبل' نیک خو بہنوں اور بیٹیوں کے ہونٹوں پر بدنامی کے پہرے لگانے سے پہلے مسلمانوں کے خون کی تجارت کرنے سے قبل تم لوگوں نے یہ سوچا ہوتا کہ جب کسی پر جبر کیا جائے اسے اپنے خلاف بولنے نہ دیا جائے تو ایسے موقع پر آنکھیں زبان بن جاتی ہیں۔ اشک احوال بیان کر جاتے ہیں۔ یہی معاملہ اب تم لوگوں کا بھی ہوگا۔ اب ہم ہر صورت میں تمہارے نیتوں کے نفاق کے پردے چاک کریں گے اور تمہیں کہیں بھی ٹک کر پناہ لینے کے قابل نہ چھوڑیں گے۔

اب تم چپ کے بہتے ساگر' احساس زیاں اور امیدوں کے بہتے لہو کی طرح چپ اور خاموش کیوں ہو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے جواب میں کچھ کہو۔

عصمت جب کچھ نہ بولا تب محمد بن یوسف کے اشارے پر اس کے ساتھی حرکت میں آئے اور عصمت کے ساتھیوں کو اس کمرے سے باہر نکال کر رات کی گہری تاریکی میں ان کا خاتمہ کر دیا

گیا۔

عصمت کو جب پتہ چلا کہ اس کے ساتھ جس قدر ساتھی تھے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے تب اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے محمد بن یوسف کے پہلو میں کھڑے قلعدار محمد بن بعیث کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو نے میرا دوست ہو کر میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔ اور مجھے گرفتار کرایا ہے۔ تجھے اس کا خمیازہ ایک نہ ایک روز بھگتنا پڑے گا۔

یاد رکھنا-----

عصمت اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ محمد بن یوسف حرکت میں آیا' اپنی تلوار اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑ لی اور دائیں ہاتھ کا اس زور کا مکا اس نے عصمت کے منہ پر مارا کہ عصمت نشست سے اچھلتا ہوا دور جا گرا تھا۔ اس کے بعد محمد بن یوسف پر گویا جنون سوار ہو گیا تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے عصمت کو پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ عصمت چلانے بلبلانے لگا تھا۔ دھاڑتی ہوئی آواز میں محمد بن یوسف نے پھر اسے مخاطب کیا۔

بابک خرمی کے ذلیل گماشتے! تیری یہ جرأت کہ میری موجودگی میں تم محمد بن بعیث کو دھمکی دو۔ محمد بن بعیث میری قوم کا ایک معزز شخص ہے۔ اس نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ میں دیکھوں گا تو یا تیرا بابک خرمی کیسے اس کو یا اس کے اہل خانہ کو ذرا برابر بھی نقصان پہنچاتے ہو۔

اس کے بعد محمد بن یوسف کے کہنے پر اس کے مسلح جوانوں نے عصمت کی مشکیں باندھ دیں۔ پھر محمد بن یوسف' محمد بن بعیث سے گلے ملا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! میں تیرا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ تو نے اس عصمت کو اپنے پاس روکا اور مجھے اس کے یہاں آنے کی اطلاع دی۔ اس کے لئے تیرا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

جواب میں محمد بن یوسف سے لپٹے ہی لپٹے محمد بن بعیث نے محمد بن یوسف کا گال تھپتھپایا پھر بڑے پیارے انداز میں کہنے لگا۔

ابن یوسف یہ کس قسم کی باتیں کرتے ہو؟ میں مسلم قوم کی ایک اکائی' اپنی ملت کا ایک فرد ہوں۔ اور ان جیسے بھیڑیوں اور شیطانوں پر غلبہ پانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آئندہ بھی میرے

خداوند نے چاہا تو ان کے خلاف میں آپ کی مدد کرتا رہوں گا۔

محمد بن یوسف نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے محمد بن بعیث کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ عصمت کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں چند مسلح دستوں کے ساتھ محمد بن یوسف نے بابک خرمی کے سالار عصمت کو سامرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

جس وقت بابک خرمی کا یہ سالار نام جس کا عصمت تھا سامرہ پہنچا اس وقت تک بغا کبیر بھی ایتاخ اور اشناس کے پاس سے واپس سامرہ لوٹ چکا تھا۔ عصمت کو جب معتصم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے بغا کبیر کے علاوہ افشین کو طلب کیا دونوں جب اس کے پاس آئے تو ان کی موجودگی میں معتصم نے عصمت سے بابک خرمی کی طاقت وقوت' اس کے قلعوں اور آذر بائیجان کے اندر اس کے خفیہ راستوں سے متعلق تحقیق شروع کی۔

عصمت نے اس امید پر کہ وہ اگر بابک خرمی سے متعلق سب کچھ سچ سچ بتادے تو شاید اسے رہا کر دیا جائے۔ اس نے بابک خرمی کے قلعے برزند کی ساری تفصیل اور اس قلعے سے مختلف سمتوں کی طرف جانے والے راستوں' بابک خرمی کی نوفل بن میخائیل کے ساتھ ساز باز کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

عصمت سے سارے حالات جاننے کے بعد معتصم نے اسے تو زندان میں ڈال دیا پھر اس نے کچھ دیر تک سوچ وبچار سے کام لیا اس کے بعد اپنے سامنے بیٹھے افشین اور بغا کبیر کو اس نے مخاطب کیا۔

پہلی بات جو میں تم دونوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ محمد بن یوسف نے یہ بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ تم دونوں جانتے ہو آج تک بابک خرمی اور اس کے لشکریوں کو کسی نے بھی شکست نہیں دی۔ محمد بن یوسف پہلا عرب جرنیل ہے۔ جس نے بابک خرمی کے سالار کو نہ صرف بدترین شکست دی اس کے لشکر کے بڑے حصے کا خاتمہ کر دیا بلکہ عصمت کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجا یہ محمد بن یوسف کی ایک بہت بڑی کارگزاری ہے۔

اب عصمت سے سارے حالات ہم جان چکے ہیں۔ اس کے قلعے کے راز' کوہستانی سلسلے کے اندر کے جو مختلف راستے ہیں ان کے بھید' نوفل بن میخائیل کے ان کے ساتھ تعلقات۔ سب

ہم جان چکے ہیں۔

افشین! سب سے پہلے تو تم ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کی طرف روانہ
ؤ گے۔ میں بابک خرمی کے خلاف مہم شروع کرنا چاہتا ہوں اور جب تک یہ مہم کامیاب نہیں ہوتی
وقت تک اسے ترک نہیں کروں گا ہر صورت میں بابک خرمی کا خاتمہ کر کے رہوں گا۔ میں اس
خرمی کو نوفل بن میخائیل کا دست راست نہیں بننے دوں گا۔

تم کل اس لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کی طرف کوچ کر جاؤ گے۔ جس کا تعین آج رات کے
کر دیا جائے گا۔ بغا کبیر فی الحال میرے پاس رہے گا۔

آذر بائیجان پہنچ کر تم محمد بن یوسف کو اپنے ساتھ ملاؤ گے اور تم دونوں مل کر بابک خرمی کے
ف حرکت میں آؤ گے۔ ایک دم اس کے قلعے برزند کا رخ نہیں کرنا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا تم
جانتے ہو آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر بابک خرمی کے بہت سے قلعے ہیں تم اور محمد
یوسف ایسا کرنا کہ جست وخیز کرتے ہوئے ایک قلعے سے دوسرے قلعے وہاں سے تیسرے
میں جاتے ہوئے آگے بڑھنا۔ اور جو علاقے فتح کرتے جاؤ ان کے درمیان پیغام رسانی اور
رو کمک کا بہترین انتظام بھی کرنا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا کامیاب نہیں ہو گے۔

اگر تم اور محمد بن یوسف دونوں مل کر اس کام کو سرانجام دے لیتے ہو تو پھر مزید کوئی لشکر
ربائیجان کی طرف بھیجنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں سامان رسد وکمک کے ساتھ بغا کبیر کو تم لوگوں کی طرف بھجواؤں گا اور
امید ہے کہ یہ مہم بہت جلد سر ہو جائے گی۔

افشین اور بغا کبیر تم دونوں جانتے ہو کہ چند دن پہلے رسد کا ایک بہت بڑا قافلہ میں نے
خ کی طرف روانہ کیا ہے۔ میں آج ہی ایتاخ کی طرف پیغام بھجواتا ہوں کہ اگر افشین اور محمد بن
ف کو رسد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس سلسلے میں تم لوگوں کی مدد کرے گا۔ ساتھ ہی میں اسے یہ
ام بھی دے دیتا ہوں کہ مغرب سے کوئی اور رومن سردار اگر بابک خرمی کی طرف بڑھتا ہے تو وہ
ے ہرگز مشرق کا رخ نہ کرنے دے۔ اگر وہ آرمینیا کے خفیہ راستوں سے بھی ہوتا ہوا آذر بائیجان
طرف آتا ہے تو ایتاخ سے میں کہوں گا کہ اس کی راہ روکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد معتصم تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ بابک خرمی کے خلاف میں ایتاخ کو بھیجوں گا تیز رفتار قاصد اس کی طرف روانہ کروں گا اور اسے کہوں گا کہ وہ وہاں سے کوچ کرے اور سیدھا آذربائیجان میں بابک خرمی کے مسکن کا رخ کرے لیکن اب میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ بابک خرمی اور نوفل بن میخائیل آپس میں ملے ہوئے ہیں جب ہم بابک خرمی کے خلاف مہم شروع کریں گے تو یقیناً ردعمل کے طور پر نوفل بن میخائیل بھی ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لہٰذا اس وقت شام کی سرحدوں پر ایتاخ اور اشناس کا رہنا بے حد ضروری اور اہم ہے۔

اگر ضرورت پڑی اور ہماری مغربی سرحدیں محفوظ رہیں تو ایتاخ ضرور تم لوگوں کی مدد کے لئے پہنچے گا۔ اس لئے کہ وہ ایسا سالار ہے جو بیک وقت کئی محاذوں پر اپنے لشکریوں کی راہبری اور راہ نمائی کرنے کا فن جانتا ہے۔ میں آج ہی اس کی طرف قاصد بھجوا رہا ہوں کہ بابک خرمی نے ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈال دی ہے۔ لہٰذا اگر رومنوں کی طرف سے اسے کوئی رسد اور کمک ملے تو ایتاخ اسے روکے میں اسے یہ بھی احکامات بھیج رہا ہوں کہ ہوسکتا ہے رومن آرمینیا کے راستوں سے بابک خرمی کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ اسے مدد دینے کی کوشش کریں۔ لہٰذا ایتاخ کو کہوں گا کہ وہ اپنے مخبروں کو آرمینیا اور آذربائیجان تک پھیلا دے تاکہ رومنوں کے ساتھ ساتھ وہ بابک خرمی کی نقل وحرکت سے بھی اسے آگاہ کریں۔

اسے یہ بھی سمجھا دیا جائے گا کہ جب ضرورت پڑے اشناس کو وہاں چھوڑ کر وہ مغرب کی سمت سے بابک خرمی کے ٹھکانوں پر حملہ آور ہو اس کی طاقت اور قوت پر ضرب لگائے ساتھ ہی افشین تمہیں رسد کا سامان بھی ضرورت کے وقت فراہم کرے۔

اتنا کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے معتصم رکا اس کے بعد وہ دوبارہ افشین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

افشین! میں فی الوقت تمہارے ساتھ کوئی دوسرا سالار اس لئے نہیں بھیج رہا کہ جب تم اردبیل پہنچو گے تو وہاں پہلے سے ابوسعید محمد بن یوسف اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے ہے۔ ابوسعید اب تک بابک خرمی کے ٹھکانوں سے خوب آگاہ ہو چکا ہے اور وہ تمہارے لئے بڑا مددگار اور سازگار ثابت ہوسکتا ہے۔ شروع میں تم اور ابوسعید دونوں مل کر بابک خرمی کے خلاف حرکت میں

آؤ۔

تاہم میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں اگر جنگ طول پکڑے یا بابک خرمی ہمارے لشکریوں کے لئے مشکلات کھڑی کرنے میں کامیاب ہو تب میں دو اور سالاروں کو رسد اور کمک کے ساتھ تمہاری طرف بھیج سکتا ہوں ایک بغا کبیر دوسرا جعفر بن دینار۔

جہاں تک ایتاخ اور اشناس کا تعلق ہے وہ پہلے ہی ارض شام میں ہوں گے۔ ان کو فی الوقت رسد اور کمک کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں دشمن کے خلاف چند جنگوں کے دوران مال غنیمت کی صورت میں بھی بہت کچھ ملا ہے۔ لہٰذا وہ ارض شام پر فی الحال حالات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ کسی ناگہانی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے میرے پاس سامرہ میں بھی کچھ سالار رہنے چاہئیں۔ لہٰذا میں اپنے پاس اسحاق بن یحییٰ، عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو رکھ رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے حالات اس قدر پیچیدگی اختیار کر جائیں کہ مجھے خود بھی کسی محاذ پر اپنے لشکر کی راہ نمائی کرنا پڑے اس لئے کہ نوفل بن میخائیل اور بابک خرمی کے درمیان گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور ہمیں ہر صورت میں انہیں شکست دے کر ان کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

افشین! میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا اب اس سلسلے میں تم کوئی سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو یا کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔

افشین نے ایک بھرپور نگاہ معتصم پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

امیرالمومنین! مجھے کچھ نہیں کہنا۔ آپ کے حکم کے مطابق کل میں یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔ معتصم نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ مجلس برخاست کر دی گئی۔ دوسرے روز افشین اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ سے اردبیل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

-----☆-----

اردبیل میں ابوسعید نے افشین اور اس کے لشکریوں کا بہترین استقبال کیا جس روز افشین وہاں پہنچا اس رات افشین اور ابوسعید نے کافی دیر تک صلاح مشورہ کیا جس میں یہ طے پایا کہ ایک چوکی اردبیل کے نواح میں قائم کرنا چاہئے۔ جہاں رسد اور کمک کا سامان رہے۔ ایک لشکر بھی محفوظ

دستے کی صورت میں وہاں قیام کرکے اور پھر آہستہ آہستہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر جن قلعوں پر بابک خرمی کا قبضہ ہے ان قلعوں کو یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ فتح کرتے ہوئے اور راستے میں جابجا چوکیاں قائم کرتے ہوئے اپنی بڑی چوکی جو اردبیل کے پاس قائم کی جائے گی اس کے ساتھ رابطہ رکھا جائے اور پھر آہستہ آہستہ ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں جست کرتے ہوئے بابک خرمی کے مرکزی شہر اور مرکزی قلعے برزند کے پاس نمودار ہوا جائے اور برزند پر حملہ کیا جائے دونوں میں یہ بھی طے پایا کہ جب برزند فتح ہو گیا تو بابک خرمی کی کمر ٹوٹ جائے گی اور وہ کسی کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے قابل نہ رہے گا۔

دوسری طرف بابک خرمی بھی بدلتے حالات کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا چونکہ اسے خبر ہو چکی تھی کہ مسلمان اس پر آخری ضرب لگانے کے درپے ہیں اور یہ کہ ابوسعید اور افشین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے کے قریب پہنچ چکے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کے مسکن برزند کی طرف پیش قدمی کریں گے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے دو اقدام کئے۔ پہلا یہ کہ اس نے تیز رفتار قاصد نوفل بن میخائیل کی طرف بھجوائے اور اس سے استدعا کی کہ مسلمان اس کے درپے ہو چکے ہیں لہذا مغرب کی طرف سے وہ ان پر حملہ کر دے۔ اس طرح جب مسلمانوں کی طاقت دو حصوں میں بٹ جائے گی تو وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

دوسرا کام جو بابک خرمی نے کیا وہ یہ کہ اس کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت تو پہلے ہی گرفتار ہو چکا تھا۔ اور یہ اس کے لئے بہت بڑی ضرب اور ناقابل تلافی نقصان تھا۔ اب جس قدر لشکر اس کے پاس تھا اس کے اس نے تین حصے کئے۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا۔ اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ دونوں کو اس نے نائب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کیا۔ لشکر کے باقی دو حصوں کا سالار اس نے اپنے بہترین سالاروں اذین اور طرہ خان کو بنایا۔ اس طرح ابوسعید اور افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے بابک خرمی نے بھی اپنے لشکر کو آخری شکل دے دی تھی۔

اپنے دونوں سالاروں اذین اور طرہ خان کو اس نے ان دونوں کے لشکریوں کے ساتھ ابوسعید اور افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور انہیں یہ بھی ہدایت کی کہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ابوسعید اور افشین کے ساتھ جگہ جگہ شب خون مارنے کے انداز میں مقابلہ کریں

اور انہیں ایسا زک کریں کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔ ساتھ ہی اس نے انہیں یہ بھی ہدایت جاری کی کہ جنگ کو طول دیتے رہیں۔ اپنے ساتھ مسلمانوں کو الجھائے رکھیں اور جب کبھی بھی موقع ملے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ان کی رسد اور ضروریات کی دوسری اشیاء پر قبضہ کرتے ہوئے اپنے مسکن میں پہنچاتے رہیں۔

جو لشکر بابک خرمی نے اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے پاس رکھا تھا اس نے اس لشکر میں اپنے اہل خانہ کو بھی شامل کیا۔ خود وہ مغرب کی سمت رہا اس کا ارادہ تھا جب رومنوں کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے اس کے لئے رسد یا کمک پہنچے گی تو وہ اسے بحفاظت اپنے لشکر کی تحویل میں لیتے ہوئے اپنے مسکن برزند تک پہنچائے گا۔ اس طرح مشرق سے لے کر مغرب تک گویا اپنے طور پر بابک خرمی نے کوہستانی سلسلے کو اپنے لئے محفوظ بنالیا تھا۔

جب آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ابوسعید اور افشین بابک خرمی کے جرنیل اذین اور طرہ خان کے ساتھ الجھ گئے۔ جنگ طول پکڑنے لگی تب افشین اور ابوسعید نے قاصد امیر المومنین معتصم کی طرف روانہ کئے اور اس سے التماس کی کہ بابک خرمی پر مکمل طور پر قابو پانے کے لئے کمک کے علاوہ رسد کا مزید سامان بھیجا جائے۔

یہ پیغام ملتے ہی امیر المومنین نے اپنے دو سالاروں کو تیار کیا۔ رسد کا سامان بغا کبیر کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ جب کہ ایک لشکر کمک کے طور پر جعفر بن دینار کی سالاری میں اردبیل کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

شام کی سرحدوں پر ایتاخ کے پڑاؤ میں ایکاسیہ اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک خیمے کے دروازے پر ایتاخ نمودار ہوا- اس کی طرف دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے ایکاسیہ چونکی تھی- تاہم اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا- ایک بار دیکھنے کے بعد اس کی گردن جھک گئی تھی- اسی موقع پر اس کی سماعت سے ایتاخ کی محبت بھری آواز سنائی دی-

خاتون! کیا میں اندر آ سکتا ہوں-

ایکاسیہ نے نہ ایتاخ کی طرف دیکھا نہ منہ سے بولی- صرف اس نے اثبات میں اپنی گردن ہلا دی تھی-

ایکاسیہ یہ خیال کر رہی تھی چونکہ اس نے اثبات میں سر ہلایا ہے- لہذا ایتاخ اس کے خیمے میں داخل ہوگا- وہ چونکہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی- اس کی گردن جھکی ہوئی تھی لہذا اس انتظار میں رہی کہ خیمے میں داخل ہو کر ایتاخ ضرور اس کے پاس آئے گا- لیکن کچھ دیر تک جب اسے انتظار کرنا پڑا اور خیمے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دی تب اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا- وہاں ایتاخ نہ تھا وہ جا چکا تھا- اس صورتحال پر ایکاسیہ خوابوں کی پگھلتی برف، دشت غم میں بکھرے نوحوں جیسی افسردہ اور مقدر میں لکھے اضطرار مسلسل جیسی اداس ہو کے رہ گئی تھی- اس کی انا کی کھلتی کلیوں سے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہ گئے تھے- اپنی جگہ پر وہ در و دیوار پر تنہائی کے زنگ کی طرح کھڑی رہ گئی تھی- حرکت تک نہ کر سکتی تھی- ایسا لگتا تھا جیسے اس کی زیست کے سفر کے سارے راستے بند ہو گئے ہوں- یا یہ کہ اس کے پاؤں سے مسافتیں لپیٹ دی گئی ہوں-

کافی دیر تک وہ اداسی اور افسردگی کی حالت میں ڈوبی وہیں کھڑی رہی اس میں اتنی سکت تک نہ رہی تھی کہ خیمے کے دروازے پر جا کر باہر ہی جھانکے مایوس سی ہو کر اپنی جگہ پر وہ بیٹھ گئی- اتنے

میں آندھی اور طوفان کی طرح خیمے میں عمیمہ داخل ہوئی- اس کے سامنے بیٹھ گئی پھر جھڑک دینے کے انداز میں اسے مخاطب کیا-

ایکاسیہ تم انتہا کرتی جا رہی ہو- ایتاخ بھائی تمہارے خیمے کے دروازے پر آئے تم سے انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور تم نے انہیں اندر آنے کے لئے نہیں کہا-

عمیمہ کے ان الفاظ پر ایکاسیہ چونکی تھی- دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی-

میں نے انہیں اندر آنے کے لئے کہا تھا-

کیسے کہا تھا- کیا تم منہ سے بولی تھیں-

نہیں! میں نے اثبات میں گردن ہلائی تھی- انہیں خیمے میں آنا چاہئے تھا- وہ کیوں نہیں آئے کیا اس سے پہلے کبھی انہوں نے میرے پاس آنے کے لئے اجازت مانگی ہے-

عمیمہ پھر برس پڑی-

لیکن اس سے پہلے تم نے کبھی ان سے ایسا رویہ بھی روا نہیں رکھا کبھی اس طرح منہ بند کر کے اثبات میں ان کے لئے گردن بھی نہیں ہلائی- کبھی ان کے ساتھ اس طرح بے رخی سے بھی پیش نہیں آئی-

بے وقوف لڑکی! کیوں اپنا مستقبل برباد کرتی ہو- ایتاخ بھائی تمہاری زندگی کا سب کچھ ہیں- تمہارے وجدان کے سارے در ان کی طرف کھلتے ہیں- وہ تمہارے لبوں کی آنچ کی پرچھائیں، تمہاری نازک انگلی کی صلائم حرارت تک کے امین اور محافظ ہیں کیوں اپنی چاہت کی بھٹی کو احساس کی قید میں رکھتی ہو- کیوں موسم کی شرارت کی طرح اپنے جذبوں سے عاری ہو کر تم نے اجنبی زبان کے گیت گاتی ہواؤں میں پیڑوں کی طرح چپ سادھ لی ہے-

کیوں ایتاخ بھائی کے ساتھ سرما کی شرمیلی دھوپ جیسا برتاؤ کر رہی ہو بے وقوف لڑکی ایتاخ بھائی تمہاری بکھری ابجد کے امین اور تمہاری ذات کے لئے وہ ایک مقدس رزمیہ گیت کی حیثیت رکھتے ہیں-

لگتا تھا عمیمہ کی اس گفتگو سے ایکاسیہ کا دل دکھ گیا تھا- روتی ہوئی آواز میں بے چاری برس پڑی-

مجھے کوئی مت پکارے- میں زندہ نہیں ہوں- میں چاہت بھرے جذبوں سے کلی طور پر عاری ہو چکی ہوں- ان گنت صحراؤں کے سناٹوں میں زندگی بھر ہجر کی آگ پھانکنا ہی میرا مقدر ہے-

عمیمہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر اس نے دوبارہ ایکاسیہ کو مخاطب کیا-

ٹھیک ہے اگر تم ایتاخ بھائی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی- ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا- جونہی وہ تمہارے خیمے کے دروازے پر آئے تم سے اندر آنے کے لئے کہا تمہیں چاہئے تھا کہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کرتی اور انہیں خود اپنے خیمے میں لے کر آتی- بے وقوف لڑکی! تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم محبت کے جذبوں سے عاری ہو چکی ہو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ کوئی تمہیں نہ پکارے تم زندہ نہیں ہو- ایتاخ بھائی ایک انتہائی خطرناک مہم پر روانہ ہوئے ہیں اگر اس مہم پر وہ کام آ گئے تو کیا تم کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہ کرو گی اور یہ کہ-

عمیمہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ پائی- چونک کر اس کے منہ پر ایکاسیہ نے ہاتھ رکھ دیا' کہنے لگی-

خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو- اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میری روح کا بدن سے تعلق ختم ہو جائے گا- میرے دل کی تحریروں' میرے ماتھے کی لکیروں میں خونی نوحوں کے سوا کچھ نہ ملے گا اور میں اپنی منزل کی جستجو میں اپنے چہرے تک سے ناآشنا ہو کے رہ جاؤں گی-

ٹھیک ہے میں ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بن سکتی نہ میں اس قابل رہی ہوں- اس کے باوجود وہ میری محبت کی صدائے بازگشت' میرے لبوں کا گیت ہیں- میرے دل کے فلک پر روشن چاند' میری نبض کی حرکت میں وہ میری ذات کی کرنوں کا حسین جھومر اور میری روح کے لئے سلامتی کی قیمتی پوشاک ہیں-

پر ہائے حیف ہائے میری بدقسمتی میں انہیں اپنا نہیں سکتی- ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بن سکتی اس لئے کہ میں وہ پھول ہوں جس کے زندان سے خوشبو نکل چکی ہو- وہ طائر ہوں جس سے اس کی اڑان چھین لی گئی ہو- وہ سیپ ہوں جس سے اس کا موتی کھو گیا ہو- میں خواہشوں کا بے برگ شجر خشک ٹہنی کا پھول اور ارتقاء کی مسافت بھری خونی منزل ہو کے رہ گئی ہوں- جو کوئی بھی مجھے اپنائے گا مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گا اپنی جھولی' اپنے دامن میں زمانے بھر کی بدنامیاں بھرے گا-

یہاں تک کہنے کے بعد ایکاسیہ کو کوئی خیال گزرا چونکنے کے انداز میں پھر اس نے عمیمہ کی

ف دیکھا اور کہنے لگی-

تم نے اپنی باتوں میں کہا کہ وہ ایک خطرناک مہم پر روانہ ہوئے ہیں- کہاں گئے ہیں وہ؟

عمیمہ لمحہ بھر کے لئے اداس ہو گئی تھی- کہنے لگی-

آج دن کے وقت سامرہ کی طرف سے امیر المومنین کے کچھ قاصد آئے تھے- جو یہ پیغام ے تھے کہ افشین اور ابوسعید دونوں بابک خرمی کے خلاف حرکت میں آ چکے ہیں لہذا ایتاخ بھائی دونوں کو رسد کا سامان پہنچائیں- یہ بھی پیغام آیا تھا کہ مغرب کی طرف سے رومنوں کے حملے خطرات بھی بڑھ رہے ہیں- بابک خرمی کی مدد کرنے کے لئے وہ کسی بھی وقت ہماری سرحدوں لہ آور ہو سکتے ہیں-

یہ پیغام ملنے کے بعد ایتاخ بھائی رسد کا کافی سامان لے کر اپنے لشکر کے ایک حصے کے ہ افشین اور ابوسعید کو رسد کا سامان پہنچانے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں- یہ مہم خطرناک اس لئے کہ انہیں آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں سے گزرنا ہو گا- جہاں ان کا ٹکراؤ بابک خرمی کے اروں سے بھی ہو سکتا ہے-

عمیمہ کے اس انکشاف پر ایکاسیہ انتہا درجہ کی افسردہ اور پریشان ہو گئی تھی' کہنے لگی-

وہ ابھی یہیں ہیں یا جا چکے ہیں-

جا چکے ہیں- جانے سے پہلے وہ تم سے ملنے کے لئے آئے تھے' تم سے اندر آنے کی اجازت ی کی لیکن تم منہ سے نہیں بولی چونکہ تم نے صرف بے رخی کا اظہار کرتے ہوئے اثبات میں گردن ی تھی تمہارے اس اشارے کو انہوں نے اپنی محبت کے لئے ناکافی سمجھا لہذا خیمے میں داخل نے کی بجائے وہ بے چارے مایوس اور افسردہ واپس لوٹ گئے- جس وقت وہ یہاں سے ت ہو رہے تھے مایوسیاں ان کے چہرے پر واضح طور پر پڑھی جا سکتی تھیں- میں سمجھتی ہوں ایسا روا رکھ کر تم ایتاخ بھائی کے ساتھ جبر اور ظلم کر رہی ہو-

ایکاسیہ میری بہن! اگر حالات نے تمہیں بدنامی کے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے- اگر ظالم ا نے تم سے تمہاری آبرو کے گوہر چھینے ہیں تو اس میں تمہارا کیا قصور- جب خود ایتاخ بھائی ا بے گناہ' تمہیں پاکیزہ' شستہ اور اپنے قابل سمجھتے ہیں تو پھر تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے- تم

کیوں ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بننا چاہتی- تمہارے علاوہ وہ کسی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے۔

عمیمہ جب خاموش ہوئی تو ایکاسیہ بول پڑی-

عمیمہ تم میرے خیالات میرے جذبات کو نہیں سمجھو گی- جب میں بے آبرو نہ ہوئی تھی تب میں ایتاخ کے سامنے اپنی پوری خوب صورتی' اپنی پوری چکا چوند کے ساتھ آ سکتی تھی اب ایسا نہیں ہے- اب میں بے آبرو اور ذلت کی پستیوں میں گر چکی ہوں- وہ مسلم قوم کے فلک پر چمکتا ہوا ایک ستارہ ہیں جبکہ میں زمین پر پڑا ہوا ایک گندا' حقیر اور ذلیل ترین ذرہ ہوں- پھر میں کیسے ان سے ملنے اور انہیں پانے کے خواب دیکھ سکتی ہوں- میں انہیں دیکھ سکتی ہوں' اپنا نہیں سکتی- اس موضوع پر کبھی مجھے مجبور کرنے کی کوشش نہ کرنا میں نے اپنے دل میں جو ٹھان رکھی ہے- میں اسی پر قائم و دائم رہوں گی- بس زندگی بھر کانٹوں سے الجھنا' زندگی بھر گیلی لکڑی کی طرح سلگتے رہنا ہی اب میرا مقدر اور میری منزل ہے-

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ایکاسیہ رکی- اس کے بعد دوبارہ اس نے عمیمہ کو مخاطب کیا-

یہ بتاؤ کہ اشناس بھائی اور میری ماں کہاں ہیں؟

عمیمہ نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ افسردہ لہجے میں کہنا شروع کیا- سب ایتاخ بھائی کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے میں اشناس اور تمہاری ماں نے ہی ایتاخ بھائی کی تیاری کرائی ہے آدھے لشکر کے ساتھ وہ رسد لے کر ابوسعید اور افشین کی طرف روانہ ہو گئے ہیں- جب کہ آدھا لشکر اشناس کے پاس چھوڑ گئے ہیں تاکہ اگر مغرب سے رومن حملہ آور ہوں تو اپنی سرحدوں کی حفاظت کی جا سکے- بہر حال تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا-

مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ کسی مہم کے لئے رخصت ہو رہے ہیں اور مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں- اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں یقیناً اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کرتی- بلکہ خیمے سے باہر تک ان کے ساتھ جاتی- دیکھو جہاں تک ان سے میری محبت کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ قائم دائم ہے- لیکن میری اپنی ذات پر جو داغ لگے ہیں انہیں لے کر ان کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی- بہر حال جو کچھ ہوا میں اس پر نادم ہوں وہ جب خیر و عافیت کے ساتھ اس مہم سے لوٹیں گے تو میں اپنے رویے پر ان سے معذرت کر لوں گی- اور خدا سے دعا کروں گی کہ وہ اس خطرناک مہم سے سلامتی کے ساتھ لوٹیں

عمیمہ نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑ لیا' کہنے لگی-

اگر یہ بات ہے تو اٹھو- میں اور تم اور تمہاری ماں جب تک ایتاخ بھائی نہیں لوٹتے انہی کے خیمے میں رہیں گے- ایکاسیہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر عمیمہ اس کا ہاتھ پکڑے ایتاخ کے خیمے کی طرف لے جا رہی تھی-

------☆------

بابک خرمی اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے ساتھ ایک بہت بڑے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے اپنے مسکن برزند سے مغرب کی سمت تھا- وہاں اسے اس کے مخبروں نے اطلاع کی کہ مسلمانوں کا سالار شاہی سرحدوں کی طرف سے افشین اور ابوسعید کے لئے رسد کا بہت سا سامان لے کر اس شاہراہ پر سفر کر رہا ہے- جو بابک خرمی کے مسکن سے دور جنوب سے گزرتی ہوئی مغرب سے اردبیل کی طرف جاتی تھی-

بابک خرمی نے اسے غنیمت جانا اس لئے کہ طویل جنگوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے اسے رسد کی سخت ضرورت تھی لہذا اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ایتاخ اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ہر صورت میں رسد کا سامان ان سے چھیننے کی کوشش کرے گا یہ ارادہ کرتے ہی بابک خرمی اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے ساتھ لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے اس شاہراہ کی طرف بڑھا تھا جس پر ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی سرعت سے سفر کرتے ہوئے مشرق کا رخ کئے ہوئے تھا-

کوہستانی سلسلے کے تنگ دروں سے نکل کر ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ جب کھلی وادیوں میں آیا تب بابک خرمی ایتاخ کی راہ روک کھڑا ہوا- بابک خرمی نے کوہستانی سلسلے میں ایتاخ کی راہ روکنے سے پہلے بہترین منصوبہ بندی کی تھی- جو لشکر اس کی کمانداری میں تھا اس کے دو حصے اس نے کئے تھے- ایک کے ساتھ اس نے ایتاخ کی راہ روک لی تھی دوسرا حصہ اس کے بھائی عبداللہ کی سرکردگی میں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا گیا تھا اور کسی مناسب موقع پر ایتاخ پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانا چاہتا تھا-

راہ روکنے کے ساتھ ہی برسوں سے بغاوت اور سرکشی پر اترا ہوا بابک خرمی ایتاخ پر آوارگی کے راستوں پر خونی بارش برساتے ابر روسیاہ دوریوں کی مسافت میں اوروں کے دکھ سے کھیلنے

والے وحشیوں اداس شب میں یادوں کے لباس کو تار تار کر دینے والے ٹوٹے عکس کی بکھری کرچیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی جرأت اور ہمت رکھنے والا ایتاخ ہمت ہارنے والا نہیں تھا۔ اسے بھی اس کے طلایہ گردوں نے خبر کر دی تھی کہ اس کی راہ روکنے والا بابک خرمی ہے اور وہ اس رسد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جو وہ لے جا رہا ہے لہذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی بابک خرمی اور اس کے لشکریوں پر گہرے پانیوں کی تہہ میں اُمڈتی بپھرتی لہروں، ذرے ذرے کو خاک و خون میں نہلا دینے اور روشنی کو روشنی، جوہر کو جوہر سے ملا دینے والے رقص برق و شرر، سماعت و بصارت کو گروی رکھ دینے والے رنج و الم کے اڑتے بادلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد بابک خرمی کے دونوں بھائی عبداللہ اور معاویہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں جانب سے نمودار ہوئے اور وہ ایتاخ کے لشکر کے پہلو پر نفس نفس میں زہر اور احساس میں صلیبیں بھر دینے والے گھات میں بیٹھے کسی درندے اور بھوکی جبلتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ایک دوسرے لشکر کے نمودار ہونے سے ایتاخ بالکل فکرمند اور پریشان نہیں دا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ جبکہ بابک خرمی کے بھائی معاویہ اور عبداللہ ایتاخ کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوئے تھے کوہستانی سلسلے کے اندر سے ابوسعید ایک لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور بابک خرمی کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے لشکر پر وہ حد نگاہ تک پھیلے سنسان صحرا کے اندر پر منزل پر راستے کے نشانات مٹا دینے والی سرسراتی ہواؤں خاموشی کے ساگر میں احساس کے سفینوں کو ڈبو دینے والی عارف کے دل و جان کی تڑپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب میدان جنگ میں دو کے بجائے چار لشکر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔ ابوسعید بابک خرمی کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے سارے پیچ و خم درست کرتا جا رہا تھا۔ جبکہ ایتاخ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھنے والے بابک خرمی کی صفوں کو بڑی تیزی سے کم کرنے کا عمل شروع کر چکا تھا۔

کوہستانی سلسلے کے اندر میدان جنگ میں سوختہ فکر کی راکھ، سلگتے چہروں کا کرب برپا ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دائرہ در دائرہ رزم گاہ میں قیامت جاگ اٹھی ہو۔

بابک خرمی اور اس کے دونوں بھائی یہ امید لے کے آئے تھے کہ لمحوں کے اندر وہ ایتاخ اور ں کے لشکر پر قابو پا کر ان کا قتل عام کریں گے اور جو کچھ رسد کی صورت میں ان کے پاس ہے اسے لے کر اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو جائیں گے لیکن یہاں معاملہ الٹا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس لئے کہ ایتاخ اور ابوسعید کے حملے لمحہ بہ لمحہ ان کے لئے جان لیوا اور بے روک ہوتے چلے جا رہے تھے۔

بابک خرمی نے جب اندازہ لگایا کہ ایتاخ اور ابوسعید دونوں کے سامنے اس کی اور اس کے نوں بھائیوں کے لشکریوں کی حالت خون سے احوال لکھتی شام ذلت نفس میں ڈھیرے ڈھیرے لگتے احساس اور لفظوں کے رستے زہر کی مانند ہوتی جا رہی ہے۔ تب اس نے پسپائی کے بگل بجا یئے اور بگل بجتے ہی بابک خرمی اپنے لشکر کے ساتھ اور بائیں جانب سے اس کے دونوں بھائی ی اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے کوہستانی سلسلے میں شکست تسلیم کر کے بھاگ گئے تھے۔ ایتاخ اور سعید نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ بلکہ دونوں لشکریوں کو انہوں نے یکجا کر لیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ابوسعید ایتاخ کے پاس آیا اسے دیکھتے ہی ایتاخ اپنے وڑے سے اتر گیا۔ چھلانگ لگاتے ہوئے ابوسعید بھی اترا، بھاگ کر ایتاخ سے گلے مل گیا تھا عدہ ہوا پھر کہنے لگا۔

ایتاخ میرے بھائی! تو نے بڑا اچھا قدم اٹھایا جو بروقت میری طرف قاصد بھجوا دیئے اور میں اری مدد کو پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا یہ بابک خرمی یا اس کے بھائی تمہاری راہ روکنے کی ضرور کوشش ریں گے۔

ایتاخ نے ابوسعید کا شانہ تھپتھپایا، کہنے لگا۔

جس وقت قاصد سامرہ سے آئے تھے اور میرے لئے پیغام لائے تھے کہ میں تمہیں اور ین کو رسد پہنچاؤں اسی وقت میں نے تمہاری طرف قاصد روانہ کر دیئے تھے۔ اس کے بعد میں ، کہیں شام کے وقت اپنی لشکر گاہ سے کوچ کیا تھا۔ اب ہم دونوں کا اپنے لشکریوں کے ساتھ زیادہ یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے آؤ جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے ساتھیوں کی مرہم پٹی سامان کریں اور پھر یہاں سے کوچ کریں۔

ابوسعید نے اس تجویز سے اتفاق کیا' فوراً زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

سامان رسد کے ساتھ ایتاخ اور ابوسعید جب اردبیل کے نواح میں اس جگہ پہنچے جہاں افشین اور ابوسعید نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ تب لشکر گاہ سے باہر نکل کر افشین نے شاندار انداز میں ایتاخ کا استقبال کیا۔ ایتاخ اپنے چہرے کے تاثرات سے افشین پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کے خلاف کسی کارروائی میں لگا ہوا ہے۔ گھوڑے سے اتر کر اس کے ساتھ پرجوش انداز میں بغل گیر ہوا۔ علیحدہ ہوتے ہوئے افشین نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

ایتاخ میرے بھائی شام کی سرحدوں سے یہاں ہمارے پاس رسد کا سامان پہنچانا کوئی آسان کام نہیں اور یہ کام تم جیسا سالار ہی کرسکتا ہے۔ میرے خیال میں تم اپنے لشکر کے ساتھ ایک لمبی مسافت طے کرتے ہوئے تھکے ہوئے ہو۔ آرام کرو اس کے بعد میں تفصیل کے ساتھ تمہارے ساتھ گفتگو کروں گا۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

نہیں افشین! میرا واپس ارض شام کی سرحدوں پر جانا بہت ضروری ہے۔ یاد رکھنا اگر بابک خرمی جنگ کی ابتداء کرچکا ہے تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے رومن بھی ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ صرف شام کا کھانا اپنے لشکریوں کو کھانے کی مہلت دوں گا اس کے بعد میں واپسی کے لئے کوچ کرجاؤں گا۔

اس بار افشین کی بجائے ابوسعید بول پڑا۔

ایتاخ میرے بھائی تمہارا اس طرح ان راستوں پر واپس جانا جن راستوں سے آئے ہو خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ہم بابک خرمی اور اس کے دونوں بھائیوں کو شکست دے کر آرہے ہیں اور اگر تم اکیلے اپنے لشکر کے ساتھ جاتے ہو تو وہ تم سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

اس سلسلے میں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد میں یہاں سے کوچ کروں گا اور سیدھا جنوب کا رخ کروں گا۔ مغرب کی طرف نہیں جاؤں گا۔ جنوب کی طرف آگے جاتے ہوئے میں اس شاہراہ پر سفر کروں گا جو مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے شام کے

شہر حلب کی طرف جاتی ہے۔ وہاں سے پھر میں اپنا رخ شمال مغرب کی طرف موڑتے ہوئے اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا جاؤں گا۔

ابوسعید اور افشین دونوں نے ایتاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر ایتاخ نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ شام کا کھانا اس نے ابوسعید اور افشین کے ساتھ کھایا اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

-----☆-----

عمیمہ' ایتاخ کے خیمے سے نکل کر اس خیمے میں داخل ہوئی جس میں قسطونہ' ایکاسیہ اور اس کے قیام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس وقت اس خیمے میں ایکاسیہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ عمیمہ اندر داخل ہوئی چند قدم آگے بڑھ کر رکی اور ایکاسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

کیا تم نے مجھے بلایا ہے؟

ایکاسیہ اداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے اس نے اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے عمیمہ کو بیٹھنے کے لئے کہا ساتھ ہی بول اٹھی۔

ہاں میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بلایا ہے۔ عمیمہ آگے بڑھی اور اس کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے ایکاسیہ نے کہنا شروع کیا۔

میں کافی دیر سے یہاں بیٹھی تمہارا انتظار کررہی ہوں۔ جو بات میں تم سے کہنا چاہتی تھی وہ اپنی ماں اور اشناس بھائی کے سامنے نہیں کہہ سکتی تھی۔ لشکر میں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ ایتاخ پر راستے میں بابک خرمی نے حملہ کردیا تھا۔ خیمے کے سامنے سے کچھ لشکری باتیں کرتے ہوئے گزر رہے تھے تو میں نے سنا وہ اسی موضوع پر گفتگو کررہے تھے۔ کیا تم مجھے اس کی کچھ تفصیل بتاؤ گی۔ بڑی پریشان اور فکرمند ہوں۔

طنزیہ سے انداز میں عمیمہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایتاخ بھائی سے آب تمہارا کیا تعلق' کیا واسطہ' کیا وہ انجان راستوں سنسان راہوں پر یقین سے گمان کی طرف بھٹکتے رہیں اجالوں سے ندلکوں کی طرف عجیب بھیدوں میں الجھے اور پتوں کی طرح بکھرتے رہیں تمہیں ان کی کیا پرواہ۔

تم ادھورے تن کی عورت ہو- اپنے ارتقاء کے سبھی زینے اپنے جسم کے قرب کے سارے ویے
کھو چکی ہو- خدا کی قسم جس وقت ایتاخ بھائی یہاں سے روانہ ہوئے تھے تو وہ بے چارے دھواں
دھواں کھینا' اجڑے اجڑے بریدہ ڈنٹھل کی طرح ویران' بے رزق خالی کاسۂ گدا اور قطرہ قطرہ ہوا
بکھرتی ذات کی طرح پریشان تھے- ان کی یہ حالت صرف تمہاری وجہ سے تھی- اگر تم ان سے دو
رہتے ہوئے کسی بے کار لمحے کی طرح اپنے خوابوں میں سمٹا رہنا چاہتی ہو تو سمٹی رہو- اگر تم ایتا
بھائی کے معیار انداز کی سجل فضاؤں سی محبت ان کی پھولوں کی خوشبو جیسی چاہت کو نظر انداز کر
ہوئے بے اعتنائی برتنا چاہتی ہو تو برتتی رہو- اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ تمہارا چھلکتے جام جیسا پیکر ا
کے لئے نہیں ہے تو پھر تم کیوں ان کے متعلق پوچھتی ہو کیوں تمہاری تجسس کی رگ جان پھڑکتی ہے
چپ رہو- ایکاسیہ! تم اپنے آپ کو اگر ادھورا گیت سمجھ ہی بیٹھی ہو تو پھر اپنے گمان میں غلطاں رہ
ایتاخ بھائی کی فکر چھوڑو جب تم ان سے کنارہ کشی کر ہی چکی ہو تو پھر وہ جئیں مریں تمہیں ان سے
تعلق کیا واسطہ-

عمیمہ کی اس گفتگو سے ایکاسیہ بے چاری رو دی تھی- آنسو اس کے چکنے مرمرے گالوں پر
اٹھے تھے کچھ دیر ہچکیاں سسکیاں لیتی رہی پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی-

میں نہ ان سے کنارہ کش ہوں نہ ان سے بے اعتنائی برتنے والی ہوں لیکن جب لرزاں
حروف کی طرح منہ بسورتے ہوئے میرے مصائب میرے سامنے آتے ہیں- تو میں ایتاخ
ذات کی اجلی اجلی دیواروں پر اپنا بے آبرو میلا عکس دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتی ہوں- میں ان کے سا
ایک طور بے تجلی' ملامت بھرا استعارہ' نکتہ چینی سے اٹا اسلوب بن کر نہیں آنا چاہتی- یہی وہ حالا
ہیں جو میرے اور ان کے درمیان گرد کی ایک دیوار کھڑی کر دیتے ہیں اور ہم ایک دوسرے
حقیقت کو جان پہچان نہیں سکتے- عمیمہ میری بہن! میں کیا کروں- میں ایک ایسی عجیب کشمکش
مبتلا ہوں- ذہنی دباؤ نے میری خود آگہی کے سلسلے' میری نگاہوں کے بادبان ریزہ ریزہ کر کے
دیئے ہیں- میری عقل' میرے دل میرے وجدان کے درمیان رگ رگ میں سن سن کرتے جذبا
جیسی کشمکش رہتی ہے جس سے میں کسی بھی لمحہ چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی- عمیمہ میری بہن میں دھو
چھاؤں کے پروں کی طرح بکھر رہی ہوں روتے بادلوں کی طرح ختم ہو رہی ہوں- میں وہ انمول
زم کہاں سے لاؤں جس سے میں اپنی ذات کی فصیل میں پڑنے والے بے آبروئی کے شگاف

پاٹ سکوں-

اس سے آگے ایکاسیہ بے چاری کچھ نہ کہہ سکی تھی- زور زور سے ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی تھی- اس کی یہ حالت عمیمہ کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تھی- ایکاسیہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے سنبھالتے ہوئے تسلی دینے لگی تھی اور ایتاخ کی خیریت سے بھی آگاہ کرنے لگی تھی-

ایتاخ سے رسد کا سامان ملنے کے فوراً ہی بعد افشین اور ابوسعید کے پاس جعفر بن دینار ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا- ساتھ ہی بغا کبیر بھی رسد کا کافی سامان لے کے آیا- بابک خرمی اور اس کے سالاروں نے بغا کبیر پر حملہ آور ہو کر اس سے رسد کا سامان چھیننا چاہا لیکن بغا کبیر کسی نہ کسی طرح انہیں چکمہ دیتے ہوئے بحفاظت سارا سامان لے کر افشین اور ابوسعید کے پاس پہنچ گیا تھا-

ان سارے لشکریوں کا سالار اعلیٰ چونکہ افشین تھا- لہٰذا معتصم نے افشین کو پہلے کی نسبت زیادہ سہولتیں فراہم کیں اس لئے کہ بابک خرمی اس کے بھائی مامون الرشید کے دور سے بغاوت کھڑی کیے ہوئے تھا اور اس کے بغاوت کو فرو نہ کر سکا تھا- لہٰذا معتصم ہر صورت میں بابک خرمی کا خاتمہ چاہتا تھا- لشکر کے تمام مصارف اور سامان رسد اور ہر قسم کی ضروریات کے علاوہ افشین کے لئے دس ہزار درہم روزانہ مقرر کیے گئے تھے- جب وہ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوتا یا دشمن کے کسی قلعے کا محاصرہ کرتا تو ان ایام میں اسے دس ہزار روزانہ ملتے جب وہ محاصرے یا جنگ کی حالت میں نہ ہوتا تو اسے پانچ ہزار درہم روزانہ معتصم نے مقرر کر دیئے تھے- خزانہ خلافت سے جو اس کو ماہوار وظیفہ ملتا تھا وہ اس کے علاوہ تھا-

بغا کبیر اور جعفر بن دینار کے آنے سے ابوسعید اور افشین کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا تھا- اردبیل میں انہوں نے پہلے ہی اپنی ایک بہت بڑی چوکی قائم کر دی تھی- اب وہ آگے چوکیاں قائم کرتے جا رہے تھے- تاکہ سامان رسد کے پہنچنے' خطوط و پیغام کے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو- پھر ان کوہستانی سلسلوں میں جو بابک خرمی کے تصرف میں تھے- اور اس کے لشکری اس کی حفاظت کر رہے تھے مسلمان لشکر نے داخل ہو کر اپنے لشکریوں کو مناسب مقامات پر

تقسیم کر کے کہیں جھنڈیوں کے ذریعے' کہیں قاصدوں کے ذریعے ایک دوسرے کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کا بندوبست کر کے بابک خرمی اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا-

بابک خرمی اپنے سپہ سالار عصمت سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکا تھا- اور وہ سامرہ میں قید تھا- بابک خرمی کی دوسری بدقسمتی کہ شروع شروع ہی کے حملوں میں اس کا دوسرا بڑا سالار طرہ خان بھی مسلمان لشکریوں کے ہاتھوں جنگ کے دوران مارا گیا- اس طرح بابک خرمی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا- مسلمان لشکری اب افشین' ابوسعید' بغا کبیر اور جعفر بن دینار کی سرکردگی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے چلے گئے تھے- یہاں تک کہ وہ بابک خرمی کے مرکزی مسکن اور قلعہ برزند کے قریب پہنچ گئے تھے-

قلعہ برزند کے مشرق میں جس قدر علاقہ تھا- جس پر پہلے بابک خرمی قابض تھا اس پر اب مسلمانوں نے پوری طرح اپنا تسلط قائم کر لیا تھا- اور وہاں اپنی چوکیوں کو بھی مستحکم بنا دیا تھا- قلعہ برزند پر حملہ آور ہونے کے لئے سب سے پہلے جعفر بن دینار اپنے لشکر اور تیراندازوں کے ساتھ آگے بڑھا- جعفر بن دینار لڑتے بھڑتے قلعہ برزند کی فصیلوں کے قریب پہنچ گیا تھا- بابک خرمی کا لشکر جس کی کمانداری اس کا تیسرا بڑا جرنیل اذین کر رہا تھا- شہر سے نکلا اور جعفر بن دینار پر حملہ آور ہوا اتنی دیر تک ابوسعید' افشین اور بغا کبیر بھی اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے تھے- شہر اور قلعے سے باہر گھمسان کا رن پڑا اور صورت حال یہ اختیار کر گئی کہ کبھی مسلمان لشکری پیچھے ہٹتے اور کبھی بابک خرمی کے لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے پسپا ہوتے اور قلعوں میں داخل ہو جاتے- شام تک یہ پسپائی اور پیش قدمی کا کھیل اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا- بابک خرمی کے لشکری قلعہ بند ہو گئے- جب کہ افشین نے اپنے لشکر کو قلعہ سے ذرا فاصلے پر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا-

مسلمانوں نے بابک خرمی پر حملہ آور ہونے کے لئے پھر تیاری کی- پورے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا- ایک حصے کو جس میں ایک ہزار بہترین تیرانداز تھے- آدھی رات کے وقت اس کوہستانی سلسلے کی جانب روانہ کر دیا جو قلعے کے قریب تھا اور جس کے دامن میں بابک خرمی کا سالار اذین صف آرا ہو کر مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا- اور ان تیراندازوں کو ہدایت کر دی گئی

تھی کہ جونہی جنگ کی ابتدا ہو وہ بابک خرمی کے لشکریوں پر تیز اندازی کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کردیں۔

مسلمانوں کے دوسرے حصے کو اس ٹیلے کے نیچے کمین گاہ میں چھپا دیا گیا تھا جس کی چوٹی پر بابک کے آدمی گھات لگا کے بیٹھے تھے۔ اور مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے تھے۔

تیسرے حصے کو محافظت کی غرض سے لشکر گاہ میں چھوڑا گیا اور چوتھے حصے کو مسلح و مرتب کر کے صبح ہی صبح بابک خرمی کے لشکر سے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔

اگلے روز جب جنگ کی ابتدا ہوئی تب اذین نے جب مسلمانوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کے لشکریوں نے جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر پر تیز تیر اندازی کرائی اس پر ان کے قریب جو مسلمان گھات پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی جوابی تیر اندازی کی دوسری جانب سے ان تیر اندازوں نے بھی تیروں کی بوچھاڑیں مارنا شروع کیں جو نصف شب سے اس پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اذین کے لشکری اس دوطرفہ حملے سے گھبرا اٹھے اور وادی کی طرف بڑھے تو ٹیلہ کے نیچے جو مسلمانوں کے لشکر کے دوسرے حصے گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہ اذین اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جعفر دینار نے بڑی خونخواری کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اذین پر جان لیوا حملہ کیا۔ اس حملے کی تیزی اور تندی کو اذین برداشت نہ کر سکا۔ بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ لشکری جو بابک خرمی اور اس کے دوسرے سالاروں کے تحت لڑ رہے تھے وہ ابھی تک اپنی جگہوں پر قائم دائم مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے کہ اتنے میں ایک طرف سے ابوسعید نے ایسے جان لیوا حملے شروع کئے کہ بابک خرمی کی سب جماعت کو بھاگنا پڑا۔ دشمن کے بھاگ جانے کے بعد جعفر دینار اور ابوسعید بابک خرمی کے قلعے میں داخل ہونے کی تجویز کرنے لگے تھے۔

بابک خرمی اس وقت قلعے کے اندر موجود تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ جنگ کا پانسہ اس کے خلاف پلٹ گیا ہے تب اس نے ایک چال چلی۔ افشین ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے ایک دروازے کے سامنے ٹیلے کی اوٹ میں تھا۔ بابک نے ارادہ کیا کہ جعفر دینار اور ابوسعید کو نظر انداز کر کے افشین سے رابطہ قائم کرے اور اس سے امان طلب کرے۔ اور اگر اسے امان مل گئی تو اس کا شہر محفوظ ہو جائے گا۔ اور اسے پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کا کچھ موقع مل جائے گا

اس مقصد کے لئے اس نے افشین سے رابطہ قائم کیا۔ بابک خرمی جو چال چل رہا تھا اسے افشین سمجھا نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے امان دے دے اور بابک خرمی قلعہ اس کے حوالے کر کے اپنے آپ کو بھی اس کے حوالے کر دے لیکن جس وقت یہ امان کی گفتگو ہو رہی تھی جعفر دینار اور ابوسعید بزور شمشیر بابک خرمی کے قلعے کی فصیلوں کو پار کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر کے دروازے کھل گئے۔ ابوسعید اور جعفر دینار کے لشکر بھی پورے کے پورے شہر میں داخل ہو گئے۔ جب یہ خبر افشین کو پہنچی کہ شہر بزور شمشیر فتح ہو گیا ہے تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ نعرے بلند کرتا ہوا بابک خرمی کے اس قلعہ نما شہر میں داخل ہوا تھا۔

بابک خرمی نے اپنی حفاظت کے لئے اپنے قصر کے اندر چھ سو کے لگ بھگ خرمی رکھے ہوئے تھے۔ مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو ان خرمیوں نے ایک طرح سے مسلمانوں کو بابک خرمی کے قصر میں داخل نہ ہونے دیا اس پر مسلمان سالار طیش میں آ گئے۔ بابک خرمی کے سارے محلوں کو آگ لگا دی گئی۔ اس کے بعد بابک خرمی کے سارے قصر اور جو اس نے شہر کے اندر کمین گاہیں بنائی ہوئی تھیں سب کی سب گرا دی گئیں بابک خرمی کو پتہ چل گیا تھا۔ کہ اس کے سارے سالار مارے جا چکے ہیں۔ اس کے سارے لشکریوں کو ابوسعید، جعفر بن دینار اور افشین نے تباہ و برباد کر دیا ہے لہٰذا وہ آرمینیا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگا۔

بابک خرمی کے اس فرار میں اس کی ماں، اس کی بیوی، اس کا بھائی معاویہ اور کچھ محافظ تھے بابک خرمی کے دیگر اہل خانہ اور اس کا بھائی عبداللہ جنگ میں مارے گئے۔

بابک خرمی کی بدقسمتی کہ آرمینیا کے کوہستانی سلسلے کی طرف بھاگتے ہوئے راستے میں ایک جگہ پانی کے ایک جوہڑ کے کنارے وہ اپنے ہمراہیوں اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چاہتا تھا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھائے۔

مسلمان مخبر اس کی گھات میں تھے۔ انہیں پتہ چل گیا۔ مسلمانوں کے ایک دستے نے اس پر حملہ کیا۔ جس پر بابک خرمی تو بھاگ گیا۔ اس کی ماں، اس کی بیوی کو گرفتار کر لیا گیا۔

بابک خرمی بھاگ کر آرمینیا کی طرف گیا۔ اس کی مزید بدقسمتی کہ اس کے پاس زاد راہ ختم ہو گیا۔ ایک کسان کے پاس اس نے اپنے ایک غلام کو بھیجا کہ وہ اس سے کھانے کی اشیاء خرید کر

لائے وہ غلام جب گیا تو ایک مخبر کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ اس کے پیچھے گیا بابک خرمی کو اس نے تلاش کر لیا اس طرح بابک خرمی کو مع اس کے بھائی معاویہ کے گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتاری کے بعد بابک خرمی کو افشین کے پاس لایا گیا۔ افشین نے آذر بائیجان کے اس سارے علاقے کا نظم ونسق درست کیا پھر بابک خرمی اور اس کے بھائی کو لے کر وہ سامرہ کی طرف روانہ ہوا۔

فتح کی یہ خبر جب معتصم کے پاس پہنچی تو معتصم نے اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ آذر بائیجان سے لے کر سامرہ تک ہر منزل کے لئے خلیفہ کی طرف سے افشین کو ایک خلعت اور ایک گھوڑا مع ساز و سامان پیش کیا جانے لگا اور اس کا استقبال شاہانہ شان و شوکت سے ہوا۔ جب افشین سامرہ کے قریب پہنچا تو معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو شہر سے باہر نکل کر افشین' اس کے سالاروں اور لشکریوں کا استقبال کرنے کے لئے بھیجا۔

افشین جب سامرہ شہر میں داخل ہونے کے بعد معتصم کے سامنے آیا تو معتصم نے اس کی اس قدر عزت افزائی کی کہ اس کے سر پر سونے کا تاج بنا کر رکھا' نہایت قیمتی خلعت اور بیس لاکھ درہم بطور انعام اس کو دیئے گئے۔ دس لاکھ درہم اس کے علاوہ لشکر میں تقسیم کرنے کے لئے عطا ہوئے۔

اس کے بعد بابک خرمی اور اس کے بھائی معاویہ کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ معتصم کے حکم پر بابک خرمی کو سامرہ میں قتل کر دیا گیا جب کہ اس کے بھائی معاویہ کو بغداد لے جا کر قتل کیا گیا تا کہ وہ سارے لوگوں کے لئے ایک عبرت بنے دونوں کی لاشوں کو اس کے بعد صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔

بابک خرمی کا دور دورہ قریباً بیس سال تک رہا۔ اس عرصہ میں اس نے لگ بھگ ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ سات ہزار چھ سو مسلمان عورت و مرد اس کی قید سے چھڑائے گئے۔ بابک کے اہل و عیال سے سترہ مرد اور تیس عورتیں گرفتار کی گئیں۔

چند یوم تک افشین نے سامرہ میں قیام کیا اس کے بعد جو لشکر اس کے تحت جنگوں میں حصہ لیا کرتا تھا اس لشکر کے ہمراہ معتصم نے افشین کو آذر بائیجان اور آرمینیا کا حاکم بنا کر روانہ کر دیا تھا۔

ایتاخ اور اشناس دونوں مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ان کے خیمے میں ان کا ایک مسلح جوان داخل ہوا اور ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! ہمارے کچھ قاصد آئے ہیں فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

ایتاخ نے جب انہیں اندر لانے کو کہا تب کچھ قاصد خیمے میں داخل ہوئے انہیں قریب بیٹھنے کے لئے ایتاخ نے کہا جب وہ بیٹھ گئے تب ایتاخ نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! کہو کیا خبر لائے ہو۔ پہلے یہ بتاؤ جو تم لے کر آئے ہو اسے میں اچھی خبر سمجھوں یا بری۔

ان قاصدوں میں سے ایک بول پڑا۔

امیر ایتاخ! ہم آپ کے لئے دو خبریں لے کر آئے ہیں۔ ایک اچھی ہے۔ ایک بری۔ ہم آذر بائیجان اور آرمینیا کی طرف سے آ رہے ہیں۔ اچھی خبر یہ ہے کہ بابک خرمی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اسے جنگوں میں شکست ہوئی' گرفتار ہو کے سامرہ پہنچا اور وہاں اسے مصلوب کر دیا گیا ہے۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ بوسیدہ ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ یہ خبر پہلے ہی میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اگر تم آذر بائیجان اور آرمینیا کی طرف سے آئے ہو تو پھر وہ بری خبر کہو جو تم کہنا چاہتے ہو۔

اس پر قاصد کہنے لگا۔

امیر ایتاخ! بری خبر یہ ہے کہ نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے آرمینیا کی سرحدوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اگر اس کی راہ نہ روکی تو دور تک ہمارے علاقوں میں داخل ہو

کرنا قابل تلافی نقصان پہنچائے گا-

قاصد لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ کہتا چلا گیا تھا-

گو بابک خرمی کے بعد امیر المومنین معتصم نے افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم بنا کر روانہ کر دیا ہے- اور اس کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر بھی ہے- لیکن اس وقت افشین آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کی طرف ہے- اس کا عزیز اور رشتہ دار منکجور بھی اس کے ساتھ ہے- وہ اسے اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہے- لہذا اسے خبر نہیں کہ آرمینیا پر پیٹرک جوہن نے حملہ کر دیا ہے-

ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا- اشناس بھی کھڑا ہو گیا- پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

اشناس میرے بھائی! سب سے پہلے ان قاصدوں کے کھانے کا بہترین بندوبست کرو- اس کے بعد ایتاخ نے ان قاصدوں کو مخاطب کر کے کہا-

کھانا کھانے کے بعد تم میں سے آدھے میرے ساتھ رہیں آدھے آرمینیا کی طرف روانہ ہو جائیں اور دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں- جو یہاں رہیں گے وہ میری راہ نمائی کرتے ہوئے مجھے آرمینیا کے ان علاقوں تک لے کے جائیں گے جہاں پیٹرک جوہن حملہ آور ہوا ہے- اشناس تم دوسرا کام یہ کرو کہ لشکر کے اندر جس قدر عورتیں ہیں- ان کو چند محافظ دستوں کے ساتھ فوراً سامرہ کی طرف روانہ کر دو- میرا دل کہتا ہے کہ رومنوں کے ساتھ ہماری جنگیں طویل ہو جائیں گی- لہذا اپنے پڑاؤ میں ہم عورتیں کی حفاظت کا اہتمام نہیں کر سکتے- اس کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا-

اس کے بعد دونوں خیمے سے باہر نکلے' پہلے لشکر میں جس قدر عورتیں تھیں جن میں عمیمہ' ایکاسیہ اور قسطونہ بھی شامل تھیں ان سب کو سامرہ کی طرف روانہ کر دیا گیا- اتنی دیر تک کچھ قاصد کھانا کھا کر آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف روانہ ہو گئے- ان کے تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس بھی اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کر رہے تھے-

نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے اپنے چاروں طرف اپنے مخبر اپنے نقیب اور طلایہ گر پھیلا رکھے تھے اور وہ بھی مسلمانوں کے عساکر کی نقل و حرکت سے برابر اسے آگاہ کر رہے تھے-

-----☆-----

اب صورت حال یہ تھی کہ پیٹرک کے لشکر کی نقل و حرکت سے ایتاخ آگاہ تھا- ایتاخ کی نقل و حرکت سے پیٹرک بھی آگاہی حاصل کئے ہوئے تھا- لہذا ایتاخ اور اشناس دونوں جب اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کے ایک کھلے میدان میں پہنچے تب پیٹرک جوہن اپنے ایک لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑا ہوا- دونوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور دونوں پر وہ خون سے داستانیں لکھتی دشت در دشت کی مسافتوں' رات کے اندھیاروں میں شائیں شائیں کرتے کوڑوں' اور بے صدا گونجتی تنہائیوں میں آواز کی غصیلی گونجوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا-

لگتا تھا کہ ایتاخ اور اشناس کے مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے- اور انہوں نے ایتاخ کو بتا دیا تھا کہ پیٹرک جوہن سامنے آتے ہی ان پر حملہ آور ہو جائے گا لہذا اس کے سامنے آنے تک ایتاخ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رکھی تھیں- جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایتاخ اور اشناس نے ایک ساتھ پہلے اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے بادلوں نے گرجتے ہوئے انگڑائی لی ہو اور ان کے اندر برق مسکرائی ہو- پھر دونوں پیٹرک جوہن کے لشکر پر دکھوں کی گھانی کا تیل نکالتی آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندے افکار کے سمندر میں اوڑتی لہروں اور غصیلی روح کی طرح گھس جانے والی صاعقہ اور لباس تار تار تن لہولہو کر دینے والے تباہی پھیلاتے عذاب کے سپنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے-

آرمینیا کے ان میدانوں میں میدان جنگ ایسی صورت اختیار کر گیا تھا جیسے بے خوابی کے گہرے جنگل میں ناامیدیوں کے گھنے اندھیرے چھانے لگے ہوں- عزائم کے لبادے ارادوں کی طیلسانیں اور منصوبوں کی فصلیں عکس ماضی اور جانکسل لمحوں کی صورت اختیار کرتے چلے جا رہے تھے-

کچھ دیر کی جنگ کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں پسپا ہونا شروع ہو گئے تھے- ایسا لگتا تھا جیسے وہ پیٹرک جوہن کے حملوں کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے ہوں- پیٹرک جوہن کے لشکر کی تعداد ایتاخ کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی- پیٹرک جوہن نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے دونوں سالار پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے ہیں تب اس نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی جس کے

نتیجے میں ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن دونوں نے بھاگتے ہوئے عقلمندی یہ کی کہ اپنے اور تعاقب کرنے والے دشمن کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا کہ پشت کی طرف سے پیٹرک جوہن ان پر حملہ آور ہو کر ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ کچھ دور تک ایتاخ اور اشناس دونوں نے فرار اختیار کیا۔ پیٹرک جوہن اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے تھا پھر ایک دم ایتاخ اور اشناس نے اپنا پینترا اور رخ بدلا۔ لگتا تھا یہ سارا لائحہ عمل انہوں نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ ایتاخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک دم دائیں طرف کو مڑا جب کہ اشناس لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ بائیں جانب کو مڑا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایتاخ دشمن کے لشکر کے دائیں پہلو کی طرف آیا۔ اشناس بائیں پہلو کی طرف بڑھا تھا پھر وقت کی آنکھ اور آسمان کی بصیرت نے دیکھا دائیں جانب سے ایتاخ پیٹرک جوہن کے لشکر پر ازلوں کی بے انت مشقتوں، سطر سطر میں نارسائیاں لکھتے ادھورے اور بے کیف کر دینے والے عزائم اور لاانتہا راستوں پر سچ کے سارے حروف کو ننگا کر دینے والے بے روک طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جب کہ بائیں جانب سے اشناس کسی ضابطے کسی قاعدے کے سامنے سرخم نہ کرنے والے سمندری طوفانوں کی گرجتی لہروں اور جھرنوں کی طرح بے چین اور طوفانوں کی طرح وحشی جذبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب جنگ نے اپنا حقیقی روپ اختیار کر لیا تھا۔ شاید پیٹرک جوہن کے سامنے آنے سے پہلے ایتاخ اور اشناس نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ کچھ دیر کی جنگ کے بعد دونوں پسپا ہو کر بھاگیں گے پھر اس کے بعد مڑ کر ایتاخ دائیں جانب سے اور اشناس بائیں جانب سے حملہ آور ہو گا ایسا کرنے میں وہ بالکل کامیاب لگتے تھے۔ اس لئے کہ دائیں جانب سے دشمن کا قتل عام کرتے ہوئے ایتاخ دشمن کے اگلے حصے کی طرف بڑھا تھا۔ جب کہ اشناس اسی کے انداز میں پیٹرک جوہن کے لشکر کی صفیں کی صفیں الٹتا ہوا پشتی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

پیٹرک جوہن اور اس کے لشکری دیر تک ایتاخ اور اشناس کے جان لیوا حملوں کے سامنے جم کر لڑ نہ سکے اور پھر دائیں بائیں سے حملہ آور ہو کر ایتاخ اور اشناس نے کافی حد تک پیٹرک کے لشکر کی تعداد کم کر کے رکھ دی تھی۔ اپنے لشکر کی صفیں الٹتی دیکھ کر پیٹرک کے لشکر میں بدامنی، افراتفری سی

پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ پیٹرک نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو مسلمان پوری
رح اس کے لشکر کو کچل کر رکھ دیں گے اور اسے اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔ لہذا اس نے
پائی کے نقارے بجا دیئے تھے۔ یہ نقارے بجتے ہی پیٹرک اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگا۔ اس
ار رخ اناطولیہ کے میدانوں کی طرف تھا۔

ایتاخ اور اشناس نے بھی تھوڑی دور تک اپنے سامنے بھاگتے پیٹرک کے لشکر کا تعاقب کیا
ردہ پلٹے اس لئے کہ جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں پیچھے پیٹرک کے لشکر کا بہت بڑا پڑاؤ تھا۔ جس میں
رف کھانے پینے کی اشیاء تھیں بلکہ ضرورت کا دیگر سامان بھی تھا۔

میدان جنگ میں آ کر سب سے پہلے ایتاخ اور اشناس دونوں نے پیٹرک کے لشکر کے پڑاؤ
ا ہر چیز سمیٹی۔ لشکر میں جانور بھی کافی تھے۔ جنہیں لشکریوں کی خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا
ا۔ انہیں جانوروں پر سامان لادا گیا۔ اس کے بعد ایتاخ اور اشناس اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا
خ کر رہے تھے۔

جس وقت آرمینیا کے علاقوں میں ایتاخ اور اشناس دونوں نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کے ساتھ برسرپیکار تھے- اسی وقت نوفل بن میخائیل اپنے برادر نسبتی اور اپنے بہترین سالار برداس کے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں داخل ہوا- اتنی دیر تک انگورہ سے اس کا تیسرا بڑا جرنیل فرزون اور رومنوں کے شامی علاقوں کا حاکم طولک بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ اس سے آن ملے تھے- اس طرح نوفل بن میخائیل کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا-

اناطولیہ کے میدانوں میں جب اس کے سارے عساکر جمع ہو گئے تب نوفل بن میخائیل نے ان مخبروں کو طلب کیا جو اس نے اپنے لشکر کے آگے مسلمانوں کی نقل و حرکت سے متعلق اطلاعات فراہم کرنے کے لئے روانہ کئے تھے-

یہ مخبر پہلے ہی نوفل بن میخائیل کو بتا چکے تھے کہ مسلمانوں کی سرحدوں پر ان کے دو جرنیل ایتاخ اور اشناس قیام کئے ہوئے تھے اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ پیٹرک جوہن کا مقابلہ کرنے کے لئے آرمینیا کی طرف جا چکے ہیں- اور اب مسلمانوں کی شامی سرحدیں بالکل خالی پڑی ہوئی ہیں-

مخبر جب نوفل بن میخائیل کے سامنے آئے تو اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا-

مسلمانوں کے علاقوں پر حملوں کی ابتدا کرنے سے پہلے میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہاں قریب ترین مسلمانوں کے کون سے اہم شہر ہیں؟ جن پر میں حملہ کروں' انہیں برباد کروں اور ان شہروں کی اس بربادی اور تباہی کا قلق اور دکھ ان کے امیر المومنین معتصم کو پہنچے-

مخبر تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے- پھر ان میں سے ایک نوفل بن میخائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

آقا! قریب ترین مسلمانوں کے دو بڑے شہر ہیں- ایک زبطرہ دوسرا ملطیہ- پہلے شہر زبطرہ

ی یہ صفت ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں کا موجودہ امیر المومنین معتصم پیدا ہوا تھا-

اس انکشاف پر نوفل بن میخائیل نے بے حد خوشی اور سکون کا اظہار کیا پھر کہنے لگا-

میں تم سب کا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہ اطلاع فراہم کی کہ اب میں معتصم کے دل پر وہ ر کا لگاؤں گا جسے وہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکے گا-

زبطرہ شہر معتصم کا جائے پیدائش ہے تو سب سے پہلے میں اس شہر کو اپنا ہدف بناؤں گا- اس کو نیست و نابود' تباہ و برباد کر کے رہوں گا- اس کے بعد ملطیہ کا رخ کروں گا اور اس کی بھی حالت بطرہ جیسی بناؤں گا- پھر دیکھتا ہوں معتصم کیسے ردعمل کا اظہار کرتا ہے-

نوفل بن میخائیل جب خاموش ہوا تب ایک دوسرا مخبر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا-

مالک! ان دنوں مسلمانوں کے امیر المومنین معتصم کی طاقت اور قوت بکھری ہوئی ہے- لشکر جا بجا پھیلے ہوئے ہیں- اس کا سپہ سالار اعلیٰ افشین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس وقت آذربائیجان اور آرمینیا کی سرحدوں پر ہے- بابک خرمی کا وہ خاتمہ کر چکا ہے- بابک خرمی گرفتار ہو کر سامرہ پہنچا- اس کا اور اس کے بھائی کا خاتمہ کرا دیا گیا ہے- اور بابک خرمی کو ختم کرنے کی خوشی میں معتصم نے افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم مقرر کر دیا ہے- افشین کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر ہے- اس طرح لشکر کا کافی حصہ تو سامرہ سے باہر افشین کے ساتھ ہے-

باقی رہے مسلمانوں کے دو بڑے سالار ایتاخ اور اشناس تو وہ شامی سرحدوں پر ہی پڑاؤ کئے ہوئے تھے لیکن جونہی پیٹرک جوہن نے آرمینیا کی سرحدوں پر حملہ کیا وہ اس کی روک تھام کے لئے شمال کی جانب جا چکے ہیں- اب شامی سرحد بالکل خالی ہے- معتصم سامرہ میں ہے- اب اس کے پاس جو بڑے سالار ہیں وہ عجیف بن عنبسہ عمر فرغانی' بغا کبیر اور سپہ سالار اعلیٰ ابو اسحاق بن یحییٰ ہے جو ردعمل کے طور پر ہماری طرف رخ کر سکتا ہے لیکن جو لشکر اس وقت سامرہ میں ہے- اسے لے کر اگر وہ یہاں آتا ہے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا-

جہاں تک افشین کا تعلق ہے وہ ابھی دور افتادہ سرزمینوں میں ہے اور یہاں پہنچ کر ہمارے مقابل نہ آ سکے گا- جہاں تک ایتاخ اور اشناس کا تعلق ہے- تو وہ یقیناً ہمارے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کے ساتھ الجھے ہوئے ہوں گے اور پیٹرک جوہن انہیں نہ بھاگنے دے گا نہ اپنے اوپر غالب

آنے دے گا- میرے خیال میں پیٹرک انہیں ایسی شکست دے گا جو ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان فراہم کرے گی-

اپنے مخبروں کی اس گفتگو سے نوفل بن میخائیل کو مزید حوصلہ اور جرأت و ہمت ملی تھی- وہ اپنے کام کی ابتداء دیر سے کر رہا تھا اس لئے کہ جب بابک خرمی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتداء کر رہا تھا تو اس نے اپنی ابتداء سے متعلق نوفل بن میخائیل کو پیغام بھجوا دیا تھا- کہ معتصم اپنی تمام عسکری طاقت کے ساتھ اس کے مقابلے پر اتر آیا ہے- لہذا سامرہ و بغداد سمیت تمام صوبے اس وقت لشکریوں سے خالی پڑے ہیں- اور اگر نوفل بن میخائیل مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو اس کو اس سے بہتر کوئی دوسرا موقع مسلمانوں کو تباہ کرنے کا نہ ملے گا-

بابک کا مدعا یہ تھا کہ اگر نوفل بن میخائیل نے حملہ کر دیا تو مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور اس پر دباؤ کم ہو جائے گا لیکن بابک کی بدبختی کہ زیادہ عرصہ تک وہ مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور گرفتار ہو کے مارا گیا- اب جو نوفل بن میخائیل نے اپنے کام کی ابتدا کی تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ مسلمانوں کے علاقے میں داخل ہوا-

سب سے پہلے نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے شہر زبطرہ پر رات کے وقت حملہ کیا- یہ ایسا جان لیوا شب خون تھا کہ کوئی شہر کی حفاظت نہ کر سکا- شہر کا ایک چھوٹا سا محافظ لشکر تھا- جو حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کر سکا- شہر پر نوفل بن میخائیل کا قبضہ ہو گیا اور وہاں کے مردوں کو جو مقابلے پر آئے تھے قتل کر ڈالا گیا- عورتوں، بچوں کو گرفتار کر لیا گیا- اس کے بعد نوفل بن میخائیل نے اپنے لشکر کے ساتھ دوسرے بڑے سرحدی شہر ملطیہ کی طرف توجہ کی- اور وہاں بھی وہی طرز عمل اختیار کیا جو کھیل اس نے زبطرہ شہر میں کھیلا تھا-

مسلمانوں کے دونوں شہروں کو تباہ و برباد کرنے اور بہت سے مسلمانوں کا قتل عام اور کچھ کو اسیر بنانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نوفل بن میخائیل پیچھے ہٹ گیا تھا- شاید وہ معتصم کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا- ربیع الثانی کی ۲۹ (انتیس) تاریخ کو معتصم کو اس کے مخبروں نے اپنے سرحدی شہر زبطرہ اور ملطیہ کے مفتوح اور برباد ہونے کی خبر پہنچائی- جس مخبر نے معتصم کو ان دونوں شہروں کی تباہی و بربادی کی خبر پہنچائی اس نے معتصم پر یہ بھی انکشاف کیا کہ جس وقت دونوں شہروں کو برباد کرنے کے بعد بہت سی عورتوں کو گرفتار کر کے رومن کشاں کشاں لئے جاتے تھے- اس موقع پر جس

طرح راجہ داہر کے ہاتھوں لٹنے والی عورتوں میں سے ایک نے خداوند قدوس کے بعد حجاج بن یوسف کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا- اسی طرح ایک عورت نے بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کے بعد معتصم کا نام لے کر اسے مدد کے لئے پکارا تھا-

یہ خبر جب مخبر کے ذریعے معتصم کو ملی تو وہ بلند آواز میں لبیک لبیک کہتا ہوا اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا- سب سے پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ کہ ایک لشکر دے کر ہراول دستے کے طور پر عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو سرحدوں کی طرف روانہ کیا تا کہ زبطرہ اور ملطیہ کے لٹے پٹے لوگوں کی ڈھارس بندھائیں- آنے والے قاصد نے یہ بھی انکشاف کر دیا کہ ایتاخ اور اشناس دونوں آذربائیجان کے سرحدوں پر پیٹرک جوہن کے ساتھ برسرپیکار ہیں- یہ صورتحال یقیناً معتصم کے لئے ناقابل برداشت تھی-

لہذا ایک لشکر کے ساتھ سب سے پہلے اس نے عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی کو تو روانہ کر دیا- پھر تیز رفتار قاصد اس نے ایتاخ کی طرف بھجوائے کہ جو بھی صورت حال ہو اسے ترک کر کے فوراً شامی سرحدوں کا رخ کرے- اس کے علاوہ فی الفور ایک اور لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے معتصم بذات خود بڑی برق رفتاری سے شامی سرحدوں کا رخ کر رہا تھا-

معتصم جب سرحدوں پر پہنچا تو سب سے پہلے اس نے زبطرہ اور ملطیہ شہروں کی تباہی و بربادی کا جائزہ لیا- اس کی آمد تک عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی وہاں کے لوگوں کو کافی حد تک ڈھارس دیتے ہوئے آباد کر چکے تھے لوگوں کے گھروں کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا-

جس طرح اناطولیہ کے میدانوں میں نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے پہلے اپنے مخبروں سے پوچھا تھا کہ مسلمانوں کے کون سے دو اہم شہر ہیں اسی طرح معتصم نے بھی کارروائی کی- اس لئے کہ نوفل بن میخائیل کی ساری گفتگو سے مخبر اسے مطلع کر چکے تھے- اس نے بھی اپنے طلایہ گردوں سے پوچھا کہ رومنوں کا نزدیک ترین اہم ترین شہر کون سا ہے-

اس پر مخبروں نے اطلاع دی کہ رومنوں کا اہم ترین شہر عموریہ ہے اور یہ وہ شہر ہے جہاں رومنوں کا موجودہ شہنشاہ نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا-

اس انکشاف پر معتصم بے حد خوش ہوا- زبطرہ اور ملطیہ شہر سے ہٹ کر وہ سرحدوں پر آیا-

عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی اس کے ساتھ تھے- وہاں آ کر ابھی معتصم خیمہ زن ہی ہوا تھا کہ مخبروں نے اسے اطلاع کی کہ آرمینیا کی سرحدوں پر ایتاخ اور اشناس نے نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو بدترین شکست دی ہے- اور پیٹرک بھاگ کر اناطولیہ کے میدانوں میں نوفل بن میخائیل سے جاملا ہے- ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ امیر المومنین کے لشکر کا ہی رخ کیے ہوئے ہیں-

معتصم ابھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شامی سرحدوں پر پہنچا ہی نہ تھا کہ نوفل بن میخائیل کو اس کے نقیبوں نے اطلاع کی کہ آذر بائیجان اور آرمینیا سے ہوتا ہوا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ افشین رومنوں کے علاقوں میں داخل ہو کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا-

یہ اطلاع یقیناً نوفل بن میخائیل کے لئے دل شکنی کا باعث تھی- اس وقت اس نے اپنے سارے لشکریوں کے ساتھ طرسوس کے مقام پر قیام کیا ہوا تھا اور اس کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن ایتاخ اور اشناس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس سے آن ملا تھا-

پیٹرک کو اس سے پہلے ہی چونکہ ایتاخ اور اشناس کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہو چکا تھا- لہٰذا نوفل بن میخائیل نے خود افشین کی راہ روکنے کا عزم کیا- اس نے صرف طولک کو اپنے ہمراہ لیا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آرمینیا کا رخ کیا تاکہ افشین کی راہ روکے- لشکر کا باقی حصہ پیٹرک' برداس اور فرزون کی سرکردگی میں طرسوس کے مقام پر ہی رہا- کوچ کرتے ہوئے نوفل بن میخائیل نے پیٹرک کو حکم دے دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل نہ ہوں- جہاں ہیں وہیں پڑاؤ کیے رہیں- مسلمان اگر کسی ردعمل کا اظہار کرتے ہیں- تو انہیں کچل کے رکھ دیں-

معتصم کو بھی یہ خبریں مل چکی تھیں- اتنی دیر تک ایتاخ اور اشناس بھی اس سے آن ملے تھے- شاید معتصم کو ان دونوں ہی کے آنے کا انتظار تھا- جونہی وہ اس کے پاس پہنچے معتصم نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا- اس نے طرسوس کا رخ کیا- جہاں پیٹرک جوہن' برداس اور فرزون ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے-

دشمن کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے میں معتصم تاخیر نہیں چاہتا تھا- جونہی وہ رومنوں کے لشکر کے سامنے آیا- پڑاؤ کی حالت درست کرنے کے بعد اس نے لشکر کی صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا- جس وقت لشکر کی صفیں درست ہو رہی تھیں- معتصم نے ایتاخ' عجیف بن عنبسہ' اشناس

اور جعفر بن دینار کو طلب کیا- جب یہ سالار اس کے سامنے آئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے معتصم کہنے لگا-

میں لشکر کی ترتیب تم پر چھوڑتا ہوں جو فیصلہ تم مل کر کرو گے وہ میرے لئے قابل قبول ہو گا-

ایتاخ' عجیف بن عنبسہ' اشناس اور جعفر بن دینار نے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر ایتاخ معتصم کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

امیر! ہم سب نے ایک فیصلہ کیا ہے- اگر آپ اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو ہماری خوشی کا باعث ہو گی- آپ لشکر کے قلب میں رہیں- عجیف بن عنبسہ آپ کے ساتھ ہو گا- میمنہ میرے پاس رہنے دیں- میسرہ جعفر بن دینار کی کمانداری میں ہو گا- اشناس میرے ساتھ نہیں رہے گا- لشکر کا ایک حصہ اس کے لئے مختص کر دیا جائے گا اور وہ مقدمتہ الجیش کا کام سرانجام دے گا- اور لشکر کے جس حصے میں بھی دشمن کے مقابلے میں کمزوری یا ذرا برابر بھی پسپائی کے آثار نمودار ہوں گے- اشناس فوراً اس کی مدد کو پہنچے گا- اور اپنے لشکر کے اس حصے کو سنبھالا دینے کی کوشش کرے گا-

معتصم نے لشکریوں کی اس ترتیب کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق صفیں درست کی جانے لگی تھیں- دوسری جانب رومنوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک نے بھی لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی- وسطی حصے میں وہ خود رہا- میمنہ پر اس نے فرزون کو میسرہ پر اس نے برداس کو مقرر کیا تھا- اس نے بھی لشکر کا ایک چوتھا حصہ ترتیب دیا تھا اور اس کے ذمے دو کام لگائے تھے کہ اول تو چوتھا حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرے گا اور جہاں کہیں بھی کمزوری کے آثار نمودار ہوں وہاں پہنچ کر اپنے لشکریوں کی مدد کرے گا اس طرح جب دونوں لشکریوں کی ترتیب درست ہو گئی تب معتصم نے اپنے لشکر کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا تھا- یہ حکم ملتے ہی لشکر کے اندر فلک شگاف تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئی تھیں- اس کے ساتھ ہی معتصم نے پیش قدمی شروع کی تھی- اس موقع پر اس کی آنکھوں کے بازاروں میں بپھرے ساون اس کے چہرے پر امڈتے انتقامی جذبوں میں سلگتی ریت کی حدت تھی- پھر وقت کی آنکھ' آسمان کی بصارت نے دیکھا معتصم اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ لفظوں کے الجھے ریشم اور وقت کی لاکھوں گرہوں کو اپنی ایک ہی نظر میں کھول دینے والی روح کی سچائیوں اور جیون کے رازوں میں ہر خواب و خیال کے سرنامے پر ان گنت بے قرار قیامتیں برپا کر

دینے والے سنگ وخشت برساتے عزائم اور عذاب بھرے سحابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جواب میں پیٹرک بھی اپنے دونوں ساتھی جرنیلوں کے ساتھ مسلمانوں پر نفرت کے بیج بوتی کالی روحوں' خزاں کے عذاب اور اوڑھے سرما کے کرودھ بھرے جھکڑوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سورج اس وقت اپنی خودداری وخود آگاہی کی ردا اوڑھے نصف النہار پر چمکتے ہوئے زمین پر رونما ہونے والے نئے انقلاب کا جائزہ لے رہا تھا۔ موت نفرت کے کبادوں میں ہر معزز کو پیچ کرتے ہوئے زندگی کے سکوں کی کھنک کو خونی نوحوں میں تبدیل کرنے لگی تھی۔

عین اس وقت جب کہ ایتاخ اپنے میمنہ کے ساتھ رومنوں کے میسرہ پر ارادوں کی گرہیں کھولنے والے آندھیوں کے پیش خیموں اور من کی جوت اور خوشیوں کی کہانی کی تہوں تک میں ریت کی سسکیاں بھر دینے والی بھوکی خونی جبلتوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا اور اگلی چند صفوں کو اس نے تہس نہس کرتے ہوئے کسی حد تک ان کی ترتیب بھی خراب کر دی تھی۔ اشناس حرکت میں آیا۔

اشناس ابھی تک اپنے مقدمتہ الجیش کے ساتھ کسی شاہین کی طرح گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا اور مناسب موقع کے انتظار میں تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھی ایتاخ نے اپنے میمنہ کے ساتھ دشمن کے میسرہ کے اندر اپنی فتح کے در کھولنے شروع کر دیئے ہیں تب اس نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی۔

اشناس نے یہ بھی دیکھا کہ رومنوں کے میسرہ کی کمانداری نوفل بن میخائیل کا برادر نسبتی برداس کر رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایتاخ کا ٹکراؤ براہ راست برداس سے ہو رہا تھا۔ اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے اشناس نے پہلے اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے حبس زدہ سوچوں میں جیون کے ساگر ابل پڑے ہوں۔ اس کی ان تکبیروں کے جواب میں ایتاخ نے بھی جواب دیتے ہوئے ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں گویا اندھے کالے غاروں کے اندر آندھیوں کے کاروان تازیانے برسانے لگے ہوں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اشناس دشمن کے میسرہ پر رنج کے اڑتے بادلوں اور بیدار ہوتے گھنے عذابوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اپنے سامنے آنے والی دشمن کی صفوں کو اشناس نے اس طرح رگیدنا شروع کر دیا تھا جیسے خونخوار تیندوے اچانک اپنے سامنے آنے والی لومڑیوں کو بھبھوڑ اور جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

ایتاخ کے مقابلے میں برداس کے لشکر میں پہلے ہی کمزوری کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ اب ہو اسی حصے پر اشناس نے بھی ضرب لگائی تب برداس کے سارے لشکر کی تنظیم درہم برہم ہو کے رہ گئی گلی صفیں ماری کچلی گئیں۔ پچھلی صفوں کی تنظیم خراب ہو گئی۔ اس کے لشکر کی تعداد بھی بڑی تیزی سے کم ہونے لگی تھی۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے پیٹرک جوہن کے اشارے پر اس کے اپنے لشکر کے ہے سے بھی کچھ لشکری برداس کی مدد کے لئے حرکت میں آ گئے تھے اور اپنے حصے کے لشکر کی کمی پوری کرنے کے لئے کچھ لشکری فرزون کے لشکر کے حصے سے بھی قلب کا رخ کر رہے تھے۔ اس طرح گویا پیٹرک جوہن کے تینوں لشکروں کی تنظیم متاثر ہوئی تھی۔

برداس کا لشکر تو پہلے ہی درہم برہم ہو گیا تھا اور پیٹرک جوہن کی طرف سے نئے لشکری آنے کے باوجود اس کا لشکر ایتاخ اور اشناس کے جان لیوا حملوں کے سامنے جم نہ سکا دوسری جانب جب کچھ لشکری پیٹرک کے حصے سے برداس کی طرف گئے اور اس کے بعد کچھ مزید لشکری فرزون کے ہے سے پیٹرک کے حصے کی طرف منتقل ہوئے تب پورے لشکر کے اندر ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ واہیں ابھرنے لگیں کہ شاید مسلمانوں نے ان کے لشکر کے کسی حصے کو زیر کر لیا ہے۔ اور اس حصے کی دد کے لئے باقی دونوں حصوں سے کمک روانہ کی جا رہی ہے۔ یہ خبر پھیلتے ہی پیٹرک جوہن کے رے لشکر میں ایک طرح کی بد دلی اور حوصلہ شکنی کی لہریں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

پیٹرک جوہن اپنے دونوں ساتھی جرنیلوں کے ساتھ بمشکل سہ پہر تک معتصم اور اس کے سالاروں کا مقابلہ کر سکا۔ جب اس کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونے لگی اور مسلمانوں کی طرف سے اس پر دباؤ بھی ناقابل برداشت ہو گیا تب اس نے اپنے لشکر میں پسپائی کے بگل جائے۔ بگل بجتے ہی پیٹرک کی ہدایت کے مطابق سارے کا سارا متحدہ لشکر پسپا ہوا۔ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کو اسی حالت میں چھوڑتے ہوئے وہ اپنے بڑے اور اہم شہر عموریہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔

معتصم نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ کچھ دور تک پیٹرک کا تعاقب کیا۔ پھر لوٹ کر اپنے شکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ لیا گیا۔ جب خیموں کی دیکھ بھال کی جا چکی اور معتصم اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ تاخ نے معتصم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں دشمن کے خلاف ایک اور کارروائی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس میں میں کامیاب رہا تو ہمارے مقابلے میں دشمن کی طاقت اور قوت کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔

معتصم نے بڑے توصیفی انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھا پھر شفقت بھرے لہجے میں کہنے لگا

ایتاخ! کھل کے کہو میرے بیٹے! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

امیر! آپ دیکھتے ہیں رومنوں کا بادشاہ نوفل بن میخائیل افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے آرمینیا کی طرف گیا ہوا ہے۔ افشین کے ساتھ اس کا قریبی عزیز اور رشتے دار منکو رہبی ہے جسے وہ اپنے نائب کی حیثیت سے استعمال کر رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشین کے مقابلے میں نوفل بن میخائیل کو شکست اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاں تک نوفل بن میخائیل کے دوسرے لشکریوں کا تعلق ہے تو وہ پیٹرک جوہن کی کمانداری میں ہم سے شکست فاش اٹھا کر انگورہ کی طرف بھاگ گئے ہیں ہم سے شکست کھانے والے پیٹرک کے یہ لشکری بڑی مشکل سے چند دنوں تک اپنے آپ کو سنبھال پائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے خلاف کسی نئی جنگ کے لئے تیار ہو سکیں گے۔ اس دوران میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں جس لشکر نے میری کمان داری میں کام کیا ہے۔ اسے لے کر میں رومنوں کے شہر انگورہ کا رخ کروں۔ انگورہ اور اس کے اطراف کا نواحی علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں انگورہ میں رومنوں کا جو محافظ لشکر ہے اسے شکست دے کر انگورہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اگر انگورہ پر ہمارا قبضہ ہو جاتا ہے اور ہمارے ہاتھوں اس شہر کی فتح کی خبریں رومنوں تک پہنچتی ہیں تو یاد رکھئے گا رومنوں پر ایک طرح سے دل شکنی سی طاری ہو جائے گی۔ اور وہ آئندہ جنگوں میں ہمارے سامنے آتے ہوئے بددلی کا شکار رہیں گے اور اس طرح رومنوں پر آخری ضرب لگانا ہمارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھے انگورہ پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں انگورہ پر چڑھائی کرتے ہوئے اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی کوشش نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنے لشکریوں کا کوئی نقصان ہونے دوں گا۔ انگورہ میں اس وقت کوئی بڑا لشکر نہیں جو شہر سے باہر مزاحمت کر سکے۔

نوفل بن میخائیل آرمینیا کی طرف ہے۔ اس کے تین بڑے سالار ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد انگورہ کی طرف بھاگ چکے ہیں اگر میں انگورہ کا رخ کرتا ہوں تو شہر سے باہر نکل کر

کوئی بھی لشکر میرا مقابلہ نہیں کرے گا۔ رات کے وقت خداوند نے چاہا تو میں شہر پر شب خون ماروں گا' شہر میں داخل ہوں گا شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے۔ اس کا قلع قمع کرنے کے بعد میں باآسانی شہر پر قبضہ کر لوں گا۔

انگورہ پر میرے حملہ آور ہونے سے دو ردعمل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔

اول یہ کہ انگورہ پر میرے حملے کی خبر سن کر نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ کر انگورہ کا رخ کر سکتا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اگر کرے گا تو افشین اس کے تعاقب میں لگ جائے گا۔ ایسی صورت میں کبھی بھی نوفل بن میخائیل انگورہ کا رخ نہیں کرے گا بلکہ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے وہ عموریہ شہر کی طرف جائے گا جہاں اس کے سارے سالار ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد پڑاؤ کر گئے ہوں گے۔

دوسرا ردعمل یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ انگورہ کی فتح کی خبر سن کر رومنوں کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے انگورہ کی طرف پیش قدمی کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ اشناس کو میری طرف روانہ کر دیجئے گا مجھے امید ہے کہ ہم دونوں مل کر پیٹرک سے خوب نمٹیں گے اور اگر پیٹرک کے ساتھ برداس اور تیسرا جرنیل فرزون بھی انگورہ کا رخ کرتے ہیں تو پھر آپ بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ انگورہ کی طرف کوچ کر لیں اس لئے کہ ہمارے شامی علاقوں کو ایسی صورت میں رومنوں کی طرف سے حملہ کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ وہ اس لئے کہ سارے رومن لشکر ہمارے ساتھ الجھنے کے لئے انگورہ کا رخ کر چکے ہوں گے۔

ایتاخ کے خاموش ہونے پر معتصم تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر بڑے شفقت آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایتاخ جو تجویز تم نے پیش کی ہے بڑی اچھی ہے اور ہمارے حق میں سودمند بھی ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ میں تم اکیلے کو انگورہ شہر فتح کرنے کے لئے روانہ کروں یقیناً وہاں دشمن نے شہر کی حفاظت کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہوگا۔ اس کے علاوہ انگورہ کا حفاظتی لشکر نوفل بن میخائیل یا اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن سے مدد بھی طلب کر سکتا ہے اور یہ دونوں انگورہ شہر کی حفاظت کے لئے اپنے لشکریوں کے کچھ حصے بھی روانہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا تمہارے لئے مشکلات نہ اٹھ کھڑی ہوں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے اس

سارے لشکر کے ساتھ ہم یہاں سے انگورہ کا رخ کریں۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد عموریہ کا رخ کریں وہاں پیٹرک جوہن اپنے لشکر کو ترتیب دے چکا ہوگا۔ ایک بار پھر اسے شکست دے کر میں عموریہ کو فتح کر کے اس میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور اس شہر کو آگ لگا دینا چاہتا ہوں جہاں رومنوں کا حکمران نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

امیر المومنین میں جانتا ہوں جو تجویز آپ پیش کر رہے ہیں یہ آپ کے دل کی آواز نہیں یہ سب آپ میری سلامتی' میری بھلائی کے لئے کر رہے ہیں ورنہ اگر ہم سب اپنے پورے کے پورے لشکر کو لے کر سرحدوں سے انگورہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے کچھ کرتے ہیں تو ہماری غیر موجودگی میں پیٹرک جوہن پھر ان علاقوں کا رخ کرے گا اور ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر بستیوں کو لوٹے گا اور گذشتہ جنگوں میں جو اس کا نقصان ہوا ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ہم اسے ایسا موقع نہیں دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ امیر المومنین اس وقت مجھ اکیلے کا ہی انگورہ جانا بہتر اور سود مند ہے۔ آپ یہ بھی نہ کہئے گا کہ میں اشناس کو ساتھ لے جاؤں۔ ٹھیک ہے اشناس دشمن کے خلاف جنگی چالوں میں میرا بڑا راز دار ہے اور میرے اشاروں کو بھی خوب سمجھتا ہے لیکن اشناس کی آپ کو ضرورت پڑے گی۔ پیٹرک جوہن اپنے لشکر کی حالت بہتر بنانے کے بعد مزید لشکریوں کو اپنے ساتھ ملا کے پھر قسمت آزمانے اور اپنی گذشتہ جنگوں کا بدلہ لینے کے لئے آپ کے سامنے آسکتا ہے۔ ایسی صورت میں کم از کم اس کی راہ تو روک سکتے ہیں اور اگر ہم سب نے انگورہ کا رخ کر لیا اور یہاں کوئی نہ رہا تو پھر یاد رکھئے گا پیٹرک جوہن مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوگا اور تباہی و بربادی کا نہ ختم ہونے والا کھیل شروع کر دے گا۔ لہذا اس وقت مجھ اکیلے ہی کو انگورہ شہر کا رخ کرنا چاہئے۔ امیر المومنین! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ اپنے لشکر کا نقصان نہیں ہونے دوں گا اور انگورہ شہر بھی خداوند نے چاہا تو فتح کر لوں گا۔

معتصم نے بالآخر ایتاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ معتصم' اشناس' عجیف بن عنبسہ اور جعفر بن دینار اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کئے رہے جبکہ ایتاخ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ انگورہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔

ازل سے ابد تک بھاگتے لمحوں کو اپنے شانوں پر اٹھائے سلگتی رات ہر شئے کو گریز پا اور بے بصر کرتی دلوں کے دارالامان میں خوابوں کے دائرے بناتی اپنی منزل کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ اپنے رب کی عظمت کے قصیدے گاتے طیور اپنے گھونسلوں میں دبک چکے تھے۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا جیسے بھنور میں کشتیاں ڈوب گئی ہوں یا سوچ کی لہروں پر بہتے فرصت کے اذیت ناک لمحے دم توڑ چکے ہوں۔ انگورہ شہر رات کی تاریکی میں کسی دیمک زدہ آتش کدے کی طرح لگ رہا تھا۔ تاہم کبھی کبھی شہر کے اندر سے کھنکتی چوڑیوں یا مکتب میں بجتی گھنٹیوں جیسی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ کہر اوڑھے رات میں عارض گل شبنم سے نم آلود ہونا شروع ہو گئے تھے۔ انگورہ شہر کی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے رومن راہ طلب میں چلتے چلتے ٹوٹ جانے والے بیکار لمحوں اور اپنے اپنے گھونسلوں میں سمٹ سہم جانے والے طیور کی طرح برجوں کے اندر آرام فرما تھے۔

شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا۔ وہ بھی خواب سے بغل گیر تھا۔ فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر حفاظت کرنے والے لشکری یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اس قدر مسافت طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا کوئی لشکر رات کی گہری تاریکی میں انگورہ پر شب خون بھی مار سکتا ہے۔

وہ اس لئے بھی مطمئن تھے کہ ان کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ سے نکل کر اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھا۔ پھر ان کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کے علاوہ دوسرے تمام بڑے بڑے سالار اپنے اپنے عساکر کے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھے۔ لہذا انہیں کسی قسم کا شک اور شبہ تک نہ ہو سکتا تھا۔ کہ انگورہ شہر کے اردگرد بھی خطرات منڈلا سکتے ہیں۔

جب رات گہری ہو گئی تب ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ انگورہ شہر کی فصیلوں کے قریب پہنچا۔

آن کی آن میں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے رسیوں کی سیڑھیاں انگورہ شہر کی فصیل پر ڈال دی تھیں پھر بڑی تیزی کے ساتھ ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھ گیا تھا- فصیل کے محافظ ابھی تک گہری نیند سوئے ہوئے تھے- اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بالکل محفوظ خیال کرر ہے تھے- یہ سوچتے ہوئے کہ ان کا بادشاہ نوفل بن میخائیل اور ان کے سارے بڑے بڑے سالار ان کے گرد منڈلا رہے ہیں-

اپنے لشکر کے آدھے حصے کے ساتھ ایتاخ فصیل کے اوپر پھیل گیا پھر وہ رشتوں کی پہچان سے عاری سلگتی زیست کے مسلسل ظلم، جبر اور خوابوں کے تعاقب میں بھاگتے شام کے اندھیروں کے سیل کی طرح فصیل کے اوپر گہری نیند سوئے محافظوں پر وارد ہوا اور ان کا خاتمہ کر دیا- یہ کارروائی بغیر کسی شور ہنگامہ کے تکمیل پا گئی تھی- ایسا لگتا تھا جیسے فصیل کے اوپر کوئی جیالا نقیب نمودار ہوا ہو اور صحن مقتل میں اس نے ان گنت انسانوں کو منجمد لاشوں میں تبدیل کر دیا تھا-

فصیل کے اوپر اپنی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ ایتاخ نیچے اترا- اتنی دیر تک شہر کے کچھ لوگ جاگ چکے تھے- اور شور شرابہ اٹھ کھڑا ہوا تھا- شہر کے مستقر میں جو محافظ لشکر تھا وہ بھی بیدار ہو- اتنی دیر تک ایتاخ نے شہر پناہ کا وہ دروازہ کھول دیا تھا جس کے سامنے اس کے لشکر کا دوسرا حصہ منتظر تھا یوں ایتاخ کا سارے کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تھا-

شہر میں ہر طرف چیخ و پکار اٹھ کھڑی ہوئی تھی- لوگ شور کرر ہے تھے کہ دشمن شہر میں داخل ہو گیا ہے- اور فصیل کے اوپر ان کے جس قدر محافظ ہیں ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے- اس چیخ و پکار سے مستقر میں سوئے ہوئے سارے لشکری بیدار ہوئے شہر کے عام لوگ جو خوابوں کی وادیوں میں بے ہوشیوں کے غلبے تلے آنکھوں کی چلمنوں میں ناچتے خمار شب کی طرح نیند سے بغل گیر تھے- جب ان تک یہ خبر پہنچی کہ مسلمان حملہ آور شہر میں داخل ہو گئے ہیں تو ہر گھر میں ایک شور، ایک واویلا اٹھ کھڑا ہوا- لوگ اپنے گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں شور کرنے لگے تھے- مدد کے لئے پکارنے لگے تھے-

لوگوں کے شور کرنے پر مستقر میں جو محفوظ لشکر تھا وہ شہر پناہ کے اس دروازے کی طرف بڑھا جس طرف ایتاخ کا لشکر تھا- جونہی وہ لشکر اس کے نزدیک آیا- ایتاخ سلگا سلگا کر بجھا دینے والے بادل، آگ برساتے اجاڑ لمحوں اور زمین کے سینے میں دفن کر دینے والی فطرت کی اذیت ناکیوں کی

طرح رات کی گہری تاریکی میں ان پر حملہ آور ہو گیا تھا-

محافظ لشکر زیادہ دیر تک ایتاخ کے سامنے ٹھہر نہ سکا- ایتاخ نے مکمل طور پر ان کا صفایا کر دیا- شہر میں خاموشی طاری ہو گئی- اس لئے کہ شہریوں کو پتہ چل گیا تھا کہ شہر میں جس قدر ان کا لشکر ہے اس کو مسلمان حملہ آوروں نے تہہ تیغ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ہے- شہریوں میں چونکہ ایک طرح کی بے چینی تھی لہذا کچھ شہریوں سے رات کی تاریکی ہی میں ایتاخ نے رابطہ کیا اور شہر کے اندر منادی کرادی کہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو چکا ہے- کسی کو کوئی نقصان، کوئی گزند نہیں پہنچائی جائے گی- شہر کے رہنے والے بالکل محفوظ رہیں گے- تاہم جو لوگ مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے یا مسلمانوں کے خلاف کوئی شرارت کریں گے ان کی گردن کاٹنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا جائے گا-

جب گلی کوچوں میں یہ اعلان کر دیا گیا تب لوگ اپنی جگہ مطمئن ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کے اندر دبک گئے- رات کی تاریکی ہی میں ایتاخ نے شہر کو لاشوں سے بالکل صاف کرا دیا- اگلے روز کے سورج نے جب طلوع ہو کر انگورہ شہر کے اندر جھانکا تب ایتاخ اپنے قبضے اپنی گرفت کو مضبوط اور مستحکم کر چکا تھا اور شہر کے انتظامات مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا-

-----☆-----

دوسری جانب رومنوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو ہن کو خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ نے ان کی غیر موجودگی میں ان کے شہر انگورہ پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا ہے- یہ خبر رومنوں کے لئے بڑی روح فرسا تھی- ایک لحاظ سے مسلمان ان کے قلب میں خنجر گھونپنے میں کامیاب ہو گئے تھے- پیٹرک نے لشکر کا ایک حصہ بر داس کی کمانداری میں دے کر اس کو عموریہ کی حفاظت ہی کے لئے چھوڑا اور خود اس نے اپنے دوسرے سالار فرزون کو ساتھ لیا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے انگورہ کی طرف بڑھا تھا-

امیر المومنین معتصم کو بھی اس کے نقیب اس امر کی اطلاع دے چکے تھے کہ ایتاخ نے انگورہ شہر فتح کر لیا ہے- اور وہ شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہے- اسے یہ خبر بھی دے دی گئی تھی- کہ رومنوں کا سالار پیٹرک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ انگورہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی

کررہا ہے- یہ خبر ملتے ہی معتصم نے پورے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے انگورہ کی طرف کوچ کرلیا تھا-

پیٹرک جوہن اور فرزون کو جب اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا امیر المومنین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انگورہ کا رخ کئے ہوئے ہے تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی- پیٹرک جوہن تو پہلے ہی ایتاخ سے خوفزدہ تھا- اس لئے کہ آرمینیا کی سرحدوں پر ایتاخ اسے عبرت ناک اور ہولناک شکست دے چکا تھا- اب جو اس کے کانوں میں یہ خبر پڑی کہ ایتاخ کی مدد کے لئے معتصم بھی انگورہ کا رخ کئے ہوئے ہے تو پیٹرک جوہن انگورہ کی طرف جانے کی بجائے پلٹا اور اپنے لشکر کو لے کر عموریہ کی طرف چلا گیا-

انگورہ کے قریب پہنچ کر جب معتصم کو خبر ملی کہ پیٹرک انگورہ کی بجائے واپس عموریہ کی طرف چلا گیا ہے تو جہاں تک انگورہ کے قریب معتصم پہنچا تھا وہیں اس نے پڑاؤ کرلیا تھا-

-----☆-----

نوفل بن میخائیل جو بڑے لاؤلشکر کے ساتھ افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے آرمینیا کی طرف بڑھا تھا- افشین نے اسے ایسی بدترین شکست دی کہ جیسے پیٹرک کو ایتاخ نے دی تھی- افشین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نوفل بن میخائیل بھاگا پہلے اس کا ارادہ تھا کہ انگورہ میں جا کر محصور ہو جائے گا لیکن راستے میں جب اس کے طلایہ گروں نے خبر دی کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ نے انگورہ فتح کرلیا ہے تب نوفل کی پریشانیوں کی کوئی انتہا نہ رہی- انگورہ کی بجائے اس نے عموریہ کا رخ کیا اور اپنی رفتار اس نے پہلے سے کئی گنا بڑھا دی تھی تاکہ راستے میں مسلمانوں کا کوئی بھی لشکر اس پر حملہ آور ہو کر اس کے لئے مزید نقصان کا باعث نہ بنے- اس طرح نوفل بن میخائیل کے سارے لشکر عموریہ سے باہر متحد ہو گئے تھے-

اتنی دیر تک افشین بھی اپنے لشکر کے ساتھ معتصم سے آن ملا تھا- افشین کے آنے کے بعد اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ معتصم نے بھی انگورہ کے نواح سے عموریہ کی طرف کوچ کرلیا تھا-

اب صورتحال یہ تھی کہ معتصم اور اس کے سالار رومنوں کے علاقوں میں گھسے ہوئے تھے- عموریہ کے نواحی میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے- عموریہ وہ شہر تھا جہاں نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا- اور معتصم نے اس شہر کو برباد اور تباہ کرنے کا تہیہ کرلیا تھا-

نوفل بن میخائیل جنگ کی ابتدا کرنے میں جلد بازی سے کام لے رہا تھا شاید ایسا وہ اس لئے کر رہا تھا کہ کہیں اس کے سارے لشکریوں کو یہ خبر نہ ہو جائے کہ آرمینیا کی سرحدوں پر اسے افشین کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی ہے اور وہ مسلمانوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے عموریہ کی طرف آیا ہے- بہرحال دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے-

نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کے وسط میں رہا- اپنے ساتھ اس نے اپنے دو جرنیل فرزون اور طولک رکھے دائیں ہاتھ پر اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو اور بائیں طرف اپنے دوسرے بڑے جرنیل اور اپنے برادر نسبتی برداس کو رکھا تھا-

مسلمانوں کے لشکر کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ وسطی حصے میں معتصم خود رہا- اشناس کو اس نے میسرہ پر افشین کو اس نے میمنہ پر مقرر کیا تھا- باقی سالاروں کو معتصم نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا-

اپنے لشکر کی صفیں اور ترتیب درست کرنے کے بعد معتصم نے خود جنگ میں پہل کرنے کا تہیہ کرلیا تھا- صفیں درست ہوتے ہی اس کے اشارے پر اس کے سارے سالاروں اور لشکریوں نے کچھ ایسے انداز میں خداوند قدوس کی کبریائی کے نعرے بلند کئے- جیسے گونجتے گرجتے سحابوں کی چمک جسم کے جھوٹ سے روح کی سچائی تک مساموں سے دل کی تہوں تک اور سرد لہجوں کی اتھاہ تک اترتی چلی گئی ہو اس کے بعد اپنے پورے لشکر کے ساتھ معتصم نوفل بن میخائیل کے لشکر پر آرزو کی دھجیاں آڑاتی ہجر دسنگ کی ناگہانی برسات' خیالوں پر پہرہ' خواہشوں پر قدغن لگاتی اجنبی جزیروں کی مسافتوں اور ہر شئے کو بے جہت کر دینے والی گراں بار برق کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا-

دوسری جانب نوفل بن میخائیل نے بھی اپنی مساعی عمل کی ابتداء کی اور وہ بھی ظلم کو اپنی فطرت قتل کو اپنی عادت اور شر انگیزیوں کو اپنی خو بنا کی کالی روحوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا-

عموریہ شہر سے باہر کھلے میدانوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے انسانی ضمیر کر ریزہ ریزہ کرتی تلواریں میدان جنگ میں موت بانٹنے لگی تھیں- کاسئہ حیات میں مسکراتا وقت سکوں کی بجائے زہر آگیں نشتر پھینکنے لگا تھا- خواب اوڑھے نیلا آسمان خون میں لتھڑی زمین کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا فطرت کے عناصر اور کارکنان قضا و قدر فنا کے لرزاں رنگ فضا میں بکھیرنے لگے

تھے۔

جنگ جب اپنے زوروں پر تھی اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اچانک نوفل بن میخائیل کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف سے اس طرح تکبیریں بلند ہوئیں جیسے فطرت کی آغوش اور حصار ذات کے حجروں میں تحیر کے آسمان کھڑے کرتے سالک کے سفر کی جاں سپاری نے اپنا رنگ دکھا دیا ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک لشکر نمودار ہوا اور وہ لشکر نوفل بن میخائیل کے لشکر کے پہلو پر سکون کو برباد سپنوں کو سیاہ کر دینے والے زہر بھرے چیختے چلاتے بگولوں اور مرگ کے لاکھوں سندیسے دیتی بے روک طوفانی شدتوں اور بے یقینی میں بستیوں کو اجاڑ دینے والے آہنی عزائم کے شرر کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

حملہ آور ہونے والا یہ لشکر ایتاخ کا تھا۔ اور ایتاخ اپنے لشکر کے آگے آگے دشمن کے لشکر میں ذہن و دل کے دریچوں میں نغموں اور زمزموں کی لہروں اور جھوٹ کی مسافتوں میں سچائی کے اسم اعظم کی طرح گھستا چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں جنگ اپنے زوروں پر تھی کسی بھی لشکر کو اپنی شکست کا یا فتح کا احساس نہ تھا۔ لیکن اب پہلو کی طرف سے ایتاخ کے جان لیوا حملوں کے باعث پانسا پلٹنا شروع ہو گیا تھا اور نوفل بن میخائیل کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے سرد ہواؤں میں ٹھٹھرتے سونے مناظر، برہنہ پیڑوں، دلدلوں میں پھنسے وحشیوں، ژولیدہ ہونٹوں کی تشنگی اور تیزی سے پھیلتے بنجر پن جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سامنے کی طرف سے معتصم، اشناس، افشین، عجیف بن عنبسہ اور دیگر سالار رومنوں پر جان لیوا حملے کر رہے تھے۔ رومنوں کی اگلی صفوں کا حلیہ تک انہوں نے بگاڑ دیا تھا۔ پہلو کی طرف سے ایتاخ نے رومنوں کی پسلیوں کے اندر خنجر گھونپنا شروع کر دیئے تھے۔ اس دوطرفہ اذیت کو رومن زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ ذہنی طور پر انہوں نے اپنی شکست کو قبول کر لیا تھا۔ نوفل بن میخائیل نے جب دیکھا کہ مسلمان بڑی تیزی سے اس کے لشکریوں کو روندتے ہوئے اور ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرتے چلے جا رہے ہیں تب اس نے اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے بگل بجانے کا حکم دے دیا تھا۔ بگل بجتے ہی پسپائی شروع ہوئی۔ نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کو لے کر اناطولیہ کے میدانوں میں کسی اندھے اونٹ کی طرح بڑی تیزی سے قسطنطنیہ کی طرف

بھاگ رہا تھا۔

نوفل بن میخائیل کے بھاگ جانے کے بعد معتصم نے عموریہ کو فتح کر لیا۔ جو کھیل نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے شہر زبطرہ اور ملطیہ میں کھیلا تھا۔ ویسا ہی کھیل معتصم نے اس کے مولد عموریہ میں کھیلا تھا۔ نوفل بن میخائیل کے پڑاؤ اور عموریہ شہر کو اس نے اپنے لشکر کے ذریعے مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا تھا۔ یوں معتصم نے رومنوں کے بادشاہ نوفل بن میخائیل سے اس کے حملوں کا خوب انتقام لیا۔

چند روز تک عموریہ میں قیام کرنے کے بعد ایتاخ اور اشناس کو معتصم نے اپنی سرحدوں پر ہی چھوڑا تاکہ دونوں وہاں قیام کر کے زبطرہ اور ملطیہ دونوں شہروں کو از سر نو آباد کریں۔ خود وہ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سامرہ پہنچ کر ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہوا۔ وہ یہ کہ معتصم کو خبر ہو گئی کہ عجیف بن عنبسہ اور عمر فرغانی، عباس بن مامون کے ساتھ ساز باز کر کے اس کی جگہ عباس بن مامون کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ معتصم نے اس سازش کی تحقیق کی۔ جب پتہ چلا کہ یہ معاملہ سچ ہے تب معتصم نے عجیف بن عنبسہ، عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کو موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

ادھر ایتاخ اور اشناس نے بھی چند روز سرحدوں پر قیام کر کے زبطرہ اور ملطیہ شہر کو دوبارہ آباد کیا اور وہاں کے لوگوں کو آباد کرنے کے بعد وہ بھی سامرہ کی طرف چلے گئے تھے۔

معتصم نے گو افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا تھا لیکن نوفل بن میخائیل کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے افشین نے اپنی قریبی عزیز منکجور کو اپنی طرف سے آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا اور خود وہ سامرا میں رہنے لگا تھا- اس کی اطلاع اس نے معتصم کو بھی کر دی تھی- دراصل افشین جن سازشوں اور مکاریوں میں پڑا ہوا تھا- ان کی تکمیل آذربائیجان میں رہ کر نہ ہو سکتی تھی- سامرا میں رہتے ہوئے وہ اپنے کام کو مکمل کرنا چاہتا تھا-

گو اس نے اپنے سب سے بڑے حریف عجیف بن عنبسہ اور اس کے دونوں قریبی ساتھیوں عباس بن مامون اور عمر فرغانی کا خاتمہ کروا دیا تھا لیکن اب حالات اس کی بدبختی کی بھی ابتدا کرنے والے تھے-

ایک روز افشین اپنی حویلی کے ایک کمرے میں اپنے غلام داجس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ یہودی طبیب سورات اس کمرے میں داخل ہوا اور افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

آپ نے مجھے طلب کیا ہے؟

افشین منہ سے کچھ نہ بولا بس اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی- سوراب آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا- کچھ دیر خاموشی رہی پھر افشین نے سوراب کو مخاطب کیا-

سوراب میں تمہارا اور تمہاری دونوں ساتھی لڑکیوں کارداع اور دوما دونوں کا شکرگزار ہوں کہ تم نے کمال دانش مندی اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے عجیف بن عنبسہ کو بغاوت پر آمادہ کیا جس کے نتیجے میں اس کا ہی نہیں- مامون الرشید کے بیٹے عباس اور عمر فرغانی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور یہ تینوں میرے انتہا درجہ کے مخالف تھے-

اب میرے راستے میں سب سے بڑا روڑا اور رکاوٹ ایتاخ ہے- گو ایتاخ کے علاوہ اشناس

اور بغا کبیر بھی میرے بدترین دشمن ہیں لیکن اگر ایتاخ کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر اشناس اور بغا کبیر دونوں راکھ کا ڈھیر بن کے رہ جائیں گے- اس لئے کہ ایتاخ کے بغیر وہ دونوں کچھ نہیں کر سکتے- وہ اگر جسم ہیں تو ایتاخ ان کی زبان تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ جس طرح تم نے عجیف بن عنبسہ کے آس پاس رہتے ہوئے اس کے خلاف جال بنا یہی طریقہ کار اس ایتاخ کے خلاف بھی استعمال کرو- میں اسے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہوں- اس کا خاتمہ ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں میں اپنی من مانی کر سکتا ہوں وہ معتصم کا جنگی مشیر بھی ہے- معتصم ہر کام اس کے مشورے سے کرتا ہے- اگر اس کا خاتمہ ہو جائے تو اس کے بعد اسحٰق بن یحییٰ رہتا ہے انسے میں کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا- کہو اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟

افشین جب خاموش ہوا تب چند لمحوں تک بڑی سوچ بچار میں گم رہنے کے بعد سوراب بول پڑا-

افشین! میرے محترم! یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے- جہاں تک عجیف بن عنبسہ کا تعلق تھا تو وہ بڑا بھولا بھالا سا ایک بدو تھا ہماری بات ماننے پر فوراً تیار ہو جاتا تھا- ایتاخ کا بھی میں جائزہ لے چکا ہوں- یہ سنتا سب کی ہے مگر کرتا اپنی ہے- تاہم میں کوشش کروں گا کہ اسے اسی سانچے میں ڈھال سکوں جس میں میں نے عجیف بن عنبسہ کو ڈھالا تھا- لیکن یہ کام انتہائی مشکل لگتا ہے-

افشین مسکرایا اور کہنے لگا-

سوراب تمہارے پاس دو ایسے ہتھیار ہیں جن کے سامنے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے- اور ناممکن بھی ممکن ہو کے رہ جاتا ہے- ان میں سے پہلا ہتھیار تو عورت ہے- عورت اگر چاہے تو شب کی تیرگی کو دن کی تابندگی میں تبدیل کر دے ظلم کی رات کو سحر میں موت کے شکنجے میں ماتم کرتے الفاظ کو ابدیت کی راہوں پر رقص کرتے وسعت حیات کے رنگوں اور جھلمل کرتے سخن کے ماہتابوں میں تبدیل کر دے- عورت چاہے تو آب سادہ کو زہرناک کر دے عورت کی مرضی ہو تو وہ نور دانش کو شرر آلودہ ریزوں اور قلم کی خوں ریزی کو زمردی قرنزی رنگوں اور تخریب کی پیاس کو طفلانہ سادگی بھری مسکراہٹ میں بدل کر رکھ دے- جہاں تک عورت کے بے پناہ حسن کا تعلق ہے- وہ اس کا جمال جب اور جس وقت چاہے گلیم فکر کی شکنوں کی تمکنت تک کو حرص و ہوس کے حال میں

تبدیل کر دے جب چاہے چنا کے پھولوں کو خوشبو بھرے غنچوں، ہچکیوں کے بھونچال کو مسکراہٹوں کے جلال اور خاموشی کے انت نگر کو لاہوت کی رفعتوں تک پہنچا دے۔

افشین رکا مسکرایا پھر سوراب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

سوراب! تمہارے پاس دوما اور رداع کی صورت میں یہ دونوں ایسی لڑکیاں ہیں جن کے پاس جسمانی کشش کے علاوہ بے پناہ حسن بھی ہے۔ ان دونوں ہتھیاروں کو استعمال کرتے ہوئے تم ایتاخ جیسے شخص کو اپنے سامنے زیر اور نگین نہیں کر سکتے۔ جس نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ جواب میں سوراب مسکرایا اور کہنے لگا۔

بات تو آپ نے بڑی معقول کی ہے۔ بہر حال میں ان دونوں ہتھیاروں کو ایتاخ پر آزمانے کی کوشش کروں گا۔ اور پھر جو نتیجہ سامنے آئے گا اس سے آپ کو آگاہ بھی کروں گا۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں جاؤں۔

افشین نے جب اسے سر ہلاتے ہوئے جانے کی اجازت دی تو تب سوراب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

نوفل بن میخائیل نے چونکہ ایتاخ کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی۔ لہذا ایتاخ کو بتائے بغیر معتصم نے اس کی حفاظت کے لئے کچھ مسلح جوانوں کو مقرر کر دیا تھا۔ جو آتے جاتے ہی نہیں حویلی کے قیام کے دوران بھی اس کی حفاظت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے تھے۔

ایک روز ایتاخ اپنی حویلی کے سامنے والے باغیچے میں کھجور کی چٹائی پر بیٹھا تھا کہ ایک مسلح جوان اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! طبیب سوراب اور اس کی دونوں بیٹیاں کسی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں وہ حویلی کے صدر دروازے پر کھڑے ہیں۔

ایتاخ نے جب انہیں بلانے کے لئے کہا تب وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس مسلح جوان کے ساتھ سوراب، دوما اور رداع اندر آئے تھے۔ آگے بڑھ کر تینوں نے بلند آواز میں ایتاخ سے سلام کیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایتاخ نے ان کا استقبال کیا۔ ایتاخ کے سامنے وہ تینوں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز سوراب نے کیا۔

امیر ایتاخ! اس سے پہلے ہم عجیف بن عنبسہ کے لشکر میں کام کرتے تھے۔ ہمارے لئے وہ بڑا

مہربان اور غمگسار تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اب جنگوں کا بھی کوئی سلسلہ نہیں ہے کہ ہم کہیں اپنے فرائض سرانجام دے سکیں۔ امیر! گزشتہ شب آپ کے متعلق میری بیٹی رداع اور دوما نے طویل گفتگو کی ہم تینوں کی گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ ان دنوں ہم بالکل بے کار ہیں۔ آپ کی حویلی ویران پڑی ہوئی ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو ہم تینوں آپ کی حویلی میں منتقل ہو جائیں۔ اس طرح ہم تینوں مل کر حویلی کی دیکھ بھال بھی کرتے رہیں گے اور دوما اور رداع دونوں آپ کے کھانے کے علاوہ آپ کی دوسری ضروریات کا بھی اہتمام کرتی رہیں گی۔

امیر! مجھے امید ہے کہ آپ......

سوراب مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایتاخ بول پڑا اور اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم سوراب! پہلے تو جو گفتگو آپ نے کی ہے اس کے لئے میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ آپ نے دو موضوع کھڑے کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ کی دونوں بیٹیاں میرے کھانے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھیں گے میں ایسا نہیں چاہتا اس لئے کہ اس سے پہلے اسحاق بن یحیٰی بھی کئی بار مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ میں ان کے ہاں کھانا کھا لیا کروں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اگر اب میں آپ لوگوں کو اس کام کے لئے اپنے پاس رکھتا ہوں تو اس طرح اسحاق بن یحیٰی کی دل شکنی ہو گی۔ لہذا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

دوسرا سوال آپ کا یہ اٹھتا ہے کہ آپ ان دنوں بے کار ہیں۔ تو اس کا میں اہتمام کر دیتا ہوں۔ جس حویلی میں آپ رہ رہے ہیں اسی میں آپ اپنا قیام رکھیں میں آج ہی سامرا کے شفاخانے کی طرف جاؤں گا اور اس کے ناظم سے کہوں گا کہ وہ آپ تینوں کو شفاخانے میں رکھ لے اس طرح وہاں جو مرد عورتیں مریض آتے ہیں۔ ان کی خدمت اور ان کا علاج کر کے آپ تینوں اپنے آپ کو مصروف رکھ سکتے ہیں میرے خیال میں محترم سوراب آپ نے جو کچھ کہا اس کا آپ کو جواب مل گیا ہو گا۔

جواب میں سوراب مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ حویلی کے صدر دروازے سے ایکاسیہ کی ماں قسطونہ اور عمیمہ دونوں داخل ہوئیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے سوراب نے دوما اور رداع کو مخصوص اشارہ کیا تینوں اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ایتاخ سے اجازت لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔
ان کے جانے کے بعد اسی چٹائی پر قسطونہ اور عمیمہ آ کے بیٹھ گئی تھیں۔ ان کی طرف بڑے غور سے

دیکھتے ہوئے-ایتاخ نے پوچھ لیا-

خیریت تو ہے؟

قسطونہ کچھ دیر سنجیدہ بیٹھی رہی پھر کہنے لگی-

بیٹے! خیریت تو ہے لیکن ایکاسیہ کی حالت نے مجھے پریشان کردیا ہے-ایتاخ بیٹے! اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آپ کو پسند بھی کرتی ہے اور آپ سے محبت بھی کرتی ہے-لیکن جب میں اس سے تمہاری شادی کی بات کرتی ہوں تو وہ بدک جاتی ہے- اس نے اپنے آپ کو انتہائی کمترین احساسات میں ڈبو لیا ہے- اس نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالی ہے کہ وہ آپ کے قابل نہیں رہی- بے آبرو ہونے کے بعد وہ ذلیل اور ایک بے کار لڑکی کی صورت اختیار کر گئی ہے- اس کا کہنا ہے کہ اگر میں ایتاخ سے شادی کرلوں تو اس کی وجہ سے ایتاخ کی محترم ذات بھی داغدار ہو کے رہ جائے گی-لہذا اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں ایتاخ سے محبت ضرور کروں گی چاہوں گی لیکن ان کی بیوی نہیں بنوں گی-''

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایتاخ میرے بیٹے! میں، عمیمہ کے ابی اور ماں سب نے مل کر ایک ترکیب سوچی ہے اس پر تمہاری رضامندی کے بعد ہم عمل کرنا چاہتے ہیں-

ایتاخ نے چونک جانے کے انداز میں قسطونہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

کیسی ترکیب؟

بیٹے! ہم سب مل کر یہ مشہورہ کرنا شروع کردیں گے کہ ایتاخ کے لئے رشتہ تلاش کیا جارہا ہے اور جب بھی کوئی لڑکی اسے پسند آ گئی اس کا بیاہ کر دیا جائے گا اور پھر چند ہی دن بعد یہ مشہور کیا جائے گا کہ ایک لڑکی جو سامرا کی رہنے والی ہے- بے پناہ خوب صورت اور پرکشش ہے- وہ ایتاخ کی زندگی کا ساتھی بننے پر آمادہ ہوگئی ہے میرے خیال میں جب ہم یہ حربہ استعمال کریں گے تو ایکاسیہ کے دل پر ایک چرکا ایک صدمہ سا لگے گا اس لئے کہ وہ تمہیں چاہتی ہے- پسند کرتی ہے- میرے خیال میں ایسا کرنے سے وہ ضرور آپ کی طرف مائل ہوگی نہیں چاہے گی کہ آپ کسی اور کی زندگی کا ساتھی بنیں بیٹے! اگر تمہاری رضامندی ہو تو ہم ایسا کریں-

اس وقت بھی ہم دونوں ایکاسیہ کو بتا کے نہیں آئیں واپس جا کے جب وہ ہم سے پوچھے گی کہ ہم کہاں گئی تھیں تو ہم اسے کہیں گی کہ ہم ایتاخ کے لئے ایک لڑکی کو دیکھنے گئی ہوئی تھیں- پھر دیکھتے ہی وہ کس ردعمل کا اظہار کرتی ہے-

ایتاخ کھکھلا کر ہنس دیا کہنے لگا-

اس سلسلے میں آپ کو میری رضامندی لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی-ایکاسیہ کے معاملے میں جو کچھ بھی آپ کریں گی اس میں آپ کو میری رضامندی حاصل ہوگی-اس لئے کہ میں نے ایکاسیہ کو پسند کیا ہے-اس کے علاوہ میں کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گا-

ایتاخ کی اس گفتگو سے قسطونہ اور عمیمہ خوش ہوگئی تھیں پھر وہ کچھ دیر تک وہیں بیٹھ کر سوراب، دوما اور ررداع کے آنے سے متعلق گفتگو کرتے رہے-پھر اٹھ کر اپنی حویلی کی طرف واپس گئی تھیں-

قسطونہ اور عمیمہ دونوں جب حویلی کے صحن میں آئیں تب اندر سے بھاگنے کے انداز میں ایکاسیہ نکلی اپنی ماں قسطونہ اور عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی-

آپ دونوں کہاں گئی ہوئی تھیں- میں کافی دیر سے آپ لوگوں کو تلاش کر رہی تھی-قسطونہ نے جواب طلبی کے سے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا اس پر عمیمہ ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی-

ایکاسیہ میری بہن! اب جب کہ تم ایتاخ بھائی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر چکی ہو انہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی تو امیرالمومنین معتصم کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ ایتاخ کی شادی کا اہتمام کیا جائے- ان کے لئے ہم دو لڑکیوں کو دیکھنے گئی ہوئی تھیں- ان میں سے ایک لڑکی تو ہمیں بے حد پسند آئی- دوسری ذرا شکل کی اچھی نہیں تھی- ابھی تین چار اور لڑکیاں دیکھنی ہیں- اس کے بعد اس رشتے کو آخری شکل دی جائے گی-

عمیمہ کی اس گفتگو سے لمحہ بھر کے لئے ایکاسیہ کی حالت کوہساروں کی گود میں پھیلتے دھندلکوں میں شفق آتشی رنگ اور رشک وحسد احساسات نمایاں ہوگئے تھے- اس کے جلتے نینوں میں سپنوں کی تتلیاں لہرا گئی تھیں- تاہم جلد ہی اس نے اپنی اس نزاکت اور شدت پر قابو پالیا اور اپنی حالت اس نے کڑکتے کورے سفید جیسی کرلی تھی- پھر تھکے ماندے لہجے میں کہنے لگی-

میری زیست تو اپنی ذات کے لئے بھی باعث شرم ہو کے رہ گئی ہے- بہرحال امیرالمومنین معتصم نے بہترین فیصلہ کیا ہے- ایتاخ کا گھر ضرور آباد ہونا چاہئے-

قسطونہ اور عمیمہ نے ایکاسیہ کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا- چپ چاپ حویلی کے سکونتی حصے کی طرف بڑھ گئی تھیں- ایکاسیہ گردن جھکائے ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی-

عجیف بن عنبسہ' عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کے بعد افشین ایتاخ کے خلاف سازشوں کا جال بننے میں مصروف ہوگیا تھا- لیکن اس کی بدقسمتی کہ حالات اور وقت نے خود اس کے خلاف موت و مرگ کے جال بننا شروع کر دیئے تھے- ہوا کچھ یوں کہ-

طبرستان کا آتش پرست رئیس مازیار بن اسلامی حکومت کا خراج گزار تھا اور وہ خراسان کے مسلمان والی عبداللہ بن طاہر کے پاس خراج جمع کرایا کرتا تھا- عبداللہ بن طاہر کے مراسم ایتاخ کے ساتھ برادرانہ تھے- اور یہ بات مازیار کو اچھی نہ لگتی تھی- اس لئے کہ مازیار کے افشین کے ساتھ گہرے تعلقات اور روابطہ تھے-

ان کے سامنے رکھتے ہوئے مازیار نے خراسان کے حاکم عبداللہ بن طاہر کے پاس خراج جمع کرانے کی بجائے خراج کی رقم براہ راست سامرا بھجوانا شروع کر دی-

اس پر عبداللہ بن طاہر نے سختی سے مازیار کو تنبیہ کی کہ یہ رقم وہ براہ راست سامرا بھیجتا ہے وہاں سے پھر میرے پاس آتی ہے کیونکہ مجھے اس سے اپنے اخراجات پورے کرنا ہوتے ہیں لہذا وہ رقم سامرا کی بجائے مجھے بھجوایا کرے اس کے لئے امیر المومنین معتصم سے میں نے احکامات بھی حاصل کر لئے ہیں-

دوسرا معاملہ یہ ہوا کہ بابک خرمی کے ساتھ جنگوں کے زمانے میں معتصم نے افشین کو آزادانہ اخراجات کرنے کے لئے اختیار دے دیا تھا اور اس کے پاس معتصم کی طرف سے برابر ہر قسم کا ساز و سامان اور کمک پہنچتی رہتی تھی-

افشین اپنے لشکر کے لئے انتہائی کفایت شعاری کے ساتھ سامان اور رقم خرچ کرتا اور باقی تمام رقم اور سامان حرب و ضرب اپنے بیٹے حسن کے پاس ترکستان بھجواتا رہتا تا کہ جنگ کے سارے

وسائل وہاں جمع کر کے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی جائے اور ترکستان میں آتش پرستوں کی ایک آزاد حکومت قائم کی جائے-

حالات کی ستم ظریفی کہ جو سامان افشین کی طرف سے یعنی آذربائیجان سے ترکستان حسن کے پاس بھیجا جاتا تھا- وہ خراسان سے ہو کر گزرتا تھا- خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر کو جب معلوم ہوا کہ افشین اسلامی سلطنت کا سامان رسد' سامان حرب و ضرب اور بڑی بڑی رقوم اپنے وطن کو بھجواتا ہے تو اس کو کچھ شبہ ہوا اس نے ایک بار سامان لے جانے والے کو گرفتار کر لیا- اور تمام سامان اور نقدی چھین کر اپنے قبضے میں کر لی- اس سلسلے میں اس نے خط افشین کو لکھا اور تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے اس کی طرف بھجوایا جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ اس قدر سامان لئے ہوئے جا رہے تھے میں نے ان کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا ہے اور سامان اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا ہے- کیونکہ میں عنقریب اپنے ہمسایہ غیر مسلموں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں- اور اپنے علاقوں کو ان کی دست و برد سے محفوظ کرنا چاہتا ہوں اگرچہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم چور نہیں ہیں اور اپنے آپ کو آپ کا فرستادہ بتایا ہے لیکن ان کا یہ بیان قطعاً غلط اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ چور نہ ہوتے اور آپ کے بھیجے ہوئے ہوتے تو آپ مجھ کو ضرور اس بات کی اطلاع کرتے-

یہ خط جب افشین کو ملا تو افشین بڑا شرمندہ ہوا اور عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ وہ لوگ چور نہیں ہیں بلکہ میرے ہی فرستادہ ہیں-

عبداللہ بن طاہر نے افشین کا یہ خط پا کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا مگر سامان واپس نہیں کیا- اپنے پاس ہی رکھا-

لیکن عبداللہ بن طاہر خاموش نہیں بیٹھا- اس سارے معاملے کی اطلاع اس نے خفیہ طور پر اپنے چند بھروسے کے آدمیوں کے ذریعے معتصم کو بھجوادی- معتصم نے یہ اطلاع ملنے پر بظاہر کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا اس لئے کہ افشین کی خدمات اس کے سامنے تھیں-

حقیقت یہ تھی کہ افشین اپنی ریاست و سلطنت ترکستان میں قائم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ بہت پہلے سے تیاری کر رہا تھا- جب افشین بابک خرمی سے جنگ سے فارغ ہو کر سامرا

واپس آیا تو اس کو توقع تھی کہ خلیفہ معتصم اسے خراسان کی ولایت عطا کرے گا- اور اس طرح اسے بخوبی موقع مل جائے گا کہ وہ وہاں اپنی حکومت اور سلطنت کے لئے راہ ہموار کرے لیکن معتصم نے اس کو آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کر دیا اور افشین کی امیدوں کا خون ہو گیا-

اس کے بعد نوفل بن میخائیل کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا- افشین کو اس جنگ میں شریک ہونا پڑا اس ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے افشین نے فیصلہ کیا کہ سلطنت میں جگہ جگہ بغاوتوں اور سرکشیوں کا سلسلہ شروع کرا دے سب سے پہلے وہ چاہتا تھا کہ طبرستان کا رئیس بازیار اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کرے افشین کا خیال تھا کہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے معتصم یقیناً اسے روانہ کرے گا لہذا جب وہ طبرستان کی طرف جائے گا تو مازیار یک بغاوت کو فرو کر کے وہاں سے جو کچھ ملے گا وہ ترکستان پہنچائے گا اور ترکستان ہی میں رہتے ہوئے وہ اپنی علیحدہ سلطنت کا اعلان کر دے گا-

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے تیز رفتار قاصد بھجوائے ایک قاصد طبرستان کی طرف دوسرا باغی کرد سردار جعفر بن فہر کی طرف جو موصل کے نواح میں رہتا تھا- اور تیسرا قاصد آرمینیا اور آذربائیجان میں منکجور کی طرف بھجوایا اور انہیں تنبیہ کی کہ حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے فوراً اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کر دیں-

اس سلسلے میں ایک خط افشین نے اپنے آتش پرست دوست طبرستان کے رئیس مازیار کی طرف لکھا- اس خط کا مضمون کچھ یوں تھا-

"مازیار! دین زرتشت کا کوئی ناصر و مددگار میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے- بابک بھی اسی دین کی حمایت میں کوشاں تھا لیکن وہ محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوا- اور اس نے میری نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی-

اس وقت بھی ایک زریں موقع حاصل ہے اور وہ یہ کہ تم علم بغاوت بلند کر دو معتصم تمہارے مقابلے کے لئے یقیناً میرے سوا کسی دوسرے کو مامور نہ کرے گا- اس وقت میرے پاس سب سے زیادہ طاقت اور زبردست لشکر ہے- میں تم سے ساز بار کر اگا اور ہم دونوں متفق ہو جائیں گے- اس کے بعد ہمارے مقابلے پر عربوں اور ترکوں کے سوا کون نہ آئے گا- جن کی تعداد بہت قلیل ہے اور ان کے مقابلے کے لئے میرے لشکر کا ایک معمولی دستہ بھی کافی ہو گا-

عربوں کی حالت تو یہ ہے کہ ایک لقمہ ان کو دے دو اور خوب پتھروں سے ان کا سر کچلو خراسانیوں کا جوش دودھ کا سا ابال ہے اٹھا اور فرو ہو گیا- تھوڑے سے استقلال میں ان کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے- اگر تم ذرا ہمت کرو تو وہی دین مذہب جو ملوک عجم کے زمانے میں تھا پھر ہم ترکستان میں قائم کر سکتے ہیں- اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ آتش پرستوں کی ایک بہت بڑی خدمت ہو گی-"

افشین کا یہ خط پڑھ کر مازیار بہت خوش اور مطمئن ہوا- اس خط کے ملنے کے ساتھ ہی اس نے علم بغاوت بلند کر دیا- ساتھ ساتھ اس نے اپنی رعایا سے ایک سال کا پیشگی خراج وصول کر کے بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا-

ادھر خراسان کے مسلمان والی عبداللہ بن طاہر کو جب مازیار کی بغاوت اور سرکشی کا علم ہوا تو بڑے ہولناک انداز میں وہ اس کے خلاف حرکت میں آیا ایک بڑا لشکر اس نے تیار کیا اور اپنے چچا حسن بن حسین کو اس نے آتش پرست مازیار کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا-

ادھر معتصم کو جب مازیار کی اس بغاوت کا علم ہوا تو سامرا سے بھی عبداللہ بن طاہر کی امداد کے لئے لشکر روانہ کئے لیکن افشین کی بدقسمتی کہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جو لشکر سامرا سے خراسان کی طرف گیا- اس کا سالار افشین کو نہیں بنایا گیا تھا- اس طرح افشین کی امیدیں خاک میں مل گئیں- وہ تو یہ آس اور امید لگائے بیٹھا تھا کہ سامرا سے جو لشکر خراسان میں عبداللہ بن طاہر کی مدد کے لئے جائے گا اور مازیار کی بغاوت کو فرو کرنا چاہے گا- اس کی سالاری چونکہ میرے ہاتھ میں ہو گی لہذا اس لشکر کو لے کر میں مازیار کو اپنے ساتھ ملا کر ترکستان کی طرف چلا جاؤں گا اور علم بغاوت بلند کر دوں گا-

نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ بن طاہر کے چچا حسن بن حسین اور وہ لشکر جو سامرا سے گیا تھا انہوں نے مازیار کو بدترین شکست دی- اس شکست کے نتیجے میں مازیار کو زندہ گرفتار کر لیا گیا مازیار کو جب والی خراسان عبداللہ طاہر کی خدمت میں پیش کیا گیا تب عبداللہ بن طاہر نے اسے چند محافظ دستوں کے ساتھ سامرا' معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا-

اب افشین اور مازیار کی بدبختی کہ عبداللہ بن طاہر کے چچا حسن بن حسین نے جب مازیار پر

حملہ کیا اور اسے شکست دی تو اس کے بعد اس کے ہاتھ وہ سارے خطوط بھی لگ گئے جو وقتاً فوقتاً افشین مازیار کو لکھا کرتا تھا اور وہ آخری خط بھی حسن بن حسین کے ہاتھ لگ گیا جس میں افشین نے مازیار کو بغاوت کرنے کی تلقین کی تھی۔

یہ خط اور مازیار کو سامرا روانہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ مازیار سے اور بھی خطوط برآمد ہوئے جو افشین اسے لکھا کرتا تھا۔ معتصم نے مازیار کو تو زندہ زندان میں ڈال دیا مگر اس نے ان سارے خطوط کو جو افشین نے وقتاً فوقتاً مازیار کو لکھے تھے بحفاظت اپنے پاس رکھ تو لیا لیکن اپنے عمل سے اس نے یہ نہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ باطنی طور پر افشین سے بدظن ہو چکا ہے۔

مازیار کی بغاوت فرو ہوگئی۔ مازیار کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ اور اس کے علاقے کی دیکھ بھال اور نگرانی خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر کے ذمے لگا دی گئی تھی۔

جس وقت مازیار نے بغاوت کی اسی وقت کردوں کے سردار جعفر بن فہر نے بھی افشین کے کہنے پر مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا۔ یہاں بھی افشین آس لگائے بیٹھا تھا کہ اسے بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا جائے گا اور معتصم اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ گو کردوں کا سردار جعفر بن فہر موصل کے نواحی علاقوں میں ایک بڑی طاقت اور قوت رکھتا تھا اور جن علاقوں میں وہ رہتا تھا ان کی سرحدیں صوبہ آذربائیجان و آرمینیا سے ملتی تھیں۔ آذربائیجان و آرمینیا کا حقیقت میں والی افشین ہی تھا۔ اپنی طرف سے اس نے اپنے عزیز منکجور کو وہاں رکھا ہوا تھا۔ ان ساری حقیقتوں کے باوجود افشین کو معتصم نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اپنے ایک چھوٹے اور کسی قدر گمنام سالار عبداللہ بن سید کو اس بغاوت کو دبانے کے لئے ایک خاصے بڑے لشکر کا کماندار بنا کر روانہ کر دیا۔

لیکن اس نئے سالار عبداللہ بن سید کے ہاتھوں یہ بغاوت فرو نہ ہوسکی اس لئے کہ جو لشکر عبداللہ بن سید کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا تھا کردوں کے سردار جعفر بن فہر کے پاس اس سے کئی گنا بڑا لشکر تھا۔ جب لڑائی ہوئی تو عبداللہ بن سید جعفر بن فہر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسے شکست ہوئی اور مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

جعفر کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد عبداللہ بن سید نے فی الفور پورے حالات کی اطلاع معتصم کو کی۔ یہ صورت حال جان کر معتصم بڑا سیخ پا ہوا۔ جس وقت عبداللہ بن سید کی شکست

کی خبر قاصد معتصم کے پاس لے آئے اسی وقت کچھ اور قاصد آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ آرمینیا اور آذربائیجان میں افشین کے رشتہ وار منکجور نے بھی علم بغاوت کیا۔

دراصل منکجور کی فی الفور بغاوت کرنے کی ایک وجہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ آذربائیجان میں ایک قصبہ تھا جس میں بابک خرمی لوٹ کا مال جمع کیا کرتا تھا۔ اور اس قصبے میں ایک بہت بڑا خزانہ تھا وہ خزانہ اس نے زمین میں دفن کر رکھا تھا اور اس کی حفاظت پر کچھ آدمی بھی مقرر کیے ہوئے تھے۔ اب جب بابک خرمی گرفتار ہو گیا' اسے اور اس کے بھائی معاویہ کو مصلوب کر کے ان کی لاش کی گردنیں کاٹ دی گئیں تب اس خزانے کے محافظ اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں نے جو بابک خرمی ہی کے آدمی تھے اس خزانے کی اطلاع منکجور کو کر دی اس لئے کہ بابک خرمی کی طرح منکجور بھی آتش پرست تھا۔

منکجور فوراً حرکت میں آیا اس قصبے میں گیا اور جہاں بابک خرمی کا خزانہ تھا اس پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اس خزانے پر منکجور نے اپنا ذاتی تصرف رکھا اور اس کی اطلاع اس نے سامرا میں معتصم کو نہیں کی۔

لیکن آرمینیا اور آذربائیجان میں جو معتصم کے پرچہ نویس اور طلایہ گر مقرر تھے انہوں نے ان سارے واقعات کی اطلاع معتصم کو کر دی۔

منکجور کو جب علم ہوا کہ بابک خرمی کے خزانے کی اطلاع طلایہ گروں نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعے معتصم کو کر دی ہے تو اس نے ان طلایہ گروں کا پتہ کیا اور ان کے قتل کے در پے ہوا۔

ان طلایہ گروں نے بھاگ کر اردبیل میں پناہ طلب کی۔ اردبیل میں کچھ محب وطن لوگوں نے ان نقیبوں کو پناہ دے دی۔ اردبیل میں منکجور ان نقیبوں کو پکڑنے کے لئے حرکت میں آنے والا ہی تھا کہ سامرا کی طرف سے معتصم کے آدمی وہاں پہنچے جنہوں نے منکجور کو یہ اطلاع کی کہ اسے آذربائیجان اور آرمینیا سے معزول کر کے آذربائیجان اور آرمینیا کا حکم بغا کبیر کو مقرر کیا جا رہا ہے اور بغا کبیر عنقریب آرمینیا اور آذربائیجان کے والی کی حیثیت سے پہنچ جائے گا۔

منکجور کو جب پتہ چلا کہ اسے معزول کر دیا گیا ہے اور آذربائیجان کا والی بغا کبیر کو مقرر کر دیا

گیا ہے تو اس نے علم بغاوت کھڑا کر دیا-

صورت حال یہ تھی کہ مازیار کی بغاوت تو فرو ہو چکی تھی باقی دو بغاوتیں رہ گئی تھیں ایک منکجور کی دوسری کردستان کی- اس لئے کہ کردستان کے سردار جعفر بن فہر نے مسلمان کے سالار عبداللہ بن سید کو شکست دے دی تھی اس صورتحال پر بڑی رازداری کے ساتھ معتصم نے اسحاق بن یحییٰ' ایتاخ' اشناس' بغا کبیر کو طلب کیا-

جب وہ قصر میں معتصم کے پاس آئے تو معتصم نے ان سب کو اپنے پاس بٹھا کر جو صورت حال تھی ان چاروں کو آگاہ کیا اور ان کا مشورہ طلب کیا-

سب سے پہلے اسحاق بن یحییٰ بولا' ایتاخ' اشناس اور بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

میرے عزیزو! اگر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں امیر المومنین کی اس ساری گفتگو کے جواب میں کچھ عرض کروں-

اس موقع پر بغا کبیر اور اشناس عجیب سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھنے لگے تھے- جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم تمہارے ساتھ متفق ہیں- جو کچھ تم کہو گے ہمیں منظور ہے- ایتاخ مسکرایا اور اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

ابن یحییٰ! آپ ہمارے بزرگ ہیں- کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں- جو مشورہ بھی آپ دیں گے- مجھے امید ہے کہ وہ ہماری ملت ہماری قوم کے لئے بہتری پر مشتمل ہوگا- آپ بولئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں-

ایتاخ کی گفتگو اسے اسحاق بن یحییٰ خوش ہو گیا تھا- معتصم کی طرف دیکھا اور کہنے لگا-

امیر المومنین! کردستان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے عبداللہ بن سید کو بھیج کر ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے پھر ہم نے عبداللہ بن سید کو کوئی اتنا بڑا لشکر بھی فراہم نہیں کیا- کردستان کے سردار کے پاس بہت بڑی طاقت اور قوت ہے- اسے زیر کرنا اسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانا کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے- اگر میرے خیالات اور میرے مشورے پر عمل کیا جائے تو میں آپ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ کردستان کی بغاوت صرف ایتاخ فرو کر سکتا ہے- اگر اشناس اس کے ساتھ جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی طاقت اور قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا-

جہاں تک آرمینیا اور آذربائیجان کی بغاوت کا تعلق ہے تو آپ آذربائیجان اور آرمینیا کے

والی منکجور کو پہلے ہی معزول کر چکے ہیں اور اس کی جگہ بغا کبیر والی مقرر بھی ہو چکا ہے- بے شک یہ ابھی تک روانہ نہیں ہوا لیکن اب جو صورتحال ہمارے سامنے آئی ہے اس میں ہمیں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑیں گی-

میں چاہوں گا کہ ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ ایتاخ' اشناس اور بغا کبیر تینوں یہاں سے روانہ ہوں اور ان دونوں بغاوتوں کو اپنے طریقے سے ختم کرنے کی کوشش کریں- امیر المومنین' ایتاخ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور ایسی بغاوتوں کو فرو کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں- پھر اشناس بغا کبیر ہمارے دو ایسے سالار ہیں جن پر بدترین حالات میں بھی بھروسہ اور اعتماد کیا جا سکتا ہے- میرے خیال میں یہ تینوں مل کر جو بھی لائحہ عمل اختیار کریں ان کی مرضی پر منحصر ہے مگر ان بغاوتوں کو فرو ہونا چاہئے- ورنہ ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور علاقوں میں بھی ہمارے خلاف بغاوتیں اور شورشیں کھڑی ہو سکتی ہیں-

اسحاق بن یحییٰ کی یہ ساری گفتگو سن کر معتصم کسی قدر مطمئن دکھائی دے رہا تھا- مسکراتے ہوئے کہنے لگا-

ابن اسحاق! جو کچھ تم نے کہا ہے- میں نے اسے پسند کیا- تم نے بہت اچھی بات کی ہے اب میں ایتاخ کے خیالات بھی جاننا چاہوں گا کہ یہ ان دونوں بغاوتوں کو کیسے ختم کرنا چاہتا ہے-

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر بول اٹھا-

امیر المومنین! محترم اسحاق بن یحییٰ کی تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں- میں اشناس اور بغا کبیر تینوں ایک لشکر کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوں گے- یہاں آپ کے پاس اسحاق بن یحییٰ کے علاوہ اور بہت سے سالار بھی ہیں اگر کسی محاذ پر ضرورت پڑ گئی تو یہ اس محاذ کو سنبھال سکتے ہیں- جو لشکر ہم تینوں کے ساتھ روانہ ہوگا اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا- ایک حصہ میرے اور اشناس کے پاس رہے گا- ہم سب سے پہلے کردستان کی بغاوت کو دبانے کی کوشش کریں گے جب کہ بغا کبیر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف نکل جائے گا- تا کہ وہ منکجور کو مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلانے سے روک سکے- منکجور کے خلاف بغا کبیر جارحیت اختیار نہیں کرے گا- بلکہ اسے روک کر رکھے گا تا کہ وہ اپنی بغاوت اور شورش کو دور سے

علاقوں تک نہ پھیلائے میرے خیال میں اتنی دیر تک میں اور اشناس کردستان کی بغاوت کو فرو کر لیں گے۔ کردستان کی بغاوت ختم کرنے کے بعد میں اور اشناس بھی آرمینیا کا رخ کریں گے۔ بغا کبیر کے ساتھ مل کر مجھے اندازہ ہے کہ بہت جلد منکجور کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے۔ امیر المومنین! آپ بے فکر رہیں۔ ہر وہ قوت، ہر وہ شخص، ہر وہ شخصیت جو بھی ملت اسلامیہ اور مسلم قوم کے خلاف سرکشی اور بغاوت کھڑی کرے، ہم اسے زندہ رہنے کا حق چھین لیں گے۔

ایتاخ کی اس گفتگو پر معتصم تھوڑی دیر تک بڑے شوق اور توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے تمہاری جراتمندی تمہارا خلوص یقیناً ورائے حد بیان ہے۔ مسلم قوم اور ملت اسلامیہ سے تمہاری محبت پریشان کن حقیقتوں اور فکر و عمل کی بنیاد بننے اعتقادات سے بھی کہیں آگے ہے تم آنے والی نسلوں کے لئے یقیناً افسانوی انداز کا ایک غیر فانی شاہکار ہو بیٹے اپنے وطن اپنی قوم کے لئے تم ایسی روشنی ہو طوفان جس کا راستہ نہیں روک سکتے۔ میرے لئے تم خواہشوں کی آمریت بے کراں سفر میں دوریوں کے غم اور زہر آگیں حلقہ سحر میں اشجار کے خنک سایوں اور الفاظ جیسا سکون اور آسودگی ہو۔ مجھے تمہاری ذات پر فخر ہے تم نے آج تک اپنے لئے مجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا آج میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اگر جو چیز تم مانگتے ہو وہ میرے بس میں ہوئی تو قسم کعبہ کے رب کی میں اسے ہر حالت میں پورا کروں گا۔ بولو کیا بولتے ہو؟

معتصم کی اس شفقت آمیز گفتگو سے ایتاخ کا دل بھر آیا تھا۔ آنکھیں اس کی نمناک ہو گئی تھیں۔ کچھ دیر ہونٹ کاٹتا رہا پھر کہنے لگا۔

امیر المومنین آپ جانتے ہیں میں ایک بے ضرورت سا انسان ہوں اپنی زندگی میں نے ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے شروع کی۔ جوانی تک ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتا رہا۔ جوان ہو کر اپنے مالک کے ہاں اس کے مطبخ میں کام کرنے پر مجبور ہوا اور طباخ کہلایا۔ امیر المومنین آپ کے زیر سایہ سامرا شہر میں دو وقت کی خوراک باعزت مل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میں ایتاخ کچھ نہیں چاہتا۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے معتصم کا دل بھی بھر آیا تھا۔ اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں کچھ دیر ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے بھی اپنی گردن کو جھکا کر کچھ سوچا پھر ایتاخ کی طرف دیکھا اور خلوص بھر

انداز میں کہنے لگا۔

بیٹے! میرے تیرے لئے دعا ہے تو جس رخ پر بھی وطن، ملت اور مسلم قوم کے دشمنوں کا رخ کرے۔ خداوند قدوس تمہیں ہر محاذ پر فوز مندی اور کامیابی عطا کرے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔

امیر المومنین! میرا اشناس اور بغا کبیر کا لائحہ عمل کیا ہونا ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ کردوں کے سالار جعفر بن فہر اور آرمینیا اور آذربائیجان میں بغاوت کھڑی کرنے والے منکجور کو ہم وہ سبق سکھائیں گے کہ آنے والے دنوں میں یہ منکجور اور جعفر بن فہر باغیوں اور سرکشیوں کے لئے ایک عبرت خیزی بن کے رہ جائیں گے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح منکجور اور جعفر بن فہر کی بغاوت دوسرے علاقوں تک بھی پھیل سکتی ہے۔ ہم تینوں آج شام کے قریب سامرا سے اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو ہم جائیں اس لئے کہ ہمیں جا کر اپنی تیاری کرنے کے ساتھ ساتھ لشکریوں کو بھی تیار کرنا ہے۔

معتصم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ باری باری اس نے چاروں کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

تم جاؤ تمہارے کوچ کے وقت میں خود مستقر میں تمہارے پاس ہوں گا۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ، ایتاخ، اشناس اور بغا کبیر وہاں سے نکل گئے تھے۔

ایکاسیہ حویلی کے سامنے حصے میں جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس میں بڑی بے چینی سے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تیز تیز چلتے ہوئے بڑی بے چینی کا اظہار کر رہی تھی۔ گاہے گاہے اس کی نگاہیں حویلی کے صدر دروازے کی طرف بھی اٹھ جاتی تھیں۔ اتنے میں حویلی میں عمیمہ داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ایکاسیہ اس کی طرف لپکی اور شکوؤں بھرے انداز میں کہنے لگی۔

تم کہاں چلی گئی تھی۔ مجھے بتایا بھی نہیں میں کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ کہاں تھی تم

تھوڑی دیر کے لئے عمیمہ بولی نہیں۔ اداس اور افسردہ سے انداز میں ایکاسیہ کی طرف دیکھتی رہی اس کا چہرہ بجھا بجھا آنکھیں بوجھل بوجھل سی تھیں۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے ایکاسیہ فکر مند سی ہو گئی۔ اس کا بازو پکڑ کر وہ ایک طرف لے گئی اور پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کیا معاملہ ہے۔ تم پریشان اور فکر مند سی لگ رہی ہو۔ یہ بتاؤ تم کہاں گئی تھی کس وقت گئی تھی

اوراس وقت کہاں سے آرہی ہو۔

عمیمہ نے پھرایک بوجھل بوجھل اور بھاری بھاری نگاہ ایکاسیہ پرڈالی پھر کہنے لگی۔

میں ایتاخ بھائی کے پاس گئی ہوئی تھی۔

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایکاسیہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بے پناہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

کیوں انہیں کیا ہوا؟ کس سلسلے میں ان کے پاس گئی تھی؟

عمیمہ پھراسی انداز میں بول پڑی۔

دراصل میں اور تمہاری امی نے ایتاخ بھائی کی شادی کے لئے کچھ لڑکیوں کو تلاش کیا تھا۔ ان میں سے ایک انتہائی خوب صورت لڑکی جوایک طرح سے ایتاخ بھائی کی پرستار بھی ہے غائبانہ طور پر اسے چاہتی اور پسند بھی کرتی ہے۔ اس کا ہم نے انتخاب کیا۔ اس سلسلے میں میں اور تمہاری امی اس لڑکی کو لے کے ایتاخ بھائی کی حویلی میں بھی گئے۔ ایتاخ بھائی نے اس لڑکی کو دیکھا۔ لڑکی نے پہلے ہی بھائی کو دیکھا ہوا تھا۔ جب ہم نے رشتے کی بات کی تو بھائی نے صاف انکار کر دیا۔

ایکاسیہ نے سکون کا ایک لمبا گہرا سانس لیا پھر آسودہ سی آواز میں کہنے لگی۔

کیوں انکار کردیا؟

بھائی کہنے لگا کہ میں کسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ میں نے زندگی میں صرف ایک ہی لڑکی کو پسند کیا ہے۔ اگر وہ میری زندگی کا ساتھی نہ بنی تو پھر زندگی بھر شادی نہ کروں گا۔

عمیمہ نے پھر ٹوٹتی پھوٹتی آواز میں ایکاسیہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔ عمیمہ نے بھانپ لیا تھا کہ اس لمحہ ایکاسیہ کی آنکھوں میں ایک طرح کا سکون ایک انوکھی خوشی رقص کر رہی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے باطنی طور پر عمیمہ پرسکون ہوگئی تھی۔ لیکن اس نے اپنی اصلیت کو ایکاسیہ پر ظاہر نہیں کیا اس لئے کہ وہ تو آہستہ آہستہ ایسے حالات پیدا کر رہی تھی کہ ایکاسیہ کو پھر ایتاخ کے قریب اور سامنے لا کھڑا کرے۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایکاسیہ نے دبی دبی مسکراہٹ میں عمیمہ سے پوچھ لیا۔

وہ کس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

عمیمہ نے تیز نگاہوں سے ایکاسیہ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیوں بھولی بنتی ہو۔ تمہیں پتہ ہے ایتاخ بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں۔ تم سے محبت کرتے ہیں۔ اور تمہارے علاوہ وہ کسی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے۔

تمہیں ان کی شادی کی اس قدر فکر کیوں لاحق ہو چکی ہے۔ ایکاسیہ نے اپنے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اور عمیمہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

فکر تو ہے نا آخر میں ان کی بہن ہوں۔ میں چاہتی ہوں ان کا گھر آباد رہے۔ اب وہ پھر چلے گئے ہیں نجانے کتنے دن بعد لوٹیں۔؟

ایکاسیہ ایک دم فکرمند اور پریشان ہوگئی۔ کہاں چلے گئے ہیں؟

کردستان میں جو بغاوت ہوئی تھی۔ تم جانتی ہو اس بغاوت کو ختم کرنے اور دبانے کے لئے یہاں سے چھوٹے سالار عبداللہ بن سید کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔ لیکن کردستان کے سردار جعفر بن فہر نے اسے شکست دی ہے۔ اور وہ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اب اس کو بغاوت پر قابو پانے کے لئے ایک لشکر لے کر ایتاخ اور اشناس دونوں یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں مزید یہ ہوا ہے کہ اب آرمینیا اور آذربائیجان میں منکجور نے بھی بغاوت کر دی ہے۔ ایتاخ بھائی اور اشناس کے ساتھ بغا کبیر بھی گیا ہے۔ میرے خیال میں تینوں مل کر ان دونوں بغاوتوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایکاسیہ شاید ایتاخ کے متعلق مزید عمیمہ سے پوچھنا چاہتی تھی۔ ایتاخ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی تھی لیکن اتنے میں عمیمہ کی ماں غمران نے حویلی کے اندر سے اسے آواز دی۔ جس پر وہ سکونتی حصے کی طرف ہولی۔ ایکاسیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

کردستان کے علاوہ آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے جو قاصد آئے تھے وہ برابر ایتاخ اشناس اور بغا کبیر کی راہ نمائی کر رہے تھے۔ تینوں اپنے لشکروں کے ساتھ جب کردستان میں داخل ہوئے تب ایک جگہ طلایہ گروں کے کہنے پر ایتاخ نے لشکر کو روک دیا۔ جس طلایہ گر نے لشکر کو رکوایا تھا ایتاخ کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! یہاں سے دائیں جانب پانچ میل کے فاصلے پر کردستان کے لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔

لہذا یہاں سے ہمیں اپنا رخ دائیں جانب موڑنا ہوگا۔

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بغا کبیر جو قاصد آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے آئے تھے ان میں سے صرف ایک ہمارے پاس رہے گا باقی کو تم لے کر اپنی منزل کی طرف کوچ کر جاؤ۔ منکجور کے خلاف نہ تم حملوں کی ابتدا کرو نہ جارحیت اختیار کرنا۔ اگر وہ تم پر حملہ آور ہو تو صرف اس کے حملوں کو روکنے تک اکتفا کرنا۔ میرے اور اشناس کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنا میں منکجور کو بغاوت کی بڑی کڑی سزا دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ افشین کا آدمی ہے۔ اور اب افشین مسلم قوم اور ملت کے لئے ایک خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ اب تم اپنے لشکر کو لو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

ایتاخ کے کہنے پر بغا کبیر حرکت میں آیا اپنے لشکر کو اس نے علیحدہ کیا پھر آگے بڑھ گیا تھا جبکہ ایتاخ اور اشناس دونوں طلایہ گروں کے کہنے پر دائیں جانب مڑے تھے۔

ایتاخ اور اشناس ابھی زیادہ سے زیادہ ایک میل کا فاصلہ طے کر پائے ہوں گے کہ مسلمانوں کے وہ طلایہ گر جو ان علاقوں میں سرگرداں تھے ان میں سے کچھ ایتاخ کے پاس آئے اور انہوں نے اطلاع کی کہ باغی کردوں کی آن کے آنے کی اطلاع ہو چکی ہے۔ اور وہ بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے یاتاخ اور اشناس پر حملہ آور ہونے کے لئے ادھر ہی کا رخ کر رہے ہیں۔

اس اطلاع پر ایتاخ نے آنے والے ان طلایہ گروں کا شکریہ ادا کیا اور اشناس کے ساتھ مل کر اس نے لشکر کو دو حصوں میں فوراً تقسیم کر دیا۔ لشکر کی صفیں بھی انہوں نے درست کر لیں اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا۔ تاکہ کرد جب حملہ آور ہوں تو لشکر کی صفیں جنگ کے لئے تیار ہوں فی الفور کردوں پر حملہ آور ہوا جائے۔

ایتاخ اور اشناس زیادہ سے زیادہ آدھا میل اور آگے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے دھول کے بادل اڑتے دکھائی دیئے جس کا مطلب تھا کہ کردوں کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے مار دھاڑ کرتا چلا آ رہا ہے۔ ایتاخ اور اشناس نے فوراً اپنے حصے کے لشکر کے درمیان تھوڑی سا فاصلہ رکھ لیا۔ لشکر کی تنظیم بھی درست کر لی۔ پھر جونہی کردوں کا لشکر سامنے آیا ایتاخ نے للکارنے کے انداز میں تکبیریں بلند کیں اس کی ان تکبیروں کے جواب میں اس کے لشکریوں نے بھی ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ فضا خداوند قدوس کی واحدانیت اور اس کی کبیریت سے گونج اٹھی تھی۔ پھر اپنی

تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے ایتاخ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کو اس نے حملہ آور ہوئے تھے جس طرح گونگی رہوں مہری گلیوں والے اونچے اونچے ایوانوں میں خیالوں کی نئی دینار کی طرح غموں کی بھڑ داخل ہوئی ہے۔ جیسے فکر کے سائبانوں میں قضا کے کاروان اور بے غبار موسموں کے چمکتے راستوں پر صدیوں کی رفتار شدت سے اپنا راستہ بنا کر گھستی چلی جاتی ہے۔

ایتاخ کے ساتھ ہی ساتھ اشناس بھی اپنے لشکر کو اسی انداز میں حرکت میں لایا پھر وہ بھی کرُدوں پر چونکتی سیاہ رات میں اندھیرے کی چادر پھاڑتی گرمئ شوق کی کرنوں وقت کی کوکھ میں بے زاری اکتاہٹ اور بے چینی برپا کرتی فطرت کی اضطراری لہروں اور سوچوں کے سرور میں روحوں کی راحت میں آتش کے بھٹکتے دھیان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک کرد بھی جوابی کارروائی کر چکے تھے۔ وہ بھی ایتاخ اور اشناس پر دل کی گہرائیوں سے اٹھتے بدی کی طلب کے گہری نقوش خارزار حیات کی بے قرار قیامتوں اور حسد بھرے لمحے اٹھائے ہوس کے نگار خانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

موصل کے نواحی میدانوں میں گھمسان کا رن پڑ گیا تھا۔ کردوں کے حوصلے بڑے بلند تھے اس لئے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے لشکر کو شکست دے کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئی تھی اس وقت کردوں کی ایک سمت سے اچانک زوردار انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹا سا ایک لشکر کردوں پر حملہ آور ہو کر ان کی صفوں میں گھسنے لگا تھا۔ یہ لشکر وہ تھا جسے اس سے پہلے کردوں نے شکست دی تھی۔ اور اس کی کمانداری عبداللہ بن سید کر رہا تھا۔ جو پہلے شکست اٹھانے کے بعد پیچھے ہٹ گیا تھا۔

ایتاخ نے کسی کو بتائے بغیر پہلے ہی قاصد اس کی طرف روانہ کر دیئے تھے کہ جب وہ اشناس کردوں سے ٹکرائیں تو کسی ایک سمت سے نکل کر کردوں پر حملہ آور ہو جائے اب کردوں کی حالت قابل رحم ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ رکھتے ہوئے ایتاخ اور اشناس نے کردوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ محاذ کھولے تھے تیسرا محاذ پہلے ہی عبداللہ بن سید کھول چکا تھا۔ اس طرح کردوں پر تین اطراف سے حملوں نے کردوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ کے رکھ

دی تھی-

کردوں کے سالار جعفر بن فہر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ یا تو حملہ آوروں کو پیچھے دھکیلے یا خود اپنا آپ نکال کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا جنگ کے دوران جعفر بن فہر مارا گیا- اس کے مارے جانے کی خبر جب اس کے لشکر میں پھیلی تو لشکریوں نے ہتھیار ڈال دیئے معافی مانگی جنہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے ان کا خاتمہ کر دیا گیا اور جو معافی کے طلب گار ہوئے تھے انہیں اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی گئی تھی-

اس موقع پر بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے ایتاخ نے کردوں کے پڑاؤ میں جس قدر سامان تھا وہ اس نے اپنے گھروں کو جانے والوں کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت بھی دے دی تھی-

جب ایسا ہو چکا تب ایتاخ اشناس اور چھوٹا سالار عبداللہ بن سید ایک جگہ جمع ہوئے- عبداللہ بن سید نے پہلے ایتاخ اور اشناس کو اس فتح کو مبارکباد دی پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

امیر! جس وقت کردوں کے ہاتھوں ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی اور ہم میدان جنگ سے نکل بھاگے تھے تب پیچھے ہٹتے ہوئے ہمارے ہاتھ ایک شخص لگا اسے ہمارے ان طلایہ گروں نے پکڑا جو ارد گرد منڈلا رہے تھے- پہلے اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی لیکن جب سختی کی گئی تو وہ مان گیا کہ اس کا تعلق قسطنطنیہ سے ہے----

عبداللہ بن سید کو یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ ایتاخ بول پڑا-

اس کو فوراً میرے پاس لاؤ' میں اس کو دیکھنا چاہوں گا اور جانوں گا کہ وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے- اور کیا چاہتا ہے-

اس پر عبداللہ بن سید پیچھے ہٹ تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص کو لایا اور اس کو ایتاخ کے سامنے لا کھڑا کیا-

ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

مجھے تمہارے متعلق تھوڑی سی تفصیل تو بتا دی گئی ہے- میرے نام سے بھی تم واقف ہو گے میرا نام ایتاخ ہے- تم قسطنطنیہ سے کس نیت کے تحت سامرا کا رخ کر رہے تھے سچ بتانا ورنہ یاد رکھنا میں کھڑے کھڑے کی کھال اتار دوں گا- اور منہ پر کپڑا باندھ کر چیخنے چلانے کا موقع بھی نہیں دوں گا-

آنے والا وہ نوجوان کچھ ہچکچایا اس کی زبان میں لکنت سی پیدا ہو گئی تھی- گرجتے کے انداز میں پھر ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

اپنے متعلق پوری تفصیل بتاؤ- ورنہ یاد رکھنا میں ابھی کچھ آدمیوں کو تم پر وارد کروں گا کہ وہ بے بس میمنے کی طرح تمہاری کھال اتار کے رکھ دیں گے-

وہ شخص چند لمحوں تک بڑی رحم طلب نگاہوں سے ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے پوری تفصیل بتا دی کہ وہ نوفل بن میخائیل کا بھیجا ہوا ہے- اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ یہ جاننے کے لئے سامرا کا رخ کر رہا تھا کہ ایکاسیہ کو سامرا سے کس نے نکالا ساتھ ہی اس نے یہ بھی تفصیل بتا دی کہ سامرا میں طبیب کی حیثیت سے کام کرنے والے سوراب' دوما اور رداع بھی نوفل بن میخائیل کے آدمی ہیں- وہ سامرا جا کر انہی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا-

اس انکشاف پر ایتاخ کا خون کھول اٹھا تھا- کچھ دیر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ضبط کر گیا اور عبداللہ بن سید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا-

پہلے اس شخص کو اپنے مسلح جوانوں کی نگرانی میں دو اس کے بعد میرے پاس آؤ-

عبداللہ بن سید وہاں سے ہٹ گیا- اس شخص کو چھوڑنے کے بعد جب دوبارہ وہاں ایتاخ کے سامنے آیا تو ایتاخ نے بڑی رازداری سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا-

ابن سید میں اور اشناس تھوڑی دیر تک یہاں سے آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف کوچ کر جائیں گے- ہم نے وہاں بغا کبیر کے ساتھ مل کر منکجور کی بغاوت کو فرو کرنا ہے- تم آج ہی اس لشکر کے ساتھ جو تمہاری کمانداری میں ہے- سامرا کی طرف روانہ ہو جاؤ- یہ جو شخص گرفتار کیا گیا ہے- اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے اپنے تحویل میں حفاظت کے ساتھ رکھنا-

یہ بات بھی اپنے ذہن میں بٹھا لینا کہ جو سوراب نام کا طبیب سامرا میں ہے وہ نوفل بن میخائیل کا جاسوس ہے اس کے ساتھ رداع اور دوما نام کی جو لڑکیاں ہیں وہ بھی اس کی ساتھی ہیں اس کی بیٹیاں نہیں جیسا کہ یہ جاسوس تمہارے سامنے اس بات کا اعتراف کر چکا ہے- یہ ساری تفصیل جا کے محترم اسحاق بن یحییٰ سے کہنا اور انہیں کہنا کہ سوراب رداع اور دوما پر کچھ مسلح جوان مقرر کر دیں جوان پر دن رات نگاہ رکھیں اور انہیں بھاگنے کا موقع نہ دیں- یہ جاسوس جو ہم نے پکڑا ہے- جس کا

تعلق نوفل بن میخائیل سے ہے اس سے متعلق بھی کسی اور سے ذکر نہ کرنا-اسے بھی تم اسحاق بن یحییٰ کے حوالے کرنا وہ خود ہی اس کا حفاظت کا اہتمام کرلیں گے-

میدان جنگ میں سب سے پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کا اہتمام کیا گیا-اس کے بعد عبداللہ بن سید اپنے لشکر کے ساتھ سامرا کی طرف چلا گیا تھا جبکہ ایتاخ اور اشناس دونوں آرمینیا اور آذربائیجان کا رخ کررہے تھے-

دوسری جانب بغا کبیر نے بڑی تیزی سے منکجور کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اردبیل کا رخ کیا-منکجور کو بھی خبر ہوچکی تھی کہ بغا کبیر نہ صرف یہ کہ اس کی سرکوبی کے لئے آرہا ہے بلکہ اسے آذربائیجان اور آرمینیا کا والی بھی اس کی جگہ مقرر کیا گیا ہے-لہذا وہ لشکر لے کر نکلا اور جس وقت بغا کبیر اپنے لشکر کے ساتھ اردبیل شہر کے نواح میں تھا منکجور اس پر خیالوں میں انتشار و بے یقینی پھیلاتے جابر کے ہولناک جبر ہزاروں خود ساختہ فتوحات کا جشن مناتے اندھے نشے اور کرب کے لاختم موسموں میں سلگتی دھوپ کی گرم ہواؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا-

بغا کبیر بھی بڑا محتاط اور جنگ کا تجربہ رکھتا تھا-اپنے نقیبوں کے ذریعے اسے خبر ہو رہی تھی کہ آذربائیجان کے ایک قلعے سے نکل کر اردبیل کے نواح میں منکجور اس پر حملہ آور ہوگا لہذا جونہی منکجور حملہ آور ہوا بغا کبیر نے اپنے لشکر کی صفیں پہلے ہی درست کررکھی تھیں جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی منکجور اور اس کے لشکر پر خوابوں کو توڑتی خواہشوں کو ڈبوتی درد و کرب کی گھٹاؤں اور لہو کی روانگی اور روح کے سفر تک میں قضا کا رنگ بن کر اتر جانے والے آزار جان لمحوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا-

اردبیل کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر بغا کبیر اور منکجور کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی-منکجور جانتا تھا کہ بغا کبیر اس سے زیادہ جرأت مند اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے-لیکن وہ اس کے مقابلے پر اس لئے آیا کہ ایک تو بغا کبیر کو اس کی جگہ والی مقرر کیا گیا تھا اور وہ کسی بھی صورت آذربائیجان اور آرمینیا کی ولایت بغا کبیر کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا-دوئم اس کو یہ بھی امید تھی کہ اگر اردبیل کے نواح میں بغا کبیر کو شکست دے دے تو اس کی چاروں طرف دھاک بیٹھ جائے گی اسے یہ بھی امید تھی کہ سامرا میں بکھرے حالات کو نشین شاید اس کے حق میں سمیٹنے میں کامیاب ہو جائے-

لیکن منکجور کے سارے ارادے آندھیوں میں اڑتے بکھرتے تنکوں کی طرح منتشر ہو کے رہ گیا اس لئے کہ بغا کبیر کے منکجور کو ہولناک شکست دی-منکجور آذربائیجان کے ایک قریبی قلعے میں محصور ہوگیا اور اس نے ارادہ کرلیا کہ قلعے میں محصور رہ کر وہ بغا کبیر کا مقابلہ کرے گا اور کسی بھی صورت میں اس کے سامنے اظہار فرمانبرداری نہ کرے گا-

ابھی یہ محاصرہ جاری تھا کہ ایتاخ اور اشناس بھی وہاں پہنچ گئے-منکجور اور اس کے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ بغا کبیر کے بعد ایتاخ اور اشناس جیسے سالار بھی ان کی سرکوبی کے لئے پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے مقابلے کو موت کے مترادف سمجھا لہذا اپنی جان بچانے کے لئے انہوں نے منکجور کو گرفتار کرلیا' شہر کے دروازے کھول دیئے اور منکجور کو انہوں نے بغا کبیر' اشناس اور ایتاخ کی خدمت میں پیش کیا-

منکجور کو جب ان تینوں کے سامنے لایا گیا تو غصے اور غضبناکی میں ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا-الٹے ہاتھ کا ایک زوردار طمانچہ جب اس نے منکجور کے منہ پر مارا تو منکجور بل کھاتا ہوا زمین پر گر گیا-اسے مخاطب کرتے ہوئے ایتاخ دھاڑا-

شیطان کے گماشتے! تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ تم مسلم مملکت کے خلاف بغاوت کھڑی کرو-تمہاری طرح مازیار نے بغاوت کی اس کی بغاوت کو ہم نے فرو کیا اس وقت مازیار زندان میں ہے-تمہاری طرح کردستان کے سردار نے بغاوت کو ہم نے فرو کیا اس وقت مازیار زندان میں ہے-تمہاری طرح کردستان کے سردار نے بغاوت کی میں اور اشناس کا خاتمہ کرکے آرہے ہیں-اب تیری باری ہے تجھے میں قتل نہیں کروں گا-تجھے اپنے ساتھ سامرا لے کر جاؤں گا-اس لئے کہ تیرے کھاتے میں ابھی بہت سارے اور الزامات بھی ہیں-ان کے لئے تم سے برسرعام جواب طلبی کی جائے گی-

اس کے بعد ایتاخ نے بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا-

بغا کبیر اسے اپنی حراست میں لو بھاگنے نہ پائے-

بغا کبیر نے اپنے چند لشکریوں کو اشارہ کیا وہ منکجور کو پکڑ کر لے گئے-عین اسی لمحہ کچھ مسلح جوان ایک شخص کو پکڑ کر ایتاخ کے سامنے لائے اور ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک کہنے لگا-

امیر! یہ شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

ایتاخ نے اس کا جائزہ لیا پھر اسے مخاطب کیا۔

تو کون ہے۔ کیوں مجھ سے ملنا چاہتا ہے؟ اس پر وہ بول پڑا۔

امیر! میں ایک عرصے سے کوشش کر رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرا نام مرزبان بن ترکش ہے۔ میں ایک عرصہ افشین کے ساتھ رہا ہوں۔ میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمان نہیں آتش پرست ہے۔ مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ اکثر مواقع پر جس طرح فرعون نے لوگوں کو کہا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ اس طرح افشین بھی لوگوں کو معبود بننے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آنے والے اس شخص کو جس نے اپنا نام مرزبان بن ترکش بتایا تھا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کعبہ کے رب کی قسم افشین کا معاملہ مکمل کرنے کے لئے بس تیری ایک کمی رہتی تھی اس کے بعد ایتاخ نے مرزبان بن ترکش کو اشناس کی حفاظت میں دیا پھر وہ اپنا منہ بغا کبیر کے کان کے قریب لے گیا اور بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بغا کبیر! تو جانتا ہے کہ خراسان کا والی عبداللہ بن طاہر میرا بڑا معتقد اور میرا بڑا پرستار ہے۔ ابھی اور اسی وقت تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤ اور میری طرف سے اسے یہ پیغام بھجواؤ اور میری طرف سے اسے یہ پیغام بھجواؤ کہ ترکستان کے حاکم افشین کے بیٹے حسن کو گرفتار کرنے کی فوراً کوشش کرے۔ اسے یہ بھی پیغام بھجواؤ کہ اگر تم ویسے حسن بن افشین کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ بغاوت کھڑی کر دے گا۔ اس سانپ کو کسی طریقے سے مارے اور جو طریقہ وہ اختیار کرے وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں۔

عبداللہ بن طاہر کو پیغام بھجواؤ کہ وہ افشین کے بیٹے حسن کی طرف یہ پیغام بھجوائے کہ ترکستان کے ساتھ ساتھ بخارا کی حکومت بھی اس کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور اسے یہ پیغام معتصم کی طرف سے روانہ کرے کہ وہ بخارا جا کر بخارا کے موجودہ والی نوح بن اسد سے بخارا کی ذمہ داریاں لے لے۔ نوح بن اسد کو سامرا کی طرف روانہ کر دے۔

عبداللہ بن طاہر کو میری طرف سے یہ پیغام بھی بھجواؤ کہ اپنی طرف سے وہ کچھ قاصد بخارا

کے والی نوح بن اسد کی طرف روانہ کرے اور اسے تاکید کرے کہ جونہی افشین کا بیٹا حسن بخارا کی ولایت سنبھالنے کے لئے اس کے پاس پہنچے نوح بن اسد فوراً اسے گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دے اس کے بعد عبداللہ بن طاہر حسن بن افشین کو سامرا کی طرف روانہ کر دے۔ اس طرح حسن بن افشین بغاوت کھڑی نہیں کر سکے گا۔ اور اپنے باپ افشین کے ساتھ وہ بھی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہو جائے گا۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد لشکر نے ایک شب وہاں قیام کیا۔ دوسرے روز لشکر سامرا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

منکجور کو گرفتار کرنے کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں جب سامرا پہنچ گئے تب افشین شک و شبہات کا شکار ہو گیا۔ اس کے دل میں یہ گمان اٹھنے لگے کہ کہیں منکجور اس کے خلاف زبان نہ کھول دے اس کو یہ بھی احساس ہونے لگا کہ خلیفہ اس سے بدگمان ہو جائے گا انہی خیالات کے تحت افشین نے سامرا سے بھاگ جانے کی تدبیر کی۔

پہلے اس نے ارادہ کیا کہ وہ آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف جائے اور وہاں سے بلاد خزر سے ہوتا ہوا ترکستان چلا جائے گا۔ اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لے گا لیکن جب منکجور کو گرفتار کر کے سامرا پہنچا دیا گیا تب افشین کی ساری تدبیریں بے کار ہو گئیں اس لئے کہ آذربائیجان اور آرمینیا کا والی اب بغا کبیر تھا۔ اور وہ کسی بھی صورت اسے ترکستان کی طرف نہ جانے دیتا اور دوسرے راستے میں خراسان کا والی عبداللہ بن طاہر تھا وہ جس قدر ایتاخ کا جاں نثار تھا اس سے کہیں زیادہ افشین کا دشمن تھا لہٰذا وہ بھی افشین کو نہ بھاگنے دیتا۔

آخر افشین نے ارادہ کیا کہ خلیفہ اور تمام اراکین اور سرداران سلطنت کی ضیافت کرے تمام دن ان لوگوں کو کھانے پینے میں مصروف رکھے اور شام ہوتے ہی جب سب لوگ دن بھر مصروف و مشغول رہنے کے سبب سو جائیں تو وہ شام کو موقع پا کر کہیں نکل جائے اور کسی کے ہاتھ نہ آئے جس روز وہ یہ تدبیر کر رہا تھا اس روز شام کے وقت جبکہ اپنی حویلی کے ایک کمرے میں وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کمرے میں ایتاخ داخل ہوا۔

ایتاخ کو یوں اپنی حویلی کے اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر لمحہ بھر کے لئے افشین چونکا

تھا لیکن جلد ہی سنبھل گیا- اپنی جگہ سے اٹھ کر پر جوش انداز میں اس نے ایتاخ سے مصافحہ کیا ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا- افشین اس کے سامنے بیٹھ گیا- کچھ دیر کاٹ کھانے والی خاموشی رہی پھر افشین کو مخاطب کرتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا-

افشین! عجیب سا ہی معاملہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ ایک نئے موضوع پر گفتگو کرنے آ گیا ہوں- برا مت ماننا ہو سکتا ہے تمہیں کہیں جانے کی جلدی ہو مگر میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا

افشین! معاملہ کچھ یوں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی قامت سے زیادہ قیمت لگائے یہ نہ جانے کہ خدا کیا ہے ناخدا کیا ہے- سزا کیا ہے جزا کیا ہے- تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے-

افشین! جو شخص چپ کے پرندوں کی طرح خاموش رہ کر کسی قوم کے گلستانوں کو صحراؤں اور دریاؤں کو دشت اور محبت کے حروف کو جیون کی بدترین سیاہی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے- افشین! جس کسی شخص کے لئے اس کا حکمران ساعتوں کے رسیلے نغموں اور فضا میں چاہت کی چاندنی جیسا نرم خو سکون کے ٹھنڈے لطیف سایوں اور آسودگی اور راحت کی ساعتوں جیسا مہربان ہو اور وہی شخص اس حکمران کو قہر آلود بچھو بن کر ڈنگ مارنے کی کوشش کرے تو اس بچھو نما انسان کی کیا سزا ہونی چاہئے-

افشین! اگر کسی شخص کو دین اسلام نے محبتوں صداقتوں یگانگت سے نوازا ہو اس پر محبت بھری رفاقت نچھاور کی ہو اور وہی شخص اس مذہب کے نام پر جھوٹ کی مٹی کا گارا پھینکے تو اس شخص کے لئے کیا سزا تجویز کرنی چاہئے- افشین جو شخص کبھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے پرانے طاقچوں میں گل ہوتے چراغ روتے بلکتے گونگے حروف جیسا غیر محفوظ ہو- اس شخص کو اگر کوئی مہربان قوم اپنی آنکھوں کی عبادت گاہوں میں شب قدر کی طرح سجائے اور وہ شخص جواب میں بغاوت اور سرکشی کا پجاری بن کر اپنے چار سو اعمال بھیانک سیاہی پھیلائے تو ایسے شخص کے ساتھ کیا کیسا بھیانک سلوک کیا جانا چاہئے-

جب تک ایتاخ بولتا رہا افشین عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا- کبھی اس کے چہرے پر مایوسیاں پھیل جاتیں آنکھوں میں خدشات اتر آتے کبھی اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو جاتا- آنکھوں میں غضبناکیاں اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیتیں- جب ایتاخ خاموش ہوا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر نرم لہجے میں کہنا شروع کیا-

ایتاخ! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو- بہک تو نہیں گئے- میں نے آج تک تمہیں ایسی گفتگو کرتے نہیں دیکھا- اور پھر یہ تم نے پہلیاں بجھانے کا انداز کب سے شروع کر رکھا ہے کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو- جو باتیں تم نے کہی ہیں ان کا سہارا لے کر اگر تم مجھے ہدف بنانا چاہتے ہو تو حماقت کر رہے ہو- اور اگر ایسی باتیں کر کے تمہارا اشارہ کسی اور کی طرف ہے تو مجھے کسی اور سے کوئی غرض وغایت نہیں ہونی چاہئے اس شخص سے خود جا کر نپٹ لو-

ایتاخ کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا-

جس شخص سے نمٹنا چاہتا ہوں اس سے خود ہی نمٹوں گا اس سلسلے میں تمہیں زحمت دینے کی کوشش نہیں کروں گا اور جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ میں تم سے ہی کہنا چاہتا تھا- کسی اور پر طنز کی ہے نہ میں نے کوئی پہیلی بجھوانے کی کوشش کی ہے- جو باتیں میں نے کہی ہیں کیا ان باتوں نے تمہارے دل تمہارے ضمیر تمہاری انا پر کسی قسم کا تاثر نہیں چھوڑا-

غصے میں افشین بھیڑیے کی طرح پھڑک اٹھا- کھا جانے والے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھا پھر درندگی میں بول اٹھا-

ایتاخ اپنے حواس میں رہو- میں لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہوں اور تم میرے ماتحت ہو ایک ماتحت کو کسی بھی صورت اور کسی بھی وقت یہ جرأت اور جسارت نہیں ہونی چاہئے کہ اپنے سالار کا ان الفاظ اور اس انداز میں تمسخر اور ٹھٹھہ اڑانے کی کوشش کرے- میں ایسے رویے کو نہ برداشت کرتا ہوں نہ ایسا رویہ کسی سے روا رکھتا ہوں- تم نے چونکہ پہلی بار میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو کی ہے لہذا میں اسے برداشت کر گیا ہوں- آئندہ محتاط رہنا- اگر ایسا معاملہ پھر کسی موقع پر اٹھاؤ گے تو یاد رکھنا میرے غضب کا شکار ہو گے اور میں تمہارے گلے میں زنجیر ڈال کر تمہیں معتصم کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دوں گا-

ایتاخ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا-

کیا تم میں ایسا کرنے کی ہمت اور جرأت ہے؟

افشین درندے کی طرح دھاڑ اٹھا-

ایسی ویسی جرأت؟ تم میری ذات پر ابلتا پانی انڈیلو میرے سینے پر طنز کے الاؤ جلا کر میرے

ساتھ بد باطنوں اور خود سروں اور منتقم مزاج بد وجیسا سلوک کرو اور پھر یہ بھی امید رکھو کہ میں تمہارے ساتھ خوب صورت صبح سا نرم سلوک کروں- میں نے نہ جانے کیسے اور کیوں تجھے برداشت کیا ہے- یہ اس وجہ سے ہے کہ تو میرا ماتحت ہے اور آج تک تو نے میری دل شکنی نہیں کی- ورنہ میں تو تیرے جیسوں کے دل کی بستی کو موت کے سناٹوں سے بھر دیتا ہوں- تیرے جیسوں کے ذہن کی زنبیل میں آہ وزاری کی علامتیں ڈال دیتا ہوں تیرے جیسے میں نے اپنی زندگی میں بہت دیکھے ہیں زیادہ آگے بھاگو گے تو یاد رکھنا میں تیری آنکھوں کے دریچے میں عذابوں کا بسیرا بنتی تلخیاں اور تیرے دل میں خاک وخون کے ایک کرتے حادثے بھر کے رکھ دوں گا اگر تو نے میرے لئے فتنوں کا باعث بننے کی کوشش کی تو یہاں کھڑے کھڑے اپنے آدمیوں کو آواز دوں گا جو میرے ایک اشارے پر تیری گردن کاٹ کر رکھ دیں گے-

افشین کی اس گفتگو سے ایتاخ بھڑک اٹھا- اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک بھرپور طمانچہ اس زور اور طاقت سے اس نے افشین کے منہ پر مارا کہ افشین اپنی نشست سے اچھلتا ہوا دور جا گرا- دھاڑنے کے انداز میں ایتاخ نے اسے مخاطب کیا-

جرم بھی کرتے ہو غداری کا باعث بھی بنتے ہو اور باؤلے کتے کی طرح آسمان کو غزا کر بھی دیکھتے ہو- میری قوم میری ملت نے تجھے محبت اور الفت کے اوطاق میں رکھا لیکن تو نے نفرت کے صفحات چارسو پھیلائے- غنیم سے اطاعت کرنے والے وطن کا دل دکھی کرنے والے آنے والی نسلوں کے لئے کانٹے بونے والے تیرے جیسے بغاوت کے وظیفہ خواں سرکشی کے غلیظ غلاموں کو میں کتوں کے ریوڑ کی طرح ہانک دیا کرتا ہوں- شیطان کے گھاشتے! میری قوم نے تجھے نغموں خوشبوؤں اور رنگوں سے بجایا- اطلس وسنجاب میں تمہیں ملبوس کیا- اور جواب میں تو ویران آنکھوں خالی پیٹ بھیک منگوں کی حرص جیسا ہی رہا- تو نے آتش پرستی کے لباس کے اوپر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر میری قوم میری ملت کو دھوکا دینے کی کوشش کی دیکھ اب تو ننگا ہو چکا ہے- اور میں تجھے-----

ایتاخ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کا طمانچہ کھانے کے بعد افشین جو فرش پر گر گیا تھا اٹھ کھڑا ہوا کچھ دیر اس نے اپنے گال کو سہلایا ساتھ ہی ساتھ وہ کھا جانے والے انداز میں ایتاخ کو دیکھتا رہا- پھر کہنے لگا-

اب میں تجھے اپنی حویلی سے بچ کے جانے نہ دوں گا- میں تیری گردن کاٹوں گا اور تیری لاش

کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اٹھ کر معتصم کے سامنے پیش کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ لوگ جو اپنے سالاروں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں- ان کا حشر ایسا ہونا چاہئے جیسا میں نے اس ایتاخ کا کیا ہے- اس کے ساتھ ہی افشین زور زور سے آوازیں دیتا ہوا اپنی حویلی کے محافظوں کو پکارنے لگا-

جب کئی بار پکارنے کے باوجود اس کمرے میں افشین کا کوئی محافظ داخل نہ ہوا تب ایتاخ اسی نشست پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ اٹھا تھا- پھر طنزیہ سے انداز میں مسکراتے ہوئے افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

افشین! میں یہاں بیٹھتا ہوں ایک بار پھر اپنے آدمیوں کو پکارو- ہوسکتا ہے تمہاری پہلی پکار کسی نے نہ سنی ہو- دوبارہ پکارو تا کہ تمہاری مدد کے لئے کوئی اندر آئے-

افشین نے کھا جانے والے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھا پھر اس نے جب باہر نکلنا چاہا تو ایتاخ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھا اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور حاکمانہ انداز میں کہنے لگا-

میری اجازت کے بغیر تم اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتے جہاں پہلے کھڑے تھے وہیں کھڑے ہو جاؤ- تم نے اپنے آدمیوں کو پکارا اور تمہاری پکار پر تمہارا کوئی آدمی تمہاری مدد کے لئے اس کمرے میں نہیں آیا یہ حویلی تمہاری ہے- اب میں تمہارے سامنے یہیں کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو پکارتا ہوں پھر دیکھو میری پکار کا کیا ردعمل ہوتا ہے-

اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں کا نام لے کر ایتاخ نے پکارا جس کے جواب میں بھاگتے ہوئے کچھ مسلح جوان اندر آئے ایتاخ مسکرایا اور افشین کر مخاطب کر کے کہنے لگا-

دیکھا تیرا پکارنا کیسا غیر موثر تھا- اور میرے پکارنے میں کیسا اثر ہے کہ میرے ساتھی کمرے میں آ گئے ہیں اور پھر اندر آنے والے مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے ایتاخ کہنے لگا-

میرے عزیزو یہ افشین ہے تم اسے اچھی طرح جانتے ہو اسے گرفتار کر لو-

افشین کا چہرہ پیلا آنکھیں غمزدہ ہو گئی تھیں- تاہم اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور دھمکی آمیز لہجے میں ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا-

جو حرکت تم کر رہے ہو اس کا بہت بڑا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا-

افشین کی اس گفتگو کا جواب ایتاخ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ کمرے میں اشناس داخل ہوا اور افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بدبخت افشین! خمیازہ ایتاخ کو نہیں تمہیں بھگتنا پڑے گا تم نے آتش پرستی کے اوپر جو اسلام کا چوغہ اوڑھے رکھا ہے۔ وہ چوغہ اتر چکا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا آج دن کے وقت تم اپنے غلام داجس کے ساتھ تلخ کلامی سے پیش آئے حالانکہ تم جانتے تھے کہ سارے برے کاموں میں وہ تمہارا رازدار تھا۔ اس تلخ کلامی کے نتیجے میں داجس بھاگا بھاگا ایتاخ کے پاس گیا اور تمہارے سارے کرتوتوں سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ داجس کو لے کر ایتاخ معتصم کی خدمت میں حاضر ہوا اور معتصم نے تمہاری گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ اب بھی تم سمجھتے ہو کہ خمیازہ تمہیں نہیں ایتاخ کو بھگتنا ہوگا۔

افشین کی گردن جھک گئی۔ جواب میں اس نے کچھ نہ کہا۔ مسلح جوان ابھی تک افشین کے پاس کھڑے تھے۔ ایتاخ نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

اسے زیادہ تنگ نہیں کرنا۔ بس اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو اور میرے ساتھ لے کر آؤ۔

ان مسلح جوانوں نے افشین کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اسی حالت میں افشین کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور معتصم نے ایتاخ کو حکم دیا کہ افشین کو زندان میں ڈال دیا جائے۔

افشین کے معاملے کا فیصلہ کرنے کے لئے معتصم نے تین اشخاص پر مشتمل ایک مجلس انصاف مقرر کی۔ اس میں قاضی محمد بن داؤد اور معتصم کے دونوں مشیر محمد بن مالک اور اسحاق بن ابراہیم شامل تھے۔ اور انہیں حکم دیا کہ افشین کے معاملات کی تحقیقات کریں اور جس سزا کا وہ مستحق ثابت ہو وہی سزا اسے دی جائے۔

اگرچہ معتصم اپنے حکم سے افشین کو فوراً قتل کرا سکتا تھا لیکن اس میں اندیشہ تھا کہ درپردہ بعض سردار اس کے شریک سازش نہ ہوں لہٰذا اس نے یہ نہایت ہی عاقلانہ روش اختیار کی اس طرح افشین کے قتل پر کسی قسم کا جوش لشکر میں معتصم کے خلاف پیدا نہ ہو سکتا تھا۔

گو معتصم افشین کی بدنیتی سے جنگ بابک کے دوران ہی واقف ہو چکا تھا کہ افشین شاہی مال و اسباب چرا کر بیٹے کے پاس بھجواتا رہا تھا۔ لیکن اس وقت افشین ایک ایسے دشمن کے خلاف مقابلے میں معرکہ آرا تھا جو گذشتہ بیس سال سے مغلوب نہ ہو سکا تھا۔ لہٰذا معتصم خاموش رہا اس

کے بعد جب داجس بھاگ کے ایتاخ کے پاس گیا تو داجس کے ساتھ ساتھ ایتاخ ان سب لوگوں کو بھی معتصم کے پاس لے گیا جو افشین کے خلاف مختلف بیان دے چکے تھے۔ اور ایتاخ نے انہیں اشناس کی حفاظت میں رکھا ہوا تھا۔

آخر معتصم کے حکم پر افشین کو انصاف کی مجلس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کی موجودگی میں گواہوں کے بیانات ثبوت کے ساتھ پیش کئے گئے۔ مازیار جو آتش پرست تھا اور افشین کا دست راست تھا زندان سے نکال کر لایا گیا۔ افشین کے لکھے خطوط جو اس کے نام تھے اسے دکھائے گئے سنائے گئے۔ مازیار نے اقرار کیا افشین نے بھی اس بات کو مانا کہ وہ خطوط اس کے لکھے ہوئے ہیں۔ پھر افشین کے خلاف موبذ کے علاوہ مرزبان بن ترکش اور اس علاقے کے مؤذن اور امام کو پیش کیا گیا۔ جو ایتاخ نے اشناس کی حفاظت میں رکھے ہوئے تھے۔ ان سب کی موجودگی میں افشین کے متعلق وہ باتیں پیش ہوئیں۔ جن سے اس کا منافق ہونا ثابت ہوا مثلاً قرآن ماجد اور آئمہ ماجد کی بے حرمتی کرنا۔ زرتشتی صحیفوں کی تلاوت کرنا اور ہمہ وقت ان کو اپنے ساتھ رکھنا۔ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل رہ کر نمازیں بھی ادا کرنا اور تمام شعائر اسلامی پر عامل رہنا۔ غرض نہایت پختہ قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ افشین دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے اور حکومت اسلامیہ کا تختہ الٹ کر مجوسی سلطنت قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف اور منہمک تھا۔

اس مقدمے کی سماعت انتہائی اطمینان کے ساتھ ختم ہوئی۔ اور آخر سارے گواہوں کے پیش کئے جانے اور جو جو گواہیاں افشین کے خلاف تھیں ان سب سے ثابت ہوا کہ افشین غدار اور گناہ کار ہے۔ اور افشین نے بھی جو الزام لگائے گئے تھے انہیں تسلیم کیا اور اسے تسلیم کرنا پڑا بالآخر آخری فیصلہ یہ ہوا کہ مازیار کے چار سو درے لگائے جائیں اور افشین کو سزائے موت دی جائے۔ چنانچہ مازیار چار سو درے برداشت نہ کر سکا سزا مکمل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ افشین کو مصلوب کر دیا گیا اور اس کی لاش عبرت دلانے کے لئے منظر عام پر لٹکائی گئی۔ اس کو مصلوب کرنے کے بعد ایتاخ اشناس اور دیگر سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد معتصم نے اسحاق بن یحیٰی بن معاذ کو اپنے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کر دیا تھا۔

قسطونہ، عمران اور عمیمہ حویلی سے نکلیں۔ صحن میں آئیں وہ کہیں جانے لگی تھیں کہ حویلی کے اندر سے ایکاسیہ بھاگتی ہوئی نکلی ان کے سامنے آئی اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ تینوں کہاں جا رہی ہیں۔ مجھے بتایا ہی نہیں۔ کیا جہاں آپ جا رہی ہیں وہاں میں نہیں جا سکتی۔

قسطونہ اور عمران ایکاسیہ کو گھورتے ہوئے خاموش رہیں۔ تاہم اس موقع پر عمیمہ اداس اور بکھرے بکھرے لہجے میں ایکاسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

جہاں ہم تینوں جا رہی ہیں وہاں واقعی تم نہیں جا سکتی ہو۔ اسی بنا پر نہ تمہیں بتایا ہے نہ ہم تینوں تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہی ہیں۔

تم کہاں جا رہی ہو؟ جہاں میرا جانا منع ہے۔ شکوں بھرے انداز میں ایکاسیہ نے پوچھ لیا تھا۔

عمیمہ مزید غمزدہ اور افسردہ ہو گئی تھی کہنے لگی ہم ایتاخ بھائی کی حویلی میں جا رہے ہیں تمہارے رویے سے دل برداشتہ ہو کر وہ ہمیشہ کے لئے سامرا سے نکل رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ امیرالمومنین معتصم سے مل کر آئے ہیں انہوں نے معتصم سے کہا کہ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ وہ سامرا میں نہیں رہنا چاہتے لہٰذا انہیں آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا جائے۔

معتصم نے پہلے تو ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا لیکن جب ایتاخ نے زور دیا تو بھی معتصم ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے ایتاخ نے جب لشکر سے ہی نکل جانے کی دھمکی دے دی تب معتصم نے ایتاخ بھائی کی بات مان لی اب ایتاخ کو آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا گیا ہے وہ آج ہمیشہ کے لئے یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں وہاں جا کر وہ بغا کبیر کو واپس بھیج دیں گے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہیں گے اس لئے انہیں الوداع کرنے جا رہے ہیں ابی اور زبیر پہلے ہی وہاں جا چکے ہیں۔

تمہارے لئے ایک نئی خبر بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہیں یہاں سے اغوا کروانے میں دوما اور رداع کا ہاتھ تھا۔ وہی دونوں لڑکیاں جن کے ساتھ تم گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی تھیں۔ وہ دراصل سوراب نام کے طبیب کی بیٹیاں نہ تھیں۔ سوراب یہودی نکلا اور تینوں نوفل بن میخائیل کے جاسوس تھے یہاں کام کر رہے تھے انہی کی وساطت سے تمہیں اغوا کر کے قسطنطنیہ پہنچایا گیا ان تینوں نے ہی عجیف بن عنبسہ کو بغاوت پر اکسایا اور اس کا کام تمام ہوا تمہارے لئے شاید یہ نئی خبر ہو گی کہ افشین کے بعد معتصم کے حکم پر سوراب، دوما اور رداع کا بھی خاتمہ کرا دیا گیا ہے۔ ان

سے رابطہ قائم کرنے کے لئے قسطنطنیہ سے نوفل بن میخائیل کا ایک اور جاسوس آیا تھا جسے موصل کے نواح میں ہی پکڑ لیا گیا تھا۔ اسے بھی یہاں لایا گیا اور اس کی بھی گردن کاٹ دی گئی۔ یہ سارے حالات میں نے تمہیں پہلے نہیں بتائے تھے کہ میں بھی تم سے رخصت ہو رہی ہوں لہٰذا بہتر سمجھا کہ سارے حالات سے تم کو آگاہ کر دوں۔

زہر بھرے انداز میں ایکاسیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

تم کہاں جا رہی ہو؟

آج میری شادی کا اہتمام اشناس سے کیا جا رہا ہے۔ ایتاخ بھائی تو بہت جلد رخصت ہونا چاہتے تھے لیکن ابی نے انہیں روک لیا ہے۔ پہلے میرا اور اشناس کا نکاح ہو گا پھر یہاں سے رخصتی ہو گی۔ اشناس بھی ایتاخ کے ساتھ آذربائیجان کی طرف جا رہا ہے۔ شادی کے بعد میں بھی اشناس کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔

ایکاسیہ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں اداسیوں کی آندھیاں اڑنے لگی تھیں کچھ دیر خاموش رہ کر ضبط کرتی رہی پھر شکوں بھرے انداز میں عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اتنے بڑے بڑے فیصلے ہو گئے اور تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ تم نے مجھے یہ اشارہ تک نہیں کیا کہ آج تمہاری شادی ہے اور تم آج رخصت بھی ہو جاؤ گی۔ تم نے مجھے پہلے اشارتاً بھی نہیں بتایا کہ امیر ایتاخ اور اشناس دونوں یہاں سے رخصت ہو کر آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف جا رہے ہیں اور تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔

عمیمہ نے پھر پہلے سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

تمہیں بتانے سے کیا حاصل اگر میں بتا بھی دیتی تو میرے بتانے سے تمہیں کیا فائدہ ہوتا

ایکاسیہ بے چاری رو دینے والی تھی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

فائدہ ہوتا کیوں نہ ہوتا۔ ضرور ہوتا۔ میں ابھی بتاتی ہوں کہ کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایکاسیہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایتاخ کی حویلی میں داخل ہوئی تھی۔

صحن میں اس وقت اسحاق بن یحییٰ اور زبیر کھڑے تھے۔ ان پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد ایکاسیہ اسی طرح بھاگتی ہوئی حویلی کے اندر داخل ہوئی۔ اندر ایک کمرے میں اس وقت ایتاخ اکیلا

بیٹھا ہوا تھا۔ بھاگتے ہوئے اور اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے ایکاسیہ اس کے سامنے گئی اور انتہائی بے تابی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں نے سنا ہے آپ آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف جارہے ہیں۔

اسے دیکھتے ہوئے ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر بے اعتنائی برتتے ہوئے کہنے لگا۔

تم نے درست سنا ہے۔ میں واقعی آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف جارہا ہوں۔

کیوں؟ شکوؤں بھرے انداز میں اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے ایکاسیہ نے کہا تھا۔

کیوں سے کیا مطلب بس میں جارہا ہوں۔ کسی کو میرے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

کسی کو اعتراض ہو نہ ہو مجھے اعتراض ہے۔ اس لئے کہ آپ میری زندگی کے میلے میں خوشبو سے لدا جھونکا میری زیست کے آسمان پر وہ ستارہ ہیں جس پر صرف میری اجارہ داری ہے۔ میرے دل کے آفاق پر آپ کی ذات تازہ رنگوں کی نئی ابجد کی مانند ہے۔ خدا کے لئے آپ بے سبب مجھ سے روٹھ کر نہ جائیں۔

میں آپ کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ آپ کی محبت کی جڑیں میرے دل میں پیوست ہیں۔ سامرا شہر کے دن راتیں یہاں کے ستارے کہکشاں یہاں کا چاند سورج بادل برکھا اور روشنی سب جانتے ہیں کہ میں نے آپ سے ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کے پاؤں پڑنے کے لئے تیار ہوں کہ آپ مجھے چھوڑ کر آذربائیجان کا رخ نہ کریں۔

میں وہاں کون آپ کی بھوک پر پریشان ہوگا۔ وہاں کون آپ کی ضروریات کا خیال رکھے گا۔ کون آپ سے ہمدردی کرے گا۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں کہ نہ جائیں نہ جائیں خدا کے لئے نہ جائیں۔۔ اس لئے کہ آپ کی ذات وقت کے جلتے بجھتے الاؤ اور زمین کی ننگی پیٹھ اور گھر آنگنوں میں میرے لئے حسین سپنوں کی تعبیر ہے۔ آپ کی ذات ہی میرے لئے زندگی کی تاریک شب کی سحر ہے۔ آپ کی سلامتی میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ رہے گا۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے اکلاپے کی اذیتوں تیرگی کے کانٹوں جدائی کے خارزاروں

میں اکیلا چھوڑ کر اور میرے دل کی بستی کو اجاڑ کر نہ جائیں۔

جب تک ایکاسیہ بولتی رہی ایتاخ اسے مسکرا کر دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

میرے جانے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے اور پھر آذربائیجان اور آرمینیا میں کسی کو میرا خیال رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں یہاں بھی اکیلا ہوں وہاں بھی اکیلا ہوں گا پھر میری ذات پر کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔ یہاں سے اکیلا رہ کر کیا کروں گا۔

ایکاسیہ آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اس نے ایتاخ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

یہاں میں آپ کو اکیلا نہیں رہنے دوں گی۔ خدا کے لئے آپ آرمینیا اور آذربائیجان نہ جائیں۔ میں یہاں آپ کے ساتھ رہوں گی آپ کی بیوی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ شادی کروں گی۔

ایتاخ حیرت زدہ سا ہو کر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ایکاسیہ نے ایتاخ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں ہی رکھے پھر اپنی گردن کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ شک نہ کریں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں آپ سے شادی کروں گی۔ آپ کی بیوی بن کر اس حویلی میں رہوں گی۔ آپ کی خدمت کروں گی۔ اب بولیں آپ جائیں گے؟

ایتاخ مسکرایا پھر نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم مجھ سے شادی پر آمادہ ہو اور میری بیوی بن کر اس حویلی میں رہنے کے لئے تیار ہو تو پھر میں کسی بھی صورت تمہیں چھوڑ کر آذربائیجان اور آرمینیا نہیں جاؤں گا۔

ایتاخ کا یہ جواب سن کر ایکاسیہ کہکشاں میں رقص کرتے ستاروں جیسی خوش کن رات کی شہہ نشین پر رقص کرتی چاندنی کی کرنوں جیسی خوشگوار مچلتے بہتے حسین رنگوں کی طغیانی جیسی مسرت بھری چنبیلی کی خوش بو میں ڈھلتی سانسوں جیسی آسودہ ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی جب ایتاخ نے ایکاسیہ سے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اپنے بازو پھیلائے تب ایکاسیہ چپ چاپ آگے بڑھی اور اپنا سر بڑے پیارے انداز میں اس نے اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

پھر دونوں سنبھلے ایتاخ ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑ کر حویلی سے باہر نکلا اس وقت صحن میں اسحاق بن یحیٰ

زبیر، قسطونہ، عمیمہ اور عمران کھڑی تھیں ان کے قریب آ کر سب کو مخاطب کرتے ہوئے گہری مسکراہٹ میں ایتاخ کہنے لگا۔

آپ سب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں آذربائیجان نہیں جارہا یہیں رہوں گا ایکاسیہ میرے ساتھ شادی پر رضامند ہے ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اسی حویلی میں رہیں گے۔

اس پر سب نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا سب سے پہلے عمیمہ آگے بڑھ کر ایکاسیہ سے گلے ملی پھر باقی لوگ اسے گلے لگا کر پیار کرنے لگے تھے پھر عمیمہ نے کہنا شروع کیا۔

ایکاسیہ برامت ماننا بھائی جان کا آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف جانا صرف ایک کھیل تھا۔ اس میں کوئی حقیقت نہ تھی ایسا ہم نے جان بوجھ کر تمہیں بھائی ے راضی کرنے کے لئے کیا ہے۔تم برامت ماننا۔اس پر سب نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔اس قہقہے میں ایکاسیہ کے زوردار قہقہے بھی شامل تھے۔پھر مغرب کی نماز کے بعد ایتاخ اور ایکاسیہ، اشناس اور عمیمہ کی شادی کا اہتمام کردیا گیا تھا۔